ہماری ویب ای بُک

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

DR ZAHOOR AHMED DANISH

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

E-BOOK SERVICES

Collection of Published Articles
By "Dr. Zahoor Ahmed Danish"
at Hamariweb.com

میرے نبی ﷺ ماہر معاشیات ،سماجیات و نفسیات

اک مومن کے لیے اک کی امیدوں کا محور اس کے خوابوں کی تعبیر ،اس کے دکھوں کا مداوا،اس کے عصیاں شعاریوں کی تلافی ،اس کے علم و دانش کے راستے الغرض زندگی کی تمام تر بہاریں شریعت و شارع سے منسوب ہیں ۔جس نے شریعت کا پاس کیا ۔شارع علیہ السلام سے محبت کی۔کیوں کہ نبی سے محبت رب سے محبت ہے ۔

خیر میں اپنے موضوع کی جانب چلتا ہوں کہ میرے نبی علیہ السلام ایک ماہر نفسیاب ،اک ماہرِ سماجیات بھی تھے ۔جو فرمادیا،ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی وہ حکمت بھرے کلمات اپنی تمام تر توانیوں کے ساتھ بنی نوع انسانیت کے لیے آج بھی اسی طرح نفع بخش ہیں جس طرح اس وقت تھے ۔آ یے ان حکیمانہ ،مدبرانہ ، مفکرانہ ،ادیبانہ اور رشدوہدایت کے عطر سے عطربار پیغامات سے پژمردہ قلوب کو منور کرتے ہیں ،

عَن اَبِی ہُرَیرَۃَ ص قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ اَلَایُلدَغُ الْمُؤمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ رَوَاہُ مُسْلِم وَالْبُخَارِی]مسلم حدیث رقم :۷۴۹۸ ، بخاری حدیث رقم :۶۱۳۳ ، ابوداؤد حدیث رقم :۴۸۶۲ ، ابن ماجۃ حدیث رقم :۳۹۸۲ ، مسند احمد حدیث رقم :۸۹۵۰[۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہا نے فرمایا: مومن ایک سوراخ میں سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

پیغام: کس قدر بہترین بات جس میں سراسر انسان کا نفع ہی نفع ہے۔ کہ جب ایک مرتبہ کسی سے گزند پہنچے، نقصان پہنچے تو ایسے شریر سے پھر بہتری کی توقع رکھا سراسر حماقت ہے۔

وَعَن اَبِی سَعِیْد ص قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِا لَا حَلِیْمَ اِلَّا ذُو عَثْرَۃ وَلَا حَکِیمَ اِلَّا ذُو تَجْرُبَۃ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرمِذِی]ترمذی حدیث رقم: ۲۰۳۳، مسند احمد حدیث رقم: ۱۱۶۶۷، شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۴۶۴۸[

۔۔۔۔۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ا نے فرمایا: کوئی حِلم والا نہیں سوائے لغزش والے کے اور کوئی حکیم نہیں سوائے تجربہ کار کے۔

پیغام: سبحان اللہ: انسان اپنی غلطیوں ہی سے سیکھتا ہے۔آج بڑے بڑے سکالر، ماہر تعلیم practice again and again make a man وغیرکہتے سنائی دیتے ہیں۔اور perfect بار بار اور مستقل کوشش ماہر بنادیتی ہے۔

------ وَعَن سَہْلِ بْنِ سَعْد ص اَنَّ النَّبِیَّا قَالَ اَلاَنَاۃُ مِنَ اللّٰہِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ رَوَاہُ التِّرمَذِی]ترمذی حدیث رقم: ۲۰۱۲[۔

--- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آہستگی اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے ہے۔

پیغام: اب دیکھیں کہ ہم اپنی نجی زندگی میں دیکھیں تو دھکم پیل، بھیڑ بھاڑ، جلدی، بجلی کا بل جمع کروانا ہو یا ٹریفک سنگنل، یا کوئی اور کام ہر جگہ جلدی سے کام لیتے ہیں جس کے بار ہا ہے ہمیں برے تجربے سے گزرنا پڑا، ماہر سماجیات و ماہر نفسیات ﷺ نے کتنی پیاری بار ارشاد فرمائی ۔ سبحان اللہ

وَعَن اَنَسٍ ص قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّا اَوْصِنِی ، قَالَ خُذِ الاَمْرَ بِالتَّدْبِیْرِ فَاِنْ رَاَیْتَ فِی عَاقِبَتِہٖ خَیْراً فَامْضِہٖ وَاِنْ خِفْتَ غَیّاً فَاَمْسِکْ رَوَاہُ فِی شَرْحِ السُّنَّۃِ] شرح السنۃ حدیث رقم: ۳۶۰۰[۔

----- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا مجھے وصیت فرمائیں۔ فرمایا: کام کو تدبیر سے ہاتھ ڈال اور تم دیکھو کہ اسکے انجام میں بہتری ہے تو اسے کر گزرو اور اگر اس میں نقصان کا ڈر محسوس کرو تو رک جاؤ۔

پیغام: بنا سوچ ، سمجھے ہم اپنی بہن بیٹیوں ، بیٹوں کے رشتے ،کاروباری معاملات میں بھی جلد بازی ،اور نہ جانے زندگی کے کتنے معاملات ہیں کہ جن میں ہم غور فکر سے کام نہیں لیتے اور بالاخر کام سرانجام دینے کے بعد سوائے پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ حدیث مبارکہ میں اس غلطی کے سدباب کی جانب پھول بکھیرے ہیں ۔

وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ ص قَالَ قَالَ النَّبِیُّا اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ رَوَاہُ التِّرمِذِی]ترمذی حدیث رقم: ۲۸۲۲

۔۔۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ مانگا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔

پیغام: رائے ہر انسان کا حق ہے اور بہتر رائے معاشرے و معاشرت کی پرواز ہے ۔ادارے ،فرمیں ، معاشرے اور ملک کسی ایک فرد کی بدولت نہیں چلتے بلکہ مشوروں و مشاورتوں ہی کی بدولت آگے بڑھتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم کامیاب ہوں ۔ہم سے منسلک لوگ ترقی کریں ۔ تو خدارا جب بھی کسی کو مشورہ دیں دیانت کے

ساتھ دیں یہ آپ اور مشورہ لینے والے دونوں کے حق میں نفع بخش ہوگا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ] شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ٦٥٦٨ [۔ الحدیث ضعیف جداً

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : خرچ میں میانہ روی آدھی معاشیات ہے اور لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا آدھی عقل ہے اور سوال کا سلیقہ آدھا علم ہے۔

پیغام :۔۔۔۔۔۔۔فی زمانہ انسان کا سب سے بڑا رونا معاشی پسماندگی ہے۔ لیکن اس رونے دونے والے انسان نے کبھی غور کیا کہ معاملہ کیا ہے، مسئلہ کیا ؟ معمہ کیا ہے ؟جب کار بنگلے کی دوڑ میں لگیں گئے ،لگذری ، نت نے فیشن ،آمدنی سے زیادی اخراجات ہونگے تو رونا دونے کا ساتھ زندگی بھر رہے گا۔ میرے پیارے نبی سرور کونین نانائے حسین علیہ السلام نے اس دلد سے نکلنے کا گُر بتادیا ، کہ چادر دیکھ کرپاؤں پھیلاؤ۔

محترم قارئین کرام :آج میں اور آپ بے حد پریشان ہیں کوئی مسیحا دکھائی

نہیں دیتا، بولیں تو کس کو بولیں، عرض کریں تو کس سے کریں، گھر میں فاقے ہیں گلیوں میں ڈاکے ہیں، نفرتوں و عداوتوں نے ڈیرے ڈالے ہیں، ایمان کے چوروں نے، گھیرے ڈالے ہیں، جائیں تو کدھر جائیں۔

UR MUSLIM آیئے ! میں بتاتا ہوں آپ کو۔پریشان نہ ہوں۔اپنی قسمت پر رشک کیجیے بس شریعت پر THWE ONE WHO GOING ON PATH OF PARADISE عمل کرنے کو اپنی ذمے داری جانیے، کوشش اور کوشش کے بعد عملی طور پر نفاز کرکے اپنی دنیا وآخرت کو کامیاب سے کامیاب ترین بنا سکتے ہیں۔جب سب کچھ ہے تو پھر اندھیرے کو کوسنا کہاں کی عقل مندی۔ابھی اور اسی وقت نیت کرلیجیے کہ ہم احکام الٰہی کے بجاآوری کے لیے تادم زیست کوشاں رہیں گئے۔میں دعوے سے کہتا ہوں کامیابی ہمارا مقدر ہوگی۔ان شاء اللہ۔اپنی قیمتی آراء سے مجھ سیاہ کار کو ضرور نوازتے رہیے گا۔

طالبِ دعا:

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

چیرمین: ورلڈ اسلامک ریوولیوشن

دوتھلہ ڈبی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

تحقیق کے میدان میں ہمارے بہت کچھ کر گئے

جن وانس ، شجر و حجر ،حیوانات و نباتات الغرض دنیا کی ہر چیز کا خالق و مالک اللہ عزوجل کی ذات یکتا ہے ۔جس نے تمام پر انسان کو فوقیت دی ۔اسے اک نظام دیا ، قانون دیا، ضابطہ دیا جس میں زندگی کا ہر گوشہ ہر الجھن کا حل، ہر ضرورت کا پاس، وقتی و عارضی نا صرف یہ بلکہ دیرپا رہبری و رہنمائی فرمائی ۔اسی میں ایک گوشہ انسانی صحت ،انسان کو لاحق امراض سے خلاصی ، تندرست و توانا رہنے کے ذریں اصول سبھی کچھ بیان ہے ۔ہاں مگر جس نے من جد وجد والی بات ہے کہ جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔ایسی ہی براہین و دلائل اور سیرت وتاریخ کے جھروکوں سے گزرتے ہوئے طب نبوی و طب یونانی کا معرکہ آراء ارتقائی سفر اور بہت کچھ ۔

ابن البیطار

ان کا نام محمد ضیاء الدین عبد اللہ بن احمد بن البیطار المالقی الاندلسی ہے، وہ طبیب اور پودوں یعنی نباتاتی عالم تھے، عرب کے ہاں وہ علمِ نبات (پودوں کا علم) کے سب سے مشہور عالم سمجھے جاتے ہیں، وہ چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئے، اندلس کے مشہور نباتاتی عالم ابی العباس کے شاگرد تھے جو کہ اشبیلیہ کے علاقے میں پودوں پر تجربات کیا کرتے تھے.

اپنی جوانی کے ابتدائی زمانے میں ہی وہ ملکِ مغرب کی طرف نکل پڑے اور مراکش، جزائر اور تونس کا سارا علاقہ پودوں کی تلاش اور تجربات میں چھان مارا..!! کہا جاتا ہے کہ اس جستجو میں اور علمائے نبات سے سیکھنے کے لیے وہ اغریق اور ملکِ روم کے آخر تک گئے..!! اور کارِ آخر مصر آن پہنچے جہاں ایوبی شاہ الکامل نے ان کا اکرام کیا، ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں کہ الکامل نے انہیں مصر میں تمام علمائے نبات کا سربراہ مقرر کر دیا تھا اور انہیں پر اعتماد کیا کرتے تھے، الکامل کے بعد وہ ان کے بیٹے شاہ الصالح نجم الدین کی خدمت میں دمشق آ گئے، دمشق میں ابن البیطار پودوں کی تلاش اور تجربات کے سلسلے میں شام اور اناضول کے علاقوں کے مسلسل چکر لگایا کرتے تھے، اس عرصہ میں طبقات الاطباء" کے مصنف ابن ابی اصیبعہ ان سے جا ملے اور پودوں پر ان کی علمیت" سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ انہی کی معیت میں دسقوریدس کی دواؤں کی تفاسیر پڑھی، ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں: "میں ان کی علمی زرخیزی سے بہت کچھ لیتا اور سیکھتا تھا، وہ جس دوا کا بھی ذکر کیا کرتے ساتھ ہی یہ بھی بتاتے کہ دسقوریدس اور جالینوس کی کتب میں وہ کہاں درج ہے اور اس مقالے میں مذکور ادویات میں وہ کون سے عدد پر ہے..!!"

ان کی اہم تصنیفات میں کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ ہے، یہ کتاب

مفردات ابن البیطار کے نام سے مشہور ہے، ابن ابی اصیبعہ اس کتاب کو کتاب الجامع فی الادویہ المفردہ کا نام دیتے ہیں.. اس کتاب میں طبعی عناصر سے نکالے گئے آسان علاجات ہیں، اس کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا، ان کی کتاب المغنی فی الادویہ المفردہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جس میں جسم کے ایک ایک حصہ کی تکالیف بمع علاجات بتائے گئے ہیں، ان کی دیگر اہم تصانیف میں کتاب الافعال الغریبہ والخواص العجیبہ اور الابانہ والاعلام علی مافی المنہاج من الخلل والاوہام قابلِ ذکر ہیں..

ابن البیطار کی صفات میں جیسا کہ ابن ابی اصیبعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ انتہائی صاحبِ اخلاق شخص تھے اور زرخیز علم رکھتے تھے، انہوں نے حیرت انگیز یاداشت پائی تھی جس سے انہیں پودوں اور دواؤں کی درجہ بندی کرنے میں بہت آسانی ہوئی، انہوں نے طویل تجربات کے بعد مختلف پودوں سے مختلف ادویات بنائیں اور اس ضمن میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا.. ان کے بارے میں میکس مائرہاف کہتے ہیں: وہ عرب علمائے نبات کے سب سے عظیم سائنسدان تھے. (اردو انسائیکلو پیڈیا ج 1 ص 178)

ہرقل کو خط: مان لو دنیا والوں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل بادشاہ کو ایک تبلیغی خط لکھا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، وَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٍ وَالْبُخَارِى

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف لکھا جارہا ہے۔ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ، سلامتی حاصل کرلو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دوہرا اجر دے گا۔ اور آپ نے انکار کردیا تو پوری قوم کے گناہ کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ اے اہلِ کتاب، اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے

سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ مانے، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۵۴، مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۸، المستند صفحہ ۲۳۴)۔

محترم قارئینِ کرام دیکھا آپ نے کہ آج کے جدید ابلاغی استعداد بھی مان گئی کہ خط آدھی ملاقات ہے۔اور جس پیرائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب الیہ کو مخاطب اور اصلاحی پہلو، معاشرتی اقدار کا پاس رکھا۔جدید تحقیق نے social کا نام دیا، اخلاقی اقدار، عزت نفس کا پاس، حکمت بھرے انداز میں بات کو attitude پہنچانا بہترین ابلاغ ہے، آج بہت سے مطبوعات ملتے ہیں جس میں ابلاغ کی دنیا میں جزلاینفک قرار دیا گیا ہے۔ذرا غور کریں میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے احسن انداز میں یہ خط رقم فرمایا۔سبحان اللہ۔

طالبِ دعا:

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

چیرمین: ورلڈ اسلامک ریوولیوشن

دوتھلہ ڈبی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

تاریک راہوں میں تنویر صبح کا متلاشی

ظہور احمد دانش صاحب : یقین کرو میری تو کمر ٹوٹ گئی ہے ۔اب ۲۸ سال میں 60 سال کا بابا بن گیا ہوں ۔زندگی ہے کہ ضرورتوں میں روبوٹ بن گیا ہوں ۔پیسے کمانے کی مشین۔کہاں گئے آپ کی وفلسفایانہ موشگافیاں بتاؤ میں آج طویل عرصے سے ملنے والے دوست کے اس رویے پر حیران مجسمہ حیرت بنے اسے تک رہا تھا۔مجھے وہ دن یاد آ گئے کہ جب ہم کارساز نیوی کے اسکول کے پارک میں بیٹھے گپ ہانکا کرتے تھے، فکروں سے کئی سمندر پار،مزاح مسخری، کھیل کود۔

آہ!!!!!!!!!!!!!!!! میرے بچپن کے دن

آج بیٹھے بیٹھائے یاد آ گئے آج

یہ شارق جسے ہم ممی ڈیڈی کہتے تھے۔بڑا نظافت پسند، حقوق نسواں کے لیے پیش پیش،دل تو گویا اس کا سر بازار نیلام ہوا چلا جاتا تھا۔صنفِ نازک کے ماہر نفسیات ہوا کرتے تھے ۔سوچنے کی یہ بات ہے کہ حالات نے ایک مضبوط حواس والے انسان کو کس قدر بد حواس کر دیا کہ مکارم اخلاق پڑھ پڑھ کر آج آتے ہی سلام دعا کیۓ بغیر اپنا رونا رویا۔مفادات کا اتا دھنی کے اپنا قصہ سنایا دوسرے کی دنیا میں کتنی تاریکیاں و مایوسیاں ہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ۔

آج ہم میں سے ہر ایک حالات کی خرابی، مہنگائی، بے راہ روی، ملکی سطح سے لے کر گھریلو سطح تک ہر جگہ پریشانی اور مسائل کا رونا رو رہا ہے. اور کوئی حکومت کو تو کوئی علماء کو، کوئی عوام کو تو کوئی امریکہ، یہودی وغیرہ کو اس کا سبب بتلاتا ہے.

لیکن ہم میں سے کوئی یہ نہیں سوچتا کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے ؟ میری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

کیا ہم میں سے ہر ایک پر حالات کی مناسبت سے الگ الگ ذمہ داریاں لاگو نہیں ہوتیں ؟

کیا ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے ؟ ہم میں سے ہر ایک میں جتنی استعداد اور صلاحیت ہے کیا اس کے بقدر ہم میں سے ہر ایک کوشش کر رہا ہے ؟۔۔اس طرز میں کوئی نہیں سوچتا. کیونکہ اس طرح سوچنے سے کچھ کرنا پڑے گا. اور ہم کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں. ہم صرف دوسروں کے خلاف بول سکتے ہیں. دوسروں پر کیچڑ اچھال سکتے ہیں. زرداری، اوبامہ، اسرائیل، انڈیا وغیرہ پر ہر باتیں تھوپ کر کیا ہم نے اپنی ذمہ داریاں پوری کر لیں؟۔۔۔

!!ارے دوستو

سوچو تو سہی.

اگر میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر دوں. یعنی میری ذات کے مجھ پر کیا حقوق ہیں، میرے گھر والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوست احباب کے جو حقوق ہیں میں ان سب حقوق کو پورا کر دوں تو سمجھیں یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے. انقلاب صرف خون بہانے،لڑائی کرنے، شور شرابہ کرنے، جلسے کرنے، نعرے لگانے کا نام نہیں.

خود کو بدلنا اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا سب سے بڑا انقلاب ہے. اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفس سے جہاد کو جہاد اکبر کہا ہے.

میں کوئی ادیب نہیں ہوں. اور میں نے کوئی زیادہ مضامین بھی نہیں لکھے.

لیکن ذرا سوچیں ایسا کیوں؟

کیوں کا کیا مطلب ہے ،ہر مسلئے پر ہم کیوں کا لفظ استعمال کرتے ہیں ـــــــاور یہ کہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے ـــــ یہ نہیں کرتے کہ اس کیوں کا حل تلاش کریں ــہر کام میں تنقید کرتے ہیں جو کہ سب سے آسان کام ہے ـــــایک فلسفی کا قول

ہے "جب آپ کسی پر انگلی اٹھا کر بات کرتے ہو تو کیا یہ غور نہیں کرتے کہ باقی چار انگلیاں آپکو خود گنناہ گار کہہ رہی ہوتی ہیں"

ہم لوگ بھی یہی کام کر رہے ہیں کسی کے اچھے کام کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور اپنی خامیوں پر غور نہیں کرتے مگر اب وقت آگیا ہے کہ ہمیں سسٹم اور معاشرے کو الزام دینے کی بجائے اپنے مسئلوں کا حل تلاش کرنا ہے ہمیں کچھ کرکے دکھانا ہے کچھ عمل کرنا ہے ہر کام کی ذمہ داری حکومت کی نہیں ہے ہم ہر کام میں امریکہ کی نقل کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ امریکہ کی حکومت بھی اتنے کاموں میں دخل اندازی نہیں کرتی بلکہ لوگ خود عمل کرتے ہیں ہمارے ملک میں اکثر لوگ اپنی پوری زندگی گھروں کی صفائی میں صرف کر دیتے ہیں اور پوری زندگی ختم ہو جاتی ہے اس لئے ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں ہم لوگ مسئلوں کو دباتے ہیں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں بات بات پر لوگوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں ہم قرضوں پہ قرض لیتے جا رہے ہیں صرف ایک قسط کی ادائیگی کے لئے دوسرا قرض لیتے ہیں یہ سوچتے ہیں کہ اب تو قسط دے دیں بعد میں دوسرے قرضے کی قسط کے بارے میں سوچیں گے۔

قومیں صرف حال نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں بھی سوچتی ہیں مگر ہم ایسا نہیں کر رہے ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ آج تو گزر گیا تو مسئلہ دب گیا ہے مگر

حقیقیت اسکے برعکس ہے قومیں ترقی کے لئے بہت زیادہ قربانیوں دیتی ہیں جب قومیں اپنے مسلوں کے حل کے لئے کوشش کرتی ہیں تو پھر ہر مسئلے کا حل آسان ہو جاتا ہے امریکہ دنیاکے دوسرے کونے میں رہتے ہوئے بھی دنیا کو کنٹرول کر رہا ہے کبھی عراق پر پابندی، کبھی پاکستان پر ایسا کیوں!

یہاں تک کہ آپ اپنے ملک کی بنی چیز بھی خاص مقدار سے فروخت نہیں کر سکتے اس پر پابندیاں عائد کرتے ہیں اگر ہم اپنے ملک کا حال دیکھیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم ترقی پزیر ہیں۔۔۔

مگر ترقی یافتہ ہونے کے لئے کوشش نہیں کرتے طالب علم صرف ڈگریوں کے لئے پڑھتے ہیں شعور اور بیداری صرف استاد کی رہنمائی سے حاصل ہو سکتی ہے اسی طرح جب تک ہمیں اچھا حاکم نہ ملے ہمارا نظام اسی طرح بگاڑ کا شکار رہے گا استاد سے مراد وہ شخص نہیں جو تعلیم دے بلکہ کوئی بھی شکص جو ہمیں اچھی بات کی طرف راہنمائی کرے وہ ہمارا استاد ہے اگر خاندانوں کی تربیت کرتا ہے تو اسی طرح وہ بھی استاد ہے اسی طرح اگر استاد اچھے تعلیم یافتہ اور بچوں کی مثبت سوچ پیدا کرنے والے ہوں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ملک کترقی نہ کرے ہمیں اپنے کیوں کا حل تلاش کرکے ایک ایک مسلوں کو دبانا نہیں بلکہ حل کرنا ہے ہمارے معاشرے میں لوگ کیوں اپنے رشتوں کا تقدس بھول چکے ہیں چھوٹے بڑے کی

تمیز کیوں بھول گئے ہیں ایک دوسرے کے لئے پیار و محبت ،اخلاقیات ختم ہو کر رہ گئے ہیں ایک زمانہ تھا جب ہمارے بزرگ اپنے پوتے پوتیوں کو اپنے ارد گرد بیٹھا کر اخلاقی درس دیتے تھے-

رشتوں کی پاسداری کرنا سکھاتے تھے اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے تھے ہمیں اچھے برے میں تمیز سکھاتے تھے ہمارے دلوں میں پیار و محبت کی شمعیں روشن کرتے تھے مگر لیکن یہی ہمارے پیارے ۔ جن کے آنگن میں پیار کی لوریاں تھیں ،جن کی زبان ہمارے لیے اعتبار و اتباع کی پہاڑ تھی ۔آہ !آج وہی رشتے ہمارے لیے بے معنی و بے وقعت بنتے چلے جارہے ہیں ۔انھیں ہم ایدھی و دیگر فاؤنڈیشن و فلاحی اداروں کو سونپ کر بڑھاپے دہلیز پر امید کی ایک کرن اولاد اس کا بھی چراغ گل کر دیتی ہیں ،اب حزن وملال کی رفاقت میں زندگی کے دن بیتیں گے۔

جو اپنے پوتے پوتیوں کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس جاتے ہیں اسی آس کو دل میں لئے اور اپنوں سے ملنے کی حسرتوں کو دل میں سموئے ہوئے اس دنیا فانی سے کوچ کر جاتے ہیں

آجکل عہد کے تہوار کی پھلجڑیاں کیوں نہیں جلتیں

،چوڑیوں کی چھنک کیوں چھنکتی

ہاتھوں کی مہندی نہیں مہکتی

رشتے داروں کی پر مسرت ہنسی نہیں نکلتی

پہلے عیدوں پر لوگ ایک دوسرے کے گھر جا کر عید مبارک کہا جاتا تھا۔ایک دوسرے کے گلے لگ کر شکوے دور کئے جاتے تھے۔اس طرح ایک دوسرے کے لئے پیار بڑھتا تھا۔۔

لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ گلے شکوے ختم ہو جاتے تھے۔۔۔ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتے تھے

مگر آجکل ایسا بالکل نہیں آخر کیوں ؟

کیوں ؟آخر کیوں ؟

آجکل لوگ اس قدر بیگانے بے حس ہو گئے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ہم اپنے تہواروں کے پہلے اپنے روزمرہ کے اوقات میں اس مصروف ہو گئے ہیں کہ اپنے اردگرد دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ ہمارے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔سائنسی تعمیر وترقی نے انسان کو انسان سے دور کر دیا ہے پہلے پہل و خط ا کتابت فاصلوں کو کم کرتی تھی اور اپنوں کو قریب تر کرتی تھی پردیس سے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر سے محبت وخلوص کی خوشبو محسوس

ہو جایا کرتی تھی اور دیس سے لکھی گئی چھٹی سے پردیس میں بھی اپنے وطن کی مٹی کی تازگی دل کی گہرائیوں میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے مگر اب کی فیکس اور ای میل نے یہ آخری سہارہ بھی چھین لیا ہے۔

دوستوں تحریر کا اختتام کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ ہمارے بیچ میں یہ ایک لفظ کیوں پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ اس لفظ کو اپنے درمیان ختم کرنے سے گریزاں ہیں آخر کیوں ؟۔۔دوستوں پاک نیٹ نام کا پاکستانیوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم ملا جس میں رہتے ہوئے جہاں آپ ملک و قوم کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔

مگر انتہائی معذرت کے ساتھ کہ یہ فورم چند ناگزیر وجوہات کے تحت اختلافات کی طرف جا رہا ہے آخر کیوں ؟

کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم رنگ و نسل سے کنارہ کرلیں اور ایک سچے پاکستانی بن کر پاک نیٹ نام کے اس پلیٹ فارم سے اپنی کھوئی ہوئی شخصیت کو واپس لانے کے لئے اقدامات کریں کیا ہمراے لئے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہمارے مذہب اسلام سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں جبکہ سب کا ماننا ہے کہ ہمارا خدا ایک، قرآن ایک، رسول ص ایک تو پھر ہم کیوں مسلمان ہونے کے باوجود ان اختلافات میں گھرے

ہوئے ہیں کیوں ؟

آؤ اس کیوں کا حل نکالتے ہیں ۔پیار کے ن ء ے دیپ روشن کرتے ہیں ،تاریک و سیاہ سپاٹ راہوں کو امن و امان کے قمقموں سے روشن کرتے ہیں ،بس پہلا قدم تو رکھیں ۔

!!پہلے اسے پڑھیے!! قرآن مجھے بتا

قرآن مجید مومن کو زندگی گزارنے کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔آیئے اس لاریب کتاب میں ہم دکھاروں، معاشی، و تنگدستی کے کے ماروں کے لیے کیا پیغام ہے
۔

آج معترض طرح طرح کے اعتراضات کرتا ہے۔اسلام فلاں کا مذہب ہے، فلاں کا مذہب ہے۔اپنی کم فہمی اور تعصب کی عینک کی بدولت راہِ حقانیت گلستاں کی مہک کو سونگھنے سے محروم و نامراد رہتاہے۔میں دنیا بھر کے معاشیات دان سے مخاطب ہوں ۔آؤ میں بتاتا ہوں۔ میرا رب، میرا قران، میرا دین ہر لمحہ میرا رہبر ہے۔آؤ۔۔آؤ اسلام کو قریب سے دیکھو سب فکرین دور ہو جائیں گیں۔بگڑی سنور جا ئیگی۔
محترم قارئیں۔آج کل جو سب سے اہم اور تکلیف دے مسئلہ ہے وہ معاشی مسئلہ ہے ۔سوچا کیوں نہ قران کو ہدایت کا منارہ ہے اسی سے اپنے مسائل کا حل پوچھتے ہیں۔تو پڑھیے اور فیضِ قران سے اکتسابِ فیض کیجیے۔۔۔
پاکیزہ رزق کماؤ!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!

كُلُوا مِن طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرۃ ۱۷۲:۲)۔

پیغام:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھیں آج کل ہر فرد شاٹ کٹ کے چکر میں شب و روز محو سفر ہے۔جس کی وجہ سے بیش بہا مسائل جنم لے رہے ہیں۔حقدار حق سے محروم ،ضرورت مند ضرورت سے محروم۔لیکن آفریں ہے دین اسلام کی تعلیمات پر اور قران کے انداز تربیت پر۔واضح تردید فرمادی اس قبیح و شنیع کام کی۔درس دیاکے حلال کی تگ و دو میں لگو،اسی میں سماج کی بقاء وارتقاء اور تمہاری بھلائی کا راز پنہاں ہے۔۔۔۔۔۔

۲۔حرام نہیں کھانا چاہیے

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء ۲۹:۴)۔

پیغام:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضابطہ قانوں کی خلاف ورزی انسان کی قدر کے موافق نہیں ۔اس کی شان تو یہ ہے کہ جائز و حلال کو منہ لگائے ،حرام و ناجائز سے کوسوں دور رہے۔

۳۔دولت کو لوگوں میں گردش کرتے رہنا چاہیے

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ (حشر۷:۵۹)۔

پیغام:کتنا خوبصورت پیغام کے دولت کو ایک ہاتھ سے دوسرے دوسرے سے تیسرے مین گھومتے رہنا چاہیے۔ورنہ جمود کا رنگ غالب آجائے گا۔

۴۔ سود حرام ہے

ا) لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا (آلِ عمران ۳ : ۱۳۰)۔

ب) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرۃ ۲ : ۲۷۹)۔

۵۔ سود بے برکت ہے اور صدقات میں برکت ہے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ (البقرۃ ۲ : ۲۷۶)۔

۶۔ جھوٹی اشتہار بازی منع ہے

لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (ھود ۱۱ : ۸۵)۔

۷۔ وزن پورا تولا کرو

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (الرحمٰن ۹:۵۵)۔

۸۔ مال ضائع کرکے اجارہ داری قائم کرنا منع ہے

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (البقرۃ ۲۰۵:۲)۔

۹۔ کنجوسی اور فضول خرچی دونوں منع ہیں

لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان ۲۵ : ۶۷)۔

۱۰۔ اشتراکیت باطل ہے

ا) نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ (زخرف ۴۳ : ۳۲)۔

ب) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (النحل ۱۶ : ۷۱)۔

اا۔ سرمایہ دارانہ نظام باطل ہے

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ (حشر ۵۹ : ۷)۔

محترم قارئین!!!!!!!اب آپ بتائیں۔اسلام پر عمل کیوں نہیں ؟کیا اسلام صرف مولوی حضرت کے لیے ہے۔باقی ہم سے دنیا داروں کو خلاصی ؟بھائیو!!!!ہر شخص کو اپنے کیے کا بھگتنا پڑے گا۔کچھ ہمت کریں ہمارا ساتھ دیں اور ملک کر اسلامی نظام ،اسلامی معاشرہ،اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں ہمارے معاون و ممد ثابت ہوں۔اپنی آراء ضرور دیجیے گا۔تاکہ بہتر سے بہترین کی جانب بڑھ سکیں۔اللہ حافظ

قرآن میں علم سائنس کا قیمتی اثاثہ

محترم قارئین ! مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ مشکور ہوں اپنے ربّ کا کہ اس نے راہِ حق کا راہی بنایا، گم گشتہ و راہِ ضلالت کی تاریک راہوں سے محفوظ رکھا۔اِک اسلام سے نابلد طبقہ ایسا بھی ہے کہ جو اسلام پر یکے بعد دیگرے عقل سے کوسوں دور حقیقت سے ماوراء اعتراض وارد کرتا ہے۔بھائی اسلام تو قدامت پرستی ، رہبانیت کا دین ہے ،جدید چیزیں بھلا اس میں کہاں ،اونٹوں کے سفر سے لیکر ،ماضی کے کم تحقیق یافتہ زمانوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مجھے اسی لیے اس عنوان پر کچھ لکھنے کی حاجت محسوس ہوئی کہ بتا دیا ان عقل کے اندھوں کو کہ میرے دین نے کئی سو برس بہت سے رازوں سے پردہ اٹھا دیا تھا جسے بعد کے !!!!!!!!!!!!!!!!!!انسان نے اپنی تحقیق کا نام دیا۔لیجیے پڑھییے۔

۱۔ ہر چیز پانی سے بنی ہے

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیائ۳۰:۲۱)

۲۔زمین ، آسمان جڑے ہوئے تھے پھر ایک دھماکے سے جدا ہوئے

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (انبیائ۳۰:۲۱)۔

۳۔ آسمان ایک مادی اور محسوس چیز ہے

ا) ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ (حم السجدۃ ۱۱: ۴۱)۔

ب) رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا (الرعد ۲: ۱۳)۔

ج) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (الانفطار ۱: ۸۲)۔

۴۔ آسمان میں برج قائم کر دیے گئے ہیں

ا) تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا (الفرقان ۶۱: ۲۵)۔

ب) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (البروج ۱: ۸۵)۔

۵۔ زمین میں طرح طرح کے خزائن موجود ہیں

وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَبٰرَکَ فِیْھَا (حم السجدۃ ۱۰: ۴۱)۔

۶۔ جانور کے پیٹ میں دودھ کیسے تیار ہوتا ہے

نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (النحل ۶۶: ۱۶)۔

۷۔ بارش کیسے برستی ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ (النور ۴۳: ۲۴)۔

۸۔ سبزہ کیسے اگتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی (انعام۹۵ :۶)۔

۹۔ بچہ کیسے بنتا ہے

ا) خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (طارق ۶،۷ :۸۶)۔

ب) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ (دھر ۲ :۷۶)۔

ج) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً (مومنون ۱۴ :۲۳)۔

د) وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (حج ۵ :۲۲)۔

۱۰۔ سورج چل رہا ہے

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا (یسین ۳۸ :۳۶)۔

۱۱۔ سورج اور چاند کی روشنی میں فرق ہے

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْراً (یونس ۵ :۱۰)۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ تمہیں پوری کائنات میں اور تمہاری اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں دکھائے گا

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ (فصلت ۴۱ : ۵۳)۔

ریاضی

۱۔ ایک کا ہندسہ

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرة ۱۶۳: ۲)۔

۲۔ دو کا ہندسہ

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ (انعام ۱۴۴: ۶)۔

۳۔ تین کا ہندسہ

ا) اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّام (آلِ عمران ۴۱: ۳)۔

ب) ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرة ۲۲۸: ۲)۔

۴۔ چار کا ہندسہ

ا) تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (البقرة ۲۲۶: ۲)۔

ب) اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرة ۲۳۴: ۲)۔

۵۔ پانچ کا ہندسہ

وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ (الکہف ۲۲: ۱۸)۔

۶۔ چھ کا ہندسہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّام (اعراف ۵۴: ۷)۔

۷۔ سات کا ہندسہ

وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ (الکہف ۲۲: ۱۸)۔

۸۔ آٹھ کا ہندسہ

ثَمٰانِیَۃَ اَزْوَاجٍ (انعام ۶:۱۴۳)۔

۹۔ نو کا ہندسہ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ (بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۱)۔

۱۰۔ دس کا ہندسہ

اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا (البقرۃ ۲:۲۳۴)۔

۱۱۔ گیارہ کا ہندسہ

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (یوسف ۱۲:۴)۔

۱۲۔ بارہ کا ہندسہ

فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا (البقرۃ ۲:۶۰)۔

(۱۳۔ جمع کا سوال (3+7=10

ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ (البقرۃ ۲:۱۹۶)۔

(۱۴۔ تفریق کا سوال (1000-50=950

فَلَبِثَ فِیْھِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا (العنکبوت ۲۹:۱۴)۔

۔(۱۵x7۔ ضرب کا سوال (100=700

کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ

بِمِائَةُ حَبَّةٍ (البقرة ۲ :۲۶۱)۔

۱۶۔ نسبت تناسب کا سوال

ا) اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ (انفال ۸ :۶۵)۔

ب) وَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ مِّائَۃٌ یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفًا (انفال ۸ :۶۵)۔

۱۷۔ زکوۃ، مالِ غنیمت اور مالِ فَی کی تقسیم کے علاوہ میراث کی تقسیم میں سو فیصد ریاضی کا دخل ہے۔ جس کی تفصیل سورۃ النساء میں موجود ہے لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ النساءٓ ۴ :۱۱)۔)

پڑھا آپ نے اب صدقِ دل سے بتایئے اسلام کیسا دین ہے؟ تو پھر اس کی ترویج و اشاعت میں اس قدر سستی کیوں؟ خود تحقیق کیوں نہیں کرتے؟ انگریز کی تحقیق کے منتظر کیوں رہتے ہیں؟ کیا آپ شعور و فکر کی نعمت سے محروم ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ابھی اور اسی وقت عہد کرلیجیے کے دینی معاملات، عبادت، و اسلام کے ذریں اصول پر کاربند رہوں گا، رہوں گی۔ اپنی بصیرت و بصارت کے مطابق تعلیمات اسلام کو عام کرتے رہیں گے۔۔ اک نئے جذبہ اور امنگ کے ساتھ پھر حاضر ہونگے۔ اپنے آراء سے ضرور نوازتے رہیے گا۔

طالبِ دعا:

ڈاکٹر ظہور احمد دانش
چیر مین : ورلڈ اسلامک ریوولیوشن
دوٹھلہ ڈبسی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

قران کی فلاسفی اور جہالت کی تاریکیوں کا سدباب

THE VOICE OF QURAN

کسی بات کو غلط کہہ دینا نہایت آسان بلکہ آسان ترین کام ہے۔ لیکن اس غلط کام کی درستگی ،اس کی اصلاح کی جانب پیش قدمی یہ کافی مشکل کام ہے۔عام زندگی میں یہ بازگشت سنائی دیتی ہے۔یہ غلط ہے، یہ کمزور ہے ،اس میں فنی خرابی ہے ،اس میں فلاں اس میں فلاں ۔لیکن حل شاید ہی شاذ و نادر ہی تجویز کرتا ہو۔یہ اعجازِ قران ہی ہے کہ مسائل ، مصائب اور ان کے محرکات کے ساتھ ساتھ ان کے سدِ باب کی راہ بھی واضح کرتا ہے۔

دنیا میں جتنی بھی ترقی کے مدارج ہیں ان کے پیچھے علم ، تعلیم ، تعلم کا عنصر غالب رہا ہے ۔کیوں کہ جب تک امتیاز نہ ہوگا تو پھر پہچان کیسے ہوگی ۔پہلا کام جہالت کو دور کیا جائے ۔برائیوں کا خاتمہ ہوتا چلا جائے گا۔اس ذریں پیغام کو قران نے کس حسین پیرائے میں بیان کیا ہے۔

۱۔ اپنے رب کے نام سے پڑھ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ (العلق ۱:۹۶)۔

یعنی the first one is educate

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم سکھایا

عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ (العلق ۹۶:۵)۔

خالق ہر خشک وتر، مالک بحر وبر رحمٰن ورحیم ربّ نے انسان کو علم سکھانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی تعلیم وتعلّم کا شعبہ ایک عظیم شعبہ ہے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم سکھایا

وَعَلَّمَ آدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرۃ ۳۱: ۲)۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ا کو قرآن سکھایا

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡآنَ (الرحمٰن ۲،۱: ۵۵)۔

۵۔ علمی مثالیں صرف علماء ہی سمجھتے ہیں۔

وَمَا یَعۡقِلُهَآ اِلَّا الۡعَالِمُوۡنَ (عنکبوت ۴۳: ۲۹)۔

محترم قارئین! ذرا قران کے اسلوب، فکر اور نظریہ کو دیکھیں۔ کہ علم سمجھ ہے، امتیاز وتمییز کا ایک فن ہے۔ اور جو اس فن سے بہرمند ہے وہی سہل و ثقیل معاملات چہ جائے کہ گفتگو ہویا علم فکر مکالمہ و مناظرہ اہل علم ہی یہاں میدان مارتے ہیں۔

۶

۔ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ (الزمر ۹:۳۹)۔

اسلام زندہ باد اسلام پائندہ باد۔اعتدال اگر کسی کو یکھنا ہے تو وہ تعلیماتِ اسلام کا مطالعہ کرے۔اب اس آیت میں دیکھیں کہ واضح کردیا ہے۔ایجو کیٹڈاور نن ایجو کیٹڈ میں فرق ہے۔آج جدید سائنس ،ماہرینِ سماجیات ،احکام بالا، محکمہ انتظامی امور بلکہ یہی محشر بپا ہے۔ کسی ملک نے ترقی کرنی ہے تو وہ تعلیم کے شعبہ پر اپنی توجہ مرکوز کردے۔کامیابی اس کا مقدر ہوگی۔یہ تو بدیہی بات ہے کہ ایک جاہل بھلا ایک صاحبِ علم جیسا کیسا ہوسکتاہے۔اس کی بیٹھک ،اسکی گفتگو ،رہن سہن ،اندازِ زندگی یکسر مختلف ۔قران نے بھی اس اہم عنوان کو کس قدر لطیف پیرائے میں بیان کردیا ہے۔

۷۔ علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں

إِنَّمَا يَخۡشَى ٱللَّهَ مِنۡ عِبَادِهِ ٱلۡعُلَمَٰٓؤُاْ (فاطر ۳۵:۲۸)۔

۸۔ ہمارے نبی کریم ا معلمِ انسانیت ہیں۔

دوستو!آپ کبھی زندگی میں دیکھیے گا جو شریعت کا علم جانتے ہیں۔چہ جائے کہ ان میں ایک تعداد علم سے عاری ،کاہلی و سستی کا شکار ہوتی ہے لیکن فکری اعتبار سے بیدار ہوتے ہیں۔وہ غلطی کو غلطی جانتے ہوئے حتی المقدور خائف و

نالاں اور ضمیر کی عدالت میں نادم رہتے ہیں ۔یہ وصف ان کے اندر علم کی بدولت پیدا ہوا۔یہاں قران بھی اسی پشیمانی کو بیان کر رہا ہے ۔کہ اہل علم اپنے پیارے پیارے ، ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والے رب سے اس کے عزت وجلال کی وجہ سے اس سے ڈرتے ہیں ۔

یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ (آلِ عمران ۱۶۴: ۳)۔

۹۔ محبوب کریم ا ہمارے لیے عملی نمونہ ہیں

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب ۲۱: ۳۳)۔

۱۰۔اللہ تعالیٰ قلم اور تحریر کی قسم کھاتا ہے۔

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ (القلم ۱: ۶۸۔۳)۔

محترم قارئین ! میں تمام بہن بھائیوں سے مخاطب ہوں ۔آپ مجھے بتائیں ۔آج کے اس پرفتن دور میں نت نئے فتنے ، قتل و غارت ،انسانیت سوز رویے الغرض جنگل کا قانون دکھائی دیتاہے ۔حالانکہ ہر تیسرا شخص مدرسہ ہویا اسکول ،کالج ہویا یونیورسٹی تعلیم حاصل کررہاہے ۔والدین وسائل نہ ہونے کے باوجود اولاد کو تعلیم سے آراستہ کررہے ہیں ۔لیکن معاشرے میں ،ملک میں تو اس روشنی کی کرنیں ماند پڑتی دکھائی دے رہی ہیں ۔وجہ کیا ہے ؟ کبھی اس گھمبیر اور سنگین مسئلہ

پر غور کیا؟ میرا آپ سے یہ سوال ہے۔جواب کا منتظر رہوں گا۔۔ضرور اپنی ملفوظات سے نوازیے گا۔

پہچانتے ہو؟

ہم مسلمان ہیں۔آؤ اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے والے سنو سنو !
ربّ تعالیٰ نے تمھیں ذمہ داری سونپی ہے۔ تمھیں لایعنی، عبث، بے معنٰی نہیں پیدا
فرمایا۔بلکہ تمہاری تخلیق میں اس کی ہزارہا حکمتیں ہیں۔ تمہارا بڑا منصب ہے۔
تمہاری بڑی ذمہ داری ہے۔

ا) کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آلِ عمران ۱۱۰: ۳)۔۔۔۔۔)

تمہار قدم قدم تمہارا لمحہ لمحہ برائیوں کے سدباب میں صرف ہو۔تم کردار وگفتار کے
غازی بن جاؤ۔دوسروں کے لیے ضرب المثل بن جاؤ۔

تمہارا چال چلن دوسروں سے کلام کرے۔

سنو!!!کانوں کی کھڑکیاں کھولو! سماعتوں سے اس لطیف آواز کو ٹکرانے

دو!!!!!!!!!!

ب) کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ (المائدہ۷۹: ۵)۔)

آہ! یہ قتل و غارت، یہ جنگ وجدل کا سماں جس پر آج انسانیت سسکیاں لے رہی ہے
۔بنی نوع انسانیت اللہ کے پیغام پر متفق ہو جاؤ کرم ہی کرم ہو جائے گا۔

: ہاں یہ وہ سچ ہے جسے کوئی طاقت جھٹلا نہیں سکتی۔قران کہتا ہے
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آلِ عمران ۳:۱۰۴)۔
لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آلِ عمران ۳:۱۰۴)۔

مایوس نہ ہو۔عراق ، کشمیر ، فلسطین ، چیچنیا ،الغرض دنیا بھر میں تم مار کھا رہے ہو۔دشمن غالب اور تم مغلوب۔جانتے ہو کیوں ؟اس لیے کہ تم نے حقانیت کے چشمہ اتار پھینکے اور ظاہر جاہ وجلال ،جاہ و حشمت کے چکاچوند قمقموں میں گم ہو گئے۔بھلا پھر تو یہی ہونا فقط اچھی بات بتانا ،بھلائی TO INFORM THE PEOPLE تھا۔دیکھو ! تمہارا کام خیر کی طرف بلانا تمہارا کام ہے ،جنگ و جدل ، قتل و غارت تمہیں زیب نہیں دیتا۔یہ، جو آج اسلحہ اپنوں ہی پر تانے کھڑے ہو۔بھائی بھائی کی جان کے درپے ہے تو ایسے میں دشمن کو تمہاری کمزوریوں ،منہ زوریوں کا اندازہ ہو گیا ہے۔لہٰذا باہم نیکی کو عام کرو۔لسانیت ، عصبیت کو چھوڑ دو۔قران تمہیں سمجھا رہا ہے۔بتا رہا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (انفال ۸:۲۵)۔
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ (التوبہ ۹:۱۲۲)۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (حم ۳۴:۴۱)۔

دیکھو دیکھو!!!!!!!!!دین تو ہے جو زندگی کے ہر میدان میں شفیق سائبان کی طرح تمہارا مدد و معاون رہے۔تم عظیم ہو ہاں ہاں ،یہ سچ ہے۔سچ۔قران کے ماننے والے قران کہاں نہیں تمہاری مدد کرتا۔میں اپنے گزشتہ آرٹیکل میں آپ قارئین کی نظر کرچکا ہوں کہ اسلام دین فطرت ہے۔آپ اسے پڑھیں تو سہی۔یہ صرف داڑھی والے امام مسجد، حفاظ و علماء کے لیے فقط نہیں اترا بلکہ سبھی کی رہبری ورہنمائی اس اعجاز ہے۔۔ ہمارے ہاں ایک بڑا سانحہ ہے ہم اپنا اکثر وقت فضولیات ،لغویات میں صرف کردیتے ہیں یا پھر ان جہلاء کی رفاقت میں صرف کردیتے ہیں جن کی معیت سوائے خسارے کے کچھ نہیں۔قران نے کیا خوب پیغام دیا۔

اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً (فرقان ۶۳:۲۵)۔

قران جس میں زیرزبر کی بھی شک کی گنجائش نہیں اپنی تمام تر علمی تابانیوں کے ساتھ افق پر چمک رہا ہے تو اس کی تعلیمات کو ماننے کے باوجود قول اور فعل میں اس قدر تضاد، دنیا میں منہمک ہو کر کشت و خون کا بازار گرم کرنا، لسانیت کی بنیاد پر، جغرافیائی سرحدوں پر انسانیت کا تمسخر اڑانا کہاں کی دانش

مندی۔ ہوش کے ناخن لے لیں ورنہ اس کا قہر تمہارا کچھ نہ چھوڑے گا۔ کیوں اپنی ذمہ داری ،اپنے منصب کے خلاف ،انسانیت سوز کام کرتے ہو۔ جس پر انسانیت پر شرمندہ ۔آپ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں، خود ہی کو پہچان لیں آپ کون ہیں ؟۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر فرد اپنے گھر کی سلطنت کا امیر اور امین ہے وہ ٹھیک ہو جائے ،تو فرداً فرداً پورے معاشرے میں سکوں ،امن ، بھائی چارے ،رواداری کی فضا قائم ہو جائے گی ۔ہم بتدریج بقاء سے ارتقا کی جانب بڑھتے چلے جائیں گے ۔اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازتے رہیے گا۔آخر میں اک سوال : ہم کیسے تنزلی سے ترقی کی جانب بڑھ سکتے ہیں ؟ پہچانتے ہو؟خود کو ؟جواب کا متمنی

طالبِ دعا: ڈاکٹر ظہور احمد دانش

چیرمین : ورلڈ اسلامک ریوولیوشن

دوٹھلہ ڈبسی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

دے دے بابا اللہ کے نام پہ

میں اتنا کاہل وست کیوں ہوگیا ہو ں ؟کچھ کرنے کو دل ہی نہیں کرتا سبھی کچھ تو سلامت ہے ۔ کھاتا ہوں ، پیتا ہوں ۔ لیکن جب معاش کی بات آتی ہے ۔تو نہ جانے کن آسیب نے میرے اعصاب پر گرفت مضبوط کرلی کی ۔منہ بسور کر، بلک بلک کر، ہوں ہوں ،آہ کی سرد آہیں نکال کر سامنے والے کے دل جیتنا کے فن کو جو عملی مظاہر میں کرتا ہوں کوئی ہم سا ہو تو آئے ۔

محترم قارئین ۔کشکول ہاتھ میں لیے پھرنا ایک محبوب مشغلہ اور آمدنی کا معقول ذریعہ بنتا چلا جارہاہے۔ کبھی سوچ کے یہ سلو پوئزن کی صورت میں معاشرے کی ساکھ معاشرے کی اساس کو دیمک کی طرح چاٹتا چلا جارہا ہے ۔

اے اسلام سنا ہے پڑھا ہے تو ہر معاملہ میں انسانیت کا مددگار ہے ذرا ہمیں اس کام [گداگری]کے بارے میں ، سوال کرنے کے بارے میں تو کچھ بتا۔

میرے محترم قارئین لیجیے اسلام کا یہ پیغام ہے۔

حضور اکرم نور مجسم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: '' جو کوئی صاحب حیثیت ہونے کے باوجود کسی سے سوال کرتا ہے تو گویا وہ انگارے اکھٹے کر رہا ہے چہ جائے کہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔'' (صحیح مسلم ،کتاب الزکاۃ ،الحدیث :۱۰۴۱، ص۵۱۸ مطبوعہ دار ابن حزم)۔ الامان والحفیظ ۔فی زمانہ ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرے میں بڑی، تیزی کے ساتھ مانگنے کا کلچر عام ہوتا چلا جا رہا ہے حالانکہ یہ کشکول لیے مارے مارے پھرنے والے اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اُوروں کو کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے ۔مذہبی تہوار جیسے جمعۃ المبارک ، عیدین، رمضان المبارک کی ساعتیں ہو تو ہم دیکھتے ہیں کہ بھکاریوں کا کا سیلاب امنڈ آتا ہے ۔یہ تو وہ گروہ ہے کہ جو بھیک تو مانگ رہا ہوتا ہے لیکن خاص مواقع پر یہ شہروں اور ان علاقوں کا رخ کرتے ہیں جہاں سے انھیں زیادہ سے زیاہ بھیک مل سکے اور ایک وہ گروہ کہ جو ہمیں عموما عام عوامی گزرگاہوں پر ملتا ہے ۔بس اسٹاپ ،اسکول وکالج ، تفریحی مقامات ہوں یا کوئی اور جگہ یہ دکھائی دیتے ہیں ۔بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عزتی و ذلت کا مقام ہے۔

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے

امت پہ تیری عجب وقت پڑا ہے

افسوس صد افسوس کہ وہ اسے ماہی عزت جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے۔ واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔ کیونکہ اگر ہم کچھ لمحے غور و فکر سے کام لیں تو ہم جان جائیں گے کہ یہ معاشرے کا مفلوج حصّہ ہیں کہ جس سے معاشرے کا اک متحرک طبقہ جو اپنی صلاحیتوں کی بدولت کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتا تھا کاہلی اور سستی اور بغیر محنت کے مل جانے پر اکتفا کرکے ملک وملّت کے لیے بوجھ بنتا چلا رہا ہے۔ یاد رکھیں! ان حالات میں وہ بے چارے، تنگدستی کے مارے جو حقیقتاً ہماری توجہ کے مصداق ہیں محروم رہ جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرلیجیے کہ اب ہم جو احادیث آپ کے ذوق مطالعہ کی نظریں کریں گے یہ ہر سائل کے متعلق نہیں وگرنہ تو پھر ہم زکوۃ و صدقات، عطیات کسے دیں گے؟۔ بات بات پر مانگنے کے لیے دست دراز ہو جانا، چھوٹی چھوٹی ضرورتوں پر آنسو بہانے والے مانگ مانگ کر جمع کرنے والے، غربت و تنگدستی کا رونا رو کر شکوے کرنے والے، مال و زر ہونے کے باوجود مال کی کمی کے خوف سے ہر دوسرے کے سامنے آہ و فغاں،

کرکے پیسے بٹورنے والے ہوشیار ہوجائیں۔

آؤ ہم بیساکھیاں بانٹنا چھوڑیں ،ایک طاقتور ، غیور ، باہمت ، باجرات ، خوددار معاشرے کے قیام کی کوشش کرتے ہیں ۔اپنے حصے کا چراغ روشن کیجیے۔ کسی کے انتظار میں رہے تو کوءی آپ کو بھی انتظار کی نظروں سے تک رہا ہوگا کہ قبلہ یہ کام کرلیں تو میں بھی کرلوں گا۔ مثل نہیں مثال بنیں ۔

چیرمین ورلڈ اسلامک ریوولیوشن

دوٹھلہ ڈبسی نکیال آزاد کشمیر

دل خون کے آنسو روتا ہے

میں محسوس کر رہا ہوں کہ ڈگری اور لگثری ہماری حاصلِ زندگی بن کر رہ گیا ہے۔ فقط حصول علم اس لیے کہ کہیں مناسب و معقول ملازمت مل جائیگی، معاشرے میں پڑھا لکھا جانا جاؤں گا۔ چار لوگوں میں عزت ہوگی۔ دوستو! آج کل ایک وبا عام ہوتی چلی جارہی ہے کبھی آپ نے غور کیا اور وہ ناسور بنی چلی جارہی ہے جانتے ہیں وہ کیا؟ وہ یہ کہ شارٹ کٹ پاکستان!!!!!!!!!!!!!!!!!!!!

ہاہا ہوں ہوں!!!!!!!! آپ بھی مسکرا گئے ہونگے۔ زندگی کا کوئی بھی معاملہ ہو بس آسان، مختصر راستہ، وہ میٹرک، سے ایم اے، ایم ایس سی کے اگزامس ہوں یا کوئی اور ------------------------ کبھی کبھی دل تنائی میں سوچتا ہوں تو اپنوں کے حالِ زار پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

بات طویل ہوجائیگی۔ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے پرانے، ہمارے بزرگ بھی یہ کچھ کرتے تو شاید ہم محتاج ہو کر رہ جاتے، پرائے ہم پر اعتراضات کا وہ حملہ کرتے کہ ہم سنبھل نہ پاتے۔ آپ اس بات سے اندازہ کرلیں کہ ہم اتنے کاہل و ست ہیں کہ ہمیں چند لمحوں کے لیے بول دے کہ فلاں جونٹی مونٹی، کلف پیپئر، کارنے نے یہ کہا ہے۔ اسلام اس میدان میں تو-------------

ہم اتنے کم فہم اور کم ظرف ہیں کہ اتنی توفیق نہیں کہ جو ہو تھیوری بتا رہا ہے اس کا مطالعہ کرلیں ۔اسلام کے گوشوں میں تلاش کرلیں ۔ لیکن ایسا نہیں ۔ بلکہ پھر ہم بھی اسی ڈگر پر چل پڑتے ہیں ۔ جس کا نتیجہ آج مجھے اپنی مادار علمی اور دیگر تعلیمی اداروں میں اسلام کش نظریات سر اُٹھاتے نظر آرہے ہیں ۔

خداکے لیے ،خداکے لیے کچھ مطالعہ کرلیں ،منہ ٹیڑھا کرکے انگریزی بولنے انسانیت کی معراج ہوتی تو پھر پوری دنیاکے ممالک اسے اپنا لیتے ،یہ ایک زبان ہے ،معذرت میری بات کا برانہ منایئے گا۔میں اس نکتہ کی جانب آپ کو لیکر آنا چاہتا ہوں ۔ فقط سن کر قبول کرنے پا اکتفاء نہ کریں ۔

بحثیت ڈاکٹر میڈیکل بکس پڑھیں مجھے کسی لمحیں اسلام اور سائنس کے رشتے میں اجنبیت محسوس نہیں ہوئی بلکہ اسلام کا طب کے حوالے سے انسان ساز ، عظیم اور کارآمدترین نظریہ ،اصول ،ضابطہ پڑھ پڑھ کر میرا ایمان مزید مضبوط ہوتا چلاگیا۔میں نے دوسروں کو بھی دعوت دی ۔اک تعداد نے فیضان اسلام کی جھلکیوں کو علم کے بحر میں ملاحظہ کیا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں ۔مان گئے کہ اسلام تا قیامت رہنے والا دین ہے جس کی تھیوری ، نظریہ کو زوال نہیں ۔آپ کے مطالعہ

کی نیت سے کہ آپ ملاحظہ فرمالیں کہ ہم خالی دامن نہیں۔ ہمارے اسلاف نے کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

علم الابدان : (Medical Science)" ایک ایسا علم جس کی اہمیت و افادیت سے کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا۔اِس میدان میں بھی اِسلامی تاریخ عدیمُ المثال مقام کی حامل ہے۔ایک سائنس دانوں کے کام کا دفتر موجود ہے۔

مسلم سائنسدانوں نے اِسلام کے دورِ اَوائل میں ہی بڑے بڑے ہسپتال اور طبّی'' اِدارے (medical colleges) قائم کرلئے تھے، جہاں علم الادویہ (pharmacy) اور علمُ الجراحت (surgery) کی کلاسیں بھی ہوتی تھیں''۔

(بحوالہ :اسلامی سائنس)

ایک میلینئم سے زیادہ وقت گزرا جب عالمِ اِسلام کے نامور طبیب 'الرازی' (930ء) نے علمُ الطب (medical science) پر 200 سے زائد کتب تصنیف کی تھیں، جن میں سے بعض کا لاطینی، انگریزی اور دُوسری جدید زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور اُنہیں صرف 1498ء سے 1866ء تک تقریباً 40 مرتبہ چھاپا گیا۔ smallpox اور measles پر سب سے پہلے صحیح تشخیص بھی 'الرازی' نے ہی پیش کی۔

اِسی طرح ابو علی الحسین بن سینا (Avicenna)(القانون' نے (1037ء) 'Canon) of Medicine) لکھ کر دُنیائے طب میں ایک عظیم دَور کا اِضافہ کیا۔ اِس کا ترجمہ بھی عربی سے لاطینی اور دِیگر زبانوں میں کیا گیا اور یہ کتاب 1650ء تک یورپ کی بیشتر یونیورسٹیوں میں شاملِ نصاب رہی۔

ابو ریحان البیرونی (1048ء) نے pharmacology کو مرتب کیا۔ اِسی طرح علی بن عیسیٰ بغدادی اور عمار الموصلی کی اَمراضِ چشم اور ophthalmology پر لکھی گئی medical کتب اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف اوّل تک فرانس اور یورپ کے colleges میں بطور textbooks شاملِ نصاب تھیں۔ ایک غیر مسلم مغربی مفکر E. G. Browne لکھتا ہے : ''جب عیسائی یورپ کے لوگ اپنے علاج کے لئے بتوں کے سامنے جھکتے تھے اُس وقت مسلمانوں کے ہاں لائسنس یافتہ ڈاکٹرز، معالجین، ماہرین اور شاندار ہسپتال موجود تھے''۔ اِس سے آگے اُس کے اَلفاظ ملاحظہ ہوں :

The practice of medicine was regulated in the Muslim world from the tenth century onwards. At one time, Sinan ibn Thabit was Chairman of the Board of Examiners in Baghdad. Pharmacists were also regulated and the Arabs produced the first pharamcopia drug stores. Barber shops were also

subject to inspection. Travelling hospitals were known in the eleventh century--- The great hospital of al-Mansur, founded at Damascus around 1284 AD, was open to all sick persons, rich or poor, male or female, and had separate wards for men and women. One ward was set apart for fevers, another for ophthalmic cases, one for surgical cases and one for dysentry and kindred intestinal ailments. There were in addition, kitchens, lecture-rooms, a dispensary and so on.

(E. G. Browne, Arabian Medicine, pp.101)

ترجمہ ”اِسلامی دُنیا میں دسویں صدی عیسوی سے ہی علمِ طب اور ادوِیہ سازی کو منظم اور مرتب کر دیا گیا تھا۔ ایک وقت ایسا تھا جب سنان بن ثابت بغداد میں ممتحنین کے بورڈ کے صدر تھے۔ ادوِیہ سازوں کو بھی با قاعدہ منظم کیا گیا تھا اور عربوں نے ہی سب سے پہلے میڈیکل سٹورز قائم کئے حتیٰ کہ طبّی نقطۂ نظر سے حجاموں کی دُکانوں کا بھی معائنہ کیا جاتا تھا۔ گیارہویں صدی میں سفری (mobile) ہسپتالوں کا بھی ذِکر ملتا ہے۔ 1284ء کے قریب دِمشق میں قائم شدہ عظیمُ الشان ’المنصور ہسپتال‘ موجود تھا۔ جس کے دروازے امیر و غریب، مرد و زن، غرض تمام مریضوں کے لئے کھلے تھے اور اُس ہسپتال میں عورتوں اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ وارڈ موجود تھے۔ ایک وارڈ مکمل طور پر بخار کے

ایک وارڈ (eye ward) ایک آنکھوں کی بیماریوں کے لئے (fever ward) لئے
اور آنتوں (dysentry) اور ایک وارڈ پیچش (surgical ward) سرجری کے لئے
کے لئے مخصوص تھا۔ علاوہ ازیں اُس ہسپتال (intestinal ailments) کی بیماریوں
میں باورچی خانے، لیکچر ہال اور اَدویات مہیا کرنے کی ڈسپنسریاں بھی تھیں اور اِسی
طرح طب کی تقریباً ہر شاخ کے لئے یہاں اِہتمام کیا گیا تھا''۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ مسلمانوں کی طبّی تحقیقات و تعلیمات کے تراجم یورپی زبانوں
میں کئے گئے جن کے ذریعے یہ سائنسی علوم یورپی مغربی دُنیا تک منتقل ہوئے۔ خاص
طور پر ابوالقاسم الزہراوی اور المجوسی کی کتب نے طبّی تحقیق کی دُنیا میں اِنقلاب بپا کیا۔
ملاحظہ ہو :

"Their medical studies, later translated into Latin and the European languages, revealed their advanced knowledge of blood circulation in the human body. The work of Abu`l-Qasim al-Zahrawi, Kitab al-Tasrif,on surgery, was translated into Latin by Gerard of Cremona and into Hebrew about a century later by Shem-tob ben Isaac. Another important work in this field was the Kitab al-Maliki of al-Majusi (died 982 AD), which shows according to Browne that the Muslim physicians had an elementary conception of the capillary system (optic) and in the wokrs of Max

Meyerhof, Ibn al-Nafis (died 1288 AD) was the first in time and rank of the precursors of William Harvery. In fact, he propounded the theory of pulmonary circulation three centuries before Michael Servetus. The blood, after having been refined must rise in the arterious veins to the lung in order to expand its volume, and to be mixed with air so that its finest part may be clarified and may reach the venous artery in which it is transmitted to the left cavity of the heart.

(Ibn al-Nafis and his Theory of the Lasser Circulation, Islamic Science, 23 : 166, June, 1935)

ترجمہ : ’’اُن کے طبّی علم اور معلومات والی کتب جن کا بعد ازاں لاطینی اور یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوا، اُن کی اِنسانی جسم میں خون کی گردِش کے متعلق وُسعتِ علم کا اِنکشاف کرتی ہیں۔ ’ابوالقاسم الزہراوی‘ کی جراحی پر تحقیق ’کتابُ التصریف لِمَن عجز عن التالیف‘ جس کا ترجمہ Cremona کے Gerard نے لاطینی زبان میں کیا، اور ایک Shem-tob ben Isaac نے عبرانی زبان میں کیا۔ اِسی میدان میں صدی بعد ایک اور اہم ترین کام المجوسی (وفات 982ء) کی تصنیف ’کتابُ الملیکی‘ ہے۔ ’براؤن‘ کے مطابق یہ کتاب اِس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مسلمان اَطباء کو شریانوں کے نظام کے بارے میں بنیادِی تصوّرات اور معلومات حاصل تھیں اور ’میکس میئر ہوف‘ کے اَلفاظ میں ’ابنُ النفیس‘ (وفات

ء) وقت اور مرتبے کے لحاظ سے 'ولیم ہاروے' کا پیش رَو تھا۔ حقیقت میں اُس1288
نے 'مائیکل سرویٹس' سے تین صدیاں پہلے سینے میں پھیپھڑوں کی حرکت اور خون کی
گردِش کا سراغ لگایا تھا۔ خون صاف کئے جانے کے بعد بڑی بڑی شریانوں میں وہ یقیناً
پھیپھڑے کی شریانوں میں بلند ہونا چاہئے تاکہ اُس کا حجم بڑھ سکے اور وہ ہوا کے ساتھ
مل سکے تاکہ اُس کا بہترین حصہ صاف ہو جائے اور وہ نبض کی شریان تک پہنچ سکے جس
سے یہ دِل کے بائیں حصے میں پہنچتا ہے''۔

اب آپ بتائیں اس سارے لٹریچر کو کون تلاش کرے گا؟ کون اس کو جمع کرے گا؟ کون جدید تحقیق پر شب و روز صرف کریگا؟ جو دنیا سے چلے گئے ان سے تو اب ملاقات ممکن نہیں ۔اگر ہوا بھی تو بروزِ قیامت ہی ملاقات ہو گی ۔کچھ ہم بھی کر لیتے ہیں ؟کیا کہتے ہیں آپ ؟

ماضی ،حال اور مستقبل کی بالکونی سے جھانک کر دیکھتا ہوں تو دل خون کے آنسو
روتا ہے۔ جواب کا متمنی

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

چیرمین ورلڈ اسلامک ریوولیوشن

ڈبی دوتھلہ نکیال کوٹلی آزاد کشمیر

جانوروں کے متعلق اسلام کا پیغام

تمام محاسن و مکارم اللہ عزوجل کے لیے ہیں۔جس نے قلب و لسان کے ذریعے بنی نوع انسانیت کو تمام مخلوقات پر شرف اور گفتگو و بیان کی دو نعمتوں کی بدولت جملہ حیوانات پر اسے فضیلت عطا کی۔اسے عقل کا وہ حسین ترازو عطا کیا جس کے ذریعے وہ تمام فیصلوں کو پرکھتا اور تولتا ہے۔پھر اللہ عزوجل اپنے کمالات کے ظہور اور ان پر مطلع کرنے کے لیے حضور اکرم نورِ مجسمؐ کو مبعوث فرمایا۔جنھوں نے خالق کائنات مالک ارض و سمٰوات اور اس کی مخلوق کے متعلق بیش بہا دریچے کھول دیئے جس سے ربّ قدوس کے خالق کو مالک ہونے کا عقیدہ پروان چڑھا۔ارشاد باری تعالیٰ:: وَلِلّٰہ مُلکُ السَّموات والارض ،وللہ علی کل شئی قدیر ((پ ۴،ال عمران،۱۸۹))۔

ترجمہ:اور اللہ ہی کے ہے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (پ ۴،ال عمران،۱۸۹)

جانوروں کے متعلق بارہان سید الانامؐ:

اللہ عزوجل چرند،پرند،حیوانات،نباتات،جمادات،جن وانس،ملائکہ طرح طرح کی مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے۔جس سے اس کی کاریگری ٹپکتی ہے۔

محترم قارئین :ان مخلوقات میں حشرات الارض ،چوپائے وغیرہ میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کی مذموم حرکتوں کی وجہ سے ان سے نفرت اور انکی نقصان دہ خاصیت کی بناء پر انھیں مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ہم ان کے مفاسد سے محفوظ و مامون رہ سکیں۔آیئے !!! ہم بھی اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ان کے متعلق جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

:کتے کو مارنا

الحدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ کتوں کو مارنے کا۔اس کم کی پیروی میں حال یہ ہوگیا تھا کہ ایک عورت دیہات سے اپنے کتے کو لیکر آرہی تھی پس اس کو بھی مار دیا۔پھر رسول اللہؐ نے اس طرح قتل کرنے سے منع فرمایا: اور حکم صادر فرمایا کہ وہ کتا کہ جو دو سیاہ نشانوں والا ہے پس وہ شیطان ہے ۔(مشکاۃ المصابیح ،کتاب الصید والذبائح ،باب ذکر الکلب،ص۷۸،ج۲،الحدیث:۴۱۰۰ (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

شرح: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ '' عام کتے یا خاص کتے۔مدینہ منورہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔کیونکہ مدینہ منورہ نزولِ وحی کی جگہ ہے۔وہاں ایسی گندی چیز کی موجودگی اچھی نہیں۔

کالا کتا جس کی آنکھوں کے اوپر دو داغ ہوں ۔ یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے ۔ اور ڈراؤنا بھی ۔ کتا دیوانہ ہو کر سانپ سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے کہ دیوانے کتے کا کاٹا ہوا اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے اور دیوانے کتے کا کاٹا خود دیوانہ ہو کر بڑی مصیبت سے بہت عرصہ میں مرتا ہے ۔ کتے کی طرح خود بھونکتا ہے ۔ شیطان کا لفظ حدیث میں یعنی کتا نقصان و ضرر میں شیطان کی طرح ہے ۔ (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۶۵۷) ۔۔ مرقاۃ کے حوالے سے مفتی احمد یار خان نعیمی نقل فرماتے ہیں کہ : اسلام میں پہلے کتوں کے قتل کا حکم دیا گیا پھر صرف کالے آنکھوں پر داغ والے کتے کے قتل کا حکم رہا ۔ تمام کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہوا ۔ اب یہ حکم ہے کہ بے ضرر کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہے خواہ کالے ہوں یا کچھ اور ۔ ضرر والے خصوصاً دیوانے کتے کا قتل ضروری ہے اور بلا ضرورت ہے اور بلا ضرورت کتا پالنا منع ہے ۔ (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۶۵۸)

(مرقاۃ المفاتیح، ج۷، کتاب الصید والذبائح، ص۶۹۹)

الحدیث: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ہمیں چار جانور کے قتل سے منع فرمایا ہے ۔ وہ یہ ہیں چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، لٹورا (پرندہ جو کیڑوں کو کھاتا اور چڑیا کا شکار کرتا ہے) ۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب الصید والذبائح، باب ذکر الکلب، ص۸۷، ج۲، الحدیث: ۴۱۰۰، مطبوعہ دار الکتب

العلمیہ۔) (مشکاۃ المصابیح ،کتاب الصید والذبائح ،باب ما ئکل اکلہ ومایحرم،ص۷۸ ،ج۲ (الحدیث: ۴۱۴۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

شرح: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ کیونکہ یہ جانور حرام بھی ہے اور بے ضرر بھی ان کے قتل میں کوئی فائدہ بھی نہیں اور بلا فائدہ جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے، شہد کی مکھی بڑی مبارک ہے کہ اس کے منہ سے شہد اور موم ملتاہے بے ضرر ہے اس کی پرورش کرنی چاہیے اسے مارنا ممنوع ہے، نملہ سے مراد بڑی چیونٹی ہے جس کے پاؤں بڑے بڑے ہوتے ہیں وہ بالکل ہی بے ضرر ہوتی ہے یوں بھی ہدہد حضرت سلیمان ولیہ السام کا خاص خادم ہے اس کا کھانا حرام ہے ۔ گوشت بدبودار بھی ہوتا ہے صرر ایک عفیب الخلقت پرندہ ہے اس کا سر بڑا ہوتا ہے اس کی آواز سے یہ فال لیتے ہیں جیسے ہمارے ملک کے جہلا الو کو منحوس سمجھتے ہیں ۔ چھوٹی چیونٹی کو ذر بڑی چیونٹی کو نمل کہتے ہیں ۔۔۔۔ ہدہد کے لیے زمین صاف شیشہ کی مثل ہے وہزمین کی تہ میں پانی دیکھ لیتاہے اس لیے حضرت سلیمان نے ایک سفر میں ہدہد کو یوں فرمایا:مالی لا اری الھد ھد کیونکہ آپ ولیہ السالم کو وضو کیضرورت تھی ہدہد زمین کی تہ کا پانی بتاتا جنات کنواں تیار کرتے آپ وضو فرماتے ۔ (مراۃ المناجیح،کتاب حلال و (حرام جانوروں کا بیان،ج۵،۶۸۰

محترم قارئین !!!!!دیکھا آپ نے کہ جانوروں کے متعلق بھی اسلام نے کتنے واضح اور احسن انداز میں وضاحت فرمائی ہے۔آج یہ جو animal rightsکی بات کرتے ہیں ۔اور شیخی بھگارتے ہیں یہ فلاں ملک میں انسان تو انسان جانوروں کے حقوق کا بھی پاس رکھا جاتاہے۔میں ایسوں سے دست بدست عرض گزار ہوں کہ آپ مجھے بتائیں جس عدیم المثال انداز میں اسلام نے جانوروں کی متعلق ،ان کی بقاء کے لیے بنی نوع انسانیت کواحساسِ کاجذبہ ابھاراہے کہیں اور یہ مثال ، کہیں اور اتنی گہرائی میں بات ملتی ہے تو ضرور میرے ذوقِ مطالعہ کی نظر کیجئے گا۔

چیرمین ورلڈ اسلامک رویولیوشن

دوتھلہ ڈبی نکیال آزاد کشمیر

شرم مگر تم کو نہیں آتی

نہایت ہی افسوس کے ساتھ عرض کرتا چلوں کہ اک طبقہ ایسا معاشرے میں سر اٹھا رہا ہے جس نے دین کو معاش بنا لیا ہے۔ نعتیں پڑھ پڑھ کر گاڑیوں، پبلک پوائنٹ پر، کچھ، بلکہ میرا جب بھی ٹرین میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ شاید ہی یاد پڑتا ہے کہ کوئی مانگنے والا نہ آیا ہو۔

بلکہ جب پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک خاتون آئیں اور بس میں بیٹھے ہر فرد کو پاکٹ سائز یسین شریف دیتی چلیں گئیں۔ یہ منظر میرے لیے نیا تھا چونکہ مذہب سے محبت کا رشتہ میری فطرت میں ہی راسخ تھا مجھے ایک آنکھ نہ بھایا۔

اس نئے نفع بخش کاروبار کو دیکھ کر ضمیر کی عدالت میں شرمندگی ہوئی کہ ہم مسلمان ہیں جو دوسروں کے لیے تقلید، راہنما، روشنی کی منارہ اور آج پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے، مادیت کے طمع نے اپنی اساس قران تک کو

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہمت نہیں ہو رہی کہ کیسے تعبیر کروں ان جذبات کو۔

محترم قارئین!!!!!!! گزشتہ سے پیوستہ کالمز میں میری کوشش رہی ہے کہ آپ کے

لیے جو بھی لکھوں ادلہ کی روشنی میں لکھوں تاکہ دل کو اطمنان ہو جائے، بات کی تصدیق ہو جائے۔

آیئے ذرا جانتے ہیں ہمارے یہ کرتوت قابل گرفت ہیں یا قابلِ تحسین ؟

حضرت عمران ابن حصین رَضِی اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے کہ وہ ایک قصہ خواں پر گزرے جو قران پڑھتا اور لوگوں سے مانگتا تھا۔ آپ رَضِی اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی پھر فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ جو قران پڑھے تو اس کے ذریعہ صرف اللہ سے مانگے عنقریب ایسی قومیں ہوں گی جو قران پڑھیں گی اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی۔ (سنن الترمذی کتاب فضائل ال قران باب ماجاء فی من قراء حرفا۔۔۔۔۔۔الخ ج ۴ ص ۴۲۱ حدیث ۲۹۲۶ دار الفکر بیروت)

۔

حاجت مند کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا

مُفَسّرِ شہیر، حکیمُ الاُمَّت، حضرتِ مفتی احمدیار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان اِس حدیثِ پاک کے تَح:ت فرماتے ہیں: (ایک قصہ خواں پر گزرے جو قران پڑھتا اور لوگوں سے مانگتا تھا) محدثین کی اصطلاح میں قاص پیشہ ور واعظ کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعیہ بیان نہ کرے صرف

شعر اشعار قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرے اگرچہ قرآن شریف ہی کے قصے سنائے مگر احکام سے خالی جیسے آج کل کے عام بے علم وَاعظین یہ سب قاص ہیں۔ واعظ نہیں کہ واعظ تو نصیحت کرنے والوں کو کہتے ہیں وہ نصیحت نہیں کرتا صرف پیسے مانگتا ہے حاجت مند کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا۔

توہینِ قرآن

اس حصے حدیث ''جو قرآن پڑھیں گی اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی '' کے) تحت لکھتے ہیں) جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بلکہ گلی کوچوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلایا ہوتا ہے یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے، خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کرا کر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا علمائے دین سے جلسوں میں وعظ کرا کر کرایہ و نذرانے دیئے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وَعظ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ اور ان کی خدمت فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ جیسے مدرسین دینیہ کی تنخواہیں یا خلفائے اسلامیہ کے بھاری بھاری وظیفے نیز دم و تعویذ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہ لی اور صحابہ نے سورتِ فاتحہ پڑھ کر مار گزیدہ پر دم کیا اجرت میں تیس بکریاں لیں جن کا گوشت حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

بھی ملاحظہ فرمایا۔ (مراۃ المناجیح ج ۳، ص ۲۸۱ ضیاء القران پبلیکیشنز مرکز الاولیاء لاہور)

۔

فکر انگیز باتیں

حج کے موقع پر حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیہ کی ملاقات ہارون رشید سے ہوئی۔ آپس میں پر لطف گفتگو ہوئی جس سے ہارون بہت خوش اور مانوس ہوا۔ ہارون رشید اٹھ کر جانے لگا تو حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیہ نے اسے ایک مفید نصیحت گوش گزار کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلّ نے علماء پر واجب فرمایا ہے کہ وہ حکمرانوں کو بطور خیر خواہی نصیحت کریں اور ان کے پاس اس لیے نہ جائیں کہ ان سے جاہ و منصب، دنیا اور مال حاصل کریں جیسے کہ آج کچھ ایسے لوگوں نے اسے حلال جان رکھا ہے جو علم کے دعویدار ہیں اور در حقیقت علم سے کوسوں دور ہیں۔ حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیہ نے فرمایا: امیر المومنین مجھے خوف ہے کہ جس طرح ہمارے ہاں علم ضائع ہو چکا ہے اسی طرح آپ کی طرف بھی ضائع ہو چکا ہو گا۔ ہارون رشید نے کہا: جی ہاں واقعہ یہی ہے۔ ہارون رشید نے یہ نصیحت پلے سے باندھ لی اور افعال حج ادا کر کے عراق پہنچا تو سب سے پہلے یہ کام کیا کہ تمام شہروں اور فوجی کمانڈروں کو یہ آرڈر بھجوایا کہ علماء، ائمہ اور خطباء کے وظیفوں میں اضافہ کیا جائے کیونکہ یہ

حضرات امت مسلمہ کے چراغ ہیں امت ہی ان سے ہدایت حاصل کرتی ہے عام لوگ جس چیز کو بگاڑ دیتے ہیں یہ حضرات ہی اس کی اصلاح کرتے ہیں۔ہارون رشید نے آرڈر جاری کیا: (۱) جو شخص تمہارے ہاں اذان دینے پر مامور ہو اسے ایک ہزار دینار وظیفہ دو۔ (۲) جو شخص قرآن پاک یاد کرلے پھر علم حاصل کرنے لگے اور علم وادب کی مجلسوں کو آباد کرے تو اسے دو ہزار دینار وظیفہ دو (۳) جو قرآن پاک کا حافظ ہو حدیث روایت کرتا ہو اور علم میں فقاہت اور مہارت رکھتا ہو اسے چار ہزار دینار، وظیفہ دو۔اس مقصد کے لیے موجودہ دور کے نامور علماء وفضلاء اور تجربہ کار حضرات امتحان لے کر گریڈ کا فیصلہ کریں۔تم علماء کی بات سنو اور ان کے حکم کی اطاعت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۔ (پ۵، سورۃ النسائ،آیت:۵۹) (ترجمہ ئ کنزالایمان:اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور انکا جو تم میں حکومت والے ہیں) اور اُولی الاَمْر وہ اہل علم ہی ہیں جو اپنی دعوت میں مخلص ہیں۔جب یہ حکم نامہ فوجوں اور شہروں میں پہنچا اور عوام وخواص نے خلیفہ وقت کے حکم پر عمل کیا تو عظیم علمی انقلاب برپا ہوگیا لوگ علم کی بدولت مالدار ہوگئے اور اسے کافی سمجھنے لگے عوام وخواص علمی سرچشموں سے خود بھی سیراب ہوتے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے اور علم میں اس طرح دلچسپی لینے لگے جس طرح مالدار لوگ مال میں دلچسپی لیتے

ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیہ حج کے موقع پر ہارون رشید کے ہمراہ تھے اور انہوں نے حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہ تعالٰی عَلَیہ کی گفتگو بھی سنی تھی ،ان کا بیان ہے : ''میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ، خلفاء راشدین ، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضوَان کے زمانے کے بعد ہارون رشید کے زمانے سے زیادہ عالم،قران پاک کے قاری، نیکیوں میں سبقت لے جانے والے اور دین کی حرمتوں کے پاسبان نہیں دیکھے۔'' آٹھ سال کی عمر کا بچہ قران پاک یاد کرلیتا تھا گیارہ سال کا نوعمر بچہ فقہ اور علم میں مہارت حاصل کرلیتا تھا، حدیث روایت کرتا تھا اور اپنے پاس ذخیرۂ حدیث جمع کرلیتا تھا شعراء کے دیوان یاد کرلیتا تھا اور اساتذہ سے باقاعدہ بحث مباحثہ کرتا تھا امت مسلمہ میں ایسا انقلاب بپا ہوگیا جس نے جہالت اور سستی کی چادر اتار پھینکی خواب غفلت کا پردہ چاک کردیا علم اور اخلاق کی حکمرانی قائم ہو گئی۔ اس کے بعد مدارس قائم کیے گئے اور ان کے منتظمین اکثر وبیشتر وہ علماء تھے جو سلطان کے کارندے تھے انہوں نے ہمارے لیے ایسے زندہ وپائندہ نشانات چھوڑے جو آج بھی ان کے حق میں گواہی دے رہے ہیں یہیں سے ملت اسلامیہ کا سنہرا دور شروع ہوا جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حکمران رعایا کا لیڈر ہوتا ہے دوسرے لوگ اسی کے طریقے پر چلتے ہیں اگر وہ درست ہو تو عوام بھی درست اور اگر وہ بگڑ جائے تو عوام بھی بگڑ جائیں گے۔

حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رَحْمَۃُ اللہ تَعالٰی عَلَیہ فرماتے ہیں: حضرت شیخ محمد صالح فرفور رَحْمَۃُ اللہ تَعالٰی عَلَیہ نے نہایت اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے آج ہمارے مدرسوں کی زبوں حالی کسی واقف حال سے مخفی نہیں ہے پرانے مدرسین تیزی سے رخصت ہو رہے ہیں اور نئے اساتذہ ضرورت سے بہت کم تیار ہو رہے ہیں اس کی بڑی وجہ دینی مدارس کے مدرسین کی بے قدری ہے، طلبا جب اساتذہ کی معاشی اور نفسیاتی کیفیت کا مطالعہ کرتے ہیں (اور یہ مطالعاتی حس ان میں بہت زیادہ ہوتی ہے) تو برملا کہتے ہیں کہ ہم مدرس نہیں بنیں گے اگر مدرس بنیں گے تو ہمارا حشر بھی وہی ہوگا جو ہمارے اساتذہ کا ہو رہا ہے۔ایک وقت وہ تھا جب وقت کے حکمران علم دین اور علماء کی قدر ومنزلت کیا کرتے تھے اس وقت امراء اور وزراء کے بیٹے بھی علم دین کی طرف راغب ہوا کرتے تھے ارباب مدارس کی ذمہ داری ہے کہ اساتذہ کو بشرط گنجائش زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کریں تاکہ مدرسین کی نسل ختم ہونے سے بچ جائے اور نیا خون بھی اس شعبے کو میسر ہوتا رہے۔ایک دفعہ راقم نے حضرت استاذ الاساتذہ مولانا غلام رسول رضوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیہِ صاحب ''تفہیم البخاری'' سے دریافت کیا کہ جو مدرسین مشاہرہ لے کر علوم دینیہ کی تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں انہیں بھی ثواب ملے گا؟ تو انہوں نے مدرسین کی معاشی حالت کے پیش نظر فرمایا: یہ ناممکن ہے کہ انہیں ثواب نہ

ملے۔یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ جس طبقے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اسی طرف عوام وخواص کا رجحان بڑھ جائے گا ہمارا دین دار طبقہ نوازتا ہے نعت خوانوں کو، قوالوں کو خوش آواز خطیبوں کو علم وعمل سے بےگانہ پیروں کو، باثر سیاست دانوں کو اور ارباب اقتدار کو جب کہ ہماری حکومتیں نوازتی ہیں گلو کاروں کو گلوکاراؤں کو ایکٹروں ایکٹرسوں کھلاڑیوں طبلچیوں خوشامدیوں اور امریکہ کے پسندیدہ ادیبوں قلم کاروں اور ایڈیٹروں کو۔ہمارے عوام یا ارباب حکومت کو تحقیق اور محققین اور خاص طور پر دینی ریسرچ اسکالروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے معاف کیجیے پھر اسی طبقے کے افراد زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں گے جن کو آپ نوازتے ہیں ایک وقت تھا کہ جامعہ ازہر میں ریسرچ کرنے والوں کو حکومت پاکستان ماہانہ پچاس ڈالر دیا کرتی تھی سنا ہے کہ اب خیر سے وہ بھی بند کردیے ہیں۔(ولولہ انگیز خوشبوئیں، ص ۷۸)۔

مجھے معلوم ہے کہ میری کالم میں اقتباسی عبارت آپ کے ذوقِ مطالعہ سے گزریں۔آپ نے بھی سوچا ہوگا۔کہ یار ڈاکٹر صاحب نے کیا یہ مانگنے والوں کا تعقب شروع کر رکھا ہے۔آپ یقین کریں مجھ سے کسی غریب، ضرورت مند، دکھیارے، بیچارے کا کرب دیکھا نہیں جاتا۔بلکہ اسی چیز نے مجھے مجبور کیا جس کی وجہ سے میں نے چھوٹے پیمانے پر کشمیر ویلفیر ٹرسٹ انٹرنیشنل کی داغ بیل ڈالی کہ جتنوں کے آنسوں پونچ سکتا ہوں اتنا تو کچھ کروں۔یہ بتدریج اس عنوان پر کالم

لکھنے کا مقصد بہروپیوں ،عیاش ،مادہ پرست گروہ کے مذموم مقاصد کو آپ تک پہنچانا ہے ۔مجھے بھلا ان مانگنے والوں سے کیا دشمنی ہے ۔بس غلط لوگوں کی وجہ سے غیر مستحق کی قابل مذمت حرکت کی وجہ سے خوددار ،حقدار اپنے حق کو وصول کرنے سے محروم رہ جاتا ہے ۔جبکہ دوسرے دولت کو جمع کرنے کے ناپاک مشن میں بڑھے چلے جاتے ہیں اس حد تک کہ کسی خدا کوف کا اگر کسی کو کچھ دینے کا دل بھی کرتا ہے تو دماغ سے ایک الارم بجتا ہے ۔اوہوں ۔۔۔نہیں ۔یہ دھوکہ باز ہے، جھوٹ بول رہا ہوگا۔وغیرہ ۔آپ سب میرے لیے محترم ہیں ۔میں اپنے رائے میں جہاں خطا پر ہوں آپ اصلاح فرمائیں ان شاء اللہ عزوجل مجھے نرم گوشہ رکھنے والا پائیں گے۔

چیرمین ورلڈ اسلامک ریوولیوشن
دوٹھلہ ڈبسی نکیال آزاد کشمیر

سچی کہانی میری زبانی

میں اپنی اصحاب الصفہ لائبریری میں بیٹھا مطالعہ کر رہا تھا (گھر ہی میں ہی کتب کا کچھ ذخیرہ)۔ گھر میں اکیلا ہی تھا۔ خیر۔ کچھ دیر کے بعد بیل ہوئی۔ ٹن ٹن۔۔ ٹن ٹن۔
میں جلدی سے اُٹھا اور دروازے کی طرف لپکا۔ دروازہ کھلا تو ایک دراز قد سفید ،چٹا گورا شخص نمودار ہوا۔ چہرے پر نظر پڑتے ہیں میں تپاک سے آگے بڑھا۔
اسلام علیکم !! (مجھے گلے سے لگاتے ہوئے) نو وارد شخص
(میں بے اختیار بول اُٹھا) ماشاء اللہ ماشاء اللہ !آج تو بہار آ گئی۔
آئیں بیٹھیں۔ وہ بیٹھ گئے۔
معلوم ہے یہ کون تھے؟ نہیں ؟
یہ ہمارے ابو کے دوست انکل ریاض ساکن،جہیرہ آزاد کشمیر تھے۔ رسمی گفتگو چلتی رہی ۔ میری تمام تر مصروفیات جاننے کے بعد کہنے لگے :
ریاض انکل: (ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے) آپ کو یاد ہے جب آپ کا رزلٹ آیا تھا میں اور یسین صاحب آئے تھے۔ آپ نے میٹرک میں اے گریڈ حاصل کیا تھا۔ میں نے افضل جاوید صاحب سے بات کی بچہ ذہین ہے اسے پری انجینئرنگ کرواؤ، تمہاری

زندگی بن جائیگی ۔لیکن آج بھی جاوید صاحب کی وہ بات میرے کانوں میں گونجتی ہے ۔''جاوید: ریاض صاحب !اولاد اللہ کی طرف سے نعمت ہے اس کا غلط استعمال ،تربیت میں کمی ناشکری اور اس کی درست طریقے سے تربیت رب تعالٰی کا گویا شکرادا کرنا ہے ۔مجھے رب نے دیا ہے۔یہ ان شاء اللہ عزوجل عالم دین بن کر اپنی صلاحیتوں سے دین کی خدمت کرے گا۔''

ریاض: میں نے کافی سخت لہجہ میں جاوید صاحب سے بات کی کہ '' کیا عجیب باتیں کرتے ہو۔ مولوی بناؤگے ،جو ۵یا۶ ہزار میں حد ہو گئی 10 ہزار میں گزر بسر کرے گا۔ محتاج ہو کر رہ جائے گا۔لیکن اس جنونی شخص نے میری ایک نہ سنی ۔لیکن اب جب میں جاوید صاحب کی اولاد کو دیکھتا ہوں تو دل خوش ہو جاتا ہے ۔ایک بیٹا عالم ،بیٹی عالمہ ایک بیٹا حافظ ۔بہت خوب بیٹا۔(میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ۔)

آج تم جس مقام پر کھڑے ہو رشک بھری نظروں سے دیکھتا ہوں ۔ پچھلے دنوں میں ہجرت کالونی سے گزرا تو ایک خوبصورت پوسٹر پر نظرپڑی تو بڑے القابات کے ساتھ تمہارا نام لکھا تھا۔یقین کرو بیٹا: مجھے بہت خوشی ہوئی ۔جن محدود وسائل میں تم نے محنت کی بہت خوب بیٹا بہت خوب۔

انکل بولے چلے جارہے تھے میں روکتا بھی تو انکل ہاتھ کا اشارہ کرکے مجھے خاموش)
کروادیتے ،پھر اپنے حالات کے متعلق تمہید باندھ لی)۔بیٹا : میں فیضان کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔بڑے۔بڑے منصوبے بنارکھے تھے نیوی میں آفیسر بھرتی کرواؤنگا۔لیکن اس گریڈ میں C کاہل و نااہل نے ناک کٹوادی ۔اتنے وسائل کے باوجود میٹرک وہ بھی ----------۔پریشان کرکے رکھ دیا ہے ۔بات سننے کا تو نام ہی نہیں لیتا۔
میں نے بات مکمل ہونے پر انکل کا ہاتھ پکڑ کرازرائے تشکر دباتے ہوئے)سب سے) پہلے تو انکل میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے حوصلہ افزائی کی ۔آپ پریشان نہ ہوں فیضان کو جمعۃ المبارک والے دن میرے پاس بھیج دیں ۔
خیر بہتیری باتیں ہوئیں ۔لیکن----------۔
محترم قارئین: میں سنانے کو بیٹھ جاؤں تو آپ پک جائیں بلکہ شاید دماغ کی دہی نہیں تو کم از کم عرق تو ضرور نکال لوں گا۔اس لیے جلد ہی آپ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ یہ ایک حقیقی داستان تھی ۔دراصل گزشتہ سے پیوستہ جن عنوان پر کالم لکھے یہ ان سے قدرِ مختلف ہے ۔ضرورت ایک سائل کے سوال سے پیش آئی۔ یہ سب بیان کرنے کا مقصد آپ کی توجہ ایک نکتہ کی جانب مبذول کروانا ہے ۔کہ جو دین کا ہوجاتا ہے بہت کچھ اس کا ہوجاتا ہے ۔میں نے جب میٹرک کے بعد دینی تعلیم

حاصل کی تو ساتھ ساتھ رات گئے تک پڑھنے کا معمول تھا۔ وسائل تھے نہیں ۔ چنانچہ ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ یہاں تک کہ شہادت العالمیہ کے ساتھ ساتھ میں نے ایم ۔اے (ماس کمیونیکیشن) کی ڈگری بھی حاصل کر لی ۔یونیورسٹی میں بھی مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ میں مدرسہ کی کوکھ سے نکلا ہوا ایک طالب ہوں فلاں مجھ سے آگے ہے میں فلاں سے کم ہوں ۔وہ یہ کرسکتا ہے میں وہ نہیں کرسکتا بلکہ اپنے ہم جماعت دوستوں میں ذہین طلبا میں شمار کیا جاتا تھا۔ جس کے تبصرہ و تجزیہ کو دوست احترام کی نظر سے دیکھتے تھے ۔ کھیل کا میدان ہو یا تقریری مقابلہ ، سیمنار ہوں یا کوئی ایگزیبیشن مجھے میں نہ جانے دین کے صدقے کیسی قوت پیدا ہو گئی تھی کہ مجھے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑا بلکہ ہر مشکل آسان ہو گئی ۔پھر مجھے والدہ کی بیماری میں اسپتال میں بیتے لمحوں نے بہت رولایا۔ ڈاکٹروں کے رویوں انتظامیہ کی بے حسی نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ مجھے ڈاکٹر بننا ہے تاکہ آج ۱۵، ہزار نہ ہونے کی وجہ سے میری ماں آپریشن تھیٹر سے واپس آ گئی ہے کل کسی اور کے گالوں سے بھی دکھ درد اور بے بسی کے آنسوؤں ٹپکیں گے ۔

میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا فیس کی ادائیگی کیسے ہوئی کوئی غیبی مدد تھی ، میں نے پڑھا کیسے ، نفسیات ، تشخیص الامراض ، جنسیات ،گاہنی پیتھالوجی وغیرہ ، لیکن ہر لمحہ رب تعالیٰ نے میرے لیے اپنے دین کے صدقے علم کے راستے

آسان فرمادیے۔اور یوں میں میڈیکل کالج میں بھی نمایاں رہا۔

محترم قارئین !!!!آپ میری بات سمجھ گئے ہونگے ہمارا وہ طبقہ جو جدید تعلیم دلوانا اپنے لیے فخر اور دینی تعلیم دلوانے میں جھجک محسوس کرتا ہے اسے سوچ لینا چاہیے کہ آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی فرمالیں۔آپ عصری تعلیم ضرور دلوائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دلوائیں۔

تاکہ۔برٹش انگلش بولنے والا،پینٹ کوٹ میں ملبوس بچہ،جو گھر میں آتا ہے تو کبھی کے صیغے بولتا ہوا good night اور good night توفیق نہیں ہوئی کہ سلام ہی کرلے۔ اپنی دنیا میں مگن ہو جاتے ہے۔کبھی کمپیوٹر تو کبھی موبائل پر ایس ایم ایس کرنے کا اہم فریضہ سرانجام دینے لگتا ہے۔بڑا ہوتا ہے تو وضع قطع میں اپنے فرنگی طور طریقے پر اتراتا ہے،تعظیم والدین نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔پھر شادی کی مرتبہ اپنی گرل فرینڈ جو فقط اسی کے لیے ہوتی ہے والدین کی آراء کے برعکس شادی کرکے ایک الگ گھر کی سادھ لیتا ہے چہ جائے کہ شریعت نے اجازت دی ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ گھر کی کھڑکی سے محبت کا آغاز ہو اور پیزاہٹ،مکڈولنڈ اور نہ جانے کہاں کہاں محبت کو عملی جامہ پہنانے کے بجائے نہ جانے جامے کتنی مرتبہ اترے ہونگے۔۔بوڑھے والدین کو اولڈ ہوم میں چھوڑ آتا ہے،جب والدین فوت ہوتے ہیں تو ایک روایتی انداز میں تدفین کرکے پھر

نصاب تو محنت سے پڑھا لیکن کبھی قرانی قاعدہ پڑھنے oxford اپنی وہی دنیا اپنا لیتا ہے۔ کا اتفاق نہ ہوا۔ناول وڈائجسٹ تو پڑھے لیکن کبھی قران پڑھنے کی توفیق نہ ملی۔اب والدین تو چلے گئے۔دین سے شناسا ہوتا تو ایصالِ ثواب کرتا۔جو عالم برزخ میں انکی راحت کا باعث بنتا۔

خیر: آپ بور اور ناراض ہو رہے ہیں لیکن ایسا آپ کو کرنا نہیں چاہیے وہ حقائق ہیں جو معاشرے میں وقوع پزیر ہو چکے ہیں۔ایک چھوٹا سا واقعہ آپ احباب کی خدمت میں پیش کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔

ایک مرتبہ میں فوجی فاؤنڈیشن اسپتال کالونی گیٹ کراچی کے انتظار گاہ میں بیٹھا دادی جان کی چیک اپ کے لیے باری آنے کا انتظار کر رہا تھا اور گرد و نواح میں پریشان حال بیمار لاچار انسانوں کے چہروں کی تحریروں کا بڑے انہماک سے مطالعہ بھی کر رہا تھا۔کہ، اسی اثنا میں۔ہوں ہووووووں ہوں کی آواز آئی۔میں چونک گیا۔دل ہی دل میں سوال جواب ہونے لگے۔اللہ خیر کرے پتہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی سوچوں کے دوش پر سفر کر ہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ اسپتال کے مین گیٹ سے ایک ایمبولینس داخل ہوئی۔ایمرجنسی وارڈ کے قریب آئی۔فرنٹ دروازہ کھلا۔ایک پینٹ شرٹ میں ملبوس نوجوان نمودار ہوا۔آگے بڑھا۔اندر داخل ہونے کی سیڑھیاں چڑھا۔سیدھا ریسپشن پہ چلا گیا۔کچھ بات چیت

کی۔نرسنگ اسٹاف نے ایک ادھیڑ عمر کے صاحب کو گاڑی میں سے نکالا۔اسٹریچر پہ ڈالا۔دوسری جانب منظر ہی کچھ اور تھا۔اس نوجوان کے فون کی بل بجی۔۔جیب سے نہایت باوقار انداز میں موبائل نکالا۔ہاں ں ں ں ں ں۔(میں بس یہی سن سکا)اسکے بعد قہقہوں کی آواز سماعتوں سے ٹکراتی رہیں۔ہاہاہا۔ہی۔چچ چچ۔۔۔۔نرسنگ اسٹاف آواز دیے چلاجارہاہے۔مجال ہے اس نوجوان کے۔کوئی جواب دے۔بس کے ہاتھ کہ اشارے سے (لے جاؤ۔)پھر قدرے ہلکی آواز میں۔۔لے جاؤ۔پیمنٹ میں کردوں گا۔آپ چیک اپ کروائیں۔

نرس: بھائی!فون بعد میں کرلیجیے گا!آپ ساتھ چلیں۔

لڑکا(موبائل پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی سے)۔کیا ہواآپ لے چلو میں آیا۔

نرس!باباجی کی آخری سانسیں ہیں۔

نرس بیزار ہو کر لے جاتی ہے۔ایمرجنسی میں آکسیجن لگی ہوئی تھی۔

یہ عظیم نوجوان جسے خود بھی باپ بننا ہے۔(لگ پتاجائے گا)۔ٹہل ٹہل کر باتیں (کررہاتھاً(دفعتاً مرجائے ہوئے چہرے کے ساتھ ایک خاتون نرس آتی ہیں۔

نرس:بھائی وہ آپ کے مریض کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔

نوجوان:چہرے پر اک لمحے کے لیے بھی کوئی غمگین لہر نہیں آئی۔یہ نوجوان تھایا اعتماد کا کوہ ہمالیہ۔اندر گیا۔چند ہی ساعتوں کے بعد باہر آیا۔ریسپشن والے لڑکے نے فون کیا۔ایدھی ایمبولینس آگئی۔

محترم قارئین :اب یہ منظر تھا جس نے مجھے چوٹ دی ۔میں ہل کے رہ گیا۔
وہ کیا کہ جب ڈیڈ باڈی کو اسٹریچر پر لے کر جا رہے تھے تو یہ نوجوان کسی مہمان کی طرح ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔کچھ آگے جا کر کھڑے سیکورٹی گارڈ کو آواز دی۔
نوجوان :یار سو پچاس لے لینا۔ تھوڑی ہمت کرنا یہ لاش ٹھیک سے گاڑی میں رکھوا دینا۔ میرے تو چاروں طبق روشن ہوگئے)۔خیر مزید آگے کیا بیان کروں ۔میری آنکھوں) سے سیل اشک اس وقت بھی رواں تھے اور لکھتے وقت بھی آنکھیں اشکبار ہیں ۔وہ باپ جس نے نہ جانے کتنے جتن کرکے یہاں تک پہنچایا۔آج نہ جانے عالم نزع میں اس کی کتنی آرزو ہوئی ہوگی اپنے لاڈلے کو آخری پیغام دیتا ہوا جاؤں ۔کوئی نصیحت کر دوں ۔لیکن ماڈرن شہزادے کو یہ زرق.برق ،پرآسائش و پر تعیش نے اس قدر مدہوش کیا کہ عظیم نعمت ،شفیق سائبان سے محروم ہوگیا لیکن اسے خبر تک نہ ہوئی۔
میں یہ نہیں کہتا کہ سبھی.برے ہوتے ہیں یا دینی تعلیم حاصل کرنے والے سبھی اولیاء اللہ کے مرتبہ کو پہنچے ہوتے ہیں ۔مقصود اور اہم نکہ وہ یہی ہے کہ جہاں بچوں کو مہنگے مہنگے اسکولوں میں داخل کرواتے ہیں وہاں خدارا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد کا ہاتھ آپ کے گریبان تک نہ آئے ،بستر مرگ پر

کچھ خیال کریں جب زمانہ ساتھ چھوڑ دیں تو کوئی پانی پلانے والا ہو، تو خدارا بچوں کو دینی تعلیم دلوائیں ،انھیں اسلام کے ذریں اصولوں سے ضرور روشناس کروائیں قوی بلکہ میں پرامید ہوں کہ ہماری اولادیں عالم فنا میں بھی ہمارے لیے معاون اور عالم بقا میں بھی ہمارے لیے راحت و سکوں اور بخشش کا ساماں بنئیں گیں ۔۔ میری اگر کوئی بات بری لگے تو میں پیشگی معذرت ۔۔۔

بڑھیا کی ذہانت ہمارے لیے مشعل راہ

کسی تحریر، تقریر یا فن کا کمال اسی میں ہے کہ اس سے استفادہ کرنے والا کما حقہ اس سے اکتساب کر سکے ،جس جگہ ،جس مقام پر اسے اس چیز ،اس فن کی حاجت ہے وہ اس سے شناسا ہو اور اس فن ،کام یا ہنر میں اتنی سکت ہو کہ اس وقت اس کے لیے معاون ہو۔ خیر میں اپنے اس کالم میں ایک ایسی گفتگو ذکر کرنے لگا ہوں جسے پڑھ کر آپ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے ہاں ہاں ،سچ ۔یقین نہ آئے تو پڑھ لیں :

قران سے ہر بات کا جواب دینے والی بڑھیا

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے ایامِ حج میں عرفات میں ایک عورت کو دیکھا جو تنہا کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی :

مَن یَّھْدِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ (جسے رب تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جو گمراہ ہو جائے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا)

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ یہ عورت راستہ بھول گئی ہے۔میں نے اس کے پاس جا کر کہا : اے نیک عورت ! تو کہاں

سے آئی ہے؟

عورت کا جواب :اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (ترجمہ کنزالایمان : پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک (پارہ۱۵،بنی اسرائیل،آیت ۱))

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: میں سمجھ گیا کہ یہ بیتُ المَقدس سے آئی ہے۔ میں نے پوچھا: تم یہاں کیوں آئی ہو؟

عورت کا جواب: تو اس نے یہ آیت پڑھی: وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ (ترجمہ کنزالایمان : اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے (پارہ: ۴،آل عمران،آیت ۹۷))

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ حج کیلئے آئی ہے۔ میں نے پوچھا: کیا تمہارا شوہر موجود ہے؟

عورت نے کہا: وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ (ترجمہ کنزالایمان

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (پارہ:۱۵،بنی اسرائیل،آیت ۳۶)) :
یعنی جس بات سے تمہارا تعلق نہیں اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔
حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: میں نے پھر سوال کیا: کیا آپ میرے اونٹ پر سوار ہونگی؟
عورت کا جواب: تو اس نے یہ آیت پڑھی: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (پارہ ۲ البقرہ،آیت ۱۹۷) (ترجمہ کنزالایمان : اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے (پارہ: ، ۴،آل عمران،آیت ۹۷)) میں سمجھ گیا کہ یہ اونٹ پر سوار ہونے کیلئے آمادہ ہے۔چنانچہ ، میں نے اونٹ کو بٹھایا
عورت :جب وہ عورت سوار ہونے لگی تو اس نے یہ آیت پڑھی: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (ترجمہ کنزالایمان : مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں ((پارہ: ۱۸،النور،آیت ۳۰)
حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: چنانچہ میں نے اپنی نظریں دوسری طرف پھیر لیں اور وہ سوار ہو گئی۔پھر میں نے پوچھا :آپ کا نام کیا ہے؟

عورت نے جواب دیا: وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ (ترجمہ کنزالایمان : اور کتاب میں مریم کو یاد کرو (پارہ١٦، مریم، آیت ١٦))

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: مجھے پتہ چل گیا کہ اس کا نام مریم ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کی کوئی اولاد ہے؟

عورت: اس نے یہ آیت پڑھی وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ (ترجمہ کنزالایمان : اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے (پارہ١، البقرہ، آیت ١٣٢))

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: میں سمجھ گیا کہ اسکے چند بیٹے ہیں۔ میں نے پوچھا: ان کے نام کیا ہیں؟

عورت: تو اس نے یہ آیات پڑھیں: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا (ترجمہ کنزالایمان : اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا (پارہ ٦، النسائ، آیت ١٦٤)) وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ترجمہ کنزالایمان : اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا (پارہ٥، النسائ، آیت ١٢٥)) یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً (ترجمہ کنزالایمان : اے داؤد

بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا (پارہ ۲۳، ص، آیت ۲۶)) یعنی میرے تین بیٹے
ہیں جن کے نام موسیٰ، ابراہیم اور داؤد ہیں۔
حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القویمیں نے پوچھا کہ میں انہیں کہاں تلاش
کروں ؟
عورت کا جواب: اس نے یہ آیت پڑھی : وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (ترجمہ
((کنزالایمان : اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں (پارہ ۱۴، النحل، آیت ۱۶
حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: میں سمجھ گیا کہ وہ سواروں کی رہنمائی
کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا: اگر بھوک ہو تو کھانا موجود ہے۔ تو بولی: اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
صَوْمًا (ترجمہ کنزالایمان : میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے (پارہ ۱۶، مریم، آیت ۲۶))
یعنی میں روزے سے ہوں۔ پھر ہم ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کے بیٹوں کے پاس پہنچے
تو بیٹے ماں کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ یہ ہماری والدہ ہیں جو تین دن پہلے گم ہو گئی
تھیں۔ اُنھوں نے یہ نذر مان رکھی ہے کہ تلاوتِ قرآن کے علاوہ کوئی اور کلام نہ
کریں گی۔ پھر اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا: فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ

اِلَى الْمَدِیْنَةِ (ترجمہ کنزالایمان : تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو (پارہ ۱۵،الکھف،آیت ۱۹)) یعنی اس نے اپنے بیٹوں کو میرے لئے بازار سے کچھ منگوانے کا حکم دیا۔ پھر چند دن بعد میں اس عورت کے بیٹوں سے ملا تو وہ رو رہے تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ہماری والدہ حالتِ نزع میں ہیں۔ میں عورت کے پاس گیا اور حال پوچھا تو اس نے جواب دیا: وَجَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (ترجمہ کنزالایمان :اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ (پارہ ۲۶،ق،آیت ۱۹)) یعنی موت نزدیک ہے۔ کچھ دیر بعد اِس کا اِنتقال ہو گیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی: اِسی رات میں نے اس عورت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: تم کہاں ہو؟ اس نے جواب دیا: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَہَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (ترجمہ کنزالایمان : بیشک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور (پارہ ۲۷،القمر،آیت ۵۴۔۵۵)) میں بہت خوش ہوا اور اس عورت کے اس کمال پر حیران رہ گیا کہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو قرآن سے باہر ہو۔ ہر بات کا جواب اس نے قرآن سے ہی دیا۔)

نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۶۴)۔)

محترم قارئین: اگر میں اپنی طرف سے کچھ امثلہ اس عنوان پر رقم کرتا تو کچھ بعید نہیں تھا کہ آپ کے ذہن میں ابہام و اشکال پیدا ہوتے نہ معلوم ڈاکٹر صاحب غائب دماغ پروفیسر کی طرح، جہاں چلنے میں پیادہ ہیں، وہاں عقل سے بھی پیادہ ہوگئے ہیں اور خود سے امثلہ گھڑتے رہتے ہیں۔ یہ وہم پیدا ہونا آپ کی ذات میں نقص نہیں، یہ پیدا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ ہم انسان ہیں انسان سے خطا کا سرزد ہونا بعید نہیں۔ لہذا میں نے کوشش کی کہ آپ جیسے میرے باذوق، علم دوست احباب کی نظر اقتباسی ابحاث کو پیش کروں۔ جو کہ پیش کردی۔ کیا کہتے ہیں آپ؟ قران سے دوستی کیسی ہے؟ آپ بھی دوستی کرلیں۔ ان شاء اللہ یہ دوست ہمیشہ آپ سے وفا کرے گا۔ آج ہی سے بلکہ جب یہ تحریر پڑھ لیں تو اگر کوئی مصروفیت نہیں تو وضو کرکے ایک آیت ترجمہ کے ساتھ قران مجید پڑھ لیجیے اور یہ نیت فرمالیں کہ ان شاء اللہ روزانہ کم از کم ایک آیت کی تلاوت اور اس کا ترجمہ و تفسیر ضرور پڑھیں گے۔ اگر دینی حوالے سے آپ کو کوئی سوال، کوئی مشکل درپیش ہو تو خادم حاضر، اپنی بصیرت بصارت کے موافق جواب دینے کی سعی کروں گا۔ جو معلوم نہ ہوا اہل علم کی سے رجوع کرکے آپ کے گوش گزار کروں گا۔ قران ہمارا ہے۔ قران پیارا ہے۔ ہمیں سدھارا ہے، دنیا و آخرت کا سہارا ہے۔ آئیں مل کر قران۔۔ تعلیماتِ قران عام کریں۔

اجلا اجلا پاکستان

دیکھیں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جسے ہم دیکھ تو رہے ہوتے ہیں لیکن عجیب معمہ ہے کہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے ۔میں بھی پاکستانی ہوں ۔پلا بڑا پاکستان میں ، تعلیم پاکستان سے حاصل کی ۔اگر کہیں میں پاکستان کے اندر موجود کسی مرض ، بیماری ، یا کسی نقص کی جانب توجہ دلاؤں تو یہ میری ذمہ داری ہے کوئی جرم نہیں ۔یہ بات اس لیے کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں ایک حادثہ ہے کہ کسی کو ملک فوبیا تو کسی کو ، کسی کو قوم فوبیا تو کسی کو کیا ۔جب کبھی اصلاح کی بات کی جائے تو وہ اسے تعصب کی آنکھ سے دیکھ کر غداری ، بے وفائی سے تعبیر کرتے ہیں ۔خیر اپنے موضوع کی طرف چلتے ہیں ۔آپ اور میں جانتے ہیں کہ میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کا شمار دنیا کے گندے ملکوں میں کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو میرے خیال سے یہ ہے کہ ہم ماحولیاتی ایشوز کو اتنا سیریس نہیں لیتے جتنا کہ لیا جانا چاہیئے ۔مثال کے طور پہ آپ پلاسٹک کے شاپنگ بیگز کو لے لیں۔ان کی لائف سو سال سے بھی زیادہ ہے اور یہ بہت سے ماحولیاتی مسائل اور بیماریاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ کچھ ترقی یافتہ ممالک میں ، پلاسٹک کے شاپنگ بیگز کو ختم کرکے ان کی جگہ کاغذ کے بنے ہوئے شاپنگ بیگز استعمال کئے جا رہے ہیں جن کی ایک تو لائف بھی کم ہے یعنی کہ وہ جلدی ختم ہو جاتے ہیں اور دوسرا ان کی وجہ سے

زیادہ مسائل بھی نہیں ہوتے اور نہ ہی ماحول پہ کوئی خاص اثر پڑتا ہے۔
ہم ماحولیاتی آلودگی اور اس سے حفاظت کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دے رہے۔ ہم نے ابھی تک ویسٹ مینیجمنٹ کا کوئی پراپر طریقہ نہیں اپنایا اور اس کا نتیجہ ہم سب کو مختلف نوع کی بیماریوں اور ماحولیاتی آلودگی کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔
یہ ہماری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ماحولیاتی تحفظ کے لئے کچھ جامع منصوبے بنائے جیسے کہ ویسٹ مینیجمنٹ کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں اسی طرح پلاسٹک کے شاپنگ بیگز کو ملک میں سے مکمل طور پہ ختم کیا جائے اور ان کی جگہ عام کاغذ کے بنے ہوئے شاپنگ بیگ استعمال کرنے پہ لوگوں کو ابھارا جائے اور اس کے لئے حکومت الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعے عوام میں شعور بیدار کر سکتی ہے۔ اسی طرح مختلف قسم کے سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد کرکے لوگوں کی برین واشنگ کی جا سکتی ہے ۔ جہاں حکومت کو ماحولیاتی آلودگی اور مسائل کم کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہئیے وہیں پہ پرائیویٹ این جی اوز یا تنظیموں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس معاملے میں اپنا فعال کردار ادا کریں اور ان کے ساتھ ساتھ ہمیں یعنی کہ ایک عام آدمی کو بھی ماحول کو صاف ستھرا رکھنے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئیے۔ تاکہ ہمارا ماحول آلودگی سے

پاک ہو اور ہمیں صاف ستھری آب و ہوا میں سانس لینے کا موقع مل سکے۔ یہ گلی ، محلّہ یہ راستے ، یہ شہر ہمارے ہیں ، ان سے ہماری پہچان ہے۔ ہم نے یہاں رہنا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم احساسِ ذمہ داری سے اپنے علاقے ، گلی محلّہ کو صاف ستھرا رکھیں۔ بحثیت مسلمان تو ہمارے لیے ثواب کا ذریعہ بھی ہے۔ تو ہو جائے یہ کام آج ہی سے۔ چلیں۔ پہل میں کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ اصول ہے کہ کسی کی اصلاح کرنے کے لیے خود سراپہٗ ترغیب بننا پڑتا ہے۔ محترم قارئین : میں کل ہی سے اپنی گلی کی صفائی کا آغاز کرتا ہوں۔ آپ بھی اس کام میں میرا ساتھ دیں۔ آئیں مل کر اپنے ملک کو برائیوں سے پاک ، گندی سے پاک اجلا ، ستھرا ، پیارا پاکستان بناتے ہیں۔ ایسا پاکستان جہاں چار سو صفائی ہو۔ جہاں کے رہنے والوں کے دلوں ، فکروں ، عزموں ، جذبوں میں صفائی ہو۔

صفائی نصف ایمان ہے۔

جی صاحب جی ؟

میں ایک دفتر میں ریسرچر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔دن بھر کتب بینی ،جدید عنوانات پر خاکہ بنانا اور اس پر معلومات جمع کرکے ایک تحقیق پیش کرنا تھا۔یہ کوئی زیادہ دور کی بات نہیں ۴سال پہلے کی بات ہے۔میں اپنے آفس میں ایک نوجوان کو دیکھتا تھا جو دفتری اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ہمارے ہیڈ آف ڈیپارٹ کے گرد گھومتا رہتا تھا۔موصوف کی عادت تھی کہ کسی بھی میٹنگ میں کوئی بھی بات ہوتی ۔تو بجائے کسی فکری پہلو کو اجاگر کرتے بلکہ صاحب ۔جی حضور ، قبلہ ، لیس سر،پر اکتفاء کرتے ۔کبھی باہم بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تو ممدوح کمال درجہ کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھے ۔سر آج آپ کی ٹائی تو بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔حضور میٹنگ میں آپ نے کمال گفتگو کی ۔کبھی مجھ ناچیز کے اوج ثریا واصل کردیتے ۔ظہور بھائی کمال کے آدمی ہویار۔دل خوش ہوگیاہے آپ کی بات سن کر۔وغیرہ۔ان میں ایک یہ خوبی بھی تھی کہ جس کی تعریف کرتے تھے اس کی طبیعت میں اعتدال رکھنے کے لیے اس کی تعریفوں کے پل باندھتے تھے وہاں عدم موجودگی میں اس کی عزت کاجنازہ بھی اپنی اقتداء میں پڑھاتے تھے ۔نتیجہ کیا نکلا کہ ان کی کوئی عزت نہیں تھی ۔انکی ہر بات خوشامد ،چاپلوسی سے موسوم کی جاتی ۔ہوا پھر یہ کہ ہر شخص ان سے کٹنے لگااور اب ان کے.برے دن آگئے ۔لگائی بجھائی کی وجہ

سے جاب سے ہاتھ دھو بیٹھے۔
محترم قارئین۔ کوئی کسی کی روزی روٹی میں کمی زیادتی نہیں کر سکتا، صرف چند سکوں کی خاطر اپنی عزت کو داؤ پر لگا دینا کہاں کی دانشمندی۔ پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ ﷺ کا فرمانِ عظمت نشان ہے :
معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول إیاکم والتمادح فانہ الذبح
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ایک دوسرے کی خوشامد اور بے جا تعریف سے بہت بچو کیونکہ یہ تو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔ (ابن ماجہ)
اسلام معاشرے و معاشرت کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔
اسلام میں خودپسندی کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اس کی جہاں ممانعت بھی وارد ہوئی ہے وہاں ہی کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ کہیں شیطان اس بندے کو مغرور، متکبر نہ بنا دے، اسلام ایک انسان کی ہر معاملے میں بہترین رہنمائی کرنے والا دین ہے اسلام نہیں چاہتا کہ ایک انسان اپنی حدود کو پار کرے کہ جس کی وجہ سے اس کی زندگی میں خرابی

آ ئے۔اسلام نے ہر معاملے میں بہترین رہنمائے اصول دیئے ہیں اگر ان اصولوں کو فراموش کرکے ان کے خلاف اقدام کیئے جائیں تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے جو آخر کسی بڑے فتنے کا سبب بن جاتا ہے اور انہی اصولوں میں سے ایک اصول ہے کسی انسان کے سامنے اس کی تعریفوں کے پل باھندنا کہ جس کی وجہ سے وہ بندہ ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے انسان کے اندر تکبر کا بیج بو دیتا ہے اور جس انسان میں تکبر آ گیا تو سمجھ لو کہ اس کی آخرت تباہ ہو گئی۔

ابلیس : : شیطان : : بھی اسی تکبر کی وجہ سے برباد ہوا تھا، تکبر اللہ کو بہت ناپسند عمل ہے اس لیئے اسلام نے اس تکبر کو ایک انسان کے اندر آنے کے رستے بند کرنے کی طرف توجہ دی ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا غندر عن شعبۃ عن سعد بن اس ارشاد رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے معاشرے میں کچھ عجیب سی حرکات ہو رہی ہیں اگر کوئی دین کے علم سے نابلد انسان ایسی حرکت کرئے تو دُکھ نہیں ہوتا کہ وہ جاہل ہے مگر افسوس کہ ہمارے اہلِ علم حضرات بھی اس مرض کے شکار ہو چکے ہیں کہ جب وہ کسی فورم پر تشریف فرما ہوتے ہیں تو ان کے سامنے ان کی خوب تعریف کی جاتی ہے اور وہ صاحب اُس تعریف کرنے والے کو منع بھی نہیں کرتے کہ بھائی منہ پر تعریف نہ کرو اس سے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس مرض میں سیاسی اور مذہبی سبھی طرح کے لیڈران شامل ہیں، میں سبھی پر اس کا اطلاق

نہیں کرتا مگر اکثریت اس کا شکار ہو چکی ہے، مثلاً جب کسی سیاسی پارٹی کا جلسہ ہوتا ہے تو وہاں پر موجود امیدوار برائے پارلیمنٹ کے سامنے اس کی خوب تعریف کی جاتی ہے اور اس کے نام وہ وہ کام لگائے جاتے ہیں جو اس نے کیئے بھی نہیں ہوتے ہیں اور وہ صاحب اس خوشامدی پر پھولے نہیں سماتے چلو یہ لوگ تو دین کے علم سے بے بہرہ ہیں ان کو ان احادیث کا علم نہیں ہوگا: : ویسے یہ احادیث پرائمری کے نصاب میں شامل ہیں مگر افسوس کہ ہمارے اکثر حکمران جاہل اور ان پڑھ ہیں جعلی ڈگریاں لے کر ہم پر مسلط ہو جاتے ہیں : :

انھیں بڑے بڑے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ وہ اوصاف بھی گنوائے جاتے ہیں۔ جنھیں موصوف جانتے بھی نہیں کہ یہ میری مداح میں ہیں یا ذم میں یہ صرف ایک مثال کے طور پر ہیں ورنہ اس سے بھی مگر مجال ہے کہ وہ صاحب جن کو یہ القاب نوازے جارہے ہوں وہ ان لوگوں کو منع کریں کہ بھائی آپ کیوں میرے منہ پر میری تعریف کیئے جا رہے ہو؟ اس سے میرے پیارے رسول ﷺ سے منع کیا ہے، میں اکثر سوچتا ہوں کہ کیا ان حضرات کے سامنے سے یہ حدیث بھی نہیں گزری؟؟؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔۔ دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان

لے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسرں کو سکھایا اور تیری رضا کے لئے قرآن مجید پڑھا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا تو نے علم اس لئے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس کے لئے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جاچکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ لے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔۔۔۔۔الخ

(صیح مسلم)

ایک اور حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا گیا لیکن میں نے اسے خود نہیں سنا کہ تم میں ایک قوم ایسی آئے گی جو عبادت کرے گی اور دینداری پر ہوگی، حتیٰ کہ لوگ ان کی کثرت عبادت پر تعجب کیا کریں گے اور وہ خود بھی خودپسندی میں مبتلاء ہوں گے، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

مسند احمد) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرویات)

ان واضح احکامات کے ہوتے ایک مسلم کبھی بھی خودپسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنے سامنے کسی کو تعریف کرنے کی اجازت دینی چاہیے، مگر

افسوس کہ اہلِ علم طبقہ بھی اس مرض کا شکار ہو چکا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جس بندے نے اللہ کی رضا کے لیئے دین کا علم حاصل کیا ہوگا وہ ایسی حرکت کسی کو بھی کرنے نہیں دے گا اور جس نے علم حاصل ہی اس لیئے کیا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اس کو القابات سے نوازیں وہ بلا کیونکر لوگوں کو منع کرئے گا۔

اور آج ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا آج تک میں نے آپ نے اس حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کیا ہے؟ اگر اتنی ہمت نہیں کہ مٹی منہ پر پھینک سکیں تو کم از کم کسی کو منہ پر تعریف ہی کرنے سے ہی روک دیا کریں میرے خیال سے اس میں کوئی مشکل بات نہیں ہو گی۔

اب تعریف کرنے کا مسنون طریقہ بھی آپ بھائی لوگ نوٹ فرمالیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَدَحَ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللَّهُ حَسِيبُهُ

وَمَا اُزَكِّی عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا اَحْسِبُہٗ اِنْ کَانَ یَعْلَمُ ذَاکَ کَذَا وَکَذَا

حضرت عبدالرحمٰن بن بکرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی دوسرے آدمی کی تعریف بیان کی تو آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دہرایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے ساتھی کی تعریف ہی کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ ایسے کہے میرا گمان ہے اور اللہ خوب جانتا ہے اور میں اس کے دل کا حال نہیں جانتا انجام کا علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ ایسے ایسے ہے۔

صحیح مسلم): کسی کی اس قدر زیادہ تعریف کرنے کی ممانعت کے بیان میں کہ جس کی) وجہ سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خطرہ ہو۔اور اس حکم رسول ﷺ سے بات بالکل واضح ہوئی کہ اگر تعریف کرنی ہے تو پہلے وہ کہے کہ میرا گمان ہے اور اصل حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ ایسے ایسے ہے یعنی اس میں فلاں فلاں اچھائی ہے۔

محترم قارئین :آپ ہی بتائیں وہ عمل کے جس کی تائید دل نہ کرے ،وہ کلام جس ترجمانی دل نہ کرے ،دکھاوے ،لالچ ،طمع سے بھرپور ہوں بھلا ان میں تاثیر کہاں سے آئے گی۔خود کو اتنا باصلاحیت بنائیں کہ آپ ،جی حضور ،لیس سر ،جی جی

کرنے کی بجائے ضرورت بن جائیں ۔مت لگائیں آس کسی سے ۔اپنے زورِ بازو پہ جینا سیکھیں ۔مت عادی بنائیں دوسروں کے آسرے ،دوسروں کی جیب میں پڑی رقم پر نظر نہ رکھیں ۔ہر جائز و ناجائز پر لبیک کہنا نہ انصافی ،بے ضمیر اور بددیانتی ہے ۔مت کریں جی حضوری ۔آپ آپ ہیں ،وہ وہ ہیں ۔کیا کہتے ہیں آپ ؟میری بات سے اتفاق کرتے ہیں ؟اگر کرتے ہیں تو بھی آج ہی سے عہد کرلیں کہ میں عزت کروں گا چاپلوسی ،خوشامد نہیں کروں گا۔ان شاء اللہ عزوجل ہمارے لیے تمام مسدود راستے کُھل جائیں گے۔نعرہ لگائیں

ہم عزت کریں گے ۔عزت کروائیں گے۔

طبیب مسلمان ہوگیا

میں نے جب لکھنا شروع کیا میرا ذہن تھا کہ میں سماجیات پر کام کروں گا۔ معاشرتی مسائل کی نشاندہی اور ان کے حل، سدباب پر اپنے قلم کو جنبش دوں گا۔ کیا معلوم کہ احکام بالا، انتظامی امور میں بیٹھے صاحب منصب افراد تک میری آواز پہنچ جائے تو کچھ نہ کچھ اس بہتری کے راستے میں کچھ میرا بھی حصہ ہوگا۔ لیکن جب میں بحثیت صحافی، پھر بحثیت ڈاکٹر جب فیلڈ میں آیا تو چہرے پر سجی داڑھی دیکھ کر اک ایسا طبقہ بھی ملا کہ انھوں نے نت نئے اعتراضات کے وہ دفاتر کھول دیے جن کے متعلق میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ خیر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی۔ اے کریم رب تو کسی سے بھی اپنی رضا کے کام لے سکتا ہے۔ مجھ سیاہ کار سے بھی اپنے دین کا کام لے لے۔ کیونکہ یہ تمام تر اعتراضات اسلام پر شب خون مارنے کے مترادف تھے۔ مجھ پر کرم کے دریچے واہ ہوگئے۔ علم دین کی روشنی سے سینہ منور ہوا تو فکر اور ذکر دونوں میں تاثیر پیدا ہوگئ اور میں نے اپنے قلم کا رخ اسلام کُش اعتراضات اور دفاعِ اسلام کی جانب کردیا۔ تادم زیست رحمٰن ورحیم رب مجھے اخلاص کے ساتھ حق بات کہنے، لکھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ گذشتہ سے پیوستہ اس مرتبہ بھی میں آپ کی خدمت میں اعجاز اسلام کا ایک پہلو اجاگر کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ اسلام نے بیان تو بہت کچھ کیا

کس نے کتنا لیا، کتنا سمجھا یہ اس کا نصیب اور توفیق من اللہ ۔ خیر ۔ اپنے موضوع کی جانب چلتے ہیں ۔ تفسیرِ روح البیان میں ایک واقعہ نقل ہے کہ :

ہارون رشید کا خصوصی ڈاکٹر ایک نَصرانی طَبِیب تھا۔ جو بہت ہی عقلمنداور خوبصورت آدمی تھا اور بادشاہ اس کے کمالِ سیرت وجمالِ صورت پر دل سے فریفتہ (فَ۔رِیفْ۔تہ) تھا۔ایک دن ہارون رشید نے اس سے کہا :کاش تم مسلمان ہو جاتے تو میں تم کو اپنے دربار کا سب سے بڑا اعزاز عطا کرتا۔ طبیب نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین !آپ کے قرآن کی ایک آیت مجھے اسلام قبول کرنے سے مَنْعْ کرتی ہے ورنہ میں ضرور مسلمان ہو جاتا۔ ہارون رشید نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ وہ کون سی آیت ہے ؟ طبیب نے کہا : وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ترجمہ کنزالایمان: اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح۔ (پارہ ٦، النسائ، آیت ١٧١) یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے بی بی مریم کی طرف ڈال دیا اور وہ اللہ کی روح ہیں۔ دیکھیے اس میں ''رُوْحٌ مِّنْهُ'' کا لفظ آیا ہے اور یہ مِنْ تبعیض کیلئے ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا کا جزو اور اس کا ایک ٹکڑا ہیں۔ طبیب کی یہ تقریر سن کر ہارون رشید کو بڑا رَنْج وصَدْمَہ ہوا اور اس نے اپنے دربار کے تمام علماء کو طلب کیا تا کہ طبیب کے اس شبہ کا اِزالہ کریں مگر درباری علماء اس کا جواب دینے سے قاصر رہے اور

ہارون الرشید رَنج وقلق (قَ۔لَق) سے بے قرار ہوگیا۔
اتنے میں پتہ چلا کہ مفسر علی بن الحسین مروزی حج سے واپس ہوتے ہوئے بغداد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہارون الرشید نے فوراً ہی انہیں بھی دربار میں بلایا۔ وہ بھی ناگہاں یہ سوال سن کر چکرا گئے اور فوراً جواب نہ دے سکے۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ خبیث نَصرانی آپ کے دربار میں مجھ سے یہ سوال کرے گا۔ لہٰذا میرا ایمان ہے کہ ضرور اس نے اپنی مُقَدَّس کتاب میں اس شبہ کا جواب دیا ہوگا جو اس وقت میرے خیال میں نہیں آرہا ہے مگر میں ان شاء اللہ تعالیٰ جب تک اس کا جواب قرآن ہی سے نہ دوں گا خدا کی قسم! میرے لئے کچھ کھانا پینا حرام ہے۔ یہ کہہ کر وہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں منتقل ہوگئے اور دَرْوازہ بند کرکے قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے یہاں تک کہ سورہ جاثیہ کی آیت وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔ (پارہ ۲۵، الجاثیہ، آیت ۱۳) زبان پر آئی تو مارے خوشی کے اچھل پڑے اور فوراً دَرْوازہ کھول کر باہر نکلے اور دَرْبار میں جاکر ہارون رشید کے سامنے نَصرانی طَبِیب کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ دیکھ لے، یہاں بھی ''رُوْحٌ مِّنْهُ'' کی طرح ''جَمِيْعًا مِّنْهُ ''آیا ہے۔ اگر اسمیں منکو تبعیض کیلئے مانا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ زمین وآسمان بھی خدا کے جزو قرار

پائیں۔لہذا تم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ''رُوْحٌ مِّنْہُ'' میں مِنْ تبعیض کیلئے نہیں ہے اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہر گز ہر گز خدا کے جزو نہیں ہیں بلکہ وہ زمین وآسمان کی طرح خدا کی مخلوق ہیں۔علی بن الحسین کی یہ نورانی تقریر سن کر نصرانی طبیب کا سینہ کھُل گیا اور اس کا شُبہ بالکل رَفع ہوگیا اور وہ اسی مجلس میں کلمہ پڑھ کر مُشَرَّف بہ اسلام ہوگیا۔ہارون الرشید کو اس قدر خوشی ہوئی کہ اس نے علی بن الحسین مروزی کو بڑے گراں قدر اِنعام سے مالا مال کردیا۔

علی بن الحسین مروزی نے اپنے وَطَن پہنچ کر نہایت عَرَق رِیزی اور محنت کے ساتھ اسی موضوع پر ''النظائر فی القرآن''کے نام سے ایک ایسی کتاب تصنیف کردی کہ تمام روئے زمین میں اس کی مثال نہیں۔اس کتاب میں اس فاضلِ جلیل نے مخالفینِ اسلام کی طرف سے اس قسم کے پیش ہونے والے تمام شبہات کا قلع قمع کردیا اور کسی کی مجال نہیں کہ قیامت تک قرآنِ کریم پر کوئی اس قسم کا اعتراض نہ کرسکے۔(تفسیر روح البیان (ج ۲ ص ۲۸

محترم قارئین :کیا کہتے ہیں آپ ؟آپ خود کو مسلمان پا کر کیسا محسوس کررہے ہیں ؟اے بندگانِ خدا اپنی قسمت پر رشک کرو۔تم عظیم ہو۔بلکہ تمہی عظیم ہو۔میری یہ خواہش ہے کہ ہم مل کر ریسرچ سنٹر بنائیں۔جہاں تحقیقی موضوعات

زیرِ بحث لائے جائیں۔ان پر محنت کی جائے اور پھر نہایت دیانت سے نتائج اخذ کرکے جہاں بھر میں اس حقیقت کا پرچار کیا جائے۔تاکہ باطل قوتوں کو کامل واکمل جواب ثبت کرکے اس نصرانی طبیب کی طرح اسلام کی روشنی نصیب ہوجائے اور اگر ہدایت نصیب میں نہیں تو لاجواب ہوکر اسے منہ کی کھانی پڑے۔ریسرچ کے حوالے سے اگر آپ ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیں تو اس میلنگ ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

ہم دے رہے ہیں دعوتِ حق جو چاہے ہمارے ساتھ چلے
ہم روک رہے ہیں باطل کو جو چاہے ہمارے ساتھ چلے

مجھے اخروٹ نہ بولنا

محترم قارئین: میں ڈاکٹر ہوں ۔ڈاکٹر اپنے فن کا مظاہر ،اپنے پروفیشن کا انحصار دو سے تین چیزوں پر جانتا ہے ۔پہلی بات: علامات ،دوسری بات تشخیص مرض اور تیسری آخری اور اہم بات دوا کا انتخاب ۔اب دواء کے انتخاب میں ڈاکٹر سے غلطی واقع ہو گئی تو کچھ بعید نہیں کہ ایک قیمتی جان ضائع یا پھر کسی نئی آزمائش میں پڑ جائے ۔ کبھی آپ نے اس دنیا مظاہر عالم پر غور کیا ۔پھول ،پتیاں ،درخت ،پرندے ،درندے ،سبزہ ،سبزیاں ، پھل وغیرہ نہیں ؟تو آیئے کچھ اپنے دماغ میں پنپنے والے خیالات جنھیں میں نے مشاہدات کی آنکھ سے دیکھا جج کیا ،جانچا، دیکھا ،پرکھا۔لیجیے :

انسان نے جو ادویات تیار کی ہیں کسی میں کہیں مثبت پہلو ہیں تو کہیں اس کے مضر اثرات بھی ہیں ۔ کہیں وہ ایک فرد کے لیے نفع بخش تو دوسرے کے لیے ضرر رساں ہوتی ہے لیکن قربان جائیں ۔ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والی رب کی شان پر کہ اس کی عطا کردہ ادویات غذایت سے بھرپور ہیں ۔جس کے استعمال میں نفع ہی نفع ہے ۔

روزمرہ پکائی جانے والی ایک روایتی سبزی گاجر۔اس پر ذرا غور کیجیے گا۔جب ہم

گاجر کو کاٹتے ہیں ۔اس کی اندرونی ساخت دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ جس طرح ایک آنکھ کی تصویر لی جائے تو جو نقش ملتے ہیں بعینہٖ وہی نقش گاجر کا بھی نظر آئے گا۔اب اس میں اللہ عزوجل کی قدرت و بے نیازی دیکھیں یہ یہی انسانی آنکھ سے مشابہت رکھنے والی گاجر آنکھ کے لیے نہایت مفید ہے۔ نظر کو تیز کرنے اور آنکھ میں خون کی روانی کو بھی اعتدال میں رکھتی ہے۔

اسی طرح ٹماٹر کو ذرا کاٹ کر دیکھیے گا اس کی اندرونی ساخت اور اس کے کٹے ہوئے پیش میں چار خانے بنے ہوگئے ۔جانتے ہیں کس سے مشابہت ہے ہمارے سینے میں دھڑکتے دل کے ساتھ نیز اس میں سرخ سرخ خون مانند مادہ بھی ہوتا ہے۔

اے قدیر : تیری قدرت کے کیا کہنے یہی ٹماٹر دل کو طاقت بخشتا ہے اور خون پیدا کرنے میں معاون ہوتا ہے۔

ہزارہ ، کشمیر ، شمالی علاقہ جات میں خشک میواجات پیدا ہوتے ہیں ان میں ایک میوہ اخروٹ بھی ہے ۔خداراہ میرے پٹھان بھائی گستاخی نہ جانیں ۔ میں کسی فرد کی بات نہیں کر رہا بلکہ میوے کی بات کر رہا ہوں۔

اسے اگر توڑیں ذرا توجہ رکھیں تو آپ کو انسانی دماغ سے ملتی جلتی شبیہ نظر

آئے گی۔

ایک اخروٹ کو توڑ کر دیکھا جائے تو وہ ایسی شکل لیئے ہوئے محترم قارئین آج سے پہلے آپ اخروٹ کہہ کہہ کر دوسروں کو تنگ کرتے تھے لو اب کے بعد آپ اخروٹ کہہ کہہ کر لوگوں کے دل جیتیں گے۔وہ کیسے ؟ وہ ایسے کہ میں آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا چلوں کہ اخروٹ دماغ کے لیے.بڑا ہی مفید ہے اس میں اخروٹ اپنے اندر 3 درجن سے زائد ایسے عناصر لئے ہوتا ہے جو انسانی دماغ کے لئے مقوی غذا ہے۔دماغ کی خشکی کو ختم کرتا ہے یہ جو گھنٹوں گھنٹوں تحقیق کام کرتے ہیں انھیں چاہیے کہ اخروٹ استعمال کریں ۔امید ہے پٹھان بھائی اب اخروٹ کھلوانے میں کچھ عار محسوس نہیں کریں گے اور اخروٹ کہنے والے بھی اب ذرا سوچ سمجھ کہ اخروٹ بولیں گے ۔

کیا کہتے ہیں قارئین : میری بات سے اتفاق کرتے ہیں ۔اگر جواب اثبات میں ہے تو شکریہ اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر بھی شکریہ۔کہ ہر آپ کو اپنی رائے دینے کا حق ہے۔آپ دے سکتے ہیں ۔یہ کوئی بہت.بڑی تحقیق نہیں ۔چند مظاہر عالم تھے ۔میں نے بھی کسی اہل وعلم کی تحریر سے اکتساب کیا۔پھر مشاہد کیا۔مجھے لگا کہ ہاں کچھ ہے ۔تو سوچا علم امانت ہے اپنی ذمہ داری سے عہدہ.براہ ہو جاؤں ۔دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ٹپ ٹپ گرتے آنسو

بھائی صاحب : ۱۴روپے کرائے کا دور گیا۔ ۱۶روپے دو ۱۲والا زمانہ گیا آیا۔

نوجوان: یار اس صدر کے بچے نے کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ (ایک دم گاڑی سے دو تین اور آوازیں ایسی ہی درمند اُٹھیں)۔

خیر یہ تو روز کا معمول ہو گیا ہے۔ بس ہو یا انتظار گاہ، اسپتال ہو یا بل جمع کروانے کی طویل قطار، کہیں بھی دو آدمی مل جائیں۔ مہنگائی، معاشی پریشان موضوع سخن ہوتا ہے۔ کبھی غور کیا کہ ہم کتنی تیزی کے ساتھ فاقہ کشی، خود سوزی کی رسم کو عام کرنے کی جانب بڑھے چلے جارہے ہیں۔ انسان ان نامساعد حالات کی وجہ سے جرائم کی دنیا میں خود کو جھونکتا چلا جارہا ہے۔ ہمارے کتنے ہی پڑھے لکھے نوجوان کسم پرسی کی زندگی سے تنگ آکر موت کو گلے لگالیتے ہیں۔

دیکھیں گذشتہ سطور میں میں نے بھی یہی رونا رویا، یہی تبصرہ کیا۔ لیکن اس کے محرک اور اس کا حل کون تلاش کرے گا؟ میں آپ یا کوئی مریخ، پلوٹو، نیپچون سے کوئی مخلوق ہماری مدد کو اترے گی۔ نہیں نہیں یہ سب ہمیں خود ہی کرنا ہوگا۔

محترم قارئین: میں کوئی بہت بڑا معاشیات دان تو نہیں لیکن معاشرے کا فرد ہو۔ گردونواح کے حالات دیکھ رہا ہوں۔ عالمی دنیا پر بھی بتوسط میڈیا نظر جاتی ہے۔ کچھ حقائق ہیں جو آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔

معاشیات دان، اقتصادیات کے ماہرین کسبِ معاش کے متعلق کچھ اُصول وضع کرتے ہیں ۔جن میں کسب معاش کی راہ آسان، انسانی دسترس میں اور اس کے لیے نفع بخش ہے ۔وہ تین اصول ہیں۔ پہلا اصول: دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر اپنے لئے وسائل حاصل کرنا دوسرا اصول : ایسے طریقے اختیار کرنا جن میں اپنا بھی بھلا ہو، دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔ تجارت اِسی ذیل میں آتی ہے : تیسرا اصول :اگر فرد خود معقول آمدنی تک پہنچ گیا تو دوسروں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے کام کرے۔

جبکہ بات اسلام کی جائے جو کہ عالمگیر مذہب ہے کسی خاص فرد یا خطہ کے لیے نہیں تو اس کے زریں اصول تو اپنی مثال آپ ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے اسلام دنیا میں غالب تو آیا لیکن سرکش انسان نے اس نعمت کی قدر نہ کی میری مراد یہ ہے کہ جو مسلمان تھے ۔بعد میں آکر انھوں نے اسلامی قوانین سے کماحقہ فائدہ

نہیں اُٹھایا اور بیسا کھیوں کے عادی ہو گئے۔ دوسروں کے بنائے ہوئے ضابطوں کے مقلد ہو کر رہ گئے۔

مذکورہ اصولوں کی اسلام توثیق کرتا ہے۔ مگر انسانوں کی بد قسمتی سے ایک ایسا اصول دنیا میں رائج ہو کر فروغ پا گیا ہے، جو سراسر ظلم اور بے انصافی پر مبنی ہے۔ وہ ہے دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ چاہنا۔ اس اصول پر عمل کا دائرہ ہندوستانی گاؤں کے ایک سود خور مہاجن سے لے کر آج کی واحد بڑی عالمی طاقت امریکہ تک وسیع ہے۔ آج کے سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد یہی اصول ہے،۔بڑے بڑے مالی ادارے ، کمپنیاں اور بینک اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اس اصول کی ایک صورت تو وہ ہے جو چوری، ڈکیتی اور لوٹ مار کی شکل میں سامنے آئی ہے جسے ہر کوئی برا کہتا ہے، لیکن دوسری صورت یعنی مہاجن اور مالی اداروں کی لوٹ کھسوٹ کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ اور پوری دنیا اسے تسلیم کرتی ہے۔

جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون عام ہوتا چلا گیا۔

محترم قارئین :آپ پر ایک بات واضح کردوں کہ میری کوشش ہوتی ہے کہ جو بات بھی بیان کی جائے دیانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑوں ۔ کہیں عصبیت کا جن نہ بولے ۔بلکہ وہ بیان کروں جو سچ ہو کہ سچ ہی کو دوام ہے ۔ خیر آپ ذرا عالمی افق پر نظر دوڑائیں تو ایک ملک اس وقت پوری دنیا کے لیے کباب میں ہڈی بن کر رہ

گیا ہے۔ کسی ملک کی امن و سلامتی کی بات ہو یا عالمی منڈی میں تجارت کا مسئلہ ہو۔ بن بلائے مہمان کی طرح بے باک، مسلم دشمن، پر تشدد ملک امریکہ پوری دنیا پر معاشی بحران پیدا کر کے راج کرنا چاہتا ہے۔ جو اپنے مالی اداروں کے ذریعے دنیا بھر کو سودی نظام میں جکڑنے کے ساتھ دوسرے ملکوں کے قدرتی وسائل پر قبضہ بھی کرتا ہے۔ عراق اس کی بدترین مثال ہے۔ مختلف بہانوں سے اس نے اس ملک کو تباہ کر کے وہاں کے عوام کو کنگال کر دیا اور ان کے تیل کی دولت پر قبضہ کر کے اپنے عوام کو مزید خوشحال بنا دیا۔ آج کسب معاش کے اس طریقے کو برا سب کہتے ہیں لیکن اس کے خلاف آواز اٹھانے اور منظم ہونے کی ہمت دنیا میں نہیں ہے۔ آج کی عالمی کساد بازاری کا واحد سبب سودی نظام ہی ہے اگرچہ دنیا اس کا ادراک نہیں کر پائی ہے۔ اگر ادراک کسی درجے میں ہو بھی تو اعتراف کی جرات نہیں ہے۔ بلکہ سرمایہ دارانہ نظام اور سودی معیشت کے بانیوں کی کوشش یہ ہے کہ دنیا اسی میں جکڑی رہے۔ اس سے باہر نہ نکلنے پائے۔ ! نومبر کو واشنگٹن میں جی، کی سربراہ کانفرنس میں، جس میں کہ ہندوستانی وزیر اعظم بھی شریک ہوئے تھے، امریکی صدر بش نے کسی تیسرے متبادل کے امکان کو خارج کر دیا تھا اور کہا تھا کہ دنیا کو موجودہ مالی بحران کا حل موجودہ معاشی نظام ہی کے دائرے میں رہ کر تلاش کرنا ہوگا۔ لہجے سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ بش کو کسی تیسرے متبادل کا خوف لاحق ہے۔

غور طلب بات :

موجودہ بحران کا سرسری حل یہ بتایا کہ خود غرضی، سود اور جوئے کو ترک کردیا جائے۔ مگر ظاہر ہے کہ دنیا کے لئے اسے قبول کرنا آسان نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ بلکہ موجودہ نظام کے بانیوں کے لئے تو یہ تجویز نیوکلیئر بم سے کم نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بات پسند سبھی کو آئی لیکن ایک صاحب چاہتے تھے کہ اس قسم کی باتیں ہم مسلمان، اسلام کا نام لئے بغیر کہیں۔ ان کا جذبہ نیک تھا نیت بھی صاف تھی۔ ان کی تجویز کو حکمت بھی کہا جاسکتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس صورت میں تجویز کے پیچھے قوت نافذہ کا فقدان ہے۔ محض اخلاقاً انسانی ہمدردی ایک جگہ جاکر رُک جاتی ہے۔ جب کہ قوتِ نافذہ ایسی کسی بھی تجویز کو کارگر بنادیتی ہے۔ یہ قوتِ نافذہ قانون کے پاس بھی نہیں ہے اگر وہ ملکی یا بین الاقوامی سطح پر وضع بھی ہوجائے۔ اس تجویز کو عقیدے کی قوت ہی روبہ عمل لاسکتی ہے اور عقیدے کی یہ قوت اسلام کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ ایمان یعنی توحید، رسالت اور آخرت اور پھر اس کے تقاضوں کی تکمیل ہی وہ قوت ہے جو کسی قانون کے خوف کے بغیر انسان کو اپنے آپ اندر سے اس کے لئے تیار کرتی ہے کہ غلط کاموں سے باز رہے۔ لیکن انسانیت کا المیہ یہ ہے کہ جن کے پاس یہ عقیدہ ہے وہ خود بے عمل ہیں۔ وہ سستی و کاہلی کا شکار ہیں، خوابِ غفلت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ بے حسی و مفاد پرستی ان میں اس قدر عام ہوتی چلی جارہی ہے کہ ایک طرف ایک بھائی دولت کے جاہ وحشمت کے نظارے کروا کرو دل

و دماغوں کو خود سے مانوس کر رہا ہے۔ دنیا کی محبت ، دنیا والوں سے نفع کے لالچ میں پانی کی طرح دولت بہادے گا لیکن اپنے سفید پوش بھائی پر خرچ کرنے میں عار محسوس کرتا ہے۔

قارئین : میں آپ سے اک بات عرض کروں۔ آپ جتنے احباب تک میری آواز پہنچ رہی ہے۔ میرے بھائیوں، بہنوں، میرے بزرگو: جو ماضی میں اچھا کیا، برا کیا۔ اس سے تائب ہو کرنئے عزم کے ساتھ عہد کر لیجیے کے ہم اپنے عزیز اقربا میں کسی بھی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیں گے۔ جتنی طاقت و قدرت ہوگی اس کی مدد کریں گے۔ آپ ذرا پاؤں سے ننگے اس بچے کے بارے میں وسوچیے ، جو میلے کچیلے کپڑوں میں گھوم رہا ہے۔ جن ننھے ہاتھوں میں قلم ہونا تھا کہیں پانا ، کہیں کچرا جمع کرنے کے لیے تھیلا، کہیں بھیک والا کشکول ، آہ : ہمارے گرد بلک بلک کر ہمارا بھائی سفید پوشی ، تنگدستی کے باعث رو رہا ہوتا ہے۔ بھوک و پیاس ، غم و ملال اسے مرجھائے ہوئے چہرے سے عیاں ہوتا ہے۔ لیکن کبھی اس دل میں خیال تک نہ پیدا ہوا کہ یہ بھی ہمارے ہیں۔ اک لمحے کے لیے سوچیے اگر ہم اس مقام پر ہوتے تو ہمارے کرب کا عالم کیا ہوتا۔ دیر نہ کیجیے !اس سے قبل کے سانس کا دھاگہ ٹوٹ جائے ۔خدمت انسانیت کے لیے پہلا قدم اُٹھائیے۔

طالب دعا:
ڈاکٹر ظہور احمد دانش
چیرمین: ورلڈ اسلامک ریوولیوشن

اتنے ذہین لوگ

ذہانت ذکاوت اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمت ہے۔ سیر و تواریخ کی کتب کا مطالعہ کریں تو ذہین فطین لوگوں کے قصص پڑھ کر عقل حیران و خیرہ رہ جاتی ہے۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے حلقہ احباب میں چند چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی گفتگو سے علم ودانش کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ وہ جب کوئی بات کرتے ہیں تو بندہ انگشت بدنداں ہوجاتاہے۔ ہیں ؟کیا ؟اچھا؟ بے اختیار الفاظ نکلتے ہیں۔ آج میں آپ کے لیے ایک قصہ لے کر آیا ہوں۔ جس سے قران وسعت کا باخوبی اندازہ ہوجایئگا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کچھ لوگ آٹے اور گھی کا حلوہ کھانے کیلئے جمع ہوئے۔ ایک شخص نے لقمہ اٹھا کر گھی میں ڈالا اور یہ آیت پڑھی: فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ترجمہ کنزالایمان: تو اوندھا دیئے گئے جہنّم میں وہ اور سب گمراہ (پارہ۲۶،الشعرائ،آیت ۱۴)اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے نے کہا: اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ترجمہ کنزالایمان: جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینکنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے (پارہ۲۹،الملک،آیت ۷) اور گھی اپنی طرف سرکا لیا۔ تیسرے نے کہا: وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ترجمہ کنزالایمان: اور کتنے

کنویں بیکار پڑے اور کتنے محل گچ کئے ہوئے (پارہ ۱۷، الحج، آیت ۴۵) یہ کہتے ہوئے گھی اپنے پاس کرلیا۔ چوتھا بولا: اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ترجمہ کنزالایمان: کیا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بیشک یہ تم نے بری بات کی (پارہ ۱۵ الکھف، آیت ۷۱) اور گھی اپنے قریب کرلیا۔ پانچویں نے کہا: نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ ترجمہ کنزالایمان: ہم پانی بھیجتے ہیں خشک زمین کی طرف پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں (پارہ ۲۱، السجدۃ، آیت ۲۷) یہ کہہ کر گھی اپنی طرف سرکالیا۔ چھٹا بولا: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ترجمہ کنزالایمان: ان میں دو چشمے بہتے ہیں (پارہ ۲۷، الرحمٰن، آیت ۵۰) یہ کہہ کر گھی قریب کرلیا۔ ساتواں گویا ہوا: فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ترجمہ کنزالایمان: ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے (پارہ ۲۷، الرحمٰن، آیت ۵۰) اور گھی اپنے پاس کرلیا۔ آٹھواں بولا: فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ترجمہ کنزالایمان: اور زمین چشمے کرکے بہا دی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدّر تھی (پارہ ۲۷، القمر، آیت ۲۲) اور گھی اپنی پاس کھسکا لیا۔ نویں نے کہا: فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ ترجمہ کنزالایمان: پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں (پارہ ۲۲، فاطر، آیت ۹) اور گھی اپنے پاس کرلیا۔ دسواں بولا: وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ ترجمہ کنزالایمان: اور حکم فرمایا

گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا (پارہ ۱۲ ھود، آیت ۴۴) یہ کہتے ہوئے گھی کو بقیہ حلوے میں ملایا اور سارا لے لیا۔ (کتاب، الاذکیاء ص ۲۶۶)۔

محترم قارئین: یہاں ایک بات کا وہم کا سدباب کرتا چلوں کہ قران معاذ اللہ عزوجل کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جو آپ کے من میں آئے اس اعتبار سے آپ تشریحات و مفاہم کی تشہیر کرتے پھریں بلکہ قران مجید ایک عظیم کتاب ہے۔اس کا پیغام ہر خاص وعام کہ لیے ہے۔قران فہمی کے لیے صرف و نحو، علم البلاغہ وغیرہ جیسے علوم سے بھی شناسائی ضروری ہے۔یہ واقعہ میں نے اس لیے نقل کیا ہے کہ جنھوں نے قران سے رشتہ مضبوط کیا۔قران کو سمجھنے کی کوشش کی قران نے اس کے لیے حصولِ علم آسان فرمادیا۔ نیز یہ کہ قران مجید کی بہترین وضاحت پیارے آقا علیہ السلام کی احادیث مبارکہ ہیں۔اللہ عزوجل ہمیں قران مجید سے اکتسابِ فیض کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

دیوانے کی پکار

الحمد للہ عزوجل : میں اپنی قسمت پر رشک کرتا ہوں ۔ پوچھیں وہ کیوں ؟ تو جواب بھی سن لیجیے کہ میں مسلمان ہوں ۔ میں حق کو تسلیم اور ناحق کی تردید کرنے والا ہوں ۔ میرے حصّہ میں ایک اور عظیم نعمت آئی وہ محبت رسول کی ۔ کہ جس پر میں سینہ کشادہ کرکے اللہ کی زمین پر چلتا ہوں ۔ اے زمین اگر تجھے اس بات پر ناز ہے کہ تجھ پر میری آنکھوں کی ٹھنڈک ، میری زندگی کا حاصل ، میری کامیابیوں کی معراج ، میرے پیارے نبیؐ تشریف لائے تجھے شرف بخشا، تیری وقعت میں اضافہ ہوا۔ تو یاد رکھ ! ! میں بھی تہی دامن نہیں رہا۔ میرے دل کی زمین پر بھی میرے نبیؐ کی محبت کے غنچے کھلتے ہیں جن کی مہک میری دل ودماغ کو فرحت بخشتی ہے ۔

محترم قارئین : نہ جانے جب میں نبی اکرم شفیع امم رسول محتشم نبی مکرم اللہ کے پیارے امت کے سہارے رب کے محبوب دانائے غیوب مالک رکاب امم فخر عرب و عجم والی کون و مکاں سیاح لامکاں سید انس و جان سرور لالہ روخاں نیر تاباں سر نشین محو شاں ماہ خوباں شہنشاہ حسینا تتیمہ دوراں سد خیر ذہرا جمالہ جلوائے صبح ازل نور ذات لم یزل باعث تکوین عالم فخر ادم و بنی ادم نیر بطحہ پاسدار ما اوحیٰ شاہد ماطغیٰ صاحب الم نشرح معصوم آمنہ ، احمد مجتبی محمد

مصطفیؐ کا ذکر کرتا ہوں۔فرط جذبات سے میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں ۔ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالی عنہم کی آنکھوں کی عظمت و برتری پر رشک آتا ہے ۔ کتنی پیاری آنکھیں ہیں جنھوں نے چہرہ ئ والضحی کے جلوے لوٹے ۔آہ !اے کاش ۔مجھ سیاہ عصیاں شعار پر بھی کرم ہو جائے ۔اک جلوہ جاناں ،اک جلوہ ئ رخ زیبا نصیب، ہو جائے ۔

افسوس :تف ہے ان بد نصیبوں پر ۔جنھوں نے میرے نبیؐ کی شان میں گستاخیاں کیں ۔اعتراضات کے دروازے کھولے ۔ان بڑے فتنوں میں ایک بڑا فتنہ فتنہ قادیانیت بھی ہے ۔جس نے خاموش زہر کی طرح کام کیا اور ناسور بنتا چلا گیا۔

محترم قارئین: عشقِ مصطفیؐ پر میری جان جاتی ہے تو جائے ، میرا مال جاتا ہے تو جائے ۔لیکن میں یہ کبھی گوارا نہیں کروں گا کہ اس کے خلاف سازش ہو میری نبیؐ کی بے عیب ذات پر شب خون مارا جائے اور میں چپ سادھ لوں ممکن نہیں ۔ ختم نبوت ہمارا عقیدہ ہے ۔میں دیکھ رہا ہوں کے کچھ ناپاک عزائم رکھنے والے ختم نبوت کے عقیدہ کے متعلق شاکی ہیں ۔میں لکھنے اور بولنے پر قدرت رکھتا ہوں ۔چنانچہ اس حق و سچ کو آپ تک پہنچا رہا ہوں ۔

آپ قران کو الہامی کتاب مانتے ہیں ۔لاریب کتاب مانتے ہیں ۔تو پھر آئیں میں

اسی عظیم کتاب سے پوچھ کر آپ کو بتاتا ہوں کہ ختم نبوت کی حقیقت کیا ہے؟ اے قرآن میں تجھ سے بہت پیار کرتا ہوں، تجھے سینے سے لگاتا ہوں۔ تجھے جزدان میں رکھتا ہوں، وضو کرکے تجھے چھوتا ہوں۔ مجھے عقیدہ ختم نبوت بتادے، سمجھ دے۔

ختم نبوت پر قرآنی آیات

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا

یعنی محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (احزاب: ۴۰)۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مُنہ بولا بیٹا سمجھ کر زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے مُنہ بولا بیٹا بنانے سے منع فرما دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ یعنی اللہ نے تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے مُنہ کی باتیں ہیں۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ یعنی انہیں ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو (احزاب: ۴، ۵)۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اس مسئلے کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح فرمائیں۔ اس نکاح کا ذکر زَوَّجْنٰکَهَا (احزاب: ۳۷) میں موجود ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت ختمِ نبوت نازل ہوئی۔

اس آیت کے چار حصے ہیں۔ (۱)۔ محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں۔ (۲)۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (۳)۔ وہ آخری نبی ہیں۔ (۴)۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

پہلے حصے میں حضرت زید والے مسئلے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا نبی ہُوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ اکے کسی بیٹے کو جوانی تک نہیں پہنچایاتا کہ آپ اکے بعد اجرائے نبوت کے وہم کی بھی نفی ہو جائے اور مُنہ بولے بیٹے سے بھی اجرائے نبوت کی غلط فہمی جنم نہ لے سکے۔

حدیث شریف میں یہاں تک وضاحت موجود ہے کہ حضرت ابنِ ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَوْ قُضِیَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدًا نَبِیٌّ عَاشَ اِبْنُہ، وَلٰکِنْ لَانَبِیَ

بَعْدَہ، یعنی اگر محمدِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی آنا ہوتا تو آپ اکے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۴)۔

محترم قارئین: ختمِ نبوت کے متعلق نبی کریم کیا فرماتے ہیں؟

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا ذَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْا حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰، المستند صفحہ ۶)۔

ترجمہ:۔ بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی بیعت نبھاؤ بس پہلے کی بیعت نبھاؤ۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔

اس حدیث میں ختمِ نبوت کی وضاحت چار طرح سے کر دی گئی ہے۔

۱) بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لا

نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ فرمائے گئے۔اس سے ظِل اور بروز وغیرہ کی جڑ کٹ گئی۔

۲) کثرت سے خلفاء کا ہونا بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء) نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آ چکے ہوتے۔

۳) ''پہلے خلیفہ کی بیعت نبھانے'' کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا) زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

۳) ''تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ) لے گا''۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہو گا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِّنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ہٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین وجمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آکر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں

۔

سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷)۔

ترجمہ:۔ میری اُمت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے، ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۲، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۶، المستند صفحہ ۷)۔

ترجمہ:۔ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں (یعنی میرے اور قیامت

کے درمیان کوئی نبی نہیں)۔

مشکوۃ صفحہ ۵۶۳ ، المستند صفحہ ۲۹)۔

محترم قارئین: دعوی کرنا بہت آسان لیکن اپنے دعوے کو ثابت کرنا اور اس پر قائم رہنا مشکل کام ہے۔ مجھ دیوانے کو جب بھی مشکل پیش آتی ہے۔ میں قران سے حدیث سے ،اجماع سے اپنے مسئلہ کا حل تلاش کرتا ہوں۔ کبھی مایوسی نہیں ہوتی۔ میں، اپنے نبیؐ سے اپنی مال ،اولاد ،جان سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔ کیوں کہ مجھے جو بھی ملا۔اس ہستی کے وسیلہ سے ملا۔ بعض لوگ مجھے میری باتوں اور میری تحریروں پر مجھے دیوانہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ،ڈاکٹر کا صوفی ازم سے کیا تعلق ؟کیا مستانوں والی حرکتیں کرتے ہو۔ میرا ایک ہی جواب ہوتا ہے۔ مجھے کچھ نہیں پتا بس مجھے ایسا ہی رہنے دو۔ مجھے اپنے رب اور رب کے محبوب سے جنون کی حدتک پیار ہے۔اگر یہ پیار مجھے دیوانہ مستانہ کہلواتا ہے تو میں اسے اپنے لیے سعادت جانتا ہوں۔اللہ کرے ہمیں محبت، خداو محبوب خدا کی دیوانگی نصیب ہوجائے۔

مرد اور عورت

معاشرے کے دو اہم ستون جن پر معاشرے کی افزائش و بقاء ہے۔ مرد اور عورت ۔آج میں نے سوچا کیوں نہ قران کی طب کے متعلق عطا کردہ معلومات سے اکتسابِ فیض کیا جائے۔چنانچہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ یعنی انسان کو چاہیے کہ غور کرے، وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو کمر اور چھاتیوں سے نکلتا ہے (الطارق : ۵تا۷) ۔اس آیت میں کمر سے نکلنے والے پانی سے مراد مرد کی منی ہے جس کا خزانہ مرد کی کمر میں ہوتا ہے اور چھاتیوں سے نکلنے والے پانی سے مراد عورت کی منی ہے جس کا خزانہ عورت کی چھاتیوں میں ہوتا ہے۔ بچے کی تخلیق میں مرد اور عورت کی نکلنے والی ساری کی ساری منی استعمال نہیں ہوتی بلکہ مرد کا صرف ایک جرثومہ عورت کے صرف ایک جرثومے میں پیوست اور مخلوط ہو کر بچے کی بنیاد رکھتا ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے: اِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ یعنی ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا ہے الانسان : ۲)۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ كُلِّ الْمَاءِ

يَكُوْنُ الْوَلَدُ یعنی بچے کی پیدائش پر سارے کا سارا پانی استعمال نہیں ہوتا (مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۶۴)۔ گویا محض ایک نطفے یا جرثومے سے بچے کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید وضاحت فرمائی ہے کہ: اِنَّ مَآءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ وَمَآءَ الْمَرْاَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ فَمِنْ اَيِّهِمَا عَلَا اَوْسَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبْهُ یعنی مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے جب کہ عورت کا پانی پتلا اور پیلا ہوتا ہے ان میں جو پانی غالب آ جائے یا سبقت لے جائے، بچے کی شکل و شباہت اسی پر جاتی ہے (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۵)۔

اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: (Process) اللہ کریم نے تخلیقِ انسانی کا مکمل ضابطہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ یعنی بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے ایک نطفے کی شکل میں محفوظ مقام

میں رکھا، پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو چبائے ہوئے نوالے کی طرح کی بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس گوشت سے ہڈیاں پید اکیں۔ بالآخر ہم نے اُس کو ایک نئ مخلوق کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ پس اللہ بہت ہی برکت والا ہے جو بہترین خالق ہے (المومنون : ۱۲تا۱۴) ۔

اس آیت شریفہ میں رحم مادر کے اندر بچے کے مدارج بیان ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے پانی یا نطفہ ہوتا ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد یہ نطفہ سخت ہو کر جم جاتا ہے جسے علقہ کہا جاتا ہے۔ علق سے مراد لٹکی ہوئی یا معلّق چیز ہے جو نہ پانی ہے اور نہ گوشت۔ بلکہ پانی اور گوشت کے درمیان معلّق ہونے کی وجہ سے علقہ کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد یہ علقہ مزید سخت ہو کر باقاعدہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے جسے مضغہ کا نام دیا گیا ہے۔ عربی زبان میں مضغہ کا لفظی معنی ہے چبایا ہوا نوالہ۔ جب نوالے کو چبا کر اکٹھا کر دیا جائے اور پھر اس پر دانتوں کے نشانات باقی ہوں تو اسے عربی میں مضغہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس مضغہ میں مزید سختی آتی ہے اور وہ ہڈی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس ہڈی پر گوشت اور چمڑا چڑھا دیا جاتا ہے۔

محترم قارئین : دیکھا آپ نے کہ قران و حدیث نے کتنے خوبصورت پیرائے میں علم الابدان کے اس گوشے کو بیان کیا۔ اللہ عزوجل ہمیں فہم دین کی نعمت سے بہرہ مند

فرمائے۔ آمین

بے اولاد کیوں ؟

آپ ذرا غور کیجیے گا۔اس دنیا میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔اگر اس کی افزائش ہی بند ہو جائے تو دنیا میں کون ہوتا اور کیا کرتا۔خیر یہ ہر شخص تہہ دل سے مانتا ہے کہ اولاد خدا کی ایک نعمت ہے۔

بحیثیت جو چیزیں میرے مطالعہ اور معلومات سے گزریں انھیں آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں ۔بے اولادی ہمارے معاشرے کا ایک عام مسئلہ ہے جس کی وجہ سے شادی شدہ جوڑا ذہنی اذیت، ڈپریشن اور اموشنل پریشر کا شکار ہو جاتا ہے۔

مگر اس کا علاج ممکن ہے۔ کونسلنگ، ادویات اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے اولاد جیسی نعمت حاصل کی جا سکتی ہے۔ شادی شدہ جوڑے کو اولاد نہ ہونے پر گائناکولوجسٹ سے رجوع کرنا چاہیے۔

ایک بات ذہن نشین کر لیجیے کا جو کہ سراسر غلطی فہمی ہے وہ یہ کہ ہم جب ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو اسے اپنے مرض کے متعلق مکمل علامات سے اگاہ نہیں

کرتے ، تشنہ بھر اور ادھوری معلومات کی روشنی میں ڈاکٹر ٹھیک طریقہ سے ٹریٹ نہیں کرپاتا نتیجہ منفی میں ۔مجھے ایک مقولہ یاد آگیا کہ ڈاکٹر اور وکیل سے کبھی کچھ مخفی نہ رکھنا کہ تمہاری غلط بیانی وکیل کے ذریعے تمہیں تختہ دار اور ڈاکٹر کے ذریعے تمہیں میوہ شاہ، قبرستان ،یا میانی قبرستان پہنچادے گی۔دیکھیں ڈاکٹر بھی انسان ہوتا ہے۔آپ کے دل میں کیا ہے ؟آپ کیا محسوس کر رہے ہیں ؟اس کے پاسہ علم غیب نہیں کہ وہ سب کچھ بتادے وہ آپ کی بتائی ہوئی معلومات کی روشنی میں ہسٹری لیکر اس پر کام کرتا ہے ۔لہٰذا ڈاکٹر سے مکمل بات کریں

بے اولاد رہنے کی بہت سے وجوہات ہیں جن میں اہم چیدہ چیدہ آپ کو بتاتا چلوں ۔

خواتین میں اس کا بڑا مسئلہ ہارمونز ڈسٹرب ہونا، چربی (Infertility) بے اولادی کی زیادتی وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔خواتین میں عموماً 35 سال کے بعد ماں بننے کی کم Sperms کی بڑی وجہ (Infertility) صلاحیت کم ہونے لگتی ہے۔مردوں میں ہوتے ہیں۔

ماحولیاتی دباؤ ،پان ،گٹکا، چھالیہ، سگریٹ نوشی، شیشہ وغیرہ لینے سے اُن

فلٹر نیکوٹین جاتا ہے جو نقصان دہ ہے

شادی سے پہلے لڑکا اور لڑکی کی پری۔ میرج کونسلنگ ضروری ہے۔ دوائیوں، کونسلنگ کے بعد ٹیسٹ ٹیوب بے بی ایک کامیاب علاج ثابت ہوا ہے۔ آج کل بہت سے مسلم ممالک میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا رحجان بڑھ رہا ہے۔ میری معلومات کے مطابق بین الاقوامی تجزے کے مطابق 90% فیصد بے اولاد جوڑے جدید سائنسی طریقۂ علاج سے اولاد کی نعمت سے سرشار ہو سکتے ہیں۔

محترم قارئین: ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے اولاد کا حصول کے بارے میں شرعی رہنمائی علماء کرام سے ضرور حاصل کریں۔ تاکہ شرعی خطا سے محفوظ رہیں۔ اللہ عزوجل: جن کے دامن نعمت سے خالی ہیں انھیں ہرا بھرا فرما دے۔ نیک اور صالح اولاد سے بہرمند فرما۔ جن کی اولادیں ہیں انھیں علم دین کی سمجھ عطا فرما، عامل شریعت بنا۔ آمین

میں پیسے کمانے والی مشین بن گیا

مسائل ہیں ،پریشانیاں ہیں ، غربت بڑھتی چلی جارہی ہے ۔مجھے ایک دوست کا بتایا ہوا وہ واقعہ یاد آگیا بتارہے تھے کہ کسی کسی کی تحریر میں میں نے ایک دل کو ہلادینے والا واقعہ پڑھا اسلام آباد میں سفر کرتے ہوئے میرا گزر ایک چوراہے سے ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خاتون میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بچے کو زور زور سے پیٹ رہی ہے ۔اتنی بے دردی ،بچہ بے بس پرندے کی طرح تڑپ رہا تھا۔مجھ سے رہا نہ گیا۔میں نے اپنی گاڑی سڑک کے ایک طرف روکی ۔اتر کر اس خاتون کے پاس چلا گیا۔

خاتون؟کس سفاکی سے آپ اس ننھے سے بچے کو مار رہی ہیں ؟اچھا یہ تو بتائیں اس کا جرم کیا ہے ؟کیا غلطی کر دی اس نے ؟

خاتوں:پاغل دا پتر نہ ہووے تے ۔کل دوپہری روٹی کھدی تے ہن فرمنگاں ۔کتھوں دیاں روٹیاں ،آپ ٹڈے بچ مروڑ پہ پینے۔(یہ روٹی مانگ رہاہے۔کل اس نے روٹی کھائی تھی آج پھر روٹی مانگ رہاہے میں کہاں سے لاؤں ؟)

میں نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے توبہ کی ۔نہ جانے رونے کا ارادہ کرنے کے باوجود رو نہ سکا۔آنسو خشک ہوگئے۔سوچنے لگا کہ اس ملک کی بدحالی کا کیا

عالَم ہوگا جس کے دارالحکومت میں ۲۴ گھنٹے گزرنے کے بعد بھی ایک وقت کے ایک ہی روٹی مانگنا اتنا بڑا جرم ہے کہ مارپیٹ و زدوکوب کے صعوبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔

اے ایوانوں کے مزے لوٹنے والو! غریب کی غربت سے مزاح کرنے والے ،یاد رکھو! تمہارا انجام دوسروں کے لیے عبرت کی داستان ہوگا۔ابھی وقت ہے۔ان غریب نادار، غیور چہروں کے رونقوں کومت چھینو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری داستان تک نہ، ہو داستانوں میں۔

میں جناب یوسف رضا گیلانی ، صدرِ پاکستان آصف علی زرداری کو اک فکر دیتا ہوں ۔یاد رکھو! جس کریم رب نے آپ کو صاحبِ منصب بنایا ہے۔اسی رب نے قارون و ہامان کو تاریخ کا عبرتناک درس بنادیا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے قہر کی ،اس کے عتاب سے آپ کی آتی نسلیں بھی نہ بچ سکیں۔ہم لکھنے یا بولنے والے لوگ صرف کہہ سکتے ہیں ۔جہاد باالقلم ہمارا فریضہ ہے۔آپ سے میرا کوئی زمین کا تنازع نہیں ، کوئی لالچ و طمع نہیں ۔اختلاف ہے تو وہ صرف اور صرف رعایا کی حق تلفی ۔کیا معلوم کسی صاحب منصب کی نظر پڑھ ہی جائے میری غیور ، عظیم ،نڈر ، بے باک ،خودار عوام کی آواز مضبوط بلاک وایئنٹوں سے بنے مضبوط ایونوں تک پہنچ ہی جائے ۔سوچیے گا ضرور۔

محترم قارئین: مجھ سے کسی کا دکھ دیکھا نہیں جاتا۔ میں جب صبح آفس کے لیے نکلتا ہوں
رات کو واپس آتا ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے مجھے حالات نے پیسے کمانے والی مشین،
بنادیا ہے۔ وہ رشتوں کا پاس، وہ میل جول، سانجھی خوشیاں غمیاں، نہ جانے سب کہاں
چلا گیا کچھ پتا ہی نہیں۔ حالانکہ میں ایک متوسط طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ منوں وزن
اُٹھائے جھر جھری پڑے بوڑھوں کو دیکھتا ہوں تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ لیکن
محترم قارئین: یہی ٹھان لی ہے کہ جتنا میں کرسکتا ہوں اتنا کرتا ہوں۔
پیسے کمانے والی مشین کو فرصت ملے گی تو کچھ اور کریگی۔۔۔۔

دل جیتنے کا راز

انسان کتنا سرکش ہے یہ زمین کے ٹکڑوں پر لڑلڑ کر انسانیت سے وہ گھناؤنا مزاح کرتاہے کہ بس آنکھیں شرم سے جھک جائیں ۔امن کا ٹھیکیدار امریکہ و دیگر طاغوتی قوتیں اس وقت اس دنیا میں کرہئ ارض کے چپہ چپہ پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتی ہیں لیکن ان کم عقلوں کو کوئی یہ سمجھائے تم حکمرانی ، گیدڑ، چمگادڑ، تیتر بٹیریا پھر درندوں شیر ،چیتاوغیرہ پر کروگے ۔یہ کس کے حقوق کی جنگ لڑرہے ہو۔اگر جواب ملتاہے کہ انسانوں کے ۔تو یہ سراسر جھوٹ کے گاجر مولی کی طرح کٹتے انسانوں ، مظلوموں ،بے چاروں کے خون سے کھیل کر کس حق انسانیت کے علمبردار بنتے پھر رہے ہو۔

انسان تو تم سے متنفر ہیں وہ تم سے نفرت کرتے ہیں ۔کیا صرف زمینی رقبہ بڑھانے ،ذخائر میں اضافہ کرنے کے لیے یہ سب کچھ کررہے ہو تو تم سے بڑااحمق بھلا کون ہوسکتاہے ۔ان ذخائر ،ان اثاثوں کو کون استعمال کرے گاجب انسان ہی انسان کے مقابلہ میں کٹ کٹ کے مرجائے گا۔

آؤ!میں آج تمام دنیا کو یہ بتانا چاہتاہوں جہاں جہاں تک دین کے اس ادنی داعی کی دعوت پہنچ سکے ،کہ اگر کسی کو دیرپاکامیابی چاہیے تو وہ میرے پیارے

نبیؑ کی سیرت کا مطالعہ کرے اور اسے اپنی زندگی میں نافذ کر لے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے ارد گرد موجود تھے۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ ایک بھی بال گرے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں جائے مسلم ، المستند صفحہ ۹)۔)

عشاق جان لٹانے سے دریغ نہ کرتے ،دیوانے ، مستانوں نے حاصل زندگی اس ہستی کی اتباع کو جانا۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔کیا نبی کریمؐ اپنی افرادی قوت اور روحانی طاقت کے ذریعے زمین رقبہ زیادہ سے زیادہ فتح نہیں کر سکتے تھے۔لیکن حضورؐ نے مکاں نہیں مکیں فتح کیے۔ کیونکہ انسان کا انسان سے واسطہ ہے۔درندوں سے ، نباتات سے ،جمادات سے نہیں۔

اتنی ٹھاٹھ کے باوجود آپ نے کبھی خدائی دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہلانا پسند فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اس درخت سے کہو تمہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔ وہ درخت دائیں بائیں جھکا اور آگے پیچھے جھکا حتیٰ کہ اسکی جڑیں ٹوٹ گئیں۔ پھر زمین کو چیرتا ہوا، اپنی جڑیں گھسیٹتا ہوا، گرد اڑاتا ہوا آ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ ا کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ دیہاتی نے کہا اسے حکم دیں کہ اپنی جگہ پر واپس چلا جائے۔ وہ واپس چلا گیا، اپنی جڑیں گاڑ دیں اور سیدھا ہو گیا۔ دیہاتی نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیجئے میں آپکو سجدہ کروں۔ فرمایا اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس نے کہا چلیے مجھے اپنے ہاتھ اور پاؤں چومنے کی اجازت دیجئے۔ آپ انے اجازت دے دی (الشفاء، المستند صفحہ ۴۰۔۴۱)۔ یہ ہے ان کی عاجزی، بندگی اور حقیقت پسندی۔

محترم قارئین! یہ تہیہ کرلیں کے دلوں کو فتح کریں گئے۔ جب دلوں پر ہماری گرفت ہو گی تو ہم سے مانوس انسان ہماری بات کو ترجیح دینگے۔ اپنے کردار گفتار میں اس قدر اجلے ہو جاؤ کے کوئی ایک لمحہ کے لیے یہ گمان بھی نہ کرے کے فلاں ایسا قبیح کام کر سکتا ہے۔ یہ سب ہمیں محسنِ انسانیتؐ کی سیرت سے ملا۔ یہ سب جاننے کے باوجود خاموش !!!! نہیں نہیں ابھی ابھی صدقِ دل سے نیت کر لیجیے کہ ہم اپنی ذات سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گئے۔ چہ جائے کہ وہ کافر ہیں کیوں نہ ہو۔ بلکہ ہم کردار کہ کوہ ہمالیہ بن جائیں کہ اپنے

تو اپنے پرائے بھی کردار کی بلندی پر اش اش کر اُٹھیں۔

یہ پودے پھول اور کلیاں

کسی چیز کے متعلق فقط جان لینا یہ کوئی مشکل کام نہیں لیکن تحقیق کے مناہج سے گزر کر ،کھوچ وتلاش وبسیار کے بعد نتائج کا حصول یقینا ایک لائق تحسین امر ہے۔ جیسا کہ میں اپنے گزشتہ کالم میں بھی آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کرچکا ہوں کے مسلمانوں نے صرف مسجد و منبر تک ہی کام نہیں کیا بلکہ دیگر میدانوں کے ساتھ ساتھ سائنس کے میدان میں بھی اپنا لوہا منوایا۔آج جہاں دیگر شعبہ جات ہیں وہاں ایک شعبہ علم النباتات بھی یونیورسٹیز میں قائم ہے جس میں طلباء وطالبات ایم ایس سی کر رہے ہیں ۔مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی ہورہی ہے کہ اس شعبہ میں بھی اپنوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ۔ملاحظہ ہوں ۔

علمُ النباتاتاکے موضوع پر الدینوری (895ء) کی چھ جلدوں پر مشتمل کتابُ النبات' سائنسی دُنیا میں سب سے پہلا ضخیم اور جامع Encyclopaedia Botanica ہے۔ یہ مجموعہ اُس وقت تحریر کیا گیا جب یونانی کتب کا عربی ترجمہ بھی شروع نہیں ہوا تھا۔

ایک مغربی سائنسی مورخ Strassburg لکھتا ہے :

Anyhow it is astonishing enough that the entire botanical"

literature of

antiquity furnishes us only two parallels to our book (of Dinawari). How was it that the Muslim people could, during so early a period of its literacy life, attain the level of the people of such a genius as the Hellenic one, and even surpassed it in this respect."

(Zeitschrift fuer Assyriologie, Strassburg, vols. 25,44)

ترجمہ ’’الغرض یہ ایک اِنتہائی حیران کن بات ہے کہ زمانۂ قدیم میں لکھا جانے والا علمِ نباتات کا مواد ہمیں الدینوری کی کتاب جیسی صرف دو مثالیں پیش کرتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ اپنی تعلیمی زندگی کے اُس اِبتدائی دَور میں مسلمانوں نے قدیم یونان جیسے دانشور و محقق لوگوں کا درجہ حاصل کر لیا تھا بلکہ وہ اِس معاملے میں تو اُن سے بھی آگے نکل گئے تھے‘‘۔

پروفیسر آرنلڈ کے مطابق دُنیا بھر سے مسلمانوں کے مکہ و مدینہ کی طرف حج اور زیارت کے لئے سفر کرنے کے عمل نے biological science کو خاصی ترقی دی ہے۔ الغفیقی اور الادریسی نے اندلس (Spain) سے افریقہ تک سفر کر کے سینکڑوں پودوں کی نسبت معلومات جمع کیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ابنُ العوام نے 585 پودوں کے خواص و اَحوال پر مشتمل کتاب مرتب کی اور علمُ النباتات (botany) کو ترقی کی راہوں پر گامزن کیا۔

پروفیسر Hitti بیان کرتا ہے :

"In the field of natural history especially botany, pure and applied, as in that of astronomy and mathematics, the western Muslims (of Spain) enriched the world by their researches. They made accurate observations on the sexual difference (of various plants)."

(Ameer Ali, The Spirit of Islam. pp. 385-387)

ترجمہ : ’’قدرتی تاریخ کے میدان میں خاص طور پر خالص یا اطلاقی علم نباتات میں فلکیات اور ریاضیات کی طرح اندلس کے مغربی مسلمانوں نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ سے دُنیا کو مستفید کیا۔ اِسی طرح مختلف پودوں میں پائے جانے والے جنسی اِختلاف کے بارے میں اُن (ابو عبداللہ التمیمی اور ابو القاسم العراقی) کی تحقیقات بھی علمُ النباتات کی تاریخ کا نادِر سرمایہ ہیں‘‘۔

اِسلامی سپین کے فرمانروا عبدالرحمٰن اوّل نے قرطبہ (Cordoba) میں ایک زرعی تحقیقاتی اِدارے ’’حدیقہ نباتاتِ طبیہ‘‘ کی بنیاد رکھی، جس سے نہ صرف علمِ نباتات (botany) کو مستحکم بنیادوں پر اُستوار کرنے کے مواقع میسر آئے بلکہ علمُ الطب (medical sciences) میں بھی تحقیق کے دَر وَا ہوئے۔ چنانچہ اندلس کے ماہرینِ نباتات نے پودوں میں جنسی اِختلاف کی موجودگی کو بجا طور پر

دریافت کرلیا تھا۔اِس دریافت میں جہاں اُنہیں ''حدیقہ نباتاتِ طبیہ'' میں کی گئی تجربی تحقیقات نے مدد دی وہاں اللہ ربّ العزت کے فرمان ''خَلَقَ اللّٰہُ کُلّ شَیْئٍ زَوْجًا'' (اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو جوڑا جوڑا بنایا) نے بھی بنیادی رہنمائی عطا کی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز البکری نے 'کتاب اَعیان النبات و الشجریات الاندلسیہ' کے نام سے اندلس کے درختوں اور پودوں کے خواص مرتب کئے۔اشبیلیہ کے ماہرِ نباتات (botanist) ابنُ الرومیہ نے اندلس کے علاوہ افریقہ اور ایشیاکے بیشتر ممالک کی سیاحت کی اور اُس دوران ملنے والے پودوں اور جڑی بوٹیوں پر خالص نباتی نقطۂ نظر سے تحقیقات کیں۔اِس کے علاوہ ابنُ البیطار، شریف اِدریسی اور ابنِ بکلارش بھی اندلس کے معروف ماہرینِ نباتات میں سے ہیں۔

محترم قارئین :آپ کا ساتھ رہا تو میں آپ تک اماتادیاتااپنوں کے کارنامے پہنچاتارہوں گا۔مجھے تعصب پسند مسلمان نہ سمجھیے گا۔کہیں یہ وہم آپ کے دماغ میں جنم لے لے کہ جب بھی بات کرتاہے مسلمان ،قران ،اسلام ۔بس یہی رٹ لگائی ہوئی ہے ۔آپ میرے مقابلہ میں کسی غیر مذہب سے ملیں گئے تو وہ بھی اپنے مذہب کی بات کرے گا۔اپنوں کے کارنون کے گن گائے گا۔یہ اس کا حق ہے ۔اسلام کا سر فخر سے بلند کرنا یہ میرا حق ہے مجھے میرا کام کرنے دیجیے

گا۔جہاں مجھے خطا پر پائیں ضرور اصلاح کیجیے گا۔

باتیں کروڑوں کی دوکان پکوڑوں کی

یار یقین کرو کچھ سمجھ نہیں آتا جدھر دیکھو مسلمان پٹ رہا ہے۔پوری دنیا میں باقی سب چین سے بیٹھے ہیں مسلمان ہے کہ گاجر مولی کی طرح کٹ رہا ہے۔

دوسرا: دوست بس یہ دشمن کی چال ہے۔

پہلا دوست :یار یہ کیا بات ہوئی کہ یہ دشمن کی چال ہے۔یہ چالیں تم کیوں نہیں چل سکتے۔معاملہ یہ ہے کہ تم تنقید کے عادی ہوگئے ہو وہ اصلاح کے عادی ہوگئے ہیں وہ غلطیوں سے سیکھتے ہیں تم غلطیوں پر روتے ہو فرصت مل گئی تو فقط تبصروں پر اکتفاء کرتے ہو۔

محترم قارئین : یہ گفتگو جب سنی تو مجھے یوں لگا کہ پہلے دوست نے میرے منہ کی بات لے لی ہو۔ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ باتیں کروڑوں کی دکان پکوڑوں کی ۔خیر اس میں شک نہیں کہ قیامت کی نشانیوں کے بادل بدستور چھارہے ہیں بتدریج امت مسلمہ اپنے برے اعمال، باہمی اختلافات، عصری و دینی علوم کی روشنی سے

محرومی جیسے اسباب کی وجہ سے عالم کفر کے شکنجے میں پھنستی جا رہی ہے، اسلامی تاریخ کی سرگزشت کے افق پر چمکتا ہوا روشن پاسبان آج روحانی امراض کے باعث مغرب کی چوکھٹ پر سجدہ ریز عضو معطل ہے، چاند گرہن سے نہتے ستارے مظلومیت اور معصومیت کی دلیل لیکر فرمانبردار ہونے لگے، عالم دنیا میں جدھر نظر دوڑاو،ن مسلمان تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ کبھی غور کیا وجہ کیا ہے۔تو پھر دل تھام لیجیے : میرے تجربہ ، مطالعے اور مشاہدہ میں چند اسباب ملے جو کہ آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کرنا اپنی علمی ، معاشرتی ذمہ داری سمجھتا ہوں ۔

۔۔۔۔) تعلیم کو دو درجوں میں منقسم کرکے انسانوں کی درجہ بندی کردی ۔ایک دینی) تعلیم ،دوسری دنیاوی تعلیم ۔اب مسلمان ہونے کے باوجود دونوں درسگاہوں سے فاضل و فارغ کے اذہان یکسر مختلف ۔دینی روشنی سے محرومی کی بناء پر حرام و حلال کی تمیز ختم ہوتی چلی گئی۔

۔۔۔۔۔)۔اکائی ،اتحاد ،یکجہتی قوموں کی اساس ، قوموں کی بقاء ، قوموں کا ارتقاء ہوتا) ہے جبکہ ہم اگر انسان ہیں تو کونسے غریب امیر ، مسلمان ہیں تو کونسے ،دیوبندی ، وہابی ،بریلوی ، شیعہ کونسے ،اختلاف کا اک جہاں آباد کیے ہوئے ہیں ۔

۔۔۔۔) تیل کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں نے کم فہمی (
اور جدید تکنیکی مہارتوں سے محرومی کی بناء پر دشمن سے مدد لی دشمن نے اپنی مہارت
سے روزگار بھی حاصل کیا، اور ذخائر پر گرفت بھی مضبوط کر لی۔جب کاغذ کی حد تک
ہمارے ہیں لیکن حقیقی قبضہ اغیار، دشمن بد اطوار کا ہے۔ مسلمانوں کی حالت بتدریج گرتی
چلی جارہی ہے۔

۔۔۔۔)۔ منظم منصوبہ بندی کے بغیر درخشاں مستقبل میں قدم جمانے کیلئے ہر ایک نے (
اپنے دیس کو تاریکی کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔

۔۔۔۔) مسلمان ملک ہونے کے باوجود رابطہ ودفتری زبان غیر کی، قانون ضابطہ غیر کا (
۔اسلامی قانون آٹے میں نمک کے برابر نافذ۔

۔۔۔)میڈیا وار میں دشمن نے سب سے پہلے ہمارے اعصاب کو فتح کیا ہے کہ آج ہ (
اپنی ثقافت ہی کو بھول بیٹھے ہیں دوسروں کے طور طریقے کو اپنے لیے اعزاز سمجھ بیٹھے۔

۔۔۔۔جاہ و حشمت، مال و متاع، منصب و اقتدار کی ہوس نے ہمیں انسان کے درجہ ( )
سے اتار کر درندہ صفت کر دیا۔ہم بھائی بھائی کے دشمن ہو کر رہ گئے۔

۔۔۔)اپنی آرائش و آسائش کی خاطر ہم نے شاہانہ اقتدار کو طول دینے کیلئے ظالمانہ)
نظام کو دوام بخشنے کیلئے جبر کا سہارا لیا۔
۔۔۔۔)ماضی کے تاریخ ساز و انسانیت کے پاسبان ہستیوں کو پس پشت ڈال کر اپنوں)
سے دور ہو کر مفادات کی اس جنگ میں دشمنوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ کوئی بھی ذی
عقل اس امر کو درست تصور نہیں کر سکتا بلکہ یہ سراسر حماقت ہے۔تابناک ماضی پر
داغ دار حال سے وہ رنگ بھر دیا کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔
محترم قارئین اور نہ جانے کتنے ایسے نقائص ہیں جنھوں نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا کہ
آج ہم ایک کٹھپتلی کی طرح کام کرتے چلے جا رہے ہیں۔ سوچیے انجام کی طرف ورنہ
نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے مسلمانوں
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

اف !توبہ میری توبہ

اف : توبہ میری توبہ ۔میں جس اہم بات کو آپ کے مطالعہ کی نظر کرنے کے لیے حاضر ہوں ۔دل کانپ اُٹھتا ہے ،رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔کیسے بتاؤں ۔اف : توبہ میری توبہ ۔

حضرت سیدنا ابوالحجاج ثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :۔نبی اکرم ، شفیع امم، رسول محتشم ،نبی مکرم اللہ کے پیارے، امت کے سہارے ،رب کے محبوب ،دانائے غیوب، مالک رکاب امم ، فخر عرب و عجم والی کون و مکان ، سیاح لامکاں ، سید انس و جان، سرور لالہ روخاں، نیر تاباں سر نشین محوشاں ،ماہ خوباں ، شہنشاہ حسینا، تتمئ دوراں،جمالہ جلوائے صبح نے ارشادفرمایا۔'' جب میت کو قبر میں اتاردیا جاتا ہے تو قبر اس سے خطاب کرتی ہے اے آدمی ! تیرا ناس ہو تونے کس لیے مجھے بھلا رکھا تھا؟ کیا تجھے اتنا بھی پتا نہ تھا کہ میں فتنوں کا گھر ہوں؟تاریکی کا گھر ہوں؟ پھر تو کس بات پر مجھ پر اکڑا،اکڑا کرپھرتا تھا اگر وہ مردہ نیک بندے کا ہو تو ایک غیبی آواز قبر سے کہتی ہے۔اے قبر! یہ ان میں سے ہے جو نیکی کا حکم کرتے رہے اور برائی سے منع کرتے رہے تو پھر قبر کہتی ہے اگر یہ بات ہے تو میں اس کے لیے گلزار بن جاتی ہوں چنانچہ پھر اس شخص کا بدن نور میں تبدل ہو جاتا ہے اور اس کی روح رب العالمین جل جلالہ

کی بارگاہ کی طرف پرواز کرجاتی ہے۔''۔۔۔

محترم قارئین: اس حدیث پاک پر ذرا غور تو فرمایئے :۔ کہ جب بھی کوئی قبر میں جاتا ہے چاہے وہ نیک ہو یا بد اس کو قبر میں ڈرایا جاتا ہے۔وہاں نہ کسی صدر ،وزیر اعظم کسی ایم پی اے ، کسی ایم این اے ، کسی ایس پی ، کسی ڈی ایس پی کی پرچی نہیں چلے گئے، ۔اپنے اعمال کا ساتھ ہوگا۔آپ کی بلند کوٹھیاں، محلات، مکانات۔آپ کی دولت، آپ کا بینک بیلنس ،آپ کا وسیع کاروبار،آپ کے بڑے بڑے پلاٹ،آپ کے لہلہاتے کھیت اور خوشنما باغات یہ سب آپ کے ساتھ قبر میں نہیں آئیں گے۔۔۔۔ایک عاشقِ رسول نیک سیرت بزرگ حضرت سیدنا عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:'' جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا عمل آکر اس کی بائیں ران کو حرکت دیتا اور کہتا ہے میں تیرا عمل ہوں وہ مردہ پوچھتا ہے میرے بال بچے کہاں ہیں؟ میری نعمتیں، میری دولتیں کدھر ہیں؟ تو عمل کہتا ہے یہ سب تیرے پیچھے رہ گئے اور میرے سوا تیری قبر میں کوئی نہیں آیا''

آہ! چند گھنٹوں کی لوڈشیڈنگ ہوجائے تو سانس پھول جاتی ہے،دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوجاتی ہیں، پسینے پسینے ہوجاتے ہیں۔حشرات الارض میں سے کوئی کاٹ لے تو چیخیں نکل جاتی ہیں۔روٹی لینے تندور پر جاتے ہیں تندور کی تپش سے

بیزار ہو کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں ، سورج کی گرمی میں گھر سے باہر نکل جائیں تو حالت بری ہو جاتی ہے۔

کرتوت ہمارے ایسے کہ انسانیت بھی شرما جائے ۔ جھوٹ ،فریب ، دھوکہ دہی ، دل آزاری ، نفرتیں ، عداوتیں ، بغاوتیں ، رشوت ہم لیتے ہیں ، کمزور و لاچار دیکھ کر اس پر برس پڑتے ہیں ۔ نوکری کی لمبی لمبی قطاروں میں نہ جانے کتنے اہل قابلیت و استعداد رکھنے والے تپتی دھوم میں منتظر ہوتے ہیں ۔ لیکن نوکری کے لیے اولین دو شرائط سفارش اور پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے سوائے مایوسی کے اس بیچارے کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

محلوں میں بیٹھے ، بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھے قارون ، غریب عوام کا خون چوسنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ، اقربا پروری کا زہر پھیلتا چلا جارہا ہے ۔ میں بیسیوں ایسے نوجوانوں کو جانتا ہوں ۔ جنھوں نے سینکڑوں cv بنائی ، ڈاکومنٹ کاپی کروائے ، امتحان دیئے ، لیکن دھوکوں ، جھڑکوں کے سوا کچھ نہ ملا

میں ارباب اقتدار سے مخاطب ہوں کے کیا یہ بھول بیٹھے ہو کہ جس نے تمہیں یہ منصب دیا ہے وہ پل بھر میں تمہیں خس وخاشاک کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے ۔ کچھ حیا کرو، آخرت کے متعلق سوچ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تاریخ کی عبرتناک داستان بن جاؤ۔

محترم قارئین : میں لکھ جہاد کرنا جانتا ہوں ۔ میں لکھ رہا ہوں ۔ میری آواز جہاں جہاں تک پہنچ رہی ہے میرا پیغام جہاں جہاں تک پہنچ رہا ہے ۔آپ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ۔آپ کچھ کرنے سے پہلے اپنی عاقبت کے بارے میں ضرور سوچیں ۔اگر کوئی غلطی ہوئی تو صدقِ دل سے توبہ کرلیں اور یہ عزم کرلیں کہ آئندہ برائیوں سے بچتا رہوں گا۔توبہ میری توبہ

وہ زندگی کی بازی ہار گئی

تو پھر بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ اس تحریر کو پڑھیں ۔یہ لو۔ محترم کبھی کالم پر نظر تو کبھی دوسری ویب پر تو خاک سمجھ آئیگا۔آپ نے تو ابتداء ہی ناکامی سے کی ہے۔توجہ سے ۔

ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے ۔بھلا وہ بے وقوف ہی ہوگا جو ناکام ہونا چاہتا ہے ۔آپ واقعی ہی کامیاب ہونا چاہتے ہیں ؟تو بلند آواز (اتنی کے ارد گرد کے ماحول کے متاثر نہ کرے) سے کہیے ۔میں کامیاب ہونا چاہتا ہوں ۔

تو لیجیے اس کے لیے چند چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

کامیابی ہے کیا ؟

سب سے پہلے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کامیابی ہے کیا؟ہر شخص کے نزدیک کامیابی کے مختلف مفاہم ہیں ،اسے یوں سمجھ لیں کہ ایک جماعت کے بیس طلباء میں سے چند کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ٹاپ کریں ،ان میں کچھ کی خواہش ہوتی ہے کہ اچھے ،مناسب نمبر آجائیں جبکہ اک تعداد ہوتی ہے جس کی خواہش ہوتی ہے کہ یار پاس ہی ہو جائیں ۔دیکھا آپ نے کے زعم میں کامیابی کا معیار اور توقعات مختلفت ہیں ،کامیابی کا شعور یہ کہ آپ کو پتا ہو کامیابی ہے کیا؟ نیز وہ کون

سے راستے ہیں جن کے ذریعے آپ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں ۔

اپنی طلب کا ادراک کیا اچھا کیا برا؟

یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ کامیاب کہاں اور کیسے مل سکتی ہے ۔اس کا ادراک بھی کو کہ جسے کامیابی سمجھا جا رہا ہے یہ حقیقی ناکامی تو نہیں ،یعنی کایابی کی سمجھ کا ہونا بہت ضروری ہے۔

: کامیابی کی لگن

گھریں بیٹھے بیٹھے شیخ چلی کی طرح تو آپ ملک کے صدر و وزیراعظم بھی بن سکتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں بننے کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت ہوگی۔اک لمحہ کے لیے ہم یہ بات قبول کرلیتے ہیں کہ آپ کے عزم بہت بلند ہیں ،آپ عالم ، مفتی ، ڈاکٹر،انجینیر پائلٹ وغیرہ بننا چاہتے ہیں ،اپنی کامیابی کا تعین بھی کیا۔ سمجھا بھی ۔لیکن فقط سمجھنے پر، اکتفاء کیا تو شاید یہ سوچ سوچ ہی رہ جائے جب تک اسے عمل جامہ نہ پہنائیں گئے ۔لہٰذا کامیابی اسی وقت ممکن ہوگی جب آپ دیگر کے ساتھ ساتھ انتھک محنت ، کوشش، لگن سے ان راستوں کو طے نہیں کریں گئے ۔جن کے پار کامیابی آپ کی منتظر ہے ۔تو کیا خیال ہے کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو پھر ابھی سے مراحل در مراحل کوشش کریں ۔

محترم قارئین: آپ والد ہیں یا والدہ، آپ بہن ہیں یا بھائی، اساتذہ ہیں یا شاگرد آپ جو بھی ہیں ۔کامیاب ہونا آپ کا حق ہے ۔یہ حق اسی وقت ملے گا جب اس حق تک پہنچنے کے لوازمات پورے کیے جائیں گے۔ کافی پرانی بات ہے ایک مرتبہ مجھے کسی نے بتایا کہ آٹھویں جماعت کی طالبہ گھر سے خراماں خراماں رزلٹ کے لیے کالج گئ ۔اسکول میں جب ریپورٹ کارڈ ملیں تو دو سبجیٹ میں فیل ۔رپوٹ کارڈ پر جمی نظریں منجمد ہوگئیں دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوگئیں ۔گویا بہت بڑا جرم سرزد ہوگیا۔ جس کی پاداش میں، تختہ دار پر چڑھا دیا جائیگا۔ دوستوں نے پوچھا تو بلک بلک کر رونے لگی ۔دوستوں نے کسی نے حوصلہ دیا کسی نے طنز کیا۔ ملے جلے رجحان تھے ۔لیکن اس فیل ہونے والی نے دل ہی دل میں ٹھان لی تھی کہ میں اس اسکول کے امتحان میں فیل ہو گئ لیکن اپنے ارادے کے امتحان میں بہر صورت پاس ہونا ہے ۔وہ خاموشی سے سہیلیوں کے پاس سے اُٹھی ۔اسکول کے ان در و دیواروں کو حسرت بھری نظروں دیکھ کر باہر نکل گئ ۔ابکی بار اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے ۔شاید فیل ہونے کے بعد پاس ہونے کے عزم کے لیے ۔لیکن ایسا کچھ نہیں تو وہ فیل ہونے کو زندگی کا بہت بڑا کلنک جان کر، خوف و حراس کے گہرے بادلوں تلے بڑھی چلی جارہی تھی ۔آج نئ منزل اور نئے راستوں کا اس نے آغاز کرلیا تھا۔ وہ جس راستے سے گھر جاتی تھی گھر سے اسکول آتی تھی ۔وہ راستہ تو نہیں تھا۔ خیر وہ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد خاردار جھاڑیوں میں کسی فوجی کمانڈو کی طرح بڑھے چلے جارہی تھی ۔دوپہر گزری، شام گزر گئ، رات

گزر گئی ،اگلی صبح ہو گئی کچھ خبر نہیں ،سردیوں کی سخت راتیں جو ختم ہی نہ ہوں۔

دوسرے دن کسی جھاڑیاں کاٹنے والے کی نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ دو گز کے فاصلے پر سفید اسکول یونیفارم میں ایک ننھی سے دنیا و مافیہا سے مستغنی بے سود پڑی ہے۔چونک گیا۔قریب جا کر جب ہاتھ لگا کر اُٹھانے کی کوشش کی تو وہ اسکول کے امتحان کے ساتھ زندگی کا امتحان بھی ہار چکی تھی البتہ خوف ،انا ، نفرتوں کے دیس میں پلنے والی البتہ اپنے ارادے میں پاس ہو گئی۔

محترم قارئین: جانتے ہیں یہ سب کیوں ہوا؟ وہ اس لیے کہ اس کا پہلا جرم وہ بیٹی تھی اسے سننے کو ملتا تھا۔نکمّی ،فلانی ،اب کی بار اچھے نمبر نہ آئے تو تجھے گھر میں نہیں رکھوں گی۔تیری شادی کرکے ایسے کو دونگی لگ پتا جائیگا۔تو مصیبت ہے مصیبت ۔اس عظیم کام میں باپ نے اپنا حصہ رقم کروایا۔پڑھنا ہے یا جھاڑو پوچا کرنا ہے۔بتا مجھے فیصلہ کرکے بتا۔اب کی بار تمہارے نمبر فلاں سے اچھے نہ آئے تو میرے گھر نہ آنا اپنا ٹھکانہ سوچ کے رکھنا۔ان حریص ،لالچی ،مفاد پرست ،رشتوں کے تاجر ،سوداگر والدین کی کارستانیوں نے اس ننھے دماغ کو مفلوج کر دیا، سوچ ،اعتماد دونوں ہی ختم ہو گئے تھے۔چنانچہ نتیجہ موت ،موت وہ موت جو ان والدین کو کبھی سکھ سے سونے نہیں

دے گی۔

محترم قارئین: میں نے کامیابی کے ٹاپک کو اسی لیے لکھا کہ خدا راہ بے جا توقع نہ وابستہ کیا کریں۔ والدین بنیں تاجر نہ بنیں کہ 500 سو روپیہ فیس جمع کروائی ہے تو اب اس کو وصول بھی کریں۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی غفلت کی وجہ سے آپ کی اولاد زوال پزیر ہوتی چلی جاتی ہے۔ آپ کا بے جا دبدبہ، ڈر خوف بچوں اور آپ کے درمیان اتنے فاصلے پیدا کر دیتا ہے کہ وہ ساری زندگی آپ سے دل کی بات تک نہیں کہتے۔ آپ والدین بنیں جو پیار بانٹیں، مالی بن جائیں، جو ننھے ننھے پودوں کو کتنے پیار سے پانی دیتا ہے گرد و نواح کے کچرے کو ہٹاتا ہے کتنے پیار سے کونپلوں کو دیکھتا ہے۔ فیل ہونا جرم نہیں۔ آپ فیل ہونے کے محرکات پر غور فرما کر اس کا ازالہ کریں۔ بجائے اس کے آپ اولاد پر طعن و تشنیع اور زور آزمائی شروع کر دیں۔ خدا راہ کامیابی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر جبر و تسلط سے کامیابی ملتی تو جیلوں میں موجود قیدی سب سے زیادہ کامیاب ہوتے۔

آئرلینڈ کی لڑکی

آئرلینڈ کی ایک نوجوان لڑکی اس کشمکش میں مبتلا رہی کہ آیا وہ اپنے محلے کے اس جوان سے شادی کرے یا نہ کرے جو اسے باب شادی کا پیغام دے رہا ہے۔اس کی عمر اب خاصی ہوچکی تھی لیکن محض قوتِ فیصلہ کی کمی کے باعث اب تک وہ اپنے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کر سکی تھی ۔یوں تو وہ خاتوں اس جوان کے عادات واطوار سے بہ خوبی واقف تھی کیوں کہ وہ ان کے پڑوس میں ہی رہتا تھا اس کی سہیلیاں بھی اسے اس کے لیے بے حد پسند کرتی تھیں ۔لیکن وہی قوتِ فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود اس معاملے میں اپنی زبان سے کچھ نہ کہہ سکتی تھی اس ذہنی کشمکش کی وجہ سے وہ اس قدر پریشان رہنے لگی کہ رفتہ رفتہ اعصابی امراض نے اس پر حملہ کردیا۔اس خاتون کی حالت دیکھ کر محلے کی بوڑھیوں نے مشورہ دیا کہ وہ اچھے نفسیاتی معالج کے پاس جاکر اسے اپنے حالات بتائے ورنہ اس کی صحت اور زیادہ خراب ہوجائے گی وہ خود تو کیا جاتی ایک روز اس کی سہیلیاں اسے زبردستی ایک ماہر نفسیات کے پاس لے گئیں اس نے اس کے تمام حالات کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے بعد بتایا کہ وہ دراصل اس نوجوان سے ملاقات کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا لاشعور اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے پچھلی زندگی کے حالات معلوم کرنے سے پتا چلا کہ اس کا باپ لڑکیوں کی آزادی کے سخت خلاف تھا وہ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو ایک جگہ

دیکھنا پسند نہ کرتا تھا ایک مرتبہ اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی نو عمر بیٹی اس کی باتیں نہ سن رہی ہوگی ،اپنی بیوی کو مخاطب کرکے کہا دیکھو میں اپنی بیٹی کو کبھی زیادہ آزاد نہ ہونے دوں گا۔جب کبھی ان آزاد خیال جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ بے ہودگیاں کرتے دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔،آئرش خاتون کی ماں نے کہاں کہ ایک نوجوان لڑکی کے لیے سب سے بہتر اور محفوظ جگہ اس کا گھر ہے میں بھی لڑکیوں کی اس آزادی کے سخت خلاف ہوں کہ وہ جائیں چاہیں اور جس کے ساتھ چاہیں آئیں جائیں۔چونکہ وہ مغربی معاشرے میں رہتی تھی اس نے پسند کرنے میں تو دیر نہیں لگائی لیکن اس کے شعور میں والدین کا خوف تھا۔جو اس کے اعتماد کو بڑھنے نہیں دے رہا تھا۔

یاد رکھیں : ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں کہ اعتماد کی کمی کی وجوہات میں سے اہم وجہ والدین اساتذہ کی ڈانٹ ،بڑے ہوکر بھی ان میں وہ کمی رہتی ہے۔چند چیزیں۔مشاہدات سے، سمجھ میں آتی ہیں۔جب محسوس کریں کہ کوئی فیصلہ نہیں کرپا رہے تو آپ اس فیصلے پر تحمل سے غور کریں جہاں جہاں نفع کی بات ہے اسے جہاں جہاں نقصان کا پہلو ہے وہاں نقصان کو دونوں کا باہم تقابل کرکے خود نتیجہ اخذ کریں۔یہ سوچ لیں کہ اس دنیا میں جو بھی کام کرنا ہوگا خود کرنا ہوگا کوئی غیبی طاقت نہیں آئیگی۔

اس دنیا میں کامیابی کا راز اعتماد میں پنہاں ہے آپ کے اندر جتنا قوتِ فیصلہ ہوگا اتنا آپ نئے عقدے کھولنے میں کامیاب ہونگے ۔اپنے اندر اعتماد پیدا کیجیے ۔ایک چھوٹا سا تجربہ آپ کو کرنے کے لیے کہہ دیتا ہوں جو سراسر میرے تجربہ کی روشنی میں ہے اور احباب سے بھی سن رکھا ہے ۔آپ ایک صفحہ لیں اس میں دو کالم بنائیں ایک میں اچھائی لکھیں ایک میں برائی ۔اچھائی والے کالم میں اپنی ایک ایک اچھائی جو آپ میں موجود ہے لکھیں جبکہ دوسرے کالم میں جو جو برائیاں آپ میں موجود ہیں انھیں لکھیں ۔جب آپ مطمئین ہوجائیں کہ اب بات مکمل ہو گئی ہے ۔پھر آپ تقابل کریں تو آپ حیران ہوجائیں گئے کہ آپ کے اندر بہت سی صلاحتیں آپ کے سامنے آجائیں گی۔اعتماد میں کمی کی بڑی وجوہات میں ایک بڑا مسئلہ اپنی چھپی صلاحیتوں کا ادراک نہ کرنا ہے ۔جس دن آپ جان گئے کہ آپ یہ کر سکتے ہیں جان لیں کہ آپ کا اعتماد بحال ہوتا چلا جائیگا۔محترم قارئین : میں دعوے سے کہتا ہوں آپ باصلاحیت ہیں اپنے آپ کو جاننے کی کوشش تو کریں ۔شاباش آپ کر سکتے ہیں وہ سب کچھ جو ایک انسان کے تحت قدرت ہے جی ہاں یہ سچ ہے ۔یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لیں ۔

معرفت کیا ہے؟

میں لفظ معرفت سنا کرتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہیں سے آواز سننے کو ملتی یہ معرفت کی باتیں ہیں، یہ سلوک کی باتیں ہیں ؟لیکن یہ سراغ نہ لگ سکا کہ یہ کس جڑی بوٹی کا نام ہے ۔جوں جوں بلوغت کی جانب پیش قدمی ہوئی دماغ کے بند دریچے بھی کھلنے لگے اہل علم کی معیت نصیب ہوئی تو پتا لگا کہ جسے میں .برس ہا.برس سے دواء یا جڑی بوٹی سمجھتا رہا وہ تو چیز ہی کچھ اور ہے۔ محترم قارئین : گزشتہ سے پیوستہ میں دیگر عنوانات پر قلم کشائی کرتا رہا۔ لیکن میرے دل سے اک آواز آئی کے اخلاص قبولیت کی کنجی ہے ۔ان پڑھنے والے اپنے پیاروں کو کچھ روحانیت، حقیقت و معرفت کے حوالے سے بھی بتادیا جائے کیا معلوم کس کا دل چوٹ کھا جائے اور وہ تائب ہو کر راہ عشق و محبت کا راہی بن جائے تو مجھے میرے، سوچنے ،،لکھنے کے پیسے وصول ہو جائیں گے ۔خیر میر بات اطناب کا شکار ہو گئی ۔کوشش کرتے ہیں پہچاننے کی ۔

یہ معرفت ہے کیا:

دراصل یہ ایک علم ہے یوں سمجھیں کہ علم باطن کی باریکیوں کو سمجھ لینا معرفت ہے۔

المعرفۃ والعرفان ادراک الشیئ بتفکر وتدبر لاثرہ وہواخص من

العلم ویضادہ الانکار یعنی کسی چیز کے نتیجے پر پہنچنے کے لے ے اس میں غور وفکر کر کے اس کا ادراک حاصل کرنا معرفت اور عرفان ہے اور یہ علم سے خاص ہے (یعنی ہر معرفت علم ہے اور ہر علم معرفت نہیں ہے) اور اس کی ضد انکار ہے (مفردات صفحہ ۳۴۳)۔ امام ابو القاسم قشیری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کی زبان میں معرفت علم کو کہتے ہیں لہذا ہر علم معرفت ہے اور ہر معرفت علم، اور ہر شخص جو عالم باللہ ہے وہ عارف باللہ بھی ہے۔ ہر عارف عالم بھی ہے، مگر صوفیاء کے نزدیک معرفت ایک ایسے شخص کی صفت ہے جو حق تعالیٰ کو اس کے اسماء اور صفات کے ساتھ پہچانے۔ اس کے بعد اللہ کے ساتھ تمام معاملات میں سچا اور اخلاص والا ہو۔ پھر اپنے ردی اخلاق اور آفاتِ نفس سے پاک ہو۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ایک طویل عرصہ کے لیے ٹھہرا رہے۔ اور وہ اپنے دل سے (اسی دروازے) پر معتکف رہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر اسے یہ خوش بختی حاصل ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنی توجہ دے گا۔ اور وہ اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے خلوص و صدقِ دل سے عمل پیرا ہو گا۔ اور اس سے خواطرِ نفس (نفسانی خیالات) پیش آنے بند ہو جائیں گے۔ اور وہ اپنے دل کے کسی ایسے خاطر (خیال) کی طرف توجہ نہ دے گا جو غیر اللہ کی طرف دعوت دے۔ چنانچہ جب بندہ مخلوق سے اجنبی ہو جائے اور آفاتِ نفس سے بری اور ساکنات اور ملاحظات سے پاک ہو جائے

اور راز میں وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ مناجات میں رہتا ہو اور ہر لحظہ اللہ کی طرف اس کا رجوع کرنا ثابت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ باتیں کرے، اس طرح کہ ان تمام تقدیروں کے ردو بدل کا راز جو اللہ تعالیٰ جاری کرتا ہے، وہ اسے بتا دے، تب جا کر بندہ عارف کہلاتا ہے اور اس کی حالت معرفت کہلاتی ہے۔ مختصر یہ کہ جس قدر انسان اپنے نفس سے بیگانہ بنے گا۔ اسی قدر اسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہو گی (رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۵۸)۔

محترم قارئین: کچھ پتا چلا کہ معرفت کیا ہے؟ کاش کے ہمیں اپنے رب کی خوب خوب پہچان نصیب ہو جائیں۔ چلیں مزید بھی اس پر اگلے کالم میں بات کریں گئے۔ کم ہو ستھرا ہو جو ہضم بھی ہو جائیں۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی بات کو اختصار پر باندھے رکھا۔ تاکہ وہ بات بیان کی جائے جو فہم میں بھی آئی اور قابل عمل بھی۔ اللہ عزوجل ہمیں معرفت و عرفاں کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ آئیں ہم ملک کر معرفت کے راستوں کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

کچھ کرلیں

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

ادارہ: میڈیا ریسرچ انسٹیٹیوٹ

جدید تحقیق

ہم صبح اُٹھتے ہیں تو اک نئی خبر ایک اک نیا واقعہ اک نئی تحقیق اک نئی ٹیکنالوجی کی باتیں سماعتوں سے ٹکراتی ہیں ۔حیران و ششدر رہ کر انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں ۔ہیں ؟نہیں یار ؟ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟وغیرہ ہماری گفتگو ہوتی ہے ۔جبکہ ترقی کرنے والے ملک ریسرچ میں مصروفِ عمل ہیں ۔ہم ہیں کہ جب دنیا اس ٹیکنالوجی کو استعمال کرکے پھینک دیتی ہے تو ہم درباری دربان کی طرح اسے تبرک سمجھ کر تھام لیتے ہیں۔دوستو!ہر کوئی اسی دوڑ میں ہے کہ نت نیا کرکے دکھائے ۔لیکن ہم ہیں کہ پرانے پر ہی متفق ہیں ۔غلطی سے لگتا ہے کسی نے ہماری قوم کو بتادیا تھا کہ old is goldلیکن افسوس وہ محاورے کو سمجھ نہیں سکے۔خیر انٹرنیٹ اور موبائل فون کی بدولت روابط آسان ہو گئے ہیں، لوگ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے پوری دنیا سے بات کر سکتے ہیں۔انفو کم کمیونیکیشن سروس جگہ بیٹھے بیٹھے پوری دنیا سے بات کر

سکتے

ہیں۔ انفو کمیو نیکیشن سروسز کی دنیا میں ٹیکنولوجی نے انقلاب برپا کر دیا ہے۔

وطن عزیز پاکستان نے بھی ٹیلی کوم کی دنیا میں ترقی کے بیشتر منازل طے کئے ہیں۔

پاکستان کی نوجوان نسل ٹیکنولوجی میں خاصی دلچسپی لیتی ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں انٹرنیٹ اور موبائل فون صارفین کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں انٹرنیٹ صارفین کی تعداد ایک کروڑ پچیاسی لاکھ جبکہ موبائل فون صارفین کی تعداد دس کروڑ چالیس لاکھ ہے اور اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

آج کے جدید اور ترقی یافتہ دور میں تقریباً ہر جوان، بوڑھے اور بچے کے پاس موبائل فون موجود ہے۔ ہمارے ملک میں ٹیلی کمیونیکیشن کی طرف کم توجہ دی جاتی تھی تاہم گزشتہ چند سالوں میں انفورمیشن ٹیکنولوجی کے شعبے میں سرمایہ کاری پر زور دیا گیا ہے جس کے موثر نتائج حاصل ہوئے ہیں۔

دنیا کی طرح پاکستان میں بھی انفو ٹیلی کمیونیکیشن سروسز کو مزید بہتر کرنے کے لئے نئی ٹیکنولوجی کا استعمال شروع کیا جا رہا ہے، اس نئی ٹیکنولوجی کو

تھرڈ جنریشن یعنی تھری جی ٹیکنولوجی کہا جاتا ہے۔ تھری جی ٹیکنولوجی کی بدولت انٹرنیٹ کی رفتار دس گنا زیادہ ہو جاتی ہے، اسکے علاوہ ویڈیو کالنگ موبائل فون پر ٹیلی ویژن نشریات کا مزہ لیا جاسکتا ہے جبکہ گانے، فلموں اور گیمز کو مزید بہتر رفتار سے ڈان لوڈ کیا جاسکتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں ایک سو تیئس ممالک تھری جی سروسز کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

پاکستان کی موبائل مارکیٹ کو دنیا کی بڑی مارکیٹوں میں شمار کیا جاتا ہے، بیشتر بین الاقوامی کمپنیاں پاکستان کے ٹیلی کوم شعبے میں سرمایہ کاری کر رہی ہیں۔ اس وقت ملک میں پانچ بڑی موبائل کمپنیاں کام کر رہی ہیں جن میں موبی لنک، یو فون، وارد، ٹیلی نار اور زونگ شامل ہیں۔

مالی سال 10-2009 کے دوران ٹیلی کام سیکٹر میں مجموعی طور پر ایک عشاریہ تیرہ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی گئی جس میں سے سینتیس کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کی براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری تھی۔ اس اعداد وشمار سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں تھری جی ٹیکنولوجی کے باعث وسیع سرمایہ کاری کے مواقع فراہم ہوں گے۔ تھری جی نیٹ ورکس، ڈیوائسس اور سروسز کے متعارف ہونے سے نجی اور سرکاری شعبوں کے معیار میں بہتری آ رہی ہے اور وسیع تر معاشی مواقع بھی میسر ہو رہے ہیں۔

تھری جی سروسز کا انعقاد ملک میں بھاری سرمایہ کاری لائے گا۔ تھری جی سروسز کے استعمال کے لئے عام موبائل فون استعمال نہیں کیا جا سکتا اس لئے تھری جی سروسز کے آغاز کے ساتھ ہی کم سے کم آٹھ کروڑ سے زائد تھری جی موبائل فونز فوری درکار ہوں گے۔ اس سلسلے میں تھری جی موبائل فون بیرونی ممالک سے درآمد کرنے کے بجائے اگر خود تیار کئے جائیں تو زیادہ فائدہ ہو گا۔ اس اہم بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان خود اپنے تیار کردہ موبائل فون متعارف کروا سکتا ہے۔ امپورٹڈ موبائل فون کی نسبت مقامی طور پر تیار کردہ موبائل فون سستا بھی پڑے گا کیونکہ امپورٹڈ موبائل پر ٹیکسز کی بھرمار ہوتی ہے۔

پی ٹی اے کے چیئر مین ڈاکٹر محمد یٰسین کا تھری جی کے حوالے سے کہنا ہے کہ دنیا بھر میں موبائل سیلولر صارفین کی تعداد تین بلین ہو گی جن میں سے نو سو چالیس ملین تھری جی سروسز کے صارفین بھی شامل ہیں۔ پی ٹی اے کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ سالوں کے دوران ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے میں متحدہ عرب امارات دو ارب ڈالر، امریکا اناسی کروڑ ڈالر، ناروے تریسٹھ کروڑ نوے لاکھ ڈالر جبکہ چین اٹھاون کروڑ بیس لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کر چکا ہے۔

موبائل فون کمپنیاں تھری جی موبائل فون ٹیکنولوجی کے آغاز کیلئے تیاریاں

مکمل کر چکی ہیں نمبر پورٹیبلٹی کی سہولت کو آسان بنا کر نیٹ ورک کی تبدیلی کا دورانیہ بیس دن سے کم کرکے دو دن کیا جاچکا ہے۔ حکومت نے تھری جی سروسز موبائل ٹیلی فون لائسنسوں کے اجراء کیلئے پالیسی تشکیل دینے کی غرض سے کابینہ کی ایک کمیٹی قائم کی ہے۔ جو ملک میں تھری جی سروسز 2011ء کے اختتام تک دستیاب ہونے کی امید ہے۔ میں آپ کو بتاتا چلوں کہ پاکستان ٹیلی کوم شعبے پر ہر سال مزید ٹیکسز لگا رہی ہے جس سے ملک کو کثیر زرمبادلہ تو حاصل ہو رہا ہے مگر ساتھ ساتھ سرمایہ کاری میں کمی آ رہی ہے۔ رواں سال ٹیلی کوم شعبے میں ایک ارب روپے سے زائد کی سرمایہ کاری میں کمی آئی ہے اور خیال کیا جارہا ہے کہ اگر ٹیکسز کی شرح میں یوں ہی اضافہ ہوتا رہا تو مزید سرمایہ کاری میں کمی آئے گی۔ پاکستان کو ٹیلی کوم ٹیکسز کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان جلد سے جلد تھری جی لائسنس کا اجراء کرے تاکہ پاکستان میں ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافہ ہو۔

دنیا کے دیگر ممالک خصوصاً بھارت، ترکی اور اٹلی کی موبائل کمپنیوں نے تھری جی سروسز فراہم کرنا شروع کر دی ہیں اور وہ اس نئی ٹیکنولوجی کا فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہمارے ملک کے ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے نے کم وقت میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے اور متعدد ممالک پاکستان ٹیلی کوم کے شعبے میں سرمایہ کاری

کے خواہش مند ہیں۔ہمارا کروڑوں روپیہ ہمارے گھر سے دوسروں کو جارہا ہے ۔ہم ٹیکنالوجی کو استعمال بھی کر رہے ہوتے ہیں لیکن کبھی جرت نہیں ہوئی کہ کیا ہی اچھا ہو کہ صانع بھی ہمارا ہو اور صارف پوری دنیا ہو تو پھر دیکھیں کہ وطن عزیز کی غربت و افلاس دیکھنے کو نہ ملے گی۔

محترم قارئین: آپ طالبِ علم ہیں یا استاذ،آپ جس بھی شعبہ زندگی سے وابستہ ہیں اپنے سے منسلک لوگوں کو مثبت اور زمانہ ساز سوچ تقسیم کریں تاکہ ترقی و عروج ہمارا مقدر بن جائے۔

حیرت انگیز خبر

میں صبح اُٹھ کر اللہ کے فضل و کرم سے نماز پڑھتا ہوں ، حسبِ توفیق قران کی تلاوت کرتا ہوں لیکن اک بات مجھے پریشان کیے چلے جارہی تھی یار مجھے رونا کیوں نہیں آتا ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جتنا رونا تھا بچپن میں رولیا، سنتے آرہے ہیں کہ فلاں قران کی فلاں آیت پڑھتا تو تڑپ کا گر جاتا، فلاں قران کی خوفِ خدا والی آیت پڑھ کر فوت ہوگیا، فلاں کے سیل اشک رواں ہو گئے ،یار ظہور چکر کیا ہے ۔ تیرے آنسو ختم تو نہیں ہو گئے ۔ لیکن جب کسی غم و ملال میں آنکھیں چھلک گئیں تو پتا چلا آنسو تو کافی حد تک سٹور ہیں ۔ سوچ بچار کے بعد پتا چلا۔ غبار آلود دل کی نرمی ختم ہو گئی ہے ۔ سمجھتے ہو تاثیر پانے کی سکت نہیں ،پڑھتے ہو سلیقہ فیض لینے کا نہیں آتا ۔ چنانچہ اپنے دل کی اس پیاس کو بجھانے اور آپ کو بھی یہ فکر دینے کے خداراہ قران کی روح کو پانے کی کوشش کریں ،ایسا پائیں جیسا کہ ہمارے اسلاف نے پایا۔ تو پڑھیے یہ حکایت اور اسے اپنے لیے قابلِ عمل و قابل تقلید بنالیجیے ۔

تصوف کی کتابوں میں ملتاہے کہ ایک نیک طینت اللہ عزوجل کے پاکباز بندے حضرت ابن سماک رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ ایک مرتبہ صالح مری رحمۃ

اللہ کے پاس تشریف لے گئے، صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اپنے یہاں کے عبادت گزاروں کی عجیب اور حیرت انگیز چیزوں میں سے کچھ دکھاؤ۔ میں انہیں محلے کے ایک گھر کے پاس لے گیا۔ ہم اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھجور کے پتوں سے کچھ چیزیں بنا رہا تھا۔ میں نے اس کے سامنے یہ آیت مبارکہ پڑھی: اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (المومن: ۷۲، ۷۱ پارہ ۲۴) تو اس نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑا۔ چنانچہ ہم اسے اسی حالت میں چھوڑ کر اس کے پاس سے نکل گئے۔ پھر ہم دوسرے کے پاس پہنچے اور اس کے سامنے بھی میں نے یہی آیت مبارکہ پڑھی تو اس نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑا۔ پھر ہم تیسرے کے پاس پہنچے اور اس سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا: اگر تم ہمیں ہمارے رب سے غافل نہ کرو تو داخل ہو سکتے ہو۔ میں نے اس کے سامنے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ (ابراہیم: ۱۴ پارہ ۱۳) اس نے بھی ایک چیخ ماری اور اس کے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور وہ اپنے خون میں تڑپنے لگا حتی کہ اس کی حرکت رک گئی۔ ہم اسے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے حضرت ابن سماک رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو چھ آدمیوں کے پاس پھرایا ہم ان میں سے ہر ایک کو حالتِ غشی میں چھوڑ کر چلے جاتے۔ پھر میں ان کو ساتویں کے پاس لے کر آیا اور ان سے اجازت مانگی تو گھر

کے اندر سے ایک عورت نے دروازے کے پیچھے سے کہا: آجاؤ! چنانچہ ہم اندر داخل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بوڑھا شخص مصلے پر بیٹھا ہوا ہے ہم نے اسے سلام کیا لیکن اسے ہمارے سلام کا پتہ نہ چلا۔ میں نے بلند آواز سے کہا : سنو! کل لوگوں نے ایک جگہ کھڑا ہونا ہے۔ بوڑھے نے کہا : تجھ پر افسوس ہے ! کس کے سامنے کھڑا ہونا ہے؟ پھر وہ حیرت میں پڑ گیا، اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور کمزور سی آواز کے ساتھ اوہ اوہ کرنے لگا حتی کہ یہ آواز بھی ختم ہو گئی اس کی بیوی نے کہا: آپ حضرات تشریف لے جایئے اس وقت آپ لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ (صالح مری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں) پھر اس کے بعد جب میں نے لوگوں سے ان سب کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ تین کو افاقہ ہو گیا تھا اور تین اپنے رب سے جا ملے تھے جب کہ بوڑھا شخص تین دن تک اسی حالت میں مبہوت و حیران رہا حتی کہ اس نے کوئی فرض نماز بھی ادا نہ کی اور تین دن بعد اصلی حالت پر آیا۔

محترم قارئین : میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ سب کیا ہے ؟ یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ یہ فضل وکمال کے مرتبے کیسے ملے ؟ضرور سوچیے گا جب جواب مل جائے تو اس پر عمل کی کوشش بھی کیجیے گا۔اپنی آراء سے ضرور نوازیے گا کیا معلومات لکھے گئے کالم پر آپ کے اصلاحی کلمات میری اور آپ کی بخشش کا ذریعہ بن جائیں۔

بتاؤں یہ کیسا ہوتا ہے؟

جہاز ہوا میں اڑتا ہے، ٹنوں، منوں وزنی جہاز پانی میں سفر کرتا ہے،۔بلڈنگز میں لگی لفٹ جو پل بھر میں ایک منزل سے دوسری میں پہنچادے کبھی گردونواح میں ہونے والی ترقی پر، تحقیق پر، تیکنیک پر غور کیا؟ میرے خیال میں اکثریت کا جواب نفی میں ہوگا۔پہلا جواب تو یہی ہوگا کہ وقت نہیں دوسرا یہ کہ مجھے دلچسپی نہیں۔حالانکہ یہ دونوں جواب غیر مناسب ہیں۔خیر میں اپنے اصل کی موضوع کی طرف آرہا ہوں۔کہ آپ ذرا توجہ کیجیے گا کہ اِسلام کا فلسفہ زندگی دیگر اَدیانِ باطلہ کی طرح ہرگز یہ نہیں کہ چند مفروضوں پر عقائد و نظریات کی بنیادیں اُٹھا کر اِنسان کی ذِہنی صلاحیتوں کو بوجھل اور بے معنی فلسفیانہ مُوشگافیوں کی نذر کر دِیا جائے اور حقیقت کی تلاش کے سفر میں اِنسان کو اِس طرح ذِہنی اُلجھاؤ میں گرفتار کر دِیا جائے کہ اُس کی تمام تر تخلیقی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں۔اِسلام نے کسی مرحلہ پر بھی اِنتہاء پسندی کی حوصلہ اَفزائی نہیں کی، بلکہ اِس کے برعکس اِسلام کی فطری تعلیمات نے ہمیشہ ذہنِ اِنسانی میں شعور و آگہی کے اَن گنت چراغ روشن کرکے اُسے خیر و شر میں تمیز کا ہنر بخشا ہے۔ اِسلام نے اپنے پیروکاروں کو سائنسی علوم کے حصول کا درس دیتے ہوئے ہمیشہ اِعتدال کی راہ دِکھائی ہے۔اِسلام نے اِس کارخانۂ قدرت میں اِنسانی فطرت اور نفسیات

کے مطابق اِنسان کو اَحکامات اور ضابطوں کا ایک پورا نظام دِیا ہے اور اُس کے ظاہر و باطن کے تضادات کو مٹا کر اُسے اپنے نصبُ العین کی سچائی کا شعور عطا کیا ہے۔

محترم قارئین اگر آپ ماضی کے اوراق کی ورق گردانی کریں تو یہ حقیقت اپنی جملہ توانائیوں کے ساتھ ہمارے ذِہن پر روشن اور واضح ہوتی ہے کہ آفاق (universe) کی رہگزر فکر و نظر کے اَن گنت چراغوں سے منوّر ہے۔ غور (human life) اور اُنفس و خوض اور تفکر و تدبر حکمِ خداوندی ہے، کیونکہ تفکر کے بغیر سوچ کے دروازے نہیں کھلتے اور اگر یہ دروازے مقفل رہیں تو تاریخ کا سفر گویا رُک جاتا ہے اور اِرتقائے نسلِ اِنسانی کی تاریخ اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں نے اپنے سفر کی اِبتدائی صدیوں میں تفکر و تدبر کے ذرِیعہ سائنسی علوم میں نہ صرف بیش بہا اِضافے کئے بلکہ اِنسان کو قرآنی اَحکامات کی روشنی میں تسخیرِ کائنات کی ترغیب بھی دی۔ چنانچہ اُس دَور میں بعض حیران کن اِیجادات بھی عمل میں آئیں اور سائنسی علوم کو اَیسی ٹھوس بنیادیں فراہم ہوئیں جن پر آگے چل کر جدید سائنسی علوم کی بنیاد رکھی گئی۔

قران مجید جو منبع علم واگاہی ہے جس میں ہر خشک وتر کا علم موجود ہے اس نے وہ وہ سائنسی دریچے کھولے کہ آج سائنس کی اساس اسلام دکھائی دیتا ہے۔آیئے

:قرآن ہی سے عرض کرتے ہیں اپنے علم کے دروازے ہمارے لیے کشادہ فرما

(إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ. (فاطر، 35 : 28

ترجمہ :اللہ سے تو اُس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں (جو صاحبِ بصیرت ہیں)۔

الزمر، 39 :)Oقُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ
9)

ترجمہ :آپ فرما دیجئے کہ علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں ! تحقیق سوچتے oوُہی ہیں جو صاحبِ عقل ہیں

(وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات (المجادلہ، 58 : 11

اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے (اللہ) اُن لوگوں کے درجے بلند کرے گا۔

(الاعراف، 7 : 199)Oوَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

oترجمہ :اور جاہلوں سے کنارہ کَشی اِختیار کرلیں

(آل عمران، 3 : 7)Oوَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُواْ الأَلْبَابِ

oاور نصیحت صرف اہلِ دانش ہی کو نصیب ہوتی ہے

(طٰہ، 20 : 114)Oوَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا

ترجمہ :اورآپ (ربّ کے حضور یہ) عرض کریں کہ اَے میرے رب! مجھے علم میں

Oاور بڑھادے

(العلق، 96 : 1)Oاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

ترجمہ: (اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیئے جس نے

Oہر چیز کو) پیدا فرمایا)

(النحل، 16 : 43)Oفَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ

Oترجمہ : سو تم اہلِ ذِکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو

کائنات میں غور و فکر کی ترغیب

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ

لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَO(البقرة، 2 : 164)

ترجمہ : بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دِن کی گردش میں اور اُن جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اُٹھا کر چلتی ہیں اور اُس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اُتارتا ہے، پھر اُس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے، (وہ زمین) جس میں اُس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اُس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (اِن میں) عقلمندوں کے لئے قدرتِ الٰہیہ کی بہت سی) نشانیاں ہیں) o

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِي الْأَلْبَابِO الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِO(آل عمران، 3 : 190، 191)

ترجمہ : بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردِش میں عقلِ سلیم والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں o یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا اَدب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے

اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اُس کی عظمت اور حسن کے جلوؤں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اُس کی معرفت سے لذّت آشنا ہو کر پکار اُٹھتے ہیں:) اَے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا۔ تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے ○

)○إِنَّ فِي اخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ

(یونس، 10 : 6

ترجمہ : بیشک رات اور دِن کے بدلتے رہنے میں اور اُن (جملہ) چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمائی ہیں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو تقویٰ رکھتے ہیں

○

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ وَفِي الأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الأُكُلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ

(الرعد، 13 : 3، 4)Oلَاٰیَات لِّقَوْم یَعقِلُونَ

ترجمہ :اور وُہی ہے جس نے (گولائی کے باوُجود) زمین کو پھیلایا اور اُس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور ہر قسم کے پھلوں میں (بھی) اُس نے دو دو (جنسوں کے) جوڑے بنائے، (وُہی) رات سے دِن کو ڈھانک لیتا ہے، بیشک اِس میں تفکر کرنے والے کے اور زمین میں (مختلف قسم کے) قطعات ہیں جو ایک دُوسرے o لئے (بہت) نشانیاں ہیں کے قریب ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جھنڈ دار اور بغیر جھنڈ کے، اُن (سب) کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور (اُس کے باوُجود) ہم ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشتے ہیں۔ بیشک اِس میں عقلمندوں oکے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں

یُنبِتُ لَکُم بِہِ الزَّرْعَ Oہُوَ الَّذِی اَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّکُم مِّنْہُ شَرَابٌ وَمِنْہُ شَجَرٌ فِیہِ تُسِیمُونَ النحل،)Oوَالزَّیْتُونَ وَالنَّخِیلَ وَالاَعْنَابَ وَمِن کُلِّ الثَّمَرَاتِ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْم یَتَفَکَّرُونَ

16 : 10،11)

ترجمہ :وُہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان کی جانب سے پانی اُتارا، اُس میں سے کچھ) پینے کا ہے اور اُسی میں سے (کچھ) شجرکاری کا ہے (جس سے نباتات، سبزے اور اُسی پانی سے تمہارے لئے oچراگاہیں اُگتی ہیں) جن میں تم (اپنے مویشی) چراتے ہو کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (اور

○ میوے) اُگاتا ہے۔ بیشک اِس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے
جی قارئین کرام : کیا کہتے ہیں آپ اسلام نے کس قدر وضاحت کے ساتھ سائنس کو پیش کیا ہے۔ مطالعہ کو اپنا معمول بنالیں پھر دیکھیں کہ کیسے کیسے عقدے کھلتے ہیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ ہم بڑے سکوں سے کہ دیتے ہیں مجھے کیا پتہ یہ کیسے ہوا؟ ایسا ہر گز نہ کریں بلکہ آپ علم کی چلتی پھرتی لائبریری بن جائیں اور دوسروں کو بتائیں کہ یہ ایسا ہوا۔

ماں تو نے مجھے رلا دیا

آج میں بہت دکھی ہوں ۔یقین کریں میری آنکھیں بھیگ گئیں ہیں ۔بات ہی کچھ ایسی ہے ۔میں انٹرنیٹ پر کچھ سرچ کر رہا تھا۔اچانک ایک ویب پر مجھے ایک دلسوز کہانی پڑھنے کو ملی ۔جوں جوں کہانی آگے بڑھتی چلی جارہی تھی میری دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوتی چلی جارہی تھیں ۔میں مصروف تھا،ماں سے دور بھی تھا۔قریب ہوتی تو میں اپنی ماں کی جوتیوں کو آنکھوں سے لگالیتااور اپنی ماں کے پاؤں چوم چوم کا میرا دل نہ بھرتا۔ہمت نہیں کچھ اور بات کروں بس یہ کہانی پڑھ لیں آپ کو پتا چل جائیگا۔آہ !!!!!!!!!!!!!!! افسوس کہ مجھے ویب کا نام بھی بھول گیا۔میں شکریہ کے ساتھ یہ کہانی پیش کرنے کی جرات کر رہا ہوں :

کہانی :

''یہ کہانی میری پیدائش سے شروع ہوتی ہے۔۔میں ایک بہت غریب فیملی کا اکلوتا بیٹا تھا۔۔ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔۔۔اور اگر کبھی ہمیں کھانے کو کچھ مل جاتا تو امی اپنے حصے کا کھانا بھی مجھے دے دیتیں اور کہتیں۔۔تم کھا لو مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔یہ میری ماں کا پہلا جھوٹ تھا۔

جب میں تھوڑا بڑا ہوا تو ماں گھر کا کام ختم کر کے قریبی جھیل پر مچھلیاں پکڑنے جاتی اور ایک دن اللہ کے کرم سے دو مچھلیاں پکڑ لیں تو انھیں جلدی جلدی پکایا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ میں کھاتا جاتا اور جو کانٹے کے ساتھ تھوڑا لگا رہ جاتا اسے وہ کھاتی۔۔۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔۔ میں نے دوسری مچھلی ماں کے سامنے رکھ دی ۔۔اس نے واپس کر دی اور کہا۔۔بیٹا تم کھالو۔۔ تمھیں پتہ ہے نا مچھلی مجھے پسند نہیں ہے۔۔۔ یہ میری ماں کا دوسرا جھوٹ تھا۔

جب میں سکول جانے کی عمر کا ہوا تو میری ماں نے ایک گارمنٹس کی فیکٹری کے ساتھ کام کرنا شروع کیا۔۔اور گھر گھر جا کر گارمنٹس بیچتی۔۔۔ سردی کی ایک رات جب بارش بھی زوروں پر تھی۔۔ میں ماں کا انتظار کر رہا تھا جو ابھی تک نہیں آئی تھی۔۔ میں انھیں ڈھونڈنے کے لیے آس پاس کی گلیوں میں نکل گیا۔۔ دیکھا تو وہ لوگوں کے دروازوں میں کھڑی سامان بیچ رہی تھی۔۔۔ میں نے کہا ماں ! اب بس بھی کرو ۔۔ تھک گئی ہو گی ۔۔ سردی بھی بہت ہے۔۔ٹائم بھی بہت ہو گیا ہے ۔۔ باقی کل کر لینا۔۔ تو ماں بولی۔۔بیٹا ! میں بالکل نہیں تھکی۔۔۔ یہ میری ماں کا تیسرا جھوٹ تھا

ایک روز میرا فائنل ایگزام تھا۔۔اس نے ضد کی کہ وہ بھی میرے ساتھ چلے گی

۔۔میں اندر پیپر دے رہا تھا اور وہ باہر دھوپ کی تپش میں کھڑی میرے لیے دعا کر رہی تھی۔۔میں باہر آیا تو اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور مجھے ٹھنڈا جوس دیا جو اس نے میرے لیے خریدا تھا۔۔۔میں نے جوس کا ایک گھونٹ لیا اور ماں کے پسینے سے شرابور چہرے کی طرف دیکھا۔۔میں نے جوس ان کی طرف بڑھا دیا تو وہ بولی۔۔نہیں بیٹا تم پیو۔۔۔مجھے پیاس نہیں ہے۔۔یہ میری ماں کا چوتھا جھوٹ تھا۔

میرے باپ کی موت ہو گئی تو میری ماں کو اکیلے ہی زندگی گزارنی پڑی۔۔زندگی اور مشکل ہو گئی۔۔اکیلے گھر کا خرچ چلانا تھا۔۔نوبت فاقوں تک آ گئی۔۔میرا چچا ایک اچھا انسان تھا۔۔وہ ہمارے لیے کچھ نہ کچھ بھیج دیتا۔۔جب ہمارے پڑوسیوں نے ہماری حالت دیکھی تو میری ماں کو دوسری شادی کا مشورہ دیا کہ تم ابھی جوان ہو۔۔مگر میری ماں نے کہا نہیں مجھے سہارے کی ضرورت نہیں۔۔۔یہ میری ماں کا پانچواں جھوٹ تھا۔

جب میں نے گریجویشن مکمل کر لیا تو مجھے ایک اچھی جاب مل گئی۔۔میں نے سوچا اب ماں کو آرام کرنا چاہیے اور گھر کا خرچ مجھے اٹھانا چاہیے۔۔وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے۔۔میں نے انھیں کام سے منع کیا اور اپنی تنخواہ میں سے ان کے لیے کچھ رقم مختص کر دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ۔۔تم رکھ

لو۔۔۔ میرے پاس ہیں۔۔۔ مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔۔ یہ اس کا چھٹا جھوٹ تھا۔

میں نے جاب کے ساتھ اپنی پڑھائی بھی مکمل کر لی تو میری تنخواہ بھی بڑھ گئی اور مجھے جرمنی میں کام کی آفر ہوئی۔۔ میں وہاں چلا گیا۔۔۔ سیٹل ہونے کے بعد انھیں اپنے پاس بلانے کے لیے فون کیا تو اس نے میری تنگی کے خیال سے منع کر دیا۔۔ اور کہا کہ مجھے باہر رہنے کی عادت نہیں ہے۔۔ میں نہیں رہ پاؤں گی۔۔۔ یہ میری ماں کا ساتواں جھوٹ تھا۔

میری ماں بہت بوڑھی ہو گئی۔۔ انھیں کینسر ہو گیا۔۔ انھیں دیکھ بھال کے لیے کسی کی ضرورت تھی۔۔ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کے پاس پہنچ گیا۔۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھیں۔۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔۔۔ میرا دل ان کی حالت پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔۔ وہ بہت لاغر ہو گئی تھیں۔۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔۔ تو وہ کہنے لگیں ۔۔مت رو بیٹا۔۔۔ میں ٹھیک ہوں ۔۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو رہی۔۔۔ یہ میری ماں کا آٹھواں جھوٹ تھا۔۔۔ اور پھر میری ماں نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں ۔

جن کے پاس ماں ہے۔۔۔ اس عظیم نعمت کی حفاظت کریں اس سے پہلے کہ یہ نعمت تم سے بچھڑ جائے۔

اور جن کے پاس نہیں ہے۔۔ہمیشہ یاد رکھنا کہ انھوں نے تمھارے لیے کیا کچھ کیا۔۔اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہنا۔

محترم قارئین: یہ آپ کی ماں ہے جسے آپ ایک دن میں نہ جانے کتنی مرتبہ جھڑک دیتے ہیں، ساس بہو کے معاملہ میں ماں کو برا بھلا کہہ دیتے ہیں، کچھ بدبخت تو ایسے بھی ہیں جو اپنے جہنمی ہاتھ کو ماں پر اُٹھاتے ہیں۔خدا کے لیے اپنی ماں کی قدر کرو۔یہ اس سے پوچھو جس کی ماں نہیں۔میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اتنا پیار کرتا ہوں کہ اتنا بڑا ہونے کے باوجود،زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے باوجود، خیبر تا کراچی سفر کرنے کے باوجود میں اپنی ماں سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتا۔اگر ایسا ممکن ہوتا تو میں آج انگلینڈ یا ملائیشاء میں ہوتا۔

ماں تجھے سلام ماں تجھے سلام

عورت نما مرد

میں بس میں سفر کر رہا تھا۔ دن بھر کی تھکاوٹ ،چینل میں فکر و نظر کا کام ،بس اسی امید سے کہ گاڑی میں سیٹ مل جائیگی ۔آگے بڑھا تو ایک سیٹ خالی تھی ۔خدا کی قدرت کہ مجھے جو سیٹ ملی اس پر شکل و شبہات میں ایک خاتون چیز بیٹھی ہوئی تھی ۔میرے قدم رک گئے کہ اتنے میں انہی خاتون کی آواز آیے: بیٹھیے : (میں تو چونک گیا)۔خیر میں بیٹھ گیا۔

محترم قارئین :آپ بھی سوچ رہے ہونگے کہ ڈاکٹر صاحب یہ یوکے یا امریکہ نہیں یہ پاکستان کی پی ون ہے ۔آپ کدھر خاتون کی خدمت میں فیض و برکتوں سے مالا مال ہونے کے لیے پہنچ گئے ۔اس سے پہلے کہ میرے آرٹیکل کو آپ کلوز کریں ۔عرض کرتا چلوں کہ یہ خاتون نہیں یہ محمد علی جناح کے ملک کا نوجوان تھا۔جس نے لمبے لمبے بالوں میں پونیاں باندھی ہوئی تھیں ،بازو پر کڑے،کانوں میں بالیاں ،ناخن بڑھے ہوئے تھے ۔آپ خود بتائیں اسے خاتون جاننے میں میرا کیا قصور۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

خیر یہ اس نوجوان کا قصور نہیں ،قصور تو قصور کے رہنے والوں کا ہے بھلا ہم

ہر کسی کو قصور کیوں دیتے پھریں۔ دوران سفر میری اس جدت کے دلدادہ نوجوان سے گفتگو بھی ہوئی۔ خیر سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ میں جس موضوع کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ ابلاغی بے لگام گوڑھے میڈیا کے ذریعے ثقافتی یلغار ہے۔

میری غیور قوم !!!!!!!! عہد رفتہ کی بس یادیں رہ گئیں، کردار گیا، وقار گیا، اعزاز گیا۔ سوچیں تو سہی رہ کیا گیا۔ خیر جانتے ہیں کہ ثقافتی یلغار نام کس جن کا ہے۔ کس جادو کا نام ہے کہ جو قوم کا تشخص مٹا کے رکھ دیتا ہے۔ انسان کے افکار، گفتار، رفتار اور کردار کے انفرادی اور اجتماعی طور طریقوں کا دوسری ثقافت پر حملہ کرنا ثقافتی یلغار کہلاتا ہے۔ میں اور آپ جس صدی میں سانس لے رہے ہیں اس میں وپین وار کم اور ثقافتی جنگیں عروج پر ہونگی۔ یہ دور تہذیبوں کے تصادم کا بدترین دور ہے۔

کسی بھی ملت، کسی بھی قوم کا مضبوط بازو اس قوم کے جوان ہوتے ہیں جو اپنے قوت ارادی، اپنے زورِ بازو سے تاریخ ساز کانامے سرانجام دیتے ہیں، قوم وملت، ملک و مذہب کو اوج ثریا پہنچادیتے ہیں۔ آج کے دور کے جوان جہاں بھی نکلیں اور جہاں بھی دیکھیں اس کو فحاشی، عریانی اور غیر اخلاقی مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شیطانی حربوں کے استعمال سے نوجوان نسل کی جنسی

خواہشات کو ابھارنے کی بہت سی کوششیں کی جارہی ہیں اور ان کو اخلاق، تعلیم، آداب واحترام، معاشرتی فلاح و بہبود اور قومی و ملی ترقی میں حصہ لینے سے دور رکھا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری سوچ، گفتار و رفتار اور ہمارے کردار دوسروں کی ثقافت کی ترجمانی کر رہے ہیں اور ہمیں دیکھ کر غیر جانب دار نہ فیصلہ کرنے والا شخص یہی کہنے پر مجبور ہے کہ یہ لوگ یا تو ہندو ثقافت کے ترجمان ہیں یا مغربی ثقافت کے ترجمان، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ ہمارا رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، باہمی تعلقات اور تمام سرگرمیاں دوسری ثقافت کی ترجمانی کررہی ہیں۔ حالانکہ اسلامی ثقافت رہتی دنیا تک کے لیے مادی و روحانی سعادتوں کا حسین امتزاج ہے۔ اس کے باوجود ہم نے اس الٰہی ثقافت کو چھوڑ دیا ہے۔

افسوس !!!!! آج ہم اپنی پہچان کھوگئے، اپنا اثاثہ کھوگئے۔ اک زبان تھی اسے بھی انگریزی کی نظر کردیا۔ مجھے اکثر سیمنار، کنونشن و پروگرام میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ مائیک پر آنے والا جو شخص انگریزآلود اردو بولتا ہے۔ وہ پنڈال میں بیٹھے لوگوں کی نابینا آنکھ کا تارا بن جاتا ہے۔ عام نجی محافل میں بھی جو ایک جملہ کے اندر ۱۲ انگریزی لفظ نہیں بولتا، گردونواح کے رویہ سے یوں لگتا ہے کہ شاید اب اس کی تعلیمی ڈگریاں چیلنج کردی جائیں گی کہ یہ پڑھا لکھا نہیں۔ خدا کے لیے خدا کے لیے ۔کچھ خیال کریں۔ اپنی پہچان کو

قائم رکھیں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ انگریزی زبان، انگریزی کلچر کامیابی کی ضمانت ہے ۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ انگریز نے جو اپنی قوم کی ترقی و بقاء کے لیے کیا وہ ہمارے لیے قابل تقلید ضرور ہے کہ اس نے سائنس کے میدان میں بہت محنت کی ، اقتصادیات ، سماجیات پر بھی گہری نظر رکھی ۔ تو کیا انھیں سرخاب کے پر لگے ہیں کہ آپ انہیں کاپی کرنے پر مجبور ہو گئے ہو ۔ یہ فضیلت نہیں ذلت ہے ۔ جس لباس اور جس گفتگو پر آپ اور میں اتراتے پھرتے ہیں قابلِ غور ہیں ۔ یوں لگتا ہے کہ ہم وہ ربوٹ ہیں جس میں انگریزی سافٹ وئیر انسٹالڈ کر دیا گیا ہے وہی کرتا ہے جو انسٹرکشن آتی ہے ۔ میں انگریزوں کی اچھے کام کو اچھا اور برے کام کو برا کہنے کی جرت بھی رکھتا ہوں ایسا نہیں کہ وہ فقط برے ہی برے ہیں ۔ ان کی محنت ، لگن ، جستجو کی وجہ سے نصف دنیا ان کی محتاج ہو کر رہ گئی ہے ۔

محترم قارئین : سوچیے گا ضرور ۔ جب سوچ لیں تو پھر عملی اقدام کے لیے بھی اس کارِ خیر میں اپنا حصہ بھی ملایئے گا ۔

ذہانت کا کمال دیکھیے

ایک دفعہ حضرت علیؓ نماز عصرپڑھنے لگے تو آپ کا ایک مخالف آیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز قضا کروانے کی نیت سے سے اپنے تئیں ایک ایسا مشکل سوال کیا جس لمبا جواب درکار تھا۔

اس نے سوال کیا۔

اے علی بتائیے کہ دنیا میں کونسے جانور ایسے ہیں جو انڈے دیتے ہیں اور کونسے بچے جنتے ہیں ؟

آپ نے مڑ کر اس شخص کی طرف دیکھا، مسکرائے اور فرمایا۔

وہ سب جانور جن کے کان باہر ظاہر ہوتے ہیں وہ بچے جنتے ہیں۔ اور وہ سب جانور جن کے کان اندر کی طرف ہوتے ہیں وہ انڈے دیتے ہیں ۔

آج صدیوں کی تحقیق کے بعد زولوجی اسی اصول کی تصدیق کرتی ہے۔

☆ایک دفعہ ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکے 17 اونٹ اسکے 3 بیٹوں میں اسطرح تقسیم کیے جائیں کہ میرے.بڑے بیٹے کو کل تعداد سے آدھے اونٹ ملیں۔ منجھلے

کو کل اونٹوں کا تیسرا حصہ جبکہ سب سے چھوٹے بیٹے کو کل تعداد کا نواں حصہ ملے۔
اس شخص کے فوت ہو جانے کے بعد شہر بھر کے صاحبانِ دانش بیٹھ کر سوچتے رہے کہ وصیت کے مطابق اونٹوں کی تقسیم کیسے کی جائے۔ بہت سوچ بچار کے بعد بالآخر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ میں یہ تقسیم کر دوں گا۔
آپ نے ایک اونٹ اپنی طرف سے کل تعداد میں مستعاراً ملایا۔ اب کل اونٹ اٹھارہ ہو گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یوں تقسیم فرمائی۔

کل اونٹ = 18

پہلے بیٹے کو کل اونٹوں کا نصف = 9 اونٹ

منجھلے بیٹے کو 1/3 یعنی ایک تہائی = 6 اونٹ

تیسرے کو 1/9 یعنی نواں حصہ = 2 اونٹ

کل تقسیم شدہ اونٹ = 17

اسکے بعد آپ نے اپنا ادھار دیا ہوا اونٹ واپس لے لیا۔

محترم قارئین :آپ کو معلوم ہے ؟آپ ذہین انسان ہیں ۔آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں ۔مرجھائے ہوئے کیوں ہیں ؟ہمت کیوں ہار جاتے ہیں ؟آپ کے زور بازو میں ایک طلسماتی طاقت ہے جس کے مظاہر سر کی آنکھوں سے آپ ملاحظہ کرتیں ہیں ۔مان لیں کہ آپ عظیم ہیں بلکہ عظیم ترین ہیں ہاں یہ وہ سچ ہے جسے آپ کو ماننا پڑے گا۔آپ واقعی ہی رب کی تخلیق کا شاہکار ہیں ۔مت ضائع کریں اپنے آپ کو ۔جھٹک دیں اس وسوسہ کو کہ آپ نکمے ہیں ،آپ غریب ہیں ،آپ کمزور ہیں ،آپ کند ذہن ہیں ،آپ نہیں کر سکتے وغیرہ ۔بلند آواز سے کہ دیجیے ۔میں کر سکتا ہوں بہت کچھ جو مثال بن جائے گا دوسروں کہ لیے ۔میرا یہ جملہ ایک مرتبہ بند کمرے میں بلند آواز سے دہرا کہ تو دیکھیں اک طاقت و قوت اپنے اندر محسوس کریں گئے ۔اگر یقین نہیں آتا تو پھر میں کچھ دلائل بھی آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کرتا چلوں ۔شاید اب آپ مان جائیں ۔ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ۔

انسان اللہ کا نائب ہے، اس کا خلیفہ ہے، اس کا زمین پر قائم کیا ہوا حاکم ہے

۔۔۔۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ( )

۔۔۔۔ اللہ نے انسان کو سوچنے، سمجھنے، فیصلہ کرنے اور اپنے فیصلوں کو تکمیل دینے کا ( ) اختیار دیا۔

۔۔۔۔ زمیں میں طاقت رکھی کے بہت سارے پھل اور اناج پیدا کرے۔ ( )

۔۔۔۔ اس کے فیصلے نہ صرف اس کو متاثر کرتے ہیں بلکہ زمیں کے توازن اور بقا کے ( )
بھی ضروری ہیں۔

۔۔۔۔ اللہ نے انسان کو احسن التقویم بنایا۔ ( )

۔۔۔۔ انسان کے لئے زمیں میں خزانے رکھے، سارے عناصر، سونا، چاندی، ہیرے، ( )
تیل، ایٹمی مواد، ایندھن کے تمام ذخائر اور بہت ساری چیزیں رکھیں

۔۔۔۔ اور خود سورج، ہوا، بارش کے سلسلے کو قائم رکھا۔ کہ اس کی مدد ہو سکے۔ ( )

۔۔۔۔ ان سب چیزوں میں سب سے اہم طاقت اس کی سوچنے، سمجھنے کی طاقت ہے، ( )
اسی کے استعمال سے وہ زمیں کے ذخائر سے، اللہ کے نظام سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۔۔۔۔ . اپنی انہیں صلاحیتوں کو بروے کار لانے کے لئے اس کو ایک خاص ذہنی ( )
حالت کا حصول ضروری ہے۔ جس کی لئے اس نے ہدایت کا سلسلہ قائم کیا۔

۔۔۔۔ انسان کی عظمت، اس کی کامیابی، اس کا سکون اسی حالت کا حصول ہے۔ ( )

۔۔۔۔ دنیا میں وہ تمام اقوام جنھوں نے دنیا کے بہتری میں حصّہ ڈالا، وہ اسی حالت ( )
کے حصول کا رزلٹ تھا۔ اور جو اس سے عاری تھیں انھوں نے صرف تباہی و بربادی کا
حصّہ ڈالا۔

محترم قارئین : میں ایک مشن، ایک عزم لے کر چلا ہوں ۔نہ تو میں اتنا صاحبِ

ثروت ہوں کہ آپ کی مالی مدد کرسکوں ،نہ ہی پارلیمنٹ میں ہوں کہ آپ کو یاآپ کے بچوں کو گورنمنٹ جاب دلاسکوں ،نہ ہی آپ کے بچوں کو بیرونِ ملک جاب دلواسکتا۔ہاں ایک کام جو میں کرسکتا تھا وہ آپ کی فکری و شعوری خدمت تو وہ میں لکھ لکھ کر بول بول کر کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا۔یہ فیصلہ آپ کر سکتے ہیں۔اپنے اندر کی صلاحیتوں کو جاننے اور جانچنے کی کوشش کریں۔ کسی فن کا ماہر آپ کے اندر موجود ہے جسے آپ اظہار کا موقع نہیں دے رہے۔اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازتے رہیے گا۔

میں چوہدری ہوں چوہدری

میں انسانوں کی تقسیم کاری ہوتے دیکھتا ہوں تو مجھے کوفت ہوتی ہے عجیب ہیجان ، سر بوجھل سا، نہ معلوم کیا ہوجاتا ہے ۔شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں آزمائشوں وپریشانیوں سے گزرا ہوں ، مجھے بھی ستایا گیا، رلایا گیا، سفید پوش کا طغرا سجایا گیا۔ موسمی بٹیر دوست ، موسمی پتنگے عزیز سب ایسے غائب جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ مجھے لگتا ہے اسی وجہ سے کسی کی دل آزاری کی جاتی ہے تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے ۔

آپ کو خوشی ہوگی کہ پہلے دنیا میں مرد ، عورت اور ہیجڑے ہوا کرتے تھے ۔اب مزید ترقی کے منہج تہہ کرتے ہوئے ایک اور مخلوق نمودار ہوئی جنہیں پڑھے لکھے جاہل کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ اسکول بھی جاتے ہیں ،پڑھتے بھی ہیں ،امتحان میں پاس بھی ہوتے ہیں ،پڑھنے کے بعد اچھی ، مناسب ، گزارا لائق جاب بھی کرتے ہیں،۔بڑے۔بڑے عہدوں تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہ پڑھے لکھے جاہل ہوتے ہیں ۔ان سے وہ کام صادر ہوتے ہیں جو ایک ان پڑھ شخص کرتا ہے جسے سمجھ نہیں ۔

محترم قارئین :ان کے فن کا مظاہر دیکھنے کے لیے آپ کو ان سے ملنا ہوگا۔کیا معلوم کبھی ملے بھی ہوں ۔نہیں ملے تو میں ملوا دیتا ہوں ۔آپ بھی

حیران ہونگے کہ شاید یہ پاکستان میں نہیں ہوتے کسی اور ملک میں ہوتے ہیں ۔بالکل ایسا نہیں ۔بلکہ پاکستان میں تو یہ ہول سیل پر مل جاتے ہیں ۔یار !آپ ہنستے کیوں نہیں !!!!!!!آج ہم اتنے بے مروت اور بے ذوق ہوگئے ہیں کہ لطیفہ سنانے کے بعد بتاناپڑتاہے کہ وہ جو پہلی بات تھی نہ اس بھی قہقہ لگانا تھا دوسرے والی پہ مسکرانا تھا۔ہاہاہا۔

وہ لوگ ہمارے گرد ہی رہتے ہیں ۔اپنی کاسٹ پر ناز ہوتاہے اور دوسروں کو زیر رکھنے کے لیے بارہا اسے احساس بھی دلاتے ہیں ۔یار: فلاں تو کمی ہے ،فلاں تو جولاہا ہے ،وہ تو خاندانی موچی ہیں ،وہ نائی ہیں،قصائی ہے ساری زندگی ہو گئی بیل بکریاں ذبح کرتے ۔یار: چوہدری ہوں چوہدری ،جاجا !!!!!جٹ جٹ ہوں جٹ ،حکومتیں بدلتا ہوں چٹ پٹ،۔چل ہٹ، جنجوعہ ہیگاواں جنجوعہ ۔جا!او یار! کمال بات کرتاہے ،ہم خٹک ہے خٹک ہمارا گاؤں میں پوچھو،لوگ ہم سے کتناڈرتاہے ،کاکاخیل کو تم نے دیکھا نہیں کاکاخیل کاکاخیل ہوتاہے ،پاپااے تکوں سارے پہ اپنی اپنی سنانے ،تسان کی پتاہے عباسیاں نے کہ شان ہے ۔،جُل جُل جڑی شان سرداراں نی ہے نہ پچھو! گجر گجر ہے اس غی کی بات ہے ، مینں میلن تیں لے غے جہاز چلان تک سارکم غرلے ،ہاہا۔

محترم قارئین: میری بات سمجھ گئے ہونگے ۔کہ ان پڑھے لکھے جاہلوں کو دیکھو کہ

جس درخت کی شاخ پر بیٹھے ہیں اسی کو کاٹے چلے جا رہے ہیں اور احساس تک نہیں ہو رہا۔ دوستو! بولی بولنے کے اعتبار سے تو الگ وہ بھی اس معانی میں کہ ابلاغی طریقہ ہے کہ اپنا موقف پہنچانے کا ذریعہ زبان ہوتی ہے چنانچہ اس زبان میں بات کی جاتی ہے ۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ فلاں فلاں پر فوق ہے ، فوقیت کردار و گفتار، اہلیت و استعداد ہے۔ میں ایسی بیسیوں مثالیں بتا سکتا ہوں ۔ کہ جن قوموں کو ہم ثانوی حیثیت دیتے ہیں ، انہی گرانوں کے چشم و چراغ ڈاکٹر ، انجنیر ، فاضل بنے ہیں ۔ دوستو! یہ سوچ میری ملت کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے ۔تعصب نے کس قدر جگہ پکڑ لی ہے کہ بجلی کا بل جمع کروانے جاؤ۔ کاؤنٹر پر کھڑے شخص سے مادری زبان میں دو بول بول کے انتظار کی طویل قطار ہم زبان کو حقوق ملتے ہیں ، گاڑی میں سفر کریں ، پشتو آتی ہے ، ہندکو آتی ہے ، یا بلوچی آپ کنڈیکٹر حضور کو چند الفاظ اس زبان میں کہہ دیں وہ مابدولت کو دامن شفقت عطا کرے گا۔ مسجد میں نماز پڑھنے جاؤ۔ امام صاحب سے ملاقات ہو اور کوئی تعارف کروادے ، ،راہ اے تس دے پنڈا دا چھورا ہے۔ امام صاحب سینے سے لگا لیتے ہیں ۔

محترم قارئین : میں اس موضوع پر کچھ مزید بحث نہیں کروں گا۔ بس اتنا کہوں گا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس بھنور سے نکلیں تو ایک ہو جاؤ، یکجاں ہو جاوں ، متحد ہو جاؤ، اکائی بن جاؤ، ورنہ ایک ایک کرکے درندے تمہیں کھا جائیں گے عالمی افق

پر بپھرے ہوئے یہ درندے تمہارے خون کے پیاسے ہیں ۔کچھ خیال کرو۔کچھ عقل کے ناخن لے لو۔میری کوئی بات شان کے خلاف ہے تو میں معذرت خواہ ہوں ۔بس کیا کروں سچ فوبیا ہوگیا ہے۔جب جب یہ مرض زور پکڑتا ہے ایک دم سچ سچ اور سچ اگلنا شروع کردیتا ہوں ۔دعا میں یاد رکھیے گا۔آخر میں پیغام میں قران : وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔۔ترجمہ : ہم نے تمہیں مختلف قبیلے اس لئے بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔اللہ کے نزدیک عزت والا وہی ہے جو تم میں پرہیزگار ہو۔

چھری سے پھل کاٹو گلہ نہیں

جوں جوں انسان آسانی کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے ایسے ایسے اس نے ان سہولت کا غلط استعمال بھی شروع کررکھا ہے۔جن کے مضراور غلط استعمال کی وجہ سے ناصرف وہ انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طور پر اس کے نقصانات سرآنکھوں نے ملاحظہ کیے ہیں۔اسی ایک جدید سہولت انٹرنیٹ جس نے دنیا کو سمیٹ لیا ہے اتنا سمیٹ لیا کہ اب تو مسافت کا احساس ہی ختم ہوگیا۔پل بھر میں آپ اپنے ملک کہ کسی شہر بلکہ دنیا کے کسی بھی ملک میں بیٹھے اپنے عزیز تک رسائی باآسانی حاصل کرسکتے ہیں۔

اب تو انٹرنیٹ کیفوں کی برمار ہے۔بہترین اور نفع بخش کاروبار کی شکل اختیار کرلی ہے۔اسی انٹرنیٹ کو سائبر ورلڈ، سائبروے، انفارمیشن سپر ہائی وے وغیرہ جیسے ناموں سے موسو کیا جاتا ہے۔بنیادی طور پر یہ ایک جال ہے جو دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے ۔جو چند پروٹوکولس اور پروگرامس کی بنیاد پر اصطلاعات کی ترسیل کرتا ہے۔اس جال (نیٹ ورک) سے مربوط کمپیوٹر، اطلاع حاصل کرتے ہیں اور چند ضوابط کی پابندی کے ساتھ حاصل کردہ اطلاعات کی ترسیل کرتے ہیں۔

محترم قارئین :آپ کو بتاتا چلوں کہ آج جس سہولت یعنی انٹرنیٹ کے ذریعہ پوری

دنیا سے رابطے میں ہیں اس کی ایجاد ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔اس کے موجد میں امریکہ سر فہرست ہے۔دن بہ دن اس کے استعمال میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔بلکہ جو لوگ پہلے کسی وجہ سے اس سہولت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے۔اب یہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ ہر کسی کی رسائی آسان ہو گئی ہے۔کوئی بینک ہو یا ٹی وی چینل ، کوئی اخبار کا دفتر ہو یا کسی فیکٹری کا ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹ یعنی ہر جگہ اس سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔اس سے بہت تعمیری و نفع بخش کام ہو رہے ہیں۔ایک فائدہ مند چیز ہے۔

لیکن ایک بات ذہن نشین کرلیں۔دنیا میں شاید ہی کوئی ایسی چیز ہو جس کا درست اور غلط استعمال ہوتا ہے۔اب یہ استعمال کرنے والے پر ہے کہ وہ اسے کیسے استعمال کرتا ہے۔ایک مثال عرض کرتا ہوں۔چھری جب بنائی گئی تھی تو اس کا مقصد کاٹنا تھا۔اب اس سے سبزیاں ، پھل کاٹے جاتے ہیں۔بلکہ یہ تو ہر گھر کا معمول ہے۔اس فعل کو کوئی بھی برا نہیں کہتا لیکن اس چھری سے جب کسی انسان کا گلہ کاٹا جائے ،ناک کاٹی جائے ،انگلی کاٹی جائے تو معاشرہ سراپائے احتجاج ہو جاتا ہے۔آخر کیوں ؟ چھری کا کام تو کاٹنا تھا۔دراصل چھری کا کام تو کاٹنا ہی تھا لیکن کس کس چیز کو کاٹنا تھا کیسے کیسے کاٹنا تھا اصل چیز کو آپ بھول گئے لہٰذا آپ نے ایک جرم کیا جس کی پاداش میں کورٹ کچہری بھگتے رہیں۔

اسی طرح گلوبل ولیج بنانے والے انٹرنیٹ کا اچھا استعمال کرنے والوں نے اپنی معلومات کو وسیع کیا، اپنے کاروبار کو وسیع کیا، اپنے روابط کو وسیع کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ چھری سے گلہ کاٹنے والے ایسے بھی تھے جنھوں نے اس کا غلط استعمال بھی کیا۔ جس کی وجہ سے اب لوگ اگر کسی کو انٹرنیٹ کیفے سے نکلتے ہوئے دیکھ لیں تو آواز کستے ہیں ۔ برا جانتے ہیں ۔ حالانکہ فی نفسہ تو یہ برا نہیں ۔ لیکن افسوس صد افسوس ! ایک مفید ذریعہ معلومات خرابیوں کا سرچشمہ بھی بنتا جارہا ہے۔ اس سے گوناگوں مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ اس کے برے اثرات سے بچنے کی تدابیر نہیں کی گئیں تو انسانیت کو زبردست خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔

نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد انٹرنیٹ کا غلط استعمال کرتی ہے۔ جنسی جذبات کی برانگیختگی اور جذبہ شہوت کی تسکین کا سامان نوجوان انٹرنیٹ سے حاصل کرتے ہیں۔ فرینڈ شپ کلب بھی جنسی خواہشات کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہیں۔ ویب کیمرہ کے ذریعے زنا تک کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے آن لائن قحبہ گری کا پیشہ بھی چلایا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ وغیرہ سے مجازی جنسی عمل (Virtual Sex) کرتے کرتے حقیقی عمل تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔ نتیجتاً زنا کی کثرت ہوجاتی ہے۔ طلب لذت اور تسکین شہوت کے لیے جنسی عمل کا رجحان بڑھتا ہے تو خاندان تباہ ہوجاتے ہیں۔ مغربی ممالک بالخصوص امریکہ کی عبرت ناک مثالیں

ہمارے سامنے ہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جنسی بے راہ روی، ذہنی سکون اور قلب کا اطمینان چھین لیتی ہے۔ اس طرح کی برائی میں ملوث افراد ڈپریشن (Depression) کا شکار ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات خودکشی کی نوبت آجاتی ہے۔ شہوت اور نفسانی خواہشات کا ذہن پر جب ہر وقت دباؤ رہنے لگتا ہے تو قوت فکر متاثر ہوتی ہے اور ذہنی استعداد میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ ذہن پر فحاشی کے مسلسل حملے سے طلبہ احساس محرومی (Frustration) کا شکار ہوجاتے ہیں۔ چڑچڑے پن کا غلبہ ہوتا ہے جس سے ماں باپ اور اساتذہ کے ساتھ بدتمیزیاں کر بیٹھتے ہیں۔ پورنوگرافی اور حیاسوز لٹریچر کے علاوہ انٹرنیٹ سے پھیلنے والی اور بھی برائیاں ہیں جنھیں سائبر کرائم (Cyber Crimes) کہا جاتا ہے۔
آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا چلوں کہ سائبر کرائم میں مختلف کرائم ہیں ۔اجمالا میں کچھ بیان کردیتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ لوگ کیسے کیسے اخلاقی ، قانونی معاشرتی جرائم کے مرتکب ٹھہرتے ہیں ۔

ہیکنگ۔۔۔انٹرنیٹ کی دنیا میں ہیکنگ بھی ایک اصلاح ہے اس سے مراد کسی کمپیوٹر سسٹم یا نیٹ ورک میں غیر قانونی مداخلت۔ ہر وہ عمل جس سے کمپیوٹر یا نیٹ ورک کے داخلی نظام میں تخریب کی جائے ہیکنگ کہلاتا ہے۔ یہ تخریبی

کوششیں ذاتی منفعت کے لیے کی جاتی ہیں مثلاً کسی شخص کے کریڈٹ کارڈ کی جانکاری حاصل کرکے اس کے اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم ہڑپ کرلینا وغیرہ۔

چائیلڈ پورنوگرافی۔۔۔۔یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جس میں بچوں کا جنسی استحصال ہے۔ انٹرنیٹ بچوں کی دسترس میں آجانے کی وجہ سے بچے سائبر جرائم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ بچوں میں انٹرنیٹ کے استعمال کی بڑھتی ہوئی تعداد اور شوق کی وجہ سے بے حس درندہ صفت لوگ جو زندگی کو خواہشات کا جنگل جان کر اپنے مکروہ حرب استعمال کرکے جنسی تسکین کے حصول کے لیے انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہیں۔

سائبر اسٹاکنگ۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں دیگر بیچ حرکتیں انسان نے کرلیں تو بھلا وہ کسی کی عزت پر کیچڑ اچھالنے میں کیونکر عار محسوس کرے گا۔چنانچہ سائبر اسٹاکنگ (Cyber Staking): انٹرنیٹ سروس کا استعمال کرکے کسی فرد کو مستقل ہراساں کیا جاسکتا ہے۔ اسے سائبر اسٹاکنگ کہا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے یہ بہت آسان ہے۔ اسٹاکر (Stalker) انٹرنیٹ کے ذریعے کس فرد کے سلسلے میں تفصیلی معلومات حاصل کرلیتا ہے جسے وہ مختلف ویب سائٹس پر پھیلا کر اسے پریشان اور شرمسار کرتا ہے۔ انٹرنیٹ پر جان سے مارنے کی دھمکی، بدنام کرنا، ہراساں کرنا جیسے اقدام عام ہوگئے ہیں۔

انٹرنیٹ کے جرائم میں سب سے تباہ کن اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے والا جرموں نے اخلاقی قدروں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ مجھے جب کبھی کیفے جانا ہوتا ہے تو کاؤنٹر پر بیٹھا شخص مجھے جس ہاتھ میں جانے کا اشارہ کرتا ہے۔ جب میں اپنے مطلوب نوٹس کے لیے نیٹ براؤزنگ کرتا ہوں تو پہلے سے سرچ کی گئی ویب کے ایڈریس دیکھتا ہوں تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ میرے بیٹھنے سے قبل ایک خوبرو، گورا چٹا، صاف ستھرا نوجوان اُٹھ کر گیا تھا۔ جس کے چہرے سے بھی ہیجان اضطراب عیاں تھا، پنکھا چلنے کے باوجود نہ جانے اسے پسینے کیوں آرہے تھے۔ آپ بھی، سوچ رہے ہونگے میں نے تو بدگمانی کے انبار لگادیے ہیں۔ اصل میں یہ وہ علامات ہیں جو میری میڈیکل معلومات کے مطابق کسی خاص موقع پر پیدا ہوتی ہیں۔ چلیں چھوڑیں۔ محترم قارئین: کیا کریں۔ ہم ایشیاوالوں کے ساتھ ایک حادثہ ہے جب کوئی چیز بنتی ہے جب وہ استعمال کرکے باسی کر چکے ہوتے ہیں پھر ہمارے پاس آتی ہے۔ جب ہمارے پاس آتی ہے تو پھر ہم لیٹ آنے کا غصہ اس کے غلط استعمال کے ذریعے اتارتے ہیں۔ خدارا! آپ انسان ہیں اپنے منصب کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ جو جس کام کے لیے بنائی گئی ہے یا بنی ہے انھیں ویسے ہی استعمال کریں تاکہ خاطر خواہ نتائج حاصل ہوں۔ میری والدین سے عرض ہے کہ آپ اولاد کو علیحدہ روم

میں کمپیوٹر ،انٹرنیٹ ،ویب کیم لگوا کردیں بہت اچھا۔بچہ سیکھے گا۔اپنے نوٹس تیار کرے گا۔اپنی پی آر بڑھائے گا۔لیکن وہ تو بچہ ہے اس پر نظر بھی رکھیں شہزادہ حضور کیا گل کھلارہے ہیں تاکہ احتساب بھی رہے۔جبکہ نوجوان بہنوں ،بھائیوں سے ہاتھ جوڑ کر التجاہے۔میں نے آپ کے ادھار نہیں دینے کے ہاتھ جوڑ رہا ہوں۔صرف اس لیے کہ آپ میری دنیاکے باسی ہیں۔آپ انسان ہیں،آپ اللہ عزوجل کی اشرف المخلوقات ہیں آپ سے میرے اتنے رشتے ہیں بھلا میں آپ کو برباد ہوتے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔خداکے لیے انٹرنیٹ کو علم دوست بنائیں،غیراخلاقی سرگرمیوں سے گریز کریں۔غلط کاموں کے غلط نتائج ہوتے ہیں۔آپ جسمانی طور پر بھی مضراثرات پاتے جائیں گئے۔معاشرے میں جنھیں آپ کے متعلق معلوم ہوگیاکہ یہ مذموم حرکت کرتے ہیں تو کچھ وقعت نہ رہے گی۔بندہ دیکھے نہ دیکھے وہ ربّ تو آپ کے سو پردوں میں چھپنے کے باوجود آپ کو دیکھ رہاہے۔اس سے حیا کرلینے میں ہمارے حق میں بہت بہتری ہے۔امید ہے آپ ابھی اسے ارادہ کرلیں کہ بس۔۔۔۔اب ان شاء اللہ عزوجل : میری ترجیح اسلام دوست ،اسلام دوست کام ہونگے۔میں اپنا پیغام پہنچانے میں کس قدر کامیاب ہوا۔آپ کے بھیجے گئے تاثرات اس کی روشن نظیر ہونگے۔دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

شاد رہیے آبادرہیے۔

روزہ دارو اللہ کے پیارو

اسلام دین فطرت ہے اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ۔ کبھی وہ اسرار و رموز ہم پر آشکارا ہوتے ہیں اور کبھی ہم سے مخفی رہ جاتے ہیں ۔اس میں کمی کی نسبت ہماری کم فہمی کی جانب ہے تعلیماتِ اسلام تو تمام کی تمام کامل واکمل اوراعلیٰ وارفع ہیں۔ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے۔میں نے سوچا کیوں نہ ہم روزے کے متعلق کچھ طبّی فواء کے حوالے سے کچھ سیکھنے کی سعادت حاصل کرلیں تاکہ کسی کو یہ معلوماتِ نافع بتاکرا سے روزہ کے فوائد سے شناسا کرسکیں۔

محترم قارئین:

سال بھر ہم تین وقت کا کھانا کھاتے ہیں ،دن بھر کچھ نہ کچھ کھاتے رہتے ہیں ۔لیکن کبھی ستر ماوں سے زیادہ پیار کرنے والے رب نے ہمیں کبھی منع نہیں کیا لیکن ان بارہ ماہ میں ایک ماہ کے لیے ہمیں منع فرمادیا کہ نہ نہ اے میرے بندے اس ماہ میں اپنی زندگی کا جدول ،اپنے شب و روز کے امور کے لیے ایک نیا طریقہ کار روا رکھ۔اس میں کیا حکمت ہے تیری بھلائی ہے۔میں آپ کو روزہ کے طبّی فوائد بتاچاہ رہاہوں تو لیجیے ۔طبّی فوائد: روزہ عبادت کے ساتھ ساتھ صحتِ انسانی کے لئے مفید چیز ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان کمزور نہیں ہوتا بلکہ

اور (Calories) درحقیقت 24 گھنٹوں میں جسم کو مجموعی طور پر اتنے حرارے مائع (پانی) کی مقدار مل جاتی ہے۔ جتنی اسے عام دنوں میں درکار ہوتی ہے۔ بلکہ رمضان میں ہمارے کھانے پینے اور غذاوں کے انتخاب کا جدول اور طریقہ بھی بدل جاتاہے ہم اکثر زیادہ پروٹین اور کاربوہائیڈریٹ والی چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں نتیجتاً عام دنوں کے مقابلہ میں اس کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

۔۔۔۔)۔ سال بھر ایک یکساں رفتار سے چلنے والا نظام انہضام اس ماہ کچھ ریسٹ) کرتاہے جگر کو بھی کچھ فرصت کے لمحات ملتے ہیں۔ کیونکہ سال کے گیارہ ماہ اسے چل سو چل کرنا ہے تو اب وہ یہ تیس یا انتیس دن میں خود کو آزاد وہ کیفیت میں گویا تیار کررہاہوتاہے۔ جبکہ اطباء و ماہرین طب کی یہ رائے ہے کہ چہ جائے کہ وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم اس بات پر متفق ہیں کہ جسم کے ان اہم پرزوں کو اپنی بقاء اور جسم کے ارتقاء کے لیے ایک ماہ کی ریسٹ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ہم پر کرم دیکھیے کہ ہمیں ہمارے ربّ نے وہ نعمت روزہ کی صورت میں عطافرمادی کہ روحانی منفعت کے ساتھ ساتھ جسمانی منفعت بھی۔

۔۔۔۔) اسی طرح فشارِ خون کے میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔ اس سے دل کی دھک) دھک کی مستقل ریاضت میں کچھ وقفتہ آنے سے اس کچھ آرام مل جاتاہے تاکہ مزید رنگ کرسکے۔ ایک اور اہم اور قابل غو بات وہ یہ ہے کہ خلیوں کے درمیان

مائع کی مقدار میں کمی کی وجہ سے خلیوں کا عمل بڑی حد تک (Inter Celluler)
سکون آشنا ہو جاتا ہے۔ لعاب دار جھلی کی بالائی سطح سے متعلق خلیے جنہیں
کہتے ہیں اور جو جسم کی رطوبت کے متواتر اخراج کے ذمہ دار ہوتے (Epitheliead)
ہیں ان کو بھی صرف روزے کے ذریعے ہی آرام اور سکون ملتا ہے۔ اسی طرح سے ٹشو
یعنی پٹھوں پر دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ رمضان کے ایک ماہ کے روزے بطور خاص ڈائسٹالک
پریشر کو کم کرکے انسان کو بہت زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔

۔۔۔۔)۔ جسم کا ایک اہم جزء پھیپھڑے جو براہِ راست خون صاف کرتے ہیں اس لئے)
ان پر بلاواسطہ روزے کے اثرات پڑتے ہیں۔ اگر پھیپھڑوں میں خون جمع ہو جائے تو
روزے کی وجہ سے بہت جلد یہ شکایت رفع ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نالیاں
صاف ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ روزہ کی حالت میں پھیپھڑے فضلات کو
بڑی تیزی کے ساتھ خارج کرتے ہیں اس سے خون اچھی طرح صاف ہونے لگتا ہے اور
خون کی صفائی سے تمام نظامِ جسمانی میں صحت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

۔۔۔۔) روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں تو)
ہڈیوں کا گودہ حرکت پذیر ہو
جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں لاغر لوگ روزے رکھ کر آسانی سے اپنے اندر زیادہ

خون پیدا کر سکتے ہیں۔ روزے کے دوران جگر کو ضروری آرام اتنا مواد مہیا کر دیتا ہے جس سے بآسانی اور زیادہ مقدار میں خون پیدا ہو سکے۔

۔۔۔۔۔۔) جسم میں خون نہ ہو تو جسم میں سکت نہیں، حرکت نہیں، نمو نہیں، آفزائش) نہیں ۔اب میرے پیارے رب کی حکمت دیکھیں کہ خون میں سرخ ذرات کی تعداد زیادہ اور سفید ذرات کی تعداد کم پائی جاتی ہے۔ طبّی ماہرین کہتے ہیں کہ روزے کی حالت میں یعنی جب انسان بھوکا ہوتا ہے تو ایسے میں جسمانی حرارت کا گراف گر جاتا ہے لیکن جب حقیقی بھوک زور پکڑتی ہے تو حالتِ جسمانی اصلی حالت کی طرف مائل ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح جب روزہ کھولا جاتا ہے اور غذا استعمال ہوتی ہے تو حرارتِ جسمانی میں کسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے روزہ رکھنے کے بعد خون کی صفائی کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔خون کے سرخ خلیات کی تعداد میں ترقی ہو جاتی ہے ۔۔

محترم قارئین: کیا خیال ہے آپ کا ؟رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں کی آمد آمد ہے ۔آپ تمام روزوں سے فیضیاب ہونے کی نیت فرمالیں ۔ان شاء اللہ عزوجل !نیت کاثواب ہمارے ذاتی نفع کے کام کو بھی نیکی میں بدل دے گااور جو طبّی روزے کے فوائد ہیں وہ بھی ہمیں نصیب ہو جائیں گئے ۔مجھے اپنی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔یہ ساعتیں پھر زندگی میں نصیب ہوں یانہ جانے پھر یہ بہاریں مل ہی نہ

پائیں تو۔۔۔۔لہٰذا وقت کو غنیمت جانتے ہوئے ماہ مکرم ماہ ذیشان ماہِ رمضان کی تیاریاں شروع کر دیجے گا۔جس طرح تاجر مال کمانے کے لیے ایسے ہی آپ بھی نیکیوں کے حریص بن جائیں اور اپنے رب کی خوب رحمتوں کی تجارت کے لیے کمربستہ ہو جائیں ۔اللہ عزوجل :ہمیں ماہِ صیام کی برکتوں و رحمتوں سے مالا مال فرمائے ۔آمین

رمضان المبارک کی فلاسفی

اللہ عزوجل کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں۔اس کے احکام میں ہمارے لیے ہزارہا حکمتیں ہیں۔جن کے ثمرات کبھی ہم پر ظاہر کردیے جاتے ہیں اور کبھی ہم محسوس نہیں کرپاتے یا پھر آئندہ کے لیے ذخیرہ کرلیے جاتے ہیں۔رمضان المبارک بھی مسلمانوں کے لیے ایک نعمت ہے جس میں وہ اپنے رب کی معرفت کے زینے چڑھتا ہے۔

آیئے ہم رمضان کی فلاسفی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خوف وڈر:

رمضان المبارک میں بندہ اپنے دنیاوی معاملات کو ثانوی حیثیت دیکر رضا الٰہی کے کاموں کو ترجیحا سرانجام دیتا ہے۔وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈر کر راہ مستقیم پر چلنے کو راہ نجات جانتا ہے۔قران نے اس بات کو''تاکہ تم تقوی اختیار کرو''یعنی برائیوں سے بچو۔جب انسان برائی سے اجتناب کرے گا،بچے گا،دور رہے گا تو اس کے مثبت اور قابل قدر اثرات نہ صرف اس کی ذات پر بلکہ باالواسطہ یا بلاواسطہ معاشرے پر بھی نظر آئیں گے۔معلوم ہوا کہ رمضان معاشرتی برائیوں کا قلع قمع چاہتا ہے۔

: آس و امید

انسان کی بقاء امید پر ہے ۔اگر وہ پریشان ہے تو اسے یہ امید دلا کر معمول پر لایا جاسکتا ہے کہ دیکھو۔بہتر ہوگا۔سب ٹھیک ہو جائیگا،اس نقصان کا ازالہ ہو جائے گا تو اس کی ڈھارس بند جائے گی۔یوں تو ربّ کی رحمت ہر لمحہ اپنے بندے کی منتظر ہے لیکن رمضان المبارک میں اس کی خصوصی عنایات کا ظہور ہوتا ہے۔بندے کو امید کا پروانہ یقین کی سیاہی سے رقم کردہ دے دیا جاتا ہے کہ تیری بہتری کی امید ہے۔آس لگائے رکھ،امید لگائے رکھ بہتر ہی ہوگا،گویا رمضان میں بندے کی اعصابی تربیت ہو رہی ہوتی ہے کہ وہ ڈی، مورال نہ ہو بلکہ پر امید رہے۔کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کی وسیع رحمت کا اظہار ہوتا ہے، مثلا اللہ سبحانہ وتعالی نے چند ایام کے روزے فرض کیئے اللہ سبحانہ وتعالی نے صرف دن کا روزہ فرض کیا رات کا نہیں روزہ میں اگر کوئی شخص بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ پھر بھی صحیح ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سرکش شیاطین وجنات قید کر دیئے جاتے ہیں روزہ دار کا اجر اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے ساتھ خاص کیا۔یعنی مزدور کو اس کی مزدوری کی امید اس ماہ میں دوگنا کی ہوتی ہے۔اس کا کام کا عزم بھی دیگر ماہ کی بنسبت قابلِ دید ہوتا ہے۔ایک رمضان دوسرے رمضان تک کفارہ ہے ان گناہوں کے لیئے جو ان کے درمیان کیئے گئے بشرطیکہ کبائر گناہوں سے اجتناب کرے جس

شخص نے ایمان واحتساب یعنی اجر و ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے اگلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی اگرچہ مہینہ ایک دن کم ہو جائے۔چنانچہ رمضان کے ذریعے ہمیں پر امید رہنے ،پر عزم رہنے کا سبق ملتاہے۔مایوسی کو ختم کرنے کا جذبہ میسر آتا ہے۔

:امتحان کی تیاری اور قوت برداشت کی مشق

ماہِ صیام کو دیکھیں تو یوں لگتاہے گویا یہ امتحان کی تیاری ہے۔جس میں طالبِ علم آئندہ کے لیے اپنی مشق کر رہاہے تاکہ کڑھے سے کڑھے یا مشکل وقت میں اپنے اعصاب پر قابو رکھ سکے اور نبرد آزما ہو سکے۔نفسانی خواہشات انسان کے اعصاب کو شیل کر دیتی ہیں انسان آپے سے باہر ہو جاتاہے وہ کچھ کر گزرتاہے جو بعد میں سوچنے پر اس کے لیے سراسر حماقت ثابت ہوتاہے۔رمضان المبارک کی پر کیف بہاروں میں وہ نہ صرف خواہشات پر قابو بلکہ اپنے اعصاب پر بھی گرفت رکھ کر سال بھر کے لیے تیاری کرلیتاہے

۔

:گذشتہ امتوں کی مشکلات کا احساس اور اپنی آسانیوں پر تشکر

رمضان مؤمن کے دل میں اللہ تعالی کی محبت پیدا کرتا ہے، کیونکہ رمضان میں مؤمن اللہ تعالی کا عظیم کرم وعطاء ہے، کیونکہ اللہ تعالی روزہ دار کی اور رمضان میں قیام کرنے والے کی اور افطاری کرنے والے کی مغفرت کرتے ہیں اور

رمضان میں نیکی کا ثواب دوگنا ہو جاتا ہے، اور روزہ دار کے لیئے خاص اجر ہے، اور یہ سب اللہ سبحانہ وتعالی کا محض فضل ہے۔ پھر مسلمان جب امّت محمدیہ پر ہونے والی عنایات کو دیکھتا ہے۔ تو تقابل کرنے پر اسے اپنی قسمت اپنی فضیلت شکر ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہاں کنتم خیرامۃ کا سرٹفیکیٹ مل گیا۔ بہترین امت ہو۔ روزے وہ بھی رکھتے تھے ہم بھی ہمیں اجر میں ان سے زیادہ نوازا گیا۔ معلوم ہوا کہ رمضان المبارک گویا غمی کا احساس دلا کر شاکر بنانے کے لیے بھی ایک مشق ہے۔

احتساب،اپنی جانچ پڑتال:

مجھے رمضان کی فلاسفی میں ایک بات یہ بھی سمجھ میں آئی ہے کہ اس میں بندہ اپنا احتساب کر سکے۔ اپنے ٹمپرمنٹ کو چیک کر سکے۔ اسے اپنی طاقت، قوت اور زور بازو کا اندازہ ہو سکے۔ نیز یہ کہ رمضان المبارک میں روزہ کی حالت بندہ اور رب کے درمیان مخفی ہے۔ اس میں وہ اپنے عہد پر کتنا پورا اتر رہا ہے۔ اگر کمرے میں چھپ کر کھا بھی لے گا تو رب کو معلوم ہے مخلوق تو نہیں جانتی۔ لیکن پھر بھی وہ کھاتا نہیں، نفسانی خواہش کو پورا نہیں کرتا۔ یہ احتساب کی بہترین مثال ہے۔

غربت ختم کرنے کا سیزن:

رمضان طاعات وخیرات میں مسابقت ومقابلہ کی ترغیب دیتا ہے، لہذا رمضان میں طاعات وخیرات کے تمام مجالات ومیدان اور خیر کے تمام دروازے کھلے ہیں، لہذا اہل ایمان کو چاہیئے کہ یہاں مسابقت ومقابلہ کریں اوراللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کریں لقولہ تعالی: وَسَارِعُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ. آل عمران. ، لیکن رمضان اس مقابلے کا خاص میدان ومجال ہے۔اس میں غیر مستحکم لوگ کوکچھ مالی سہارا مل جاتا ہے۔معاشرہ میں جمود کا شکار پیسہ حرکت میں آجاتا ہے۔جو سال بھر خرچ کرنے میں بخیل تھا ان عطربار ساعتوں میں اس کی مٹھی بھی کشادہ ہوجاتی ہے۔یوں رمضان میں غربت ختم کرنے کا سیزن ہوتاہے۔تاکہ صاحبِ ثروت، غرباء ومساکین کی پسماندگی کو دور کرنے میں ربّ تعالیٰ کی عطاکردہ حیثیت سے نفع پہنچائیں۔

زندگی میں تبدیلی کا ساماں ہو:

رمضان المبارک کے فضائل پرآپ غور کریں توآپ کو محسوس ہوگاکہ اس ماہ میں جنت وجہنم کے معاملات، مسلمان کے درجات میں تبدیلی، بخشش وبرات کے مژدے وغیرہ ۔اس بات کو یوں سمجھیں کہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم میں تبدیلی آجاتی ہے، کیونکہ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، شیاطین کی حالت میں تبدیلی آجاتی ہے، کیونکہ ان کو قید کردیا جاتا ہے، لہذا یہ عالم غیب کی کچھ حالت ہے، رہا مسلمان انسان تواس کو بھی

لازم ہے کہ اپنے ایمان وسلوک وعمل وعبادت وقلب وکردار میں تبدیلی پیدا کرے۔

:اتحاد،اتفاق،اجتماعیت کا درس

کبھی غور کیا اس باریک بین بات پر کہ رمضان امت کو وحدت واجتماع کی تعلیم دیتا ہے، کیونکہ پوری امت چاند دیکھنے کے بعد روزہ رکھتے ہیں، اورسب اجتماعی طور پر طلوع صبح صادق کے وقت روزہ بند کرتے ہیں، اور غروب آفتاب کے وقت افطار کرتے ہیں۔ایسا نہیں کہ وڈیرہ جلدی کررہاہے تو غریب دیر سے ۔حاکم جلدی کررہاہے تو محکوم دیر سے ایسا کچھ بھی نہیں ۔بلکہ سبھی یکساں ،بلا تفریق ،اکائی ،یکسانیت کی عمدہ مثال پیش کرتے ہیں

۔

: ہر چیز کا ٹھیک استعمال

محترم قارئین :اس ماہِ ذیشان نے ہمیں شریعت کے حدود میں کمی وزیادتی نہ کرنے کی تعلیم دی، لہٰذا شریعت نے رمضان کا ایک مہینہ متعین کیا ہے، لہٰذا اس میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے، اسی لیئے عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

: وقت کی قدردانی

رمضان وقت کی حفاظت کی تعلیم دیتا ہے، اور وقت کی حفاظت شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے

:اچھے کرنے کا پیغام

رمضان حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، قال صلی اللہ علیہ وسلم فان امرؤ شاتمہ او قاتلہ فلیقل انی صائم ۔ یعنی روزہ دار کو اگر کوئی برا کہے یا گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو روزہ دار اس کے جواب میں صرف یہ کہے میں روزہ دار ہوں، اور یہ کہنا ریاء نہیں ہے، بلکہ اس بات کی خبر دینا ہے کہ جس عظیم عبادت کو میں بجالا رہا ہوں وہ مجھے تمام فضول ولغو امور میں مشغول ہونے سے منع کرتا ہے، لہٰذا میں تیری برائی کا جواب برائی سے نہیں دے سکتا۔ یعنی تعمیر شخصیت کی بہترین مثال ہے۔

محترم قارئین: رمضان المبارک کی فلاسفی مجھے جو سمجھ میں آئی آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کردی۔ مزید فکرو نظر کے بعد کچھ علمی نکات ہاتھ آئے تو دوسری قسط میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اپنی آراء ضرور دیتے رہا کریں۔ اس سے لکھنے والے کا حوصلہ بلند اور جذبات کو تازگی ملتی ہے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ ہم سب کا حامی ہو ناصر ہو

فخرِ انسانیت کے انسانیت ساز فرمودات

فخرِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلام کے انسانیت ساز فرمودات

۔۔۔۔وہ عظیم ہستی جنکی سیرت کے چرچے ربّ فرماتا ہے۔

۔۔۔۔۔لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (پ۲۱،آیت :۲۱،، سورۃ احزاب)

۔۔۔۔۔ترجمہ ئ کنزالایمان : بیشک تمہیں رسول اللّٰہ کی پیروی بہتر ہے۔

۔۔۔جن کے لبہائے مبارک جنبش پائیں/// تو صداقت و حقانیت کے چشمیں پھوٹیں

۔۔۔جن کی امانت کے معتنی (مُ۔عَن۔نِیْ) /// اپنے پرائے سبھی

۔۔۔جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں کو/// جن کے جسمِ مسعود نے لازوال روشنی بخشی

۔۔۔۔وہ حلم و حکمت کے پیکرِ بے مثل //کہ جنھوں نے پتھر کھاکر بھی دعائیں دیں۔

۔۔۔جن کے دامنِ شفقت میں ////بے چاروں، غم کے ماروں کو/// پناہ ملی

۔۔۔وہ جنھوں نے/// غریبوں ، فقیروں کی دستگیری کی

......دریائے سخاوت سے ہر منگتے کو نواز دیا

.... ان اوصافِ حمیدہ کے جامع ربّ کے پیارے ،///امّت کے سہارے/// حضورِ

اکرم نورِ مجسم شاہِ بنی آدمؐ ہیں۔

!!!۔۔۔۔۔لیکن افسوس ! صد افسوس

۔۔۔۔۔آج ہم سیرت نبوی سے کوسوں دور/// تنزلی کی دلدل میں دھنستے چلے جا رہے //ہیں ،///رزائل اخلاق نے معاشرے کے امن وسکوں کو

تہہ وبالا کر دیا/// ۔حسن اخلاق، محبت ، بھائی چارہ ، عفودر گزر، رواداری ، ملنساری جیسے وصف/// ہمارے کردار سے مٹتے چلے جا رہے ہیں۔

لیکن آج بھی ان کے لبہائے مبارک سے فیض بخش کلمات انسانیت کے لیے اسی قدر نفع بخش ہیں جتنے آپؐ کے دور میں ۔آیئے :ان قیمتی گلوں سے مشام جاں کو معطر کرتے ہیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

١۔اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری و مسلم) اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے۔

٢۔اَلطُّھُوْرُ شَطْرُالاِیْمَانِ (مسلم) پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔

٣۔طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
مُسْلِمٍ (مسندِ امام اعظم

٤۔خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا

وَعَلَّمَہٗ۔ (بخاری) اور دوسروں کو سکھایا۔

۵۔ اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّؤَالُ (ابوداؤد) معلوم نہ ہو تو پوچھ لینا چاہیے۔

۶۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری، مسلم) تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۷۔ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ (ترمذی) ہر معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

۸۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (مسلم) جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا۔ اللہ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔

۹۔ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری، مسلم) میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا۔

۱۰۔ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ (ابوداؤد) لوگوں سے ان کے رتبے کے مطابق پیش آؤ۔

۱۱۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور

ہاتھ سے

مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (ترمذی، نسائی) دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۱۲۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ (مسلم) مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔

۱۳۔ لَایَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَایَرْحَمُ (بخاری، مسلم) جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔

۱۴۔ لَاتُصَاحِبْ اِلَّا مُؤمِناً (ترمذی) ایمان والے نیک لوگوں کے پاس بیٹھا کرو۔

۱۵۔ لَایَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یَّھْجُرَ کسی مسلمان کے لےے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی اَخَاہُ فَوقَ ثَلٰث (مسند احمد، ابوداؤد) سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔

۱۶۔ لَایَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یُّرَوِّعَ مُسْلِماً کسی مسلمان کے لےے جائز نہیں کہ کسی ابوداؤد) مسلمان کو ڈرائے۔)

۱۷۔ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ظلم قیامت کے دن ظلمات ہوگا۔

(بخاری، مسلم)

۱۸۔ اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ مخلوق اللہ کا اہل وعیال ہے۔ اللہ کو وہ شخص اَلْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی سب سے زیادہ پسند ہے جو اس کے اہل

و

عِيَالِہٖ (بیہقی) عیال سے اچھا سلوک کرے۔

۱۹۔ اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ (بیہقی) لوگوں سے محبت رکھنا آدھی عقل ہے۔

۲۰۔ یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (ترمذی) اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

۲۱۔ لَااِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ۔ (بیہقی) جو امانت دار نہیں اس میں ایمان نہیں۔

۲۲۔ لَادِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ۔ (بیہقی) جو وعدہ پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

۲۳۔ اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السَّوْءِ۔برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔

(بیہقی)

۲۴۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا

بخاری، مسلم) جس سے اسے محبت ہوگی۔)

۲۵۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ (ابوداؤد) باہمی گفتگو امانت ہوتی ہے۔

۲۶۔ کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے

بِکُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم) کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرتا پھرے۔

۲۷۔ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ حرام کھا کر پلنے والا جسم جنت میں نہیں
بِالْحَرَامِ (بیہقی) جائے گا۔
۲۸۔ اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ (بخاری، مسلم) مظلوم کی آہ سے ڈر۔
۲۹۔ جَاہِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ (ابوداؤد) مشرکوں کے خلاف جہاد کرو۔
۳۰۔ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی
ابوداؤد) وہ انہی میں سے ہو گا۔)
۳۱۔ اَلْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ (ترمذی) جلدی شیطان کراتا ہے۔
۳۲۔ اَلْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔
(بخاری، مسلم)
۳۳۔ اِنَّ مِنْ اِشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یہ قیامت کی ایک نشانی ہے کہ لوگ مسجدوں
یَتَبَاھَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ (ابوداؤد) میں چودھری بنیں گے۔
۳۴۔ لَایُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مومن ایک سوراخ میں سے دو بار ڈنگ نہیں کھاتا۔
(وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ (بخاری، مسلم
۳۵۔ اُزْھُدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے

اللّٰہُ وَازْہَدْ فِیمَا عِنْدَ النَّاسِ محبت کرے گا۔اور لوگوں سے لالچ نہ رکھ
یُحِبُّکَ النَّاسِ (ترمذی،ابن ماجہ) لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

۳۶۔ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ (بخاری) مُردوں کو گالیاں مت دو۔

۳۷۔ مَنْ صَمَتَ نَجَا (مسند احمد،ترمذی) جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

۳۸۔ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ جس نے کسی کی موت پر اپنا منہ پیٹ لیا
وَشَقَّ الْجُیُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَی اور کپڑے پھاڑ لیے اور جاہلانہ
الْجَاہِلِیَّۃِ (بخاری، مسلم) چیخ پکار کی وہ ہم میں سے نہیں۔

۳۹۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اللہ کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ اَدْوَمُہَا وَاِنْ
قَلَّ (بخاری، مسلم) کیا جائے خواہ وہ عمل تھوڑا سا ہو۔

۴۰۔ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰی اسے خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا۔
سَبْعَ مَرَّاتٍ لِّمَنْ لَّمْ یَرَنِی اور اسے سات بار خوشخبری ہو جس نے مجھے
وَاٰمَنَ بِی (مسند احمد) نہیں دیکھا مگر پھر بھی مجھ پر ایمان لے آیا۔

محترم قارئین کرام: اپنی زندگی کا ایک اصول بنالیں جو کام کی بات ملے اسے اپنے پلے
باندلیں اور عزم کرلیں کے اس پر عمل بھی کریں گے۔ان شاء اللہ

عزوجل آپ کا علم آپ کو نفع دے گا۔ اللہ عزوجل ہمیں سیرت رسول عربی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔

حوا کی بیٹی کی درد بھری پکار

حوا کی بیٹی کی درد بھری پکار

جب میں نے تاریخ کے اوراق الٹ پلٹ کر دیکھے کہ کہیں مجھے کوئی ایسا تاریخ ساز جذبہ مل جائے جس کے ذریعے میں آج کے بے حس ،بے مروت ،مفاد پرست مسلمان کو بتا سکوں کہ دیکھو تم ایسے نہ تھے تم ایسے ہو گئے ہو۔ تمہاری اصل یہ نہیں ، تمہارے بزرگ ایسے نہ تھے ۔ تمہارے سامنے بلکتے مسلمان ،گاجر مولی کی طرح کٹتے کلمہ حق کہنے والے ،ننھے ننھے لاشے ،ماں ، بہن کی عصمت دری، گھروں پر، آبادیوں پر ڈرون حملے ،مسلمانوں کے کہ ملک میں مسلمانوں کے مفادات ،احساسات سے اعصاب شکن کھیل ۔اف ! میرے مالک ! اف ! تمہیں کبھی احساس تک نہ ہوا۔ مجھے سیر و تواریخ سے ایسے بہت سے سبق آموز ، غیرت کی چمک سے بھرپور واقعات ملے ان میں ایک غیرت مسلم کو بقاء بخشنے والا واقعہ پڑھیے اور کچھ خوفِ خدا کر لیجیے !

ایک مسلمان خاتون نے جسے رومیوں نے قید کر لیا تھا. .جب اُس وقت کے عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو مدد کے لیے پکارا تو پوری سلطنتِ اسلامی کے ایوان لرز اٹھے۔ خلیفہ معتصم نے اُس عورت کی فریاد کے جواب میں غیرتِ اسلامی کا کامل مظاہرہ کرتے ہوئے نفیرِ عام کا حکم دیا اور اُس قیدی بہن کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بذاتِ خود ایک لشکرِ جرّار کی قیادت کرتا ہوا روم کے سب سے مضبوط

شہر عموریہ پر حملہ آور ہوا۔ یہاں تک کہ وہ خاتون پوری عزت و احترام کے ساتھ واپس پہنچ گئیں۔ رومیوں کو اپنے کیے کا پورا پورا خمیازہ بھگتنا پڑا اور ایک مسلمان عورت کی پکار ان کی ذلت و تباہی کا باعث بن گئی۔

ہاں وہ اسلیے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تیری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا
میری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

دیکھا آپ نے ایک غیور مسلمان نے دشمن بداطور کو بتادیا کہ ہم اپنا تحفظ کرنا جانتے ہیں ہم اپنی عزت کا پاس رکھنا جانتے ہیں، ہم اپنی ملت کے محافظ ہیں، ہم جان تو دے سکتے، ہیں لیکن ہمیں عزت و حمیت پر سودا گوراہ نہیں، یہ گردن کٹ تو سکتی ہے مگر کسی ظالم و جابر کے ظلم و جبر کے آگے جھک نہیں سکتی۔ ان رگوں میں نہایت پاکیزہ خون ہے جو حق کے لیے گردش کرتا ہے جب اس کی گردش، حدت و شدت بڑھ جائے تو پھر برسوں صلیبی جنگیں یاد رکھی جاتی ہیں، برسوں صلاح الدین ایوبی کے کردار ذہنوں میں نقش رہتے ہیں، پھر صدیوں ٹیپو کی تلوار

کی آہٹ دشمن کی نیندیں حرام کر دیتی ہے ،پھر مائیں شجاعت و بہادری ، غیرت و جوانمردی کے کارنامے سن سن کر اپنے بیٹوں کے نام خالد بن ولید، حیدر سلطان ، محمود غزنوی، صلاح الدین رکھنے میں فخر محسوس کرتی ہیں ،آہ !آج ماؤں نے ایسے جری جننا ہی چھوڑ دیے ہیں اور دشمن کے ڈر سے یہ نام رکھنا بھی چھوڑ دیے ۔تو پھر انجام بھی دیکھ لیں کہ آج امریکہ یا برطانیہ کا کتا مر جائے تو بات کورٹ کچہری تک چلی جاتی ہے ۔اس شہری پر کیس کر دیا جاتا ہے ہرجانہ بھرتا ہے ۔لیکن دنیا بھر میں میرے مسلمان بھائی بہنوں کا قتل عام ہو رہا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ۔

میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے آنسووں کاش اس ظلم و بربریت کے خلاف احتجاج میں شامل ہو کر میری بے حسی کا کفارہ بن جائیں لیکن ایسا لگتا نہیں کیوں کہ میں ظلم کے خلاف بول بھی سکتا ہوں ، لکھ بھی سکتا ہوں اور وقت آنے پر اسلحہ بھی اُٹھا سکتا ہوں تو پھر یہ آنسووں بزدلی کی علامت دکھائی دینے لگے ۔

ربّ کعبہ کی قسم ! مجھ سے مسلمانوں کہ یہ حالات دیکھے نہیں جاتے ۔کیاآپ بھی میری طرح فقط رونے دھونے پر اکتفاء کریں گےٗ یا دنیا کو بتلا دیں گےٗ کہ ہم متوالے ہیں ، ہم دل والے ہیں ، اے کمین گاہوں سے نکلنے والو ! جس زندگی کی تم حفاظت کرتے ہو۔ہم مسلمان اس زندگی کو قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں ۔ہم

نہتے ضرور ہیں، ہم غیر مستحکم ضرور ہیں لیکن ہمارے اعصاب اتنے مضبوط ہیں کہ تمہاری جدید تکنیک دھری کی دھری رہ جائیں گیں۔

محترم قارئین: میں دست بدست آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ کچھ کیجیے ۔ورنہ ۔۔۔۔انجام کے لیے تیار رہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم تبصرہ تو کردیتے ہیں عملی اقدام کون کرے گا؟میں علماء کرام کی خدمت میں بھی عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے مواعظ اپنی تقاریر میں جذبہ اسلام، غیرت اسلام، جرت اسلام کو شامل فرمائیں۔کتنے دکھ کی، بات ہے۔کشمیر، فلسطین، برما، چیچنیا، بوسنیا، افغانستان میں کیا ہو رہا ہے؟کیا ہم اس لیے خاموش ہیں کہ ان مرنے والوں میں نہ تو میرا ماں جایا بھائی، نہ میری بہن، نہ میرا باپ، نہ میرا آنزن، نہ میری ماں، نہ میرا دوست شامل ہے۔بھلا پھر روئیں بھی تو کیسے روئیں، غم کا وہ پیمانہ ہی نہیں، دل میں دکھ کی اتنی شدت ہی پیدا نہیں ہوئی۔

یاد رکھیے! محمد بن قاسم رحمۃ اللہ تعالی علیہ بھی اپنی خالہ کی بیٹی، اپنے ماموں کی بیٹی کو بچانے کے لیے نہیں آئے تھے وہ بھی حوا کی بیٹی، وہ بھی آدم کی بیٹی، وہ بھی نبی کریمؐ کی امّت کی بیٹی کو بچانے آئے تھے۔

سوچیے گا ضرور!!ہر کسی کی اپنی اپنی سوچ ہوتی ہے۔کسی کی سوچ یہ کہ اتحاد بین

المسلمین قائم کرکے ان مظالم کا سدباب کیا جائے (اس میں سب سے مرکزی کردار احکام بالا کا ہے)۔ کسی کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ فوج کشی کرکے دشمن کو تہ وبالا کردیا جائے (کیونکہ ہم فوج کو اپنا نجات دہندہ جانتے ہیں)۔۔ کسی کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ وہاں جاکر جہاد کیا جائے (جیسا کہ گذشتہ سے پیوستہ ہوتا چلا آرہا ہے افغنستان کی مثال) ۔ کسی کی سوچ یہ ہوتی ہے اس ملک اس خطہ کے مسلمان یکجا ہو کر حملہ آور ہوں (ایسا تو ہوتا ہی ہے)۔ کسی کے ذہن کی تختی پر یہ عبارت کندہ ہوجاتی ہے کہ جو مسلمانوں پر ظلم کررہاہے وہ جہاں ملے ،جس ملک میں ملے ،بچہ ہویا جوان ،مرد ہو یا عورت مارڈالو (یہ عالمی قوانین کی خلاف ورزی اور اسلامی پیغام سے متصادم)۔ کسی کی سوچ کا مرکز دیگر سے انتہائی مختلف کہ ان دشمنوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے ان کی مصنوعات کا استعمال چھوڑدینا (یہ ایک مہذب احتجاج شمار کیا جاتا ہے)۔ کوئی لکھ کر، کوئی بول کر الغرض ہر کوئی اپنے حصّہ کا کام کرنے کا خواہاں ہے۔ لیکن آپ کیا سوچ رہے ہیں ؟یہ سب یا ان کے علاوہ ؟جو سوچ رہیں وہ درست ہو اور اس کے ثمرات دیرپا ہوں ۔تو پھر کر دکھایئے اپنے عمل سے وہ سب جس کی آپ سے توقع کی جارہی ہے۔

فقط مفروضوں پر یقین چھوڑ دیجیے ۔کچھ کرنے کا معمول بنائیں ۔ہم پوری دنیا کو بتادیں گئے کہ ہم مسلمان بڑے ہمدرد لوگ ہیں ۔ہم پیار کرنے والے ہیں ۔ہم محبتوں کی خوشبو عام کرنے والے ہیں ۔ہم پرامن ہیں ہمیں پرامن رہنے دیا جائے

کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعصاب شکن رویے تمہیں یاد ماضی بنا دیں۔

مظلوم کی بددعا

ہنستی مسکراتی زندگی ہر کسی کو عزیز ہے۔لیکن شاید انسان اس معاملہ میں غافل ہے کہ کسی کی ہنستی مسکراتی زندگی اسے کچھ بھلی نہیں لگتی۔انسانوں کی اک تعداد دوسروں کی زندگیوں کو بے چین دیکھنے میں ،بے چین کرنے میں راحت محسوس کرتے ہیں ۔دوسروں کے حقوق سلب کرنے میں کچھ عار محسوس کرتے ہیں۔ ظلم وبربریت کے وہ عبرت ناک کام کرگزرتے ہیں کہ جس سے انسانیت پشیماں ہوجائے۔
محترم قارئین !اس وقت آپ اپنے گلی محلہ کو دیکھیں ،گھر کو دیکھیں ،ملک کو دیکھیں ،عالمی افق پر دیکھیں چار سو ظلم کی بکھری داستانیں ہمیں منہ چڑھارہی ہیں ۔چنانچہ ایسے میں انسانوں کو ظلم اور اس کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کو دنیاوی زندگی میں اس کے نقصانات اور اخروی زندگی میں برے انجام سے آگاہی دی جائے۔
توآیئے ہم کچھ بات ظلم و جبر کے متعلق کرلیتے ہیں ۔اللہ عزوجل !ہمیں حق و سچ کہنے اس پر عمل کی توفیق عطافرمائے۔یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ظلم کا انجام کسی طور اچھا نہیں ہے۔ ماضی اور زمانہ موجود میں بہت سارے ایسے

واقعات رونما ہوئے جن میں اہل خرد کے لیے عبرت کا بہت سا سامان موجود ہے۔

اے بنی نوع انسان: مظلوم کی فریاد اس تیر کی طرح ہے جس سے ظالم کبھی نہیں بچ سکتا۔ نبی کریمؐ نے جب حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا:... واتّقِ دعوۃَ المظلومِ؛ فانہ لیس بینہا وبین اللہ حجابٌ؛ متفق علیہ.

مظلوم کی بددعا سے بچ! اللہ اور اس کے مابین کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

ظالم کی عاقبت نااندیشی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ مظلوم کی دعا ہر صورت میں مقبول ہوتی ہے چاہے وہ فاجر حتیٰ کہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

لاتُردُّ دعوۃُ المظلومِ ولو کان فاجِرًا ففُجورُہ علی نفسہ.

مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی، چاہے دعا کرنے والا فاجر ہی ہو۔ بے شبہ اس کا فجور اس کے نفس کے ساتھ (خاص) ہے۔

ایک دوسرے مقام پر آپؐ نے فرمایا:

.اتّقوا دعوةَ المظلوم وإن كان كافرًا؛ فانه ليس بينها وبين الله حجابٌ

مظلوم کی بددعا سے بچو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ اللہ اور اس کے مابین کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے

لا تظلِمنَّ إذا ماكنتَ مُقتدرًا فالظلمُ ترجعُ عُقباهُ إلى النّدَمِ

تنامُ عيناكَ والمظلومُ مُنتبِهٌ يدعُو عليكَ وعينُ اللهِ لم تنَمِ

جب تم مقتدر ہو تو ظلم نہ کرنا، ظلم کا انجام ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تمہاری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن مظلوم جاگ کر تیرے لیے بددعا کرتا ہے؛ اور اللہ کی آنکھیں کبھی نہیں سوتیں۔

اے وہ انسان! جس کے لیے مسلمانوں کے خون قدر و قیمت سے خالی ہو گئے ہیں، جس کے لیے مسلمانوں کی عزت کی کوئی اہمیت نہیں، جس کے لیے ان کے اموال کی حیثیت !پرکاہ سے بڑھ کر نہیں۔ اللہ سے ڈر جا

! محترم قارئین :اب عبرت کے لیے ظلم بھری داستانوں کو بھی پڑھ لیجیے

تاریخی کتب میں خالد بن عبداللہ برمکی کا واقعہ منقول ہے کہ جب وہ اور اس

کا بیٹا جیل میں تھے تو اس کے بیٹے نے کہا: اباجی ! کیا وجہ ہے کہ ہم اس قدر شان و شوکت کے بعد قید خانے کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں؟ تو خالد بن عبداللہ نے کہا: ہمارا آج یہ حال اس وجہ سے ہے کہ ہم نے مظلوم کی کان پر کان نہیں دھرے جبکہ اللہ اس سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا۔

:ایک اور حکایت

علمائے کرام نے مالک بن دینار کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کو بخار ہوگیا، جب کچھ افاقہ ہوا تو ضروری کام سے باہر نکلے۔ باہر پولیس کے کچھ اہلکاروں سے سامنا ہوا کہتے ہیں کہ انھوں نے (بلاوجہ) مجھے پکڑ کر زمین پہ لٹایا اور ایک شخص نے میری پیٹھ پر کوڑے مارنا شروع کر دیے، جن کی تکلیف بخار سے کہیں زیادہ تھی۔ تو میں نے اسے کہا: اللہ تعالی تیرے ہاتھ کاٹے! کہتے ہیں کہ اگلے دن کچھ ہمت کرکے ضروری کام سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ اسی شخص کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اور وہ انھیں گردن میں لٹکائے پھر رہا ہے۔

اے ظالم اور متشدد انسان! اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈر! اور مظلوم کی دعا کا شکار ہونے سے بچ جا! اے بے حس انسان اپنی تنظیم اپنے مفادات ،اپنے وسائل ،اپنی وقار کی خاطر مظلوم انسانوں کا خون کرنے والے سنبھل جاؤ، سنبھل جاؤ۔ ورنہ تمہارا وہ عبرتناک انجام ہوگا کہ لوگ تمہارا ذکر کرنے میں عار محسوس

کریں گئے۔اللہ اور اس کی مخلوق کے ہاں تم ذلیل ہو جاؤ گے۔
پچھلے دنوں جب کراچی کے حالات خراب تھے تو آئے دن سننے کو ملتا تھا کہ فلاں علاقہ میں ایک چوکیدار کو ماردیا،فلاں علاقے میں موچی کو ماردیا،فلاں علاقہ میں ایک راہگیر بچے کو گولیوں سے چھلنی کردیا،فلاں جگہ دو خواتین کو سر میں گولیاں مار کرہلاک کردیا،فلاں مارکیٹ میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے تاجر کو ماریا۔
اے اللہ کی زمین پر فساد کرنے والے !اے اسلحہ کے زور پر اتراتے پھرنے والو۔اے بے حس لوگو!تم اخبار میں نامعلوم ہو۔تم پولیس اسٹیشن میں نامعلوم ہو۔لیکن یاد رکھو ! ربّ تعالٰی کے دفتر میں تم ملعونوں میں لکھے گئے ہو،ظالموں ، قاتلوں میں لکھے گئے ہو۔وہ تمہیں خلوت میں جلوت میں دیکھ رہاہے۔کیوں کسی مظلوم کی بد دعا لیتے ہو۔
واقعہ: طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ ایک آدمی (اللہ کے بجائے) حضرت علی سے مدد طلب کیا کرتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ حضرت سعد نے کہا پھر میں تیرے لیے بد دعا کروں گا۔آپ نے اس کے لیے بد دعا کی تو کچھ ہی دیر بعد ایک چنگھاڑتے

ہوئے اونٹ نے اسے روند ڈالا۔ جس سے وہ مر گیا۔
اے لوگوں پر ظلم ڈھانے والے ! چاہے جو بھی ہو جائے تجھے اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن اللہَ لَیُملِی لظالمِ حتی إذا اخذہ لم یُفلِتْہ

بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، پھر جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو اس کو چھوڑتا نہیں۔

پھر نبی کریمؐ نے یہ آیت پڑھی :

(وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَہِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (ہود: 102 .

تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے۔

اے مسلمان ! خلق خدا پر ظلم نہ کر اور ہر اس قول اور عمل سے اپنے آپ کو بچا کے رکھ جس سے ظلم کی مدد ہوتی ہو۔ مظلوم کی آہ تیرا سب کچھ برباد کر دے گی۔ تو کہیں کا نہیں رہے گا۔ اس دنیا میں بہتیرے بڑے بڑے عہدوں پر براجمان ہیں جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اک تعداد ہے جو ان کے شر سے

واقف ہونے کے باوجود حقیقت کے لیے زبان کو حرکت دینے میں اپنی اور اپنے آباء کی جان کا خطرہ محسوس کرتی ہے۔

! میرے پیارے، عزت مآب قارئین

اک لمحے کے لیے سوچیے گا کہ جس طرح درندوں سے انسان ڈرتا ہے اسی طرح انسان سے بھی ڈرتا ہو! تو اس انسان کو سوچ لینا چاہیے کہ وہ انسانی شکل میں درندہ ہے ۔خدا کے لیے کسی سے زیادتی مت کیجے ! کسی کا دل مت دکھایئے، کسی کی بددعا مت لیجیے۔کوڑا کرکٹ چننے والے سے لیکر معاشرے کا ہر ہر فرد قیمتی ہے اس کے حقوق کا پاس ہماری ذمہ داری ہے۔ کسی کو حقیر جان کر اس کے ساتھ آپ کا ناروا رویہ کہیں آپ اور آپ کی آتی نسلوں کو برباد نہ کردے۔سب سے دعائیں لیں ۔بددعائیں نہ لیں ۔

کاش ظلم کا یہ نظام بے نام ہو جائے
تفتیش کو انکے کوئی اہتمام ہو جائے
میری ملت کے سبھی لوگوں کے لیے
بعد جرائم سے ہمیشہ عام ہو جائے
ظہور شمع سے شمع جلائیں ہم سب
امن کی ضوء پھر یوں پیغام ہو جائے

روزہ اور معاشرہ

ارشادِ باری تعالیٰ :

یاایھاالذین اٰمنوا کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ، ۱۸۳،۲)

ترجمہ :اے ایمان والوتم پر رزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاوَ''

روزے کے عظیم اجر اور عظیم فائدوں کو نظر میں رکھ کر پورے ذوق و شوق کے ساتھ روزہ رکھنے کا اہتمام و انصرام کیجیے ! یہ ایسی عبادت ہے جس کا بدل کوئی دوسری عبادت نہیں ہوگی ۔یہی وجہ ہے کہ روزہ ہر امت پر فرض کیا گیا۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے ۔آپؐ نے روزے کے اس عظیم مقصد کو یوں بیان فرمایا: جس شخص نے روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ بھوکا وریپاسا رہا ہے ۔

قارئین کرام !جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ.برائی کو ترک نہیں کرتا جھوٹ بولنا بہت.بری بات ہے اور پھر اس طرح بولتے ہیں کہ جھوٹ کوئی معیوب بات

نہیں ۔ روزے میں نہایت اہتمام کے ساتھ ہر برائی سے دور رہنے کی بھرپور کوشش کیجیے ! اسلیے کہ روز کا مقصود زندگی کو پاکیزہ بنانا ہے ۔جب روزہ رکھ کر انسان اپنے اندر تقوی ،پرہیزگاری نہ پیدا کرے، تو اس کے پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ روزہ ڈھال ہے اور جب تک تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اپنی زبان سے کوئی بے شرمی کی نہ نکالے اور نہ کوئی شر و فساد پید کرے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو اس روزے دار کو سوچنا چاہیے کہ میں تو روزے دار ہوں ، بھلا میں کس طرح گالی دے سکتا ہوں یا کسی کے ساتھ لڑسکتا ہوں جب یہ چیز یعنی تقوی اور پرہیز گاری کسی کے اندر پیدا ہو جائیگی تو گویا اس نے روزے کے فوئد و ثمرات کو حاصل کرلیا۔

پاکباز ہستی کی قابل رشک زندگی

رمضان المبارک کی ان پاکیزہ ساعتوں میں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم پاکیزہ کام کریں، پاکیزہ لوگوں کی صحبت اختیار کریں پاکیزہ لوگوں کو یاد کریں ان کی سیرت کو اپنے لیے راہنما بنائیں۔ کیونکہ نیک اور پاکباز ہستیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ جن کا کردار آفتاب ہدایت، جن کا گفتار مہتاب عنایت۔ ان کی سیرت کا ہر گوشہ انسانیت کے لیے انسانیت ساز کہ آج بھی تاریخ کے ورق پلٹتے ہیں تو عظیم ہستیوں کے عظیم کارناموں کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہو جاتے ہیں۔ایسی ہی ایک عظیم نیک پارسا ہستی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آیئے: جانتے ہیں ان کی سیرت کے حسین گوشے۔جو پیغام ہیں، جو درس ہیں ہمارے لیے

۔

(حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کنیت ولقب:

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ بارہ آئمہ میں سے پانچویں امام ہیں۔

آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔

لفظ باقر کی وجہ تسمیہ:

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ کے لقب باقر ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ مختلف علوم میں وسعتِ نظر کے مالک تھے اور انھیں خوب فصاحت بلاغت سے بیان فرماتے۔

: والدہ محترمہ کا اسم گرامی

آپ کی والدہ کا اسم گرامی فاطمہ تھا جو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔

: ولادتِ باسعادت

آپ مدینہ منورہ میں ۳ صفر المظفر بروز جمعۃ المبارک ۵۷ھ کو پیدا ہوئے یعنی حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے تین سال قبل۔

: وصال شریف

آپ رضی اللہ عنہ کا ۱۱۴ھ میں ستاون برس کی عمر شریف میں وصال شریف ہوا آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں اپنے والد گرامی کی قبر مبارک کے قریب ہے۔

: نبی کریمؐ کا آپ کو سلام دینا

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت آ کر سلام کیا جب کہ ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا پھر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔

''

میں نے کہا؛ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:
میرے بیٹے میرے قریب آؤ۔ میں قریب آیا تو انھوں نے میرے ہاتھ چومے اور
پاؤں چومنے کے لیے آرزو کی میں دور جا کر کھڑا ہو گیا تو انھوں نے فرمایا:
خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے کہا: آپ پر بھی صلوٰۃ
وسلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکت ہو۔ پھر میں نے دریافت کیا؛ اے جابر یہ سب کچھ
کیونکر ہوا ہے ؟
حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:
ایک روز میں نبی کریمؐ کے پاس تھا تو آپؐ نے مجھے فرمایا اے جابر شاید تمھاری
ملاقات میرے فرزند سے ہو جسے محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے انوار وحکم
عطا کرے گا تو تم اسے میرا سلام پہنچا دینا۔
ایک اور روایت میں انہیں سے روایت ہے کہ محبوب خداؐ نے فرمایا:
اے جابر ہوسکتا ہے کہ تو حسین کے ایسے بیٹے سے ملاقات کرنے کے لیے زندہ رہے جس
کانام محمد ہے اور جو دینِ محمدی کی خوب اشاعت کرے گا تو تُو اسے میرا سلام پہنچا دینا:۔
(کراماتِ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ)
حضرت امام باقر کا غیب کی خبر دینا:
ایک معتبر راوی نے روایت کیا کہ ہم حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہشام
بن عبدالملک کے مکان کے قریب سے اس وقت گزرے جب وہ اس کی بنیاد رکھ

رہا تھا تو آپ نے فرمایا:

قسم بخدا یہ مکان نیست و نابود ہو جائے گا اور لوگ اس کا گارا تک اٹھا کر لے جائیں گے یہ پتھر جس سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈر بن جائیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے آپ کی بات سے تعجب ہوا کی ہشام کے مکان کو کون نیست و نابود کرے گا۔ جب ہشام وفات پا گیا تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اسے گرا دیا گیا اور تمام پتھریلی بنیاد کو اٹھا دیا گیا۔ یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا (اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو

سَر کو نیزے پر لٹکانا:

ایک معتبر راوی سے مروی ہے کہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ آپ کا بھائی زید بن علی ہمارے قریب سے گزرا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قسم بخدا یہ کوفہ کی جانب چلا جائے گا اور لوگ اسے قتل کر دیں گے اور اس کے سر کو گلی کوچوں میں پھراتے ہوئے یہاں لے آئیں گے اور نیزے پر لٹکا دیں گے۔,,

ہم آپ کی یہ باتیں سن کر حیران ہوئے کیونکہ مدینہ منورہ میں کبھی کسی کو نیزہ پر نہیں لٹکایا گیا تھا لہذا جب ان کے سر کو لایا گیا تو ساتھ ہی پھانسی کا سامان بھی لایا گیا۔

: سوال سے پہلے جواب

فیض بن مطر نامی ایک شخص نے کہا کہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے لیے جگہ کی تعین کے متعلق سوال کروں۔ میں ابھی سوال کرنے نہ پایا تھا کہ آپ نے حدیث بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کشادہ جگہ پر جہاں گھاس بکثرت ہو نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

: بھیڑیے کا امام پاک سے گفتگو کرنا

شواہدالنبوۃ میں کہ ایک راوی کہتے ہیں کہ ہم حضرت محمد بن علی امام باقر کے ہمراہ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کی درمیانی وادی میں محو سفر تھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور میں ایک گدھے پر سوار تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہاڑ سے اتر کر ان کے قریب آیا اور وہ آپ کے خچر کی نگرانی کرتا رہا اور ایک بھیڑیا اپنے ہاتھوں کو خچر کی زین کے اگے رکھ کر بہت دیر تک محوِ گفتگو رہا۔ وہ سنتے رہے آپ نے اس بھڑیے

: سے فرمایا

،،اب تم واپس چلے جاؤ جو تم چاہتے تھے میں نے اسی طرح کر دیا ہے۔

بھیڑیا یہ سن کر واپس ہو لیا۔ پھر امام پاک نے مجھے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے یہ کیا کہتا تھا۔ اس شخص نے کہا: اللہ اور رسول اور اس کا فرزند ہی بہتر جانتے ہیں۔

امام پاک نے فرمایا: بھیڑیا فریاد کر رہا تھا کہ میری ہمسر اس وقت دردِ زہ

میں بتلا ہے دعا کیجئے کہ اللہ تعالی انھیں اس سے نجات دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے عقیدت مندوں پر مسلّط نہ کرے۔چنانچہ آپ نے بھیڑیے کے حق میں دعائے خیر کی۔(اللہ عزوجل کی آپ پر رحمت ہواور آپ کے صدقے ہماری مغفرت ہو (آمین

:بالوں کا سیاہ ہو جانا

ایک راوی نے روایت کیا کہ دو مستور جن کے نام جبابہ اور اہلیہ تھا حضرت امام باقر :رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے آئیں۔آپ نے فرمایا

تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو؟

جبابہ نے عرض کیا: حضور میرے بال سفید ہوگے ہیں میں انہیں درست کرنے میں لگی :رہتی ہوں۔امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

مجھے دکھاؤ،،۔اس نے اپنے بال دکھائے تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جس سے تمام بال سیاہ ہوگئے۔پھر فرمایا:اسے شیشہ دکھاؤ۔اس نے آئینہ دیکھا تو اس کے بال سیاہ ہو چکے تھے۔

:آنکھوں کو بینائی عطا کرنا

ایک شخص حضرت ابو بصیر نامی جو نابینا تھے انہوں نے کہا کہ ایک دن میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے کہا۔یا حضرت کیا آپ نبی کریمؐ کے دین کے محافظ ہیں۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ابو بصیر نے پھر کہا کہ: نبی کریمؐ تو سب نبیوں کے وارث ہیں۔

حضرت امام باقر نے فرمایا: ہاں آپ ان تمام علوم کے وارث ہیں۔ ابو بصیر نے پھر کہا: یا حضرت کیا آپ کو بھی وہ علوم میراث میں حاصل ہیں۔

،حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں

ابو بصیر نے پھر کہا کیا آپ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اندھوں کو روشنی دے سکتے ہیں اور کوڑھ والوں کو تندرست کر سکتے ہیں نیز یہ بھی بتائیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا خورد و نوش کرتے ہیں اور کیا کچھ بچا کر رکھتے ہیں؟

:حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے ابو بصیر آپ میرے سامنے بیٹھ جاؤ،،۔ ابو بصیر آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ مبارک ابو بصیر کے چہرے پر پھیرا تو ابو بصیر کی آنکھیں درست ہو گئیں اور روشنی بحال ہو گئی ابو بصیر نے اس روشنی سے صحرا اور زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر پھیرا تو ابو بصیر کی پہلی حالت ہو گئی۔ پھر آپ نے ابو بصیر سے دریافت کیا :کہ

اے ابو بصیر ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت تمہیں پسند ہے وہ ایک کہ تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں اور تمھارا حساب سپرد الہی ہو یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی ،،رہیں اور تمہیں بلا حساب وکتاب جنت مل جائے؟

:ابو بصیر نے کہا

میں تو یہ پسند رکھتا ہوں کہ میں نابینا ہی رہوں اور جنت میں بلا حساب وکتاب

چلا جاؤں،،۔

:حضرت امام باقر کی فہم وفراست

ایک راوی سے مروی ہے کہ ہم قریباً پچاس آدمی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک اور شخص بھی آیا جو خرمافروشی کا کام کرتا تھا اس نے

:حضرت امام باقر سے مخاطب ہو کر کہا

یا حضرت کوفہ میں ایک آدمی یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور دوست کو دشمن سے تمیز کرکے آپ کو اطلاع دیتا ہے۔

:حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا

تم کیا کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا: میں گاہے بگاہے جَو فروخت کرتا ہوں،،۔ حضرت امام باقر نے فرمایا: یہ تم نے غلط کہا تم تو کھجوروں کی خرید وفروخت کرتے ہو اس شخص

:نے کہا: آپ کو کیسے معلوم ہے؟ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

مجھے اللہ کا فرشتہ بتا دیتا ہے کہ فلاں تمہارا دوست ہے اور فلاں تمہارا دشمن ہے۔ ہاں دیکھو تمہاری موت فلاں بیماری سے ہو گی،،۔

راوی نے روایت کیا تو پتا چلا کہ وہ شخص فلاں بیماری سے جو آپ نے کہی تھی ہلاک ہو گیا

:جنات کی امام پاک کی بارگاہ میں حاضری

ایک اور راوی نے روایت کیا کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے

ملاقات کی اجازت طلب کی تو لوگوں نے کہا تیزی سے کام نہ لو کیونکہ ان کے ہاں اور بھی بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، ابھی وہ باہر نہ آئے تھے کہ بارہ آدمی تنگ قباؤں میں ملبوس، ہاتھ پاؤں میں دستانے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے۔ انہوں نے السلام علیکم کہا اور چلے گئے، ازاں بعد میں حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا :

'' یا حضرت یہ کون لوگ تھے، جو ابھی آپ کے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں۔ مجھے تو ان کے متعلق کچھ علم نہیں ''، حضرت امام باقر نے فرمایا، یہ تمہارے بھائی جن تھے۔

میں نے دریافت کیا۔

'' کیا آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں۔ ''

حضرت امام باقر نے فرمایا۔

'' ہاں جس طرح تم حلال و حرام میں استفتاء کرتے ہو اسی طرح وہ بھی آکر دریافت کرتے ہیں۔ ''

ایک طرف تو ہم نے امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ کی عظیم ہستی کے حسین گوشہ کو جانا دوسری جانب اپنے کرتوتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو نہایت افسوس کے ساتھ کے ماضی جو ہوا سو ہوا۔ اپنا تو بس حال بے حال ہوگیا ہے۔ مستقبل میں کیا کر پائیں گے۔ اس کا ہم باخوبی ادراک کر سکتے ہیں کہ جس ڈگر پر ہم چل پڑے ہیں کہیں دور دور بھی کوئی بھلائی کی قندیل ٹمٹماتی نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ

جس کو دیکھو غم معاش میں ہے
اور سے اور کی تلاش میں ہے
تھا جو مقصود مل نہیں پایا
مبتلا صرف کاش کاش میں ہے
یاد رکھیے !
ہیبت، رعب و دبدبہ سطوت، وجاہت کام آئے گی نہ
سلطنت، حشمت، حکومت کام آئے گی
جب عزائیل آئیں گے دھرا رہ جائے گا منصب
نہ طاقت رنگ لائے گی نہ قوت کام آئے گی
اتاری جائے گی تن سے، وہ وردی ہو کہ گدڑی ہو
تو ایسے وقت میں رب کی خشیت کام آئے گی
جب اترے گا جنازہ قبر کی گھاٹی میں میرے دوست
تو ساتھ اعمال جائیں گے، عبادت کام آئے گی

تمھیں سونا پڑے گا لاکھوں من مٹی تلے حاصل
نہ کرسی ساتھ جائے گی نہ عزت کام آئے گی
تمھارے نام لیوا بھی تمھیں دفنا کے آئیں گے
نیا نعرہ لگائیں گے سیاست کام آئے گی
نہ اعلیٰ عہدے والے بھی سفارش کرنے پائیں گے
نہ اپنے ووٹروں کی کچھ حمایت کام آئے گی
یہاں کے جھوٹے دعوے سب یہیں رہ جائیں گے
پیارے وہاں تو سچ کی قیمت ہے صداقت کام آئے گی
جو شاطر ہیں وہ اپنی چاپلوسی بھول جائیں گے
کب اس دربارِ عالی میں ذہانت کام آئے گی
نہ دولت کام آئے گی نہ ثروت کام آئے گی
نہ منصب کام آئے گا نہ شہرت کام آئے گی

محترم قارئین: ہمیں اسلاف کی سیرت کو صرف قصے کہانیوں تک ہی محدود نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہم اسی وقت سیرت کے ان عظیم پھولوں مہک سے مستفید ہو سکیں گے جب ہم اسے اپنی زندگی میں نافذ کریں گے۔ اللہ عزوجل! ہمیں بزرگانِ دین کی نیک و پاکباز زندگیوں کا خوب فیضان عطا فرمائے۔ کہ اس فیضِ بیش بہا کی برکت سے اپنی دنیا و آخرت سنوار جائے۔ آمین

ایک پاؤں سے معذور جنگجو کا جذبہ شہادت

محترم قارئین کرام :یاد رکھیے کہ یہ جاہ و حشمت نہ ہی جاہ و جلال کام آئے گا، نہ کرسی کام آئے گی، نہ وزارت، نہ صدارت کچھ بھی کام نہ آئے گا۔فقط اپنے اعمال کام آئیں گے۔ایک روایت میں آتا ہے:۔۔۔۔'' کہ کسی مومن کو خوش کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بھی افضل ہے''۔۔۔۔۔۔

حضرت امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ العالی نے بشر حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول'' کیمیائے سعادت ''میں نقل کیا:۔۔۔۔۔'' کہ کسی مومن کا دل خوش کر دینا سو نفلی حج کرنے سے افضل ہے''۔۔۔۔۔ مومن کا دل خوش کرنا یہ بہت بڑا ثواب ہے اور جہاں کسی مومن کا دل خوش کرنا اتنا بڑا ثواب ہے اسی کے برعکس کسی مومن کا دل دکھانا یہ اتنا ہی سخت گناہ ہے نماز جیسی افضل عبادت کوئی نہیں تو نماز کو چھوڑ دینا اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں تو جس کا ثواب زیادہ اس کے مخالفت میں گناہ بھی اتنا ہی ہونا چاہیے تو دل خوش کرنے میں ثواب بہت تو اسی طرح کسی کا دل دکھانے میں گناہ بھی ایسا ہی بہت سخت ہے تو کسی مسلمان کی دل آزاری یعنی :دل دکھانا یہ کہا جاتا ہے کہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔۔۔۔۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے'' کیمیائے سعادت ''میں حدیث نقل کی

ہے :۔۔۔۔ کہ کعبے کی اینٹ سے اینٹ بجادینا یعنی کعبہ کو توڑ پھوڑ دینا۔۔۔۔۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں کرسکتا یہ سمجھانے کے لیے حدیث شریف ہے۔۔۔۔۔ کہ کعبے کو توڑ پھوڑ دینا اس سے بھی زیادہ کسی مومن کا دل دکھانا ہے مومن کا دل اس سے زیادہ قیمتی ہے اس کی اہمیت ہے اور آج مسلمان کا دل راضی کرنا یہ تو ہم نے سیکھا ہی نہیں، سوال ہی نہیں کہ ہم بھی کسی کو راضی کردیں، ہاں ! دل دکھانے کی بات ہے تو کوئی بات نہیں، ماں ، باپ ، بہن ، بھائی کا دل دکھائیں گے، آنے جانے والے سب کا دل دکھائیں گے کوئی بیچارہ گٹھڑی پوش جارہا ہے اس کو شش کریں گے اس پر کنکر ماریں گئے اس کا دل دکھانا تو یہ ہمارا میٹر ہے باقی دل خوش کرنا یہ ہمارے مقدر میں نہیں اگر واقعی ہم اس بات کو ہی سمجھ لیں بس ہم یہ طے کرلیں کہ ہمیں کسی کا دل نہیں دکھانا ہے ہم سے ہوسکا تو دل خوش کریں گے نہیں ہوسکا تو دل نہیں دکھائیں گے اگر یہ طے کرلیں تو پورا معاشرہ صحیح ہوجائے آج کل یہ ہماری بدنصیبی ہے دیکھیں خاص کر آپ کا لیاقت آباد اس معاملے میں تو زیادہ مظلوم ہے یہاں آئے دن ہنگامے ہوتے ہیں اب ہو کیا رہا ہے مسلمان ہی تو لڑ رہے ہیں گورے کو کالے پر، عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں لیکن اب ہمارے یہاں تماشہ بنا ہوا ہے ہم کتنا کسی کا دل دکھا رہے ہیں توبہ توبہ، اب یہ دو فریق لڑ رہے ہیں ایک نے کوئی تحریک چلادی اور دوسرا بھی کوئی ہے اس سے لڑائی ہورہی ہے اب اس میں پستی تو عوام ہے اب جو باہر سے لڑنے آیا ہے وہ ، کسی تحریک سے وابستہ ہے تو اس کی دکان تو اس محلے میں نہیں وہ تو ہتھیار

اسلحہ لے کر باہر سے لڑنے آیا ہے آپ کی دکان ہے تو آپ کی دکان نشانہ بن گئی یہ پتھراؤ ہو رہا ہے آپ کا قصور ہے کہ مہاجر ہیں آپ کا قصور ہے آپ پٹھان ہے ل یہ دکانیں، مکان جل رہے ہیں، بندے جلائے جا رہے ہیں، عقل کام نہیں کرتی کہ مسلمان بھی ایسا کر سکتا ہے۔

اور آج جذبہ ایمان ختم ہو گیا ورنہ مسلمان تو ترستا تھا کہ جنگ ہو اور جامِ شہادت نوش کریں پہلے مسلمان تڑپتے تھے اُحد شریف کے دامن میں کفر و اسلام کا عظیم معرکہ ہوا آپ سب کو معلوم ہے جو اُحد شریف کے دامن میں معرکہ ہوا وہ آخری رات جس کی صبح میدان کارزار میں عشق و محبت کا امتحان تھا وہ رات سرکار کے دیوانوں نے بڑی بے چینی اور اضطراب میں کاٹی ہر ایک بے قرار تھا کہ کب پو پھٹے کب صبح ہو، کب جنگ کا سلسلہ شروع ہو بس دو ہی قدم پر جنت ہے میدان میں جاؤ گردن پر تلوار آئی سیدھے جنت یہ‌ں نکلے تو یہ بڑے جذبے کے ساتھ سلسلہ ہو رہا تھا۔۔۔۔عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے وہ بے چارے ایک پاؤں سے معذور بھی تھے ایک پاؤں سے لنگڑے تھے وہ بھی کہہ رہے تھے صبح میں بھی جاؤں گا کیا دو ٹانگوں والے ہی شہید ہو کر جنت میں جائیں گے کیا میں جام شہادت نہیں پی سکتا؟ معذور ہوں تو کیا ہوا میں اگر کسی کو مار نہیں سکتا تو کیا ہوا مر تو سکتا ہوں میں بھی جامِ شہادت صبح پیوؤں گا اب لوگوں نے سمجھا بجھا کر بولا بھائی! تیرا کام نہیں تو لنگڑا ہے تو لڑ نہیں سکتا نہ

تجھ پر جہاد فرض ہے آج ہم بھئی ! سنت ہے ادا کرو تو ثواب ہے نہ کرو تو کوئی گناہ نہیں، مؤکدہ ہے صاحب غیر موکدہ ہے یعنی ہم تو یہ بھاؤ طلب کرتے ہیں جیسے کہ داڑھی رکھنا اب سنت ہے ٹھیک ہے رکھو تو سنت ہے ثواب ہے نہ رکھو تو گناہ نہیں، یہ تو عام آدمی فتویٰ دیتا ہے حالانکہ ایسا نہیں داڑھی منڈھانا حرام ہے داڑھی رکھنا واجب ہے ایسی سنت جس پر تاکید ہے۔

عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھا بجھا کر لوگوں نے بھیج دیا کہ بھئی ! تجھ پر جہاد فرض نہیں ہے؟ تو کیا لڑکے کرے گا یہ افسردہ، افسردہ اپنے گھر پر پہنچے، گھر پر دستک دی، کون؟ عمرو! بیوی نے اندر سے کہا: کہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر آنے ولوں پر یہ دروازہ بند ہے پہلے ہی چوٹ کھا چکے تھے پھر چوٹ پر چوٹ آئی اور آج اگر وہ اجازت مانگے تو بیوی قدموں سے لپٹ جائے میرا کیا ہوگا؟ مجھے چھوڑ کر کہاں جارہے ہو کوئی نہیں جانے دے گا؟ س نے دروازہ ہی بند کردیا کہ میدان جنگ سے بھاگ کر آنے والوں کے لیے میرے پاس کوئی پناہ نہیں ہے۔یہ گھر اس کے لیے بند ہے اب چوٹ پر چوٹ کھائی تو بے قرار ہوگئے گھر کی طرف سے منہ پھر لیا، پیٹھ کرلی اور دعا کی ''عربی دعا'' اللھم لا تعدنی الی اھلی '' اے اللہ: اب مجھے میرے اہل یعنی میرے گھر والوں میں اب مجھے واپس مت لانا '' چلے، تلوار پکڑلی، صبح ایک پاؤں پر ہی میدانِ جنگ میں کود پڑے، اب یہ بیچارے کیا لڑتے، ایک ٹانگ والا کیا لڑے گا وہ آناً فاناً

تلوار اور تیر کی بوچھاڑ ادھر ہی ڈھیر، شہید ہو گئے جب جنگ فتح ہوئی تو مسلمان بھی کافی شہید ہوئے تھے، جنگِ اُحد کا واقعہ بڑا طویل ہے بہرحال سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ان کو ڈیوٹیاں دی تھیں اس پر کوتاہی کر گئے تھے اس پر یہ نقصان ہوا تھا کہ اس میں میرے آقا کے دندانے مبارک بھی شہید ہوئے تھے تو اب مسلمانوں کی لاشیں اکٹھی ہو رہی ہیں، عمرو بن جموح رضی اللہ رتعالیٰ عنہ کی لاش لینے کے لیے ان کی زوجہ بھی اب میدان میں آئی ہے اسے پتا تھا کہ میرا شوہر ایک پاؤں سے معذور ہے اس نے کیا بچنا ہے۔ وہ کون سا غازی بن کر آئے گا اس نے تو شہید ہی ہونا ہے وہ اپنے شوہر کی لاش کے پاس آئی، فخر سے اس کا سینہ پھول رہا ہے، اس نے اپنے شوہر کو مخاطب ہو کر کہا کہ میرے سرتاج دیکھ دھکا دے کر جنت کی طرف تجھے میں نے ہی بھیجا ہے۔ اب کل جب جنت میں جائے تو مجھے مت بھولنا، قربان ان بیواؤں کی بیوگی پر ہزاروں لاکھوں کروڑوں سہاگ قربان پھر اس بیوہ نے ہنسی خوشی اپنے شوہر کے لاشے کو اپنے اونٹ پر ڈالا اور اپنے گھر کی طرف اونٹ کو کھینچنے لگی اونٹ آگے بڑھتا ہی نہیں

،

بڑا زور لگایا، اونٹ کیوں بڑھے سرکارؐ بھی تشریف لائے سرکارؐ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا حضورؐ یہ اونٹ گھر کی طرف چلتا ہی نہیں ارشاد فرمایا: کہ محترمہ یہ بتا کہ انہوں گھر سے چلتے ہوئے کیا آخری الفاظ کہے تھے محترمہ نے

عرض کیا کہ انہوں نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاکر یہ عرض کیا تھا" اللھم لا تعد نی الی اھلی """ اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف واپس مت لوٹانا" تو سرکار نے فرمایا:۔ بات سمجھ میں آگئی انہوں نے یہ دعا کی تھی تو دعا قبول ہوچکی ہے جبھی تو اونٹ نہیں کھسک رہا تو اس کی لاش بھی گھر نہیں آئے گی چنانچہ وہ نہیں لے جاسکی تو پہلے خواتین اور مردوں کا یہ جذبہ تھا ہر وقت اسلام کے لیے بے قرار ہوتے تھے کہ جان قربان کردیں اور آج ہم اسلام کے لیے قربانی کیا دیں ہمارے پاس تو وقت بھی نہیں ہے۔

محترم قارئین : ہے کوئی ان جیسا ہے ؟نہیں ؟کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود واقعہ پڑھنے کے باوجود رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔رضاالٰہی کے لیے جان بھی دیناپڑے تو ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹنے کا سوز وپیدا کریں۔اپنا قبلہ درست فرمالیجیے !ہم تو ایسے من موجی ہیں کہ ہمارے الفاظ ترکش سے نکلے تیروں کی طرح سامنے والے کے دل میں پیوست ہوتے چلے جاتے ہیں اس کا دل چھلنی چھلنی ہوجاتاہے لیکن ہمیں ٹس سے مس نہیں ۔ہماری گولیوں کا رخ مظلوم ،محکوموں کی جانب ہے۔جب بات حرمت کی آتی ہے جب بات کفر کے مقابلہ میں اشاعت اسلام کی آتی ہے تو ہم بھیگی بلی بن جاتے ہیں، ۔جیساکے برماکے معاملہ میں ہم مجسمہ حیرت بنے دنگل میں ہونے والی کشتی کو تماشائی کی طرح تک رہے ہیں۔لیکن یادرکھو!کہیں ایسانہ ہوکہ وہی کشت و خون کا منظر یہاں دھرایاگیاتو؟پھر اس تو

کا کوئی جواب دینے کی آپ کو فرصت نہ ملے گی۔ سنبھل جاؤ۔ ایک ہو جاؤ، یکجا ہو جاؤ۔ اسی میں آپ کی ہم سب کی کامیابی ہے۔ اللہ عزوجل: ہمیں دکھی دلوں کا سہارا بنیں توفیق عطا فرمائے۔ اللہ عزوجل! ہمیں انسانیت کے لیے نفع بخش بنا دے۔ آامین۔

تمام انسانیت کے باپ

محترم قارئین کرام: جوں جوں وقت گزرتا چلا جارہا ہے ہماری اذہان سے ہماری تاریخ مٹتی چلی جارہی ہے۔اس کا مجھے باخوبی اندازہ ہے۔وہ اس طرح کہ میرے چھوٹے بھائی ذیشان جاوید بحریہ کالج کارساز کراچی میں پڑھتے ہیں۔میں جب ان سے بات کرتا ہوں تو مجھے نئی ایجادات ،نئے سائنسدانوں ،کمپیوٹر کی نئی ٹیکنیک کے متعلق بتاتے ہیں لیکن جب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ہمارے فلاں سکالر کے بارے میں جانتے ہو؟فلاں نبی کی سیرت کے بارے میں کیا جانتے ہو تو؟وہ اپنی تہی دامن ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے نفی میں سرہلاتا ہے۔جس پر مجھے تعلیمی نصاب اور تاریخ شناسی کے حوالے تشویش لاحق ہوئی۔وہ مشہور واقعات بھی ذہنوں سے محو ہوتے چلے جارہے ہیں ۔چنانچہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ انبیاء کی سیرت پر کچھ لکھ دیا جائے تاکہ ان اللہ کے برگزیدہ بندوں کی سیرت پڑھ کر ہمارے پژمردہ دلوں کی سیاہی دھل جائے۔
انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت وتاریخ بیان کرنے سے قبل ان باتوں کو سمجھ اوریاد کرلیناضروری کہ نبی اور رسول کیا ہیں؟کل کتنے رسول ہیں،اورآسمانی کی کتب کی تعداد کیاہے اور صحیفہ کس کتاب کو کہا جاتا ہے،اسکے علاوہ نبی اور رسول میں فرق اوران کی حرمت ،عزت ،ان کی عظمت اورشان کے بارے اللہ عزوجل قرآن

پاک میں اللہ عزوجل نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟

نبی کا معنی بلندی مرتبہ اور غیب کی خبر دینا۔

اور اصطلاحی طور پر نبی کی تعریف یہ ہے کہ بنی آدم سے ہو یعنی انسان ہو، مذکر ہو، آزاد ہو، اس کی طرف وحی آئے اور لوگوں تک اللہ عزوجل کے احکام پہنچائے، نیک لوگوں کو جنت کی بشارت دے اور کفار کو جہنم سے ڈرائے اور معجزات کے ذریعے اس کی نبوت کو تائید حاصل ہوتی ہے۔

رسول کا معنی پیغام پہنچانے والا، بھیجا ہوا۔ لیکن اصطلاح میں رسول اسے کہتے ہیں۔ جسے کتاب بھی عطا ہو، پہلی شریعت پر عمل کرنا ختم ہو چکا ہو تو از سر نو شریعت لائے۔

محترم قارئین: نبی اور رسول آسان انداز میں فرق یوں کر سکتے ہیں کہ ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے، لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ (313) ہے اور آسمانی کتابوں کی تعداد کل ایک سو چار (104) ہے۔ چار کے مستقل نام ہیں: تورہت، انجیل، زبور، قرآن پاک اور ایک سو کے مستقل نام نہیں بلکہ ان کو صحیفے کہا جاتا ہے۔

:قرآن پاک میں جن رسول اور نبی کا تذکرہ آتا ہے۔وہ ہیں
حضرت آدم علیہ السلام ادریس علیہ السلام نوح علیہ السلام ھود علیہ السلام صالح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام لوط علیہ السلام ،اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام یعقوب علیہ السلام ، یوسف علیہ السلام ایوب علیہ السلام شعیب علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام ذوالکفل علیہ السلام داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام الیاس علیہ السلام یونس علیہ السلام زکریا علیہ السلام یحیٰ علیہ السلام عیسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محترم قارئین ! تمام رسولوں اورانبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات سے تقویت پہنچائی جاتی ہے،اب دیکھنا یہ ہے کہ معجزہ کسے کہتے ہیں ؟

اس کی تعریف یہ ہے کہ عادت کے خلاف آلات کے بغیر مدّعی نبوت سے بعداعلان نبوت کسی کام کاخلاف عادت سرزدہونا معجزہ کہلاتا ہے،عادت کے مطابق کام کرنے کانام معجزہ نہیں۔

یہاں یہ ضروریادرکھیں کہ دنیامیں کم وبیش ایک چوبیں ہزار،جبکہ ایک اورروایت میں دولاکھ چوبیں ہزار انبیاء کرام تشریف لائے جبکہ قرآن پاک یں بعض انبیاء

کرام کے نام اوران کے حالات کوذکرکیاگیاہے جبکہ بعض انبیاء کرام کے صرف نام ہیں لیکن حالات نہیں۔دنیامیں تشریف لانے کے لحاظ سے سب پہلے آنے والے نبی حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں اورسب سے آخرمیں تشریف لانے والے سیدنا محمد مصطفیٰ ہیں۔

آج کہ اس کالم میں ہم اپنے جدامجد حضرت سیدناآدم علیہ السلام سے متعلق جاننے کی کوشش کریں گے۔جس آپ تخلیق سے لیکرآپ کی جائے وفات کا بھی سہیں سے اس علاوہ مختلف دلچسپ باہیں مثلاانسانوں کامختلف رنگوں اور طبیعتوں والااس کی کیاوجہ اسی طرح جب حضرت آدم علیہ السلام پیارے آقا کویادکیاکرتے تھے کیافرماتے تھے اس کے علاوہ اوربہت کچھ............

آپ رسول ہیں اورآپ کی کنیت ابومحمدیاابوالبشر اورآپ کالقب خلیفۃ اللہ ہے اورآپ سب پہلے اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔آپ نے نوسوساٹھ.برس عمرپائی اوربوقت وفات آپ کی اولاد کی تعدادایک لاکھ ہوچکی تھی۔جنہوں نے طرح طرح کی صنعتوں اور عمارتوں سے زمین کوآبادکیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے فرشتوں سے مشورہ فرمایا: جیساکہ !قرآن پاک میں آتاہے

اور یاد کیجئے !جب آپ کے رب نے فرشتوں سے مشورہ فرمایا بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں (اپنا) نائب۔

محترم قارئین ! یہاں نائب سے مراد حضرت آدم علیہ السلام تمام انبیاء کرام ہیں۔

محترم قارئین ! یہاں پر ایک اہم چیز جو کامیابی کی راہ کی طرف اشارہ کررہی وہ ہے مشورہ ۔اور سرکارؐ کی بھی سنت ہے اور آج مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ غالبا یہ ہی نظر آتی ہے کہ ہم کسی بھی معاملے میں مشورے کرنے کی طرف نہیں بڑھتے ہیں۔

محترم قارئین !حضرت آدم علیہ السلام کی نہ تو ماں ہیں اور نہ ہی باپ ۔بلکہ اللہ تعالیٰ ! ان کو مٹی سے بنایا ہے جیساکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے ''

بنایا گیا'' پھر فرمایا ہو جا تو وہ فورا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب خداوند قدوس عزوجل نے آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لائیں۔ حکم خداوندی عزوجل کے

مطابق وہ آسمان سے اترے اور زمین سے ایک مٹھی اٹھائی تو پوری روئے زمین کی مختلف اقسام کی مٹی آپ کی مٹھی میں آ گئی۔ جس میں ساٹھ رنگوں اور مختلف کیفیتوں والی مٹیاں تھیں یعنی سفید و سیاہ اور سرخ و زرد رنگوں والی اور نرم و سخت شیریں و تلخ، نمکین و پھیکی وغیرہ کیفیتوں والی مٹیاں شامل تھی۔

پھر قارئین کرام: اس مٹی کو مختلف پانیوں سے گوندھنے کے بعد اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر جنت کے دروازے پر رکھ دیا گیا جس کو دیکھ دیکھ کر فرشتوں کی جماعت تعجب کرتی تھی۔ کیونکہ فرشتوں نے ایسی شکل و صورت کی کوئی مخلوق کبھی دیکھی ہی نہیں تھی۔ پھر اللہ تعالی نے اس پتلے میں روح کو داخل ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اللہ اکبر! یہاں ایک بہت ہی تعجب کی بات مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جس مٹی سے بنایا گیا تھا چونکہ وہ مختلف رنگوں اور مختلف کیفیتوں کی مٹیوں کا مجموعہ تھی اسی لئے آپ کی اولاد یعنی انسانوں میں مختلف رنگوں اور قسم قسم کے مزاجوں والے لوگ ہو گئے۔

محترم قارئین! حضرت آدم علیہ السلام کو خداوندِ قدوس نے بہشت میں رہنے کا حکم دیا تو آپ جنت میں تنہائی کی وجہ سے کچھ ملول (رنجیدہ) ہوئے تو اللہ تعالی نے

آپ پر نیند کا غلبہ فرمایا اور آپ گہری نیند سو گئے تو نیند ہی کی حالت میں آپ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرمایا۔ اور جب آپ نیند سے بیدار ہوئے آپ دیکھ کر حیران سے کہ ایک نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہے، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ عزوجل نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا تاکہ مجھ سے اُنس اور سکونِ قلب حاصل ہو۔

سیرت کے صفحات پلٹے ہوئے آگے چلتے ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنت میں رہنے لگے تو شیطان نے مکاری سے کام لیتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو ممنوعہ پھل کھانے کا مشورہ دیا، آپ علیہ السلام کے منع کرنے پر وہ حضرت حوا کے پاس گیا اور انہیں وہ ممنوعہ پھل کھانے کا کہا، پھر دونوں نے وہ پھل کھالیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔
لیکن یاد رکھیں یہ گناہ نہیں تھا بلکہ اجتہادی غلطی تھی۔ جس طرح بعض لوگوں نے ان کے اس فعل کو گناہ تصور کیا، گناہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین گناہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔

اس وجہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زمین پر بھیج دیا، زمین پر تشریف لانے بعد حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گریا وزاری کرکے اللہ عزوجل کے حضور توبہ کی، حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تو آپ نے عرش پر لاالہ اللہ، محمد رسول اللہ تحریر پایا تھا، اللہ اکبر آپ نے اس بات کو محسوس کیا کہ ہونا ہو یہ کوئی اللہ عزوجل کا محبوب ومقبول بندہ ہے کہ جس کے نام کو اپنے نام مبارکہ کے ساتھ جوڑا ہے، تو حضرت آدم علیہ السلام نے اسی نام محمد کا واسطہ دیکر اپنے رب عزوجل کے حضور معافی طلب فرمائی تو اللہ عزوجل ان کی اس خطا کو معاف فرمادیا۔

چنانچہ جب آدم علیہ السلام کا آخری وقت آیا تو آپ کو جنتی میوے کھانے کی خواہش ہوئی اپنے فرزندوں سے کہا کہ کعبہ معظّمہ جاؤ اور وہاں دعا کروں کہ اللہ عزوجل میری یہ تمنا پوری کرے آدم علیہ السلام کے فرزند یہ حکم پا کر وہاں پہنچے انہیں حضرت جبرائیل اور دوسرے فرشتے ملے جن سے انہوں نے آدم علیہ السلام کی فرمائش کا ذکر کیا فرشتوں نے کہا ہمارے پاس آؤ ہم جنت کے میوے اپنے ساتھ لائے ہیں۔

چنانچہ یہ سب آدم علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت حواء ان فرشتوں کو دیکھ

کر ڈر گئیں، اور چاہا آدم علیہ السلام کے دامن میں چھپ جائیں انہوں نے فرمایا کہ حوا اب تم مجھ سے الگ رہو میرے اور رب کے قاصدوں کے درمیان آڑ نہ بنو، اس طرح فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کرلی۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو کہا جس طرح ہم تمہارے باپ کا کفن و دفن کریں اسی طرح تم فوت ہونے والے لوگوں کا کفن و دفن کرنا۔

جبرائیل علیہ السلام جنت کی مرکب خوشبو اور جنتی جوڑے کا کفن اور جنتی بیری کے کچھ پتے اپنے ساتھ لائے تھے ان کو خود غسل دیا اور کفن پہنایا اور خوشبو ملی اور ملائکہ ان کا جسم مبارک کعبہ میں لائے ان پر سارے فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کی جس میں حضرت جبرائیل امام تھے اور سارے فرشتے مقتدی۔ پھر مکہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام منیٰ میں لے گئے، جہاں بغلی قبر کھود کر ان کو دفن کرکے ان کی قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح ڈھلان بنایا، حضرت حواء علیہ السلام کی قبر ''جدہ'' میں ہے بعض روایات کے مطابق دونوں کی قبریں حرم میں طواف کی جگہ میں ہیں۔ ایک بات یاد کرر کھیں اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نبی نوع انسان کا باپ بنایا اور اپنے پیارے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اصل بنایا، بروز قیامت تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپؐ کے جھنڈے تلے جمع ہونگے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو نبی آخر الزماںؐ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی آپ علیہ السلام نے اپنی اولاد کو محمد مصطفیٰؐ کی پیروی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء و رسل، سردار دوجہاںؐ کا امتی ہونے کی تمنا کرتے تھے حضرت آدم علیہ السلام جب اللہ عزوجل کے حبیبؐ کو نہایت عقیدت و محبت کے، ساتھ یاد کیا کرتے تھے یوفرمایا کرتے تھے اے میرے ظاہری بیٹے درحقیقت تم میرے باپ ہو فرمایا کرتے تھے

ظاہر ہیں میرے پھول حقیقت ہیں میرے نخل

اس گل کی یاد ہیں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

محترم قارئین: یہ تھی سیرت کے گلدستے کی چند کلیوں کی مہک میری کوشش ہوگی میں اور آپ اس لازوال گلستاں کے گلاب و چنبیلی کی خوشبو سے فیضیاب ہوتے چلے جائیں ۔ میری کوشش ہوگی کہ اپنی بصیرت و بصارت کے موافق مزید سیرت کے دریچوں سے بھی آپ تک کچھ پہنچاؤں ۔ دعا کیجیے کہ اللہ عزوجل مجھے حق بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازتے رہیے گا۔

یہ راز فاش ہوگیاتو تمہاری گردن اُڑادی جائیگی

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں چار سو ظلمت کے اندھیروں کو چاک کرکے ضوء وضیاء کی رعنائیاں بکھیرتی ہیں، ہر چیز واضح اور صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔ جو اوجھل تھا ظاہر ہوگیا۔ ایسے ہی اس آنی جانی دنیا میں ایسی ہستیاں جلوہ فروز ہوئیں جن پر فضل رب کی چھاچھما چھم مینہ برسی کے ان کے وجودِ مسعود سے انسانیت کے لیے فیض وبرکات کے دریا پھوٹ پڑے ایسی ہی نابغۂ روزگار ہستی امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آیئے: اپنے دلوں کی صحرا مانند زمین کو نیک وپاکیزہ لوگوں کی سیرت کے چشمہ سے سیراب کرتے ہیں۔

(حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ)

نام مبارک:

حضرت امام محمد بن حسین بن علی بن محمد بن علی رضا آئمہ الہدیٰ میں سے بارھویں امام ہیں۔

کنیت ولقب:

آپ کی کنیت ابوالکلام ہے اور آپ کو مندرجہ ذیل القابات سے پکارا جاتا ہے

الامام بالحجۃ، المہدی ، المنتظر اور صاحب زماں۔

: والدہ محترمہ کانام

آپ کی والدہ اِمّ ولد تھیں ان کانام صیقل یا سوسن تھا اور نرجس بھی کہا جاتا تھا اور ان کے اور بھی بہت سے نام تھے۔

: ولادتِ با سعادت

آپ نے ۲۵۸ ہجری ۳۰ رمضان المبارک کو سرمن رائے میں تولد کیا۔

: بوقتِ حمل کے مناظر

حکیمہ عمّہ ابوزکی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کی ایک روز میں حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

اے عمّہ: آج شب ہمارے ہاں قیام کرو کیونکہ آج رات اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ عطا کرے گا یعنی ہمارے ہاں کچھ پیدا ہوگا۔

میں نے کہا: حضرت یہ بچہ کس سے پیدا ہوگا۔ جبکہ حضرت نرجس سے تو حمل کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آتے،،۔

آپ نے فرمایا: اے عمّہ نرجس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جیسی ہے اس لیے ان کا حمل ولادت سے پہلے ظاہر نہیں ہوگا،،۔

حضرت عمّہ نے کہا: میں نے وہ رات وہیں کاٹی جب آدھی رات ہوئی تو میں نے اُٹھ کر نمازِ تہجد ادا کی اور حضرت نرجس نے تہجد کے نفل ادا کیئے۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ صبح ہونے کو ہے مگر جو حضرت ابو محمد رضی اللہ

عنہ نے فرمایا ہے اس کے آثار نظر نہیں آتے حضرت ابو محمد نے مجھے آواز دی۔
اے عمہ جلدی مت کرو،،۔
میں اسی کمرے میں جس میں حضرت نرجس تھی واپس چلی گئی۔آپ مجھے راستے میں ملیں آپ پر لرزہ طاری تھا۔ میں نے انہیں پکڑ کر سینے سے لگایا اور قل ھو اللہ احد، انا انزلناہ، آیۃ الکرسی پڑھ کر آپ پر دم کیا۔آپ کے شکم سے آواز سنائی دی۔
جو کچھ میں نے پڑھا تھا آپ کے بچے نے بھی وہی پڑھا۔پھر میں نے مشاہدہ کیا کہ تمام گھر نور سے منور ہوگیا اور حضرت نرجس کا بچہ زمین پر سربسجود ہے۔
میں نے بچے کو اٹھا لیا تو حضرت ابو محمد نے اندر سے آواز دی۔اے عمہ میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔میں بچہ ان کے پاس لے گئی۔آپ نے بچے کو اپنی گود میں بٹھا کر اپنی زبان اس کے منہ میں ڈال کر فرمایا۔اے میرے بچے بحکم الہی گفتگو کر،،۔ پس بچے نے کہا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وزیدان من علی الذین استضفعوا فی الارض و نجعلھم الوارثین۔
ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو رحمٰن و رحیم ہے اور زیادہ کیا ان لوگوں کو جو کمزور ہیں ہم اس کو امام اور وارث بنائیں گے۔
بعد ازاں میں نے دیکھا کہ سبز پرندوں نے مجھے پکڑ لیا ہے۔حضرت ابو محمد رضی

اللہ عنہ نے ایک سبز پرندے سے فرمایا۔ اسے پکڑ کر اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ
''اللہ تعالیٰ ہمیں اس بارے میں حکم دے اللہ ہی اس امر کو پہنچانے والا ہے۔
میں نے حضرت محمد سے دریافت کیا۔
یہ دوسرے پرندے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔
''یہ حضرت جبرئیل ہیں اور دیگر رحمت کے فرشتے ہیں۔ ''
پھر فرمایا۔
'''اے عمہ اسے اس کی ماں کے پاس واپس لے جاؤ ''
اور تو آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کر اور غم نہ کر اور یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ اسے جانتے ہیں۔
حضرت عمہ آپ کو آپ کی ماں کے پاس لے گئی، جب آپ کا تولد ہوا تو آپ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ تھے، آپ کے دائیں جانب بالشت بھر لمبائی میں یہ کلمات مرقوم تھے۔
(جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (الایۃ
ترجمہ: حق آیا باطل بھاگا بے شک باطل ذلیل و رسوا ہونے والا ہے۔
پھر انہی سے مروی ہے کہ بوقت تولد آپ زمین پر دوزانو حالت میں تھے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، آپ نے چھینک لیتے ہوئے کہا۔

الحمدللہ رب العلمین

ترجمہ : تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے۔

ایک شخص نے بیان کیا کہ میں ابو محمد زکی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

اے ابن رسول اللہ آپ کے بعد منصبِ خلافت اور منصبِ امامت کون ادا کرے گا۔ ''

آپ یہ سن کر اندر تشریف لے گئے اور اندر سے ایک بچہ کندھے پر اٹھا کر لے آئے،

بچہ ایسا تھا جیسا کہ چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے، بچہ کی عمر تین سال کے قریب تھی

آپ نے اس آدمی سے فرمایا۔

دیکھو اگر تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحبِ عظمت نہ ہوتے تو میں تجھے ہرگز اس بچہ کی ''

زیارت نہ کرواتا۔ اس کا نام نبی پاک کے نام پر ہے، اور اس کی کنیت یہ ہے۔

ھوالذی یملاء الارض قسطاً لماملئت جوراً وظلما

☆☆

: راز کی بات راز میں رکھنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ خلیفہ معتضد نے مجھے دو اور افراد کے

ہمراہ بلوایا اور کہا حسن بن علی سر من رائے میں وصال فرما چکے ہیں، اس لیے جلدی جاؤ

اور ان کے گھر میں جس فرد کو بھی دیکھو اس کا سر میرے پاس

لے آؤ۔

ہم آپ کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مکان نہایت صاف ستھرا اور پاکیزہ تھا یہاں تک کہ ابھی ابھی اس کو بنا کر فراغت حاصل کی تھی۔ ہم نے اس مکان پر پردہ پڑا ہوا پایا۔ پردہ اٹھایا تو وہاں ایک گڑھا نظر آیا۔ جب نزدیک پہنچے تو یہ گڑھا نظر نہ آیا۔ اس کے اوپر بوریا بچھا ہوا تھا اور ایک نہایت حسین و جمیل شخص اس پر قیام کیے نماز میں مصروف تھا اس نے ہماری طرف توجہ نہ کی، میرے رفقاء میں سے ایک آگے ہوا کہ اس تک پہنچ جائے لیکن وہ پانی میں ڈوب کر پھڑکتا رہا۔ آخر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ ڈوبنے سے محفوظ ہوگیا۔ ازاں بعد ایک اور آدمی نے آپ تک پہنچنے کی سعی کی، لیکن اس کا انجام بھی ایسا ہی ہوا اور میں نے اسے نجات دلوائی، میں حد سے زیادہ حیران و پریشان ہوا، میں نے گھر والے سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے کہا۔

قسم بخدا میں اس سے پہلے آگاہ نہیں تھا اور نہ معلوم تھا کہ ہم کہاں آرہے ہیں، میں ''
''نے جو کچھ کیا اس کے لیے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرکے معذرت خواہ ہوں۔

میں نے جو کچھ کہا اس نے اس کی پروا نہ کی، پھر ہم معتضد کے پاس واپس چلے گئے اور تما
:م واقعہ کہہ دیا معتضد نے یہ سب کچھ سن کر کہا

اس راز کو پوشیدہ رہنے دیجئے۔ اگر یہ بات لوگوں کے پاس پہنچ گئی تو تمہاری گردن ''
'''اڑا دی جائے گی۔

ان سب حالات سے دیگر اہلِ قراء کو ان کی شانِ جلالت کا علم ہوگیا ہوگا۔

(☆☆☆)

قارئین کرام : ہم تذکرۃ الصالحین کرتے چلے آرہے ہیں ۔ لیکن ایک بات ان سب ہستیوں میں کامن تھی ۔ایک جیسی تھی ۔بتائیں وہ کیا؟ چلیں میں بتاتا ہوں ۔وہ یہ کہ ان سب پر ربّ کا فضل تھا۔اور جس پر ربّ کا فضل ہو وہ دنیا میں بھی سرخرو اور آخرت میں بھی سرخرو۔لہذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم فضل رب کے متلاشی ہوجائیں ۔جس جس کام میں ،جس جس جگہ سے ہمیں میسر آئے لے لیں ۔یقینا آپ چونک گئے ہوں گئے کہ فضل ربّ کہاں سے ملے گا۔

قارئین کرام: ہر وہ کام جس کا ربّ نے کرنے کا حکم دیا اس کی بجاآوری اور جس سے منع کیا اس سے اجتناب تو ان شاء اللہ عزوجل : ہم بھی ربّ تعالیٰ کا فضل پانیں والوں میں شمار ہوں گئے ۔آپ علم رکھتے ہیں ۔اچھا ہے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ اچھا، بہتر اور بہترین ہوجائے تو پھر اپنے علم پر عمل کے دھنی بن جائیں ۔فقط وعظ و نصیحت سننے اور سنانے پر اکتفاء کچھ خاص نفع بخش ثابت نہ ہوگا جب تک اس میں عمل کی شیرنی شامل نہ کی جائے ۔اسلیے تو شاعر نے کہا:

واشعار پڑھنا، وعظ سنانا تو سہل ہے
شکلوں سے احتیاط ہی مشکل ہے دوستو
اس عہد میں وہ مردِ مجاہد سے کم نہیں
ماحول کے جو مدِ مقابل ہے دوستو

جو اپنے ملکِ جسم پہ کر دے نفاذِ دیں
وہ شخص بھی تو حاکمِ عادل ہے دوستو

آسان ہے عبادت و طاعت کا التزام
بچنا مگر گناہ سے مشکل ہے دوستو

ہو کیوں نہ ایک جست میں راہِ سلوک طے
رہبر جو میرا بالغِ منزل ہے دوستو

اس کے غمِ فراق کا نالہ ہے خود گواہ
وہ ربِ کائنات سے واصل ہے دوستو

دکھلائیں رشکِ مہر کو مدحت کے ہم چراغ جرات ہماری دید کے قابل ہے دوستو

ایجادات کرنے والے نبی علیہ السلام

تمام محاسن و مکارم اللہ عزوجل کے لیے اور درودوں کے تحفے حضور اکرم نور مجسمؐ کے لیے ۔رب تعالیٰ کی ہر تخلیق سے اس کی کاریگری ٹپکتی ہے ۔وہ کریم ہے رحیم ہے ،رحمٰن ہے ،فتاح ہے ،علیم ہے ۔سبحان اللہ ! میرا رب پیارا رب ہے ۔میں گناہ کرتا ہوں ۔میں خطا کرتا ہوں ۔لیکن جب بھی اس سے اقبالِ جرم کرتا ہوں اس کے فضل سے مغفرت کا امیدوار رہتا ہوں ۔کیونکہ وہ میرا رب ہے ۔جو دیتا ہے لیتا کچھ نہیں ۔اس کریم رب نے اپنے تعارف ،اپنی پہچان کے لیے اپنے چنے ہوئے بندے بھیجے جنھوں نے کرہئ ارض پر اپنے سوہنے ،پیارے رب کی معرفت کا چرچہ کیا۔ شرق و غرب ،جب و جہاں ،جیسے اور جس طرح ہو سکا اپنے خالق و مالک کی رضا کے لیے کوشش کی اور اپنی مراد کو پہنچ گئے ۔انہی عظیم اور بامراد ہستیوں میں ایک عظیم ہستی حضرت ادریس علیہ السلام بھی ہیں ۔

آیئے !اب ہم حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کرتے ہیں ۔

حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے ،یہ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔آپ کا نام اُخنوخ

ہے۔

:نسب

آپ کانسب اُخنوخ بن یَرِد بن مَھْلائیل بن اَنُوش بن قِینان بن شیث بن آدم علیہ السلام

۔

:ایجادات کا دور

آپ کی ایجادات بے شمار ہیں جن سے آج تک دنیاتک مستفید ہو رہی اور ہوتی رہے گی، وہ یہ ہیں۔

سب سے پہلے ستاروں میں نظر کرنا اور حساب کرنا آپ سے ہی ثابت ہے۔اس کے علاوہ دنیاکاکام علم حاصل کرنا ہے جس کا ذریعہ فقہافرماتے ہیں علم کو لکھ کر قید کرلوجی ہاں قلم کااستعمال۔ قلم کے ذریعے لکھنے کو سب سے پہلے آپ نے رواج دیا۔جبکہ کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑوں کو پہنے کی ابتداء بھی آپ سے ہی ہے،اس سے پہلے لوگ چمڑے کا لباس استعمال کرتے تھے سب سے پہلے چیزوں کے وزن کرنے اور کپڑے وغیرہ کو ناپنے کوآپ نے ہی رواج دیا۔سب سے پہلے اسلحہ کی ایجاد بھی آپ ہی نے فرمائی ۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول آپ ہی ہیں اور آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔

:ادریس کیوں کہلائے

اس کے علاوہ آپ کا اصل نام تو ادریس نہیں بلکہ اُخنوخ ہے مگر آپ کو ادریس کی کہنے کی وجہ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے بہت زیادہ درس دیا کرتے ہوئے اس وجہ آپ کو نام ادریس یعنی بہت زیادہ درس دینے والا پڑا۔ آپ کا لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کے اصلی نام سے ناواقف ہو گئے اور قرآن پاک میں بھی آپ کو ادریس کے نام سے ہی پکارا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :اور کتاب میں ادریس کو یاد کروں وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام کی طرف اٹھایا۔

:مشہور تاریخ ساز واقعات

ان کے مشہور واقعات میں سے ایک حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں ،کیا ہوتا ہے تم میری روح قبض کرکے دکھاؤ،انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی روح قبض کرکے پھر اسی وقت لوٹادی آپ زندہ ہو گئے۔

پھر آپ نے فرمایا مجھے جہنم دکھا دو تاکہ خوف الٰہی زیادہ ہو۔آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کو جہنم کے دروازے لے جایا گیا۔آپ نے مالک نامی

فرشتہ جو جہنم کا داروغہ ہے۔۔۔سے فرمایا دروازہ کھولو میں اس سے گزرنا چاہتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گزرے پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ، مجھے جنت دکھاؤ وہ آپ کے حکم کے مطابق آپ کو جنت کے پاس لے گئے آپ نے جنت کا دروازہ کھولنے کا ارشاد فرمایا: تو آپ کے لئے جنت کے دوازے کھول دئے گئے آپ جنت میں تشریف لے گئے۔

ملک الموت نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد فرمایا اب آپ زمین میں اپنے مقام پر تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے میں نے ذائقہ چکھ چکا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کی یہ شرط لگائی ہے کہ ہر شخص کو جہنم پر سے گزرنا ہے۔ میں جہنم سے بھی گزر چکا ہوں۔ اب جنت میں داخل ہو چکا ہوں اور جو لوگ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں انہیں وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد گرامی ہے جنت والوں کو جنت سے نہیں نکالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے مطابق میں نے یہیں رہنا ہے یہاں سے مجھے نہیں نکالا جا سکتا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اس کلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو فرمایا اے عزرائیل میرے بندے ادریس نے سب کام میری مرضی سے کئے۔ انہیں یہاں

ہی رہنے دو !آپ علیہ السلام ابھی تک آسمانوں میں زندہ ہیں۔

یہاں ہم گفتگو اختتام کی طرف لیکر چلتے ہیں۔

اللہ عزوجل !اپنے انبیاء کے صدقے ہمارے مغفرت فرمائے اور ہمیں دین متین پر استقامت کی دولت عطا فرمائے۔

آمین

کنگن مل گیا

محترم قارئین :جب ہم مصنوع یعنی کسی بنائی ہوئی چیز کی تعریف کررہے ہوتے ہیں حقیقتاً ہم بنانے والے کی تعریف کررہے ہوتے ہیں ۔رمضان المبارک کی ان پر کیف ساعتوں میں ان نیک وپارسا ہستیوں کے متعلق مستقل پروگرام کررہے ہیں۔گویا ہم نیک لوگوں کاچرچاکرکے اللہ عزوجل کی عظیم شہکار و تخلیق کی چرچاکررہے ہیں۔

آج ہم ایک اور بزرگ ہستی جن کی اسلام دوست شخصیت ،باریک بین نظر آج بھی سیر وتاریخ کی کتب میں قابل رشک باب ہے۔

وہ ہستی جن کی راتیں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدوں اور دن روزوں میں گزرتے ۔ حلم اور بردباری کاپیکر ہونے کی وجہ سے لقب کاظم (یعنی غصہ کو پی جانے والا)

ہوا۔جُودوسخاکا یہ عالم تھاکہ فقراءِ مدینہ کوتلاش کرتے اور ہرایک کواس کی ضرورت کے مطابق رقم رات کے وقت اِس طرح پہنچاتے کہ انہیں خبرتک نہ ہوتی کہ یہ رقم کون دے کرگیا ہے۔ مستجاب الدعوات توایسے تھے کہ جو لوگ آپ کے وسیلے سے دُعا کرتے یاآپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ سے دُعا کرواتے وہ اپنے مقصود کو پہنچتے اور ان کی حاجتیں پوری ہوجاتیں۔

جانتے ہیں وہ عظیم ہستی کون ہیں ؟

محترم قارئین کرام: وہ پاکباز نیک فطرت ،نیک طینت ہستی حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیئے ان کی سیرت سے اکتسابِ فیض کرنے کی سعی کرتے ہیں اللہ عزوجل ! ہمیں حق بیان کرنے حق پر عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے ۔

☆☆☆ (حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ) ☆☆☆

:نام ولقب

حضرت موسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ عنہما بارہ آئمہ کرام میں سے ساتویں امام ہیں۔آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا لقب کاظم ہے

:والدہ محترمہ کا نام

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی اُمِّ ولد حمیدہ.بریرہ تھا۔

: ولادت باسعادت

آپ مقام ابواہ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے. بروز اتوار صفر المظفر کی ۹ تاریخ ۱۲۸ ھجری کو پیدا ہوئے۔

: وصال مبارک

آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ۱۸۲ ھجری ۲۵ رجب المرجب. بروز جمعۃ المبارک ہارون الرشید کی قید میں وصال فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بغداد شریف میں ہے

: کھجوروں میں زہر ملایا جانا

کہا جاتا ہے کہ آپ کو یحییٰ بن خالد. برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر کھلایا تھا۔

آپ سے روایت ہے کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''آج مجھے زہر دے دیا گیا ہے اس لیے کل میرا جسم زرد ہو جائے گا پھر آدھا بدن سرخ ہو جائے گا پھر سیاہ ہو جائے پھر میں وصال کر جاؤں گا''۔

پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔
(کراماتِ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ)
:کمال کی کوئی حد نہیں
حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دوران سفر حج سرزمین قادسیہ میں جانکلا وہاں میں نے ایک حسین و جمیل اور بلند قامت نوجوان دیکھا جو پشمینہ لے لباس میں ملبوس تھا اور کندھے پر ایک شمل آویزاں تھا اور پاؤں میں جوتا پہنے ہوئے تھا وہ بکثرت لوگوں سے ہوتا ہوا ایک جگہ اکیلا آکر بیٹھ گیا میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان صوفیاکے گروہ سے معلوم ہوتا ہے اور آرزومند ہے کہ اس سفر میں مسلمان میری مدد کریں اس لیے بہتر ہے کہ میں اسے جاکر اس سے روکوں :تاکہ وہ اس کام سے پیچھے ہٹ جائے۔جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا
یاشفیق اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم
ترجمہ: '''اے شفیق کثیر گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''۔
یہ کہا اور وہ چل دیا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ عجب بات ہوئی کہ اس نے میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا۔یہ کوئی نہایت نیک اطوار شخص ہے مجھے اس

سے اپنے خیال کی معذرت کرنی چاہیے میں نے ہر چند تیز چلنے کی کوشش کی لیکن میں اسے نہ پا سکا۔ پھر دوسری منزل پر پہنچے تو اسے نماز میں دیکھا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معذرت طلب کروں۔ پھر چند منٹ بعد اس کی جانب چل دیا۔ پھر اس نوجوان نے کہا:

اے شفیق اس آیت کو تلاوت کرو''۔ ''

(وانی غفار لمن تاب وامن صالحا ثم اھتدی)

ترجمہ: اور میں تو ہر اس شخص کو بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور صالح عمل کیے پھر ہدایت پائی۔

یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ شخص ابدال ہے جس نے دوبارہ میرے دل کے خیال کو بھانپ لیا ہے۔

پھر ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے اسے ایک کنویں پر کھڑا پایا اور اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ڈول کنویں میں جا پڑا اس نے آسمان کی طرف منہ کرکے کہا:

انت ربی اذا انظلمت الماء وقوتی اذا اردت الطعام اللہم سیدی الی غیر ہا فلا تقدیما۔

ترجمہ: تُو میرا رب ہے جب میں ظلم کروں بے شک تو میرے لیے کھانا فراہم کرتا ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں اے میرے اللہ اے میرے سردار تیرے سوا غیر کی طرف قدم نہ اٹھے۔

بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا تو اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو پانی پر سے اٹھا لیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا فرمائی پھر وہ ریت کے ایک کی طرف چل پڑا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی۔ پھر ہلایا اور پی گیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو اس کے پاس گیا

:اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا میں نوجوان سے کہا

اے نوجوان مجھے کھانا کھلایئے کیونکہ اللہ تعالٰی نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے''۔''

:اس نوجوان نے کہا

اے شفیق اللہ تعالٰی کی ہمیشہ مجھے ظاہر و باطن کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں اس لیے تو اس کے'' بارے میں نیک گمان رکھ''۔

پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس سے میں نے پانی پی لیا اس میں ستو اور شکر تھی۔ اللہ کی قسم اس سے شیریں اور لذیذ پانی میں نے کبھی نہیں پیا تھا۔ میں خوب سیر شکم ہو گیا یہاں تک کہ مجھے چند روز تک کھانے پینے کی خواہش نہ رہی

ازاں بعد وہ مجھے نظر نہ آیا۔

پھر جب ہم مکہ معظّمہ پہنچے تو میں نے اسے نمازِ تہجد میں دیکھا وہ نہایت خشوع سے نماز میں مشغول تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو نماز فجر کے بعد طواف میں مشغول ہو گیا۔ پھر طواف کرکے باہر چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔پھر میں نے دیکھا کہ اب اس کے ساتھ کئی خادم تھے اور کثیر التعداد افراد اس کے ارد گرد تھے اور سلام عرض کرکے یا ابن رسول اللہ کے نام سے پکار رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو پتا چلا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میرے منہ سے بےرجستہ نکلا کہ اس سید سے اس قسم کے عجائب و غرائب کا ظہور کوئی تعجب کی بات نہیں۔

مکان گرنے کی خبر دینا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں مدینہ شریف میں مجاور تھا اور میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور میں کثرت سے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہی رہتا۔ایک روز شدت کی بارش ہوئی میں بارشی لباس پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔آپ سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا:

اے فلاں ابھی اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ بارش کی وجہ سے تمھارے مکان کی''
چھت گر گئی ہے اور تمہارا مال ومنال نیچے آ کر دب گیا ہے''۔

میں واپس آیا تو دیکھا کہ میرے مکان کی چھت گر گئی ہے۔میں نے چند آدمیوں کو کرایہ پر لیا جنھوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا صرف ایک طشتری گم ہوئی جس سے میں وضو کرتا تھا۔آپ کو علم ہوا تو آپ نے مراقبہ کرکے فرمایا:

میرا خیال ہے کہ تم اسے کسی جگہ بھول گے ہو جاؤ اپنی سرائے کے مالک کی کنیز سے''
دریافت کرو کہ میری طشتری تو نے تو نہیں اُٹھائی۔اگر اُٹھائی ہے تو مجھے واپس دے دو وہ تمہیں واپس دے دے گی''۔

میں نے واپس جا کر کنیز سے کہا:

میں فلاں جگہ اپنی طشتری بھول گیا تھا تم آئی تھیں اور اٹھا کر لے گئ تھیں وہ مجھے''
واپس کر دو تاکہ میں وضو کروں''۔

زادِ راہ میں برکت کا حصول:

ایک راوی نے بیان کیا کہ علی بن یقطین وغیرہ نے مجھ سے کہا کہ فلاں آدمی کے ساتھ کوفہ جاؤ اور وہاں سے دو سواریاں خرید کرکے یہ خط اور یہ مال حضرت موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں پہنچا دو۔میں کوفہ گیا اور اس شخص کے ساتھ دو

سواریاں خریدیں۔ جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے کچھ تناول کیا اور پھر اچانک ہماری نگاہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر پڑی جو ایک خچر پر سوار تشریف لا رہے تھے۔ ہم تعظیماً کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت میں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا:

تمہارے ہاں جو کچھ بھی ہے حاضر کر دو''۔''

ہم نے سب کچھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور پھر وہ خط بھی آپ کو دے دیا۔

آپ نے کچھ خط آستین سے نکال کر فرمایا:

یہ تمہارے خطوں کے جواب ہیں اب خدا کی حفاظت میں واپس لوٹ جاؤ''۔''

میں نے عرض کیا ہمارا زادِ راہ ختم ہو چکا ہے اگر اجازت ہو تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد راستہ کا خرچہ بھی لے لیں

آپ نے فرمایا:

کیا تمہارے پاس کچھ توشہ بچا ہوا ہے''؟''

ہم نے عرض کیا:

ہاں''۔''

آپ نے فرمایا:

اسے میرے پاس لاؤ''۔''

ہم نے حاضر کر دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ:

یہ زادِ راہ تمہارے لیے کوفہ تک کافی ہو ہے تم بحفاظت خداوندی واپس چلے جاؤ''۔''
آپ کے ارشاد عالیہ کے مطابق ہم واپس لوٹ آئے اور وہ راستہ کا خرچ بھی کوفہ آ کر باقی بچ گیا۔

:پانی میں گرے ہوئے کنگن کی دستیابی

ایک راوی نے بیان کیا کہ جب آپ کو بصرہ لے گئے تو میں مدائن کے نزدیک آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار ہوا۔ ہمارے عقب میں ایک کشتی تھی جس میں ایک دولہن سوار تھی۔ اچانک کشتی سے شور برپا ہوا آپ نے پوچھا :

''یہ شور کیسا ہے؟''

:میں نے عرض کیا کہ

کشتی میں دولہن جارہی ہے''۔''

:کچھ وقت گزرا تو شور سنائی دیا۔ آپ نے دریافت کیا

''یہ شوروغل کیسا ہے؟''

:لوگوں نے عرض کیا کہ

حضور کشتی میں بیٹھی ہوئی دولہن نے دریا سے تھوڑا سا پانی لینا چاہا تو اس کا طلائی کنگن'' پانی میں گرگیا اور وہ اس کے غم سے آہ وزاری کر رہی ہے''۔

:آپ نے فرمایا

کشتی خیال رکھنا''۔''

لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کیا۔

پھر آپ نے فرمایا:

اس کشتی کے ملاح سے بھی کہہ دو کہ کشتی کی حفاظت کرے''۔''

کشتی کنارے پر لگی تو آپ نے اپنے منہ میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا اور پھر ملاح سے فرمایا:

وہ کپڑا باندھ کر پانی میں چھلانگ لگائے اور کنگن پکڑ لے''۔''

ہم نے دیکھا کہ جب آپ نے فرمایا تو کنگن پانی کے اوپر تیرنے لگا اور ملاح نے چھلانگ لگا کر کنگن کو پکڑ لیا۔

سبحان اللہ: کس قدر فضیلت و برکتیں حاصل تھیں۔ لیکن ایک ہم ہیں کہ مال متاع، جاہ حشمت کی دوڑ میں مصروفِ عمل ہیں۔ ظاہری نام و نمود، شہرت کے لیے نا جانے کیا سے کیا کر گزرتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے بڑی خوبصورت بات کہی کہ

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات جو فقر سے ہے میسر، تو نگری سے نہیں

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں

سبب کچھ اور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے زوال بندہ مومن کا بے زری سے نہیں

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں۔۔

محترم قارئین :نئے عزم ،نئے جذبوں اور اسلام کی ایک اور تاریخ ساز شخصیت کے تعارف کے ساتھ پھر حاضر ہونگے ۔اپنا ڈھیر سا خیال رکھے گا۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازتے رہیے گا۔

شاباش تم کرسکتے ہو

GOOD YES U CAN DO IT

دنیا میں جدھر دیکھو، مایوسی چھائی ہوئی ہے۔ مرجھائے چہرے۔ پرنم آنکھیں۔ جھریاں پڑے رخسار۔ ماحول میں آسودگی، غم و ملال کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ بس جو دن گزر جائے ٹھیک ہے۔ اچھا ہے۔ بس یار! گزر بسر ہو رہا ہے۔ نوکری سے گھر، گھر سے نوکری بس اور کر بھی کیا کرسکتا ہوں۔ بس بس بس نہ۔ مایوس ہو گیا ہوں زندگی سے۔ میں تعلیم کے باوجود آج تک یہ سراغ نہ لگا سکا میرا مستقبل کیا ہے۔ بے رنگ لفافہ کی طرح ادھر سے ادھر پھر رہا ہوں۔ یار! عجیب بات ہے سب معلومات ہونے کے باوجود چار لوگوں میں بات کرنے پڑ جائے تو میری آواز ہی نہیں نکلتی۔ اسٹیج پر بولنے کا کوئی بولے تو میری تو جان نکل جاتی ہے۔ ہوائیاں اُڑ جاتے ہیں۔ یار: فلاں کو دیکھو کتنا نام کمالیا۔ کیسا بولتا ہے۔ کیسا تبصرہ کرتا ہے۔ میرا ہمعصر ہے لیکن جو مقام اس نے پایا مجھے نہیں ملا۔ نہ ہچکچاہٹ نہ ڈر نہ خوف۔ میں تو یہ سب دیکھ کر مایوس ہو گیا ہوں۔

یہ وہ آوازیں ہیں جو ہمیں گردونواح سے سنائی دیتی ہیں۔ جن سے مایوسی، محرومی عیاں ہے۔ یہ لوگ اپنی زندگی کے حقیقی ذائقہ سے محروم ہیں بس چل سو چل کی

ڈگر پر کاربند ہیں۔ان کی صلاحیتیں فقط ایک احساس کی وجہ سے زنگ آلود ہو جاتی ہیں وہ ایسا احساس ہے کہ اگر یہ زندگی میں اس کے حل پر توجہ نہ دیں اس کے حل کے لیے نہ سوچیں تو شاید ساری زندگی گمنامی، محرومی ان کا مقدر رہے۔

سب سے پہلے یہ طے کر لیجئے !!! کہ آپ مایوسی اور ڈپریشن سے ہر قیمت پر نکلنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

اپنی خواہشات کا جائزہ لیجئے اور ان میں سے جو بھی غیر حقیقت پسندانہ خواہش ہو، اسے suggestionذہن سے نکال دیجئے۔اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پرسکون ہو کر خود کو دیجئے کہ یہ خواہش کتنی احمقانہ ہے۔اپنی سوچ میں ایسی خواہشات کا خود ہی مذاق اڑائیے۔اس طرح ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر اک خواہش پہ دم نکلے کو غلط ثابت کیجئے۔

controllable limit اپنی خواہشات کی شدت کو کنٹرول کیجئے۔اپنی شدت کی ایک مقرر کر لیجئے۔ جیسے ہی یہ محسوس ہو کہ کوئی خواہش شدت اختیار کرتی جارہی ہے اور اس حد سے گزرنے والی ہے، فوراً الرٹ ہو جائیے اور اس شدت کو کم کرنے کے اقدامات کیجئے۔اس کا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خواہش کی

معقولیت پر غور کیجئے اور اس کے پورا نہ ہو سکنے کے نقصانات کا اندازہ لگائیے۔ خواہش ذہن میں رکھئے اور اس صورت میں متبادل لائحہ عمل پر provision پورا نہ ہونے کی غور کیجئے۔ اس طرح کی سوچ خواہش کی شدت کو خود بخود کم کردے گی۔ آپ بہت سی خواہشات کے بارے میں یہ محسوس کریں گے کہ اگر یہ پوری نہ بھی ہوئی تو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ یہ بھی خیال رہے کہ خواہش کی شدت اتنی کم بھی نہ ہو جائے کہ آپ کی قوت عمل ہی جاتی رہے۔ خواہش کا ایک مناسب حد تک شدید ہونا ہی انسان کو عمل پر متحرک کرتا ہے۔

دوسروں سے زیادہ توقعات وابستہ مت کیجئے۔ یہ فرض کر لیجئے کہ دوسرا آپ کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ اس مفروضے کو ذہن میں رکھتے ہوئے دوسروں سے اپنی خواہش کا اظہار کیجئے۔ اگر اس نے تھوڑی سی مدد بھی کر دی تو آپ کو ڈپریشن کی بجائے خوشی ملے گی۔ بڑی بڑی توقعات رکھنے سے انسان کو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور دوسرے نے کچھ قربانی دے کر آپ کے لئے جو کچھ کیا ہوتا ہے وہ بھی ضائع جاتا ہے۔ مایوسی پھیلانے والے افراد اور لٹریچر سے مکمل طور پر اجتناب کیجئے اور ہمیشہ امنگ پیدا کرنے والے افراد اور ان کی تخلیقات ہی کو قابل اعتنا سمجھئے۔ اگر آپ مایوسی اور ڈپریشن کے مریض نہیں بھی ہیں، تب بھی ایسی

چیزوں سے بچیئے۔ اس بات کا خیال بھی رکھئے کہ امنگ پیدا کرنے والے افراد اور چیزوں کے زیر اثر کہیں کسی سے بہت زیادہ توقعات بھی وابستہ نہ کرلیں ورنہ یہی مایوسی بعد میں زیادہ شدت سے حملہ آور ہوگی۔

محترم قارئین: میری کوشش ہے کہ تمام نفسیاتی عوامل کو پیشِ نظر رکھ کر آپ کو مایوسی کے بھنور سے نکال سکوں۔

گندگی پھیلانے والی مکھی ہمیشہ گندی چیزوں کا ہی انتخاب کرتی ہے۔ اس کی طرح ہمیشہ دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں پر نظر نہ رکھئے۔ اس کے برعکس شہد کی مکھی، جو پھولوں ہی پر بیٹھتی ہے کی طرح دوسروں کی خوبیوں اور اچھائیوں کو اپنی سوچ میں زیادہ جگہ دیجئے۔ ان دوسروں میں خاص طور پر وہ لوگ ہونے چاہئیں جو آپ کے زیادہ قریب ہیں۔

اپنی خواہش اور عمل میں تضاد کو دور کیجئے۔ اپنی ناکامیوں کا الزام دوسروں پر دھرنے کی بجائے اپنی کمزوریوں پر زیادہ سوچئے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کیجئے۔ ہر معاملے میں دوسروں کی سازش تلاش کرنے سے اجتناب کیجئے اور بدگمانی سے بچیئے۔ یہ طرز فکر آپ میں جینے کی امنگ اور مثبت طرز فکر پیدا کرے گا۔ اس ضمن میں سورۃ الحجرات کا بار بار مطالعہ بہت مفید ہے۔

اگر آپ بے روزگاری اور غربت کے مسائل کے حل کے لئے کوئی بڑا سیٹ اپ تشکیل دے سکتے ہوں تو ضرور کیجئے ورنہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں کی حد تک کوئی چھوٹا موٹا گروپ بنا کر اپنے مسائل کو کم کرنے کی کوشش کیجئے۔ اس ضمن میں حکومت یا کسی بڑے ادارے کے اقدامات کا انتظار نہ کیجئے۔ اگر آپ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔تو آپ کی مایوسی انشاء اللہ شکر کے احساس میں بدل جائے گی۔

ان مہروتاباں سے کہدو اپنی روشنیاں گن کے رکھیں
میں اپنے صحرا کے ذروں کو خود ہی چمکنا یکھا رہا ہوں

محترم قارئین :اس مایوس زندگی کو جھڑک دیجیے ۔چھوٹی چھوٹی ،ننھی ننھی مسکراہٹوں سے زندگی کے گلشن کو بارونق بناتے چلیں ۔ایسا نہیں کہ خوشیاں نازل ہونگی بلکہ آپ کے اندر کی کیفیت کی خوبصورتی ہی اصل خوشی ہے۔ غموں سے لڑنا سیکھیے ۔ مشکل میں جیناکا حوصلہ پیداکیجیے !کوشش یہ کریں کہ ان لوگوں کی صحبت اختیار کریں جومزاجاًہنس مکھ ہوں ،خوش مزاج ہوں ۔ کوفت ،بور ،بے مروت ،ترش مزاج لوگوں سے دوررہیں ۔خود ہی اندرکا موسم خوشگوار ہوتاچلاجائیگا۔اسے یوں سمجھ لیجیے :۔ مثلاًاگر آپ کے دوست آپ کو پریشان کر رہے ہوں تو ان سے چھٹکارا حاصل کیجئے۔ اگر آپ کی جاب آپ کے لئے مسائل کا باعث بنی ہو تو دوسری جاب کی تلاش جاری رکھئے۔ اگر آپ کے شہر میں آپ کے لئے زمین تنگ ہو گئی

ہے تو کسی دوسرے شہر کا قصد کیجیے۔

اگر آپ کو کسی بہت بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اور آپ کے لئے اس سے جسمانی فرار بھی ممکن نہ ہو تو ایک خاص حد تک ذہنی فرار بھی تکلیف کی شدت کو کم کر دیتا ہے۔ اس کو علم نفسیات کی اصطلاح میں بیدار خوابی (Day Dreaming) کہا جاتا ہے۔ اس میں انسان خیالی پلاؤ پکاتا ہے اور خود کو خیال ہی خیال میں اپنی مرضی کے ماحول میں موجود پاتا ہے جہاں وہ اپنی ہر خواہش کی تکمیل کر رہا ہوتا ہے۔ جیل میں بہت سے قیدی اسی طریقے سے اپنی آزادی کی خواہش کو پورا کرتے ہیں۔ ماہرین نفسیات کے مطابق ہر شخص کسی نہ کسی حد تک بیدار خوابی کرتا ہے اور اس کے ذریعے اپنے مسائل کی شدت کو کم کرتا ہے۔ مثلاً موجودہ دور میں جو لوگ معاشرے کی خرابیوں پر بہت زیادہ جلتے کڑھتے ہیں، وہ خود کو کسی آئیڈیل معاشرے میں موجود پا کر اپنی مایوسی کے احساس کو کم کر سکتے ہیں۔ اسی طرز پر افلاطون نے یوٹوپیا کا تصور ایجاد کیا۔ اس ضمن میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ بیدار خوابی اگر بہت زیادہ شدت اختیار کر جائے تو یہ بہت سے نفسیاتی اور معاشرتی مسائل کا باعث بنتی ہے۔ شیخ چلی بھی اسی طرز کا ایک کردار تھا جو بہت زیادہ خیالی پلاؤ پکایا کرتا تھا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس طریقے کو مناسب حد تک ہی استعمال کیا جائے۔

محترم قارئین :

آپ مایوس ہیں۔زندگی سے بھی مایوس ہیں۔زندگی کا خاتمہ کردیں گے۔دریامیں کود جائیں گے،خود سوزی کردیں گے ؟

اچھا!توپھر کیاہوگا؟آپ مرجائیں گے۔توکیا یہ اس مایوسی کا حل ہے۔کیاآپ کے مسئلہ کا حل ہوا؟آپ کی تشنگی دور ہوگئی۔آپ کے دل میں اُٹھنے والی خواہشوں کے ارمان پورے ہوگئے ؟نہیں ؟جب آپ یہ سب جانتے ہیں یہ حل نہیں ،اس سے تشفی نہیں ہوگی ۔یہ سراسر حماقت ہے تو پھر اس اقدام کی کوشش یااس جانب سوچنا کیوں؟

آپ مایوسی کو جھٹرک دیں۔آپ بہت بڑے انسان ہیں۔بیٹے کے روپ میں ،بیٹی کے روپ میں ،ماں کے روپ میں ،باپ کے روپ میں ،استاد کے روپ میں ،طالبِ علم کے روپ میں۔

آپ نے ایسا بہت کم دیکھا ہوگا کہ مصائب سے تنگ آکر کسی دین دار شخص نے خودکشی کی ہو کیونکہ اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ زندگی اللہ تعالٰی کی بہت بڑی نعمت ہے۔ مصیبت کا کیا ہے، آج ہے کل ٹل جائے گی اور درحقیقت ایسا ہی ہوتا ہے۔آج میں بیروزگار ہوں کل روزگار مل جائیگا۔آج کاروبار میں خسارہ ہے

کل میرا ربّ اس میں برکت عطا فرمادے گا۔ آج بیمار ہوں ۔ کل صحتیاب ہونا بھی تو ممکن ہے۔ حادثہ میں معذور ہوگیا تو کیا ہوا، جان تو بچ گئی ۔

محترم قارئین: یہ انسان کی نفسیات ہے کہ اگر وہ چاہے اور خود کو تیار کرلے تو وہ ہر مایوسی کا مناسب جواب دیکر اس کا حل کر سکتا ہے۔ اپنی زندگی کا آئیڈیل حضور اکرم نور مجسمؐ کو بنائیے ! جن کی ذات ،کامل انسانیت ہے ،کامل آدمیت ہے ۔انسانیت کی معراج ہے ۔زندگی کے زریں اصول اس ذاتِ پاک کی سیرت میں موجود ہیں ۔تَوکُّل کو زندگی کا جز بنائیں ۔ قناعت کو اپنا شعار بنایئے ! تَوکُّل کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہا جائے۔ اس کا انتہائی معیار یہ ہے کہ انسان کسی بھی مصیبت پر دکھی نہ ہو بلکہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، اسے دل و جان سے قبول کرلے۔ ظاہر ہے عملاً اس معیار کو اپنانا ناممکن ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اس کے جتنا بھی قریب ہو سکتا ہو، ہو جائے۔ قناعت کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا عطا کر دیا ہے، اسی پر خوش رہا جائے۔ اس سے زیادہ کی کوشش اگرچہ انسان ضرور کرتا رہے لیکن جو بھی اسے مل جائے اسے اپنے رب کی اعلیٰ ترین نعمت سمجھتے ہوئے خوش رہے اور جو اسے نہیں ملا، اس پر غمگین نہ ہو۔ وہ آدھے گلاس میں پانی دیکھ کر شکر کرے کہ آدھا گلاس پانی تو ہے، اس غم میں نہ گھلتا رہے کہ باقی آدھا خالی کیوں ہے؟ اگر ہم ہمیشہ دنیا میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھنے کی

بجائے خود سے نیچے والوں کو ہی دیکھتے رہیں تو ہماری بہت سی پریشانیاں ختم ہو جائیں۔
آپ دوسروں کی صلاحیتیں دیکھ کر حسد نہ کریں بلکہ بہتر سے بہترین کی کوشش کریں ۔اگر وہ ایک اچھا سپیکر ہے ۔ایک اچھا ثناخواں ہے ۔ایک اچھامدرس و مفکر ہے ،اچھامعالج ہے وغیرہ تو یہ سب آپ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی انسان ہے اور آپ بھی انسان ہیں ۔اگر وہ کر سکتاہے تو ایسی کونسی بات ہے کہ آپ نہیں کر سکتے ؟ہاں مگر وہ وجہ آپ کی سستی کاہلی ،دوسروں کی ذات میں منفی باتیں نوٹ کرتے رہنا،احتساب نہیں لیکن تنقید کرنے میں بے باکی۔
محترم قارئین : بات طویل ہو گئی ۔نئی تحریر میں مزید بات ہو گی
۔شاباش!!!!!!!!! آپ عظیم ہیں آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں تو پھر ہمت باندھیں جذبات کو سمیٹیں اور ایک مرتبہ بلند آواز سے کہیں کہ ''ہاں میں کر سکتاہوں ''۔ہم، مایوس نہیں ۔ہم پر عزم ہیں ۔تو پھر آج سے بلکہ ابھی سے نئی امنگ سے زندگی کے ذائقوں سے لطف اندوز ہونا سیکھیں۔آپ خوش رہیں ،خوشیاں بانٹیں ،مسکرائیں مسکراہٹیں بانٹیں ۔،

شب کی تاریکی مجھ کو کھاجائے تو کیا ہوا
کوئی تو ہوگاجو صبح درخشاں دیکھے گا

بارہ سالہ بچے کا مامون رشید سے مکالمہ

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

خوفِ خدا و عشقِ مصطفی کا جام جس نے پی لیا۔زمانہ اس کا ہوگیا۔کامیابیاں وکامرانیاں اس کا طواف کرنے لگتی ہیں ۔خوش بختی و سعادتیں دامن پھیلائے اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں ۔
محترم قارئین :آج ہم جس شخصیت ،جس ہستی کی سیرت کے گوشوں کی سیر کریں گئے ۔سیر و تواریخ کے نقوش میں جانی پہچانی ،کردار وگفتار کے بے مثال نظیر حضرت امام تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آیئے !جانتے ہیں اس نیک طینت ہستی کی سیرت کو۔

☆☆☆(حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ)☆☆☆

:نام کنیت اور لقب

حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ بارہ آئمہ کرام میں سے نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کا نام اور کنیت حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب تقی اور جواد ہے۔

:والدہ کا نام

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی خیزران تھا۔ بعض نے ریحانہ بھی لکھا ہے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

:ولادتِ باسعادت

آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف میں بمطابق رجب المرجب ۱۹۵ھ میں تولد فرمایا۔

:وصال مبارک

آپ نے معتصم کے ایام خلافت میں ۲۶ ذوالحجہ ۲۱۰ ہجری کو وصال فرمایا۔

:قبر مبارک

آپ کی قبر مبارک بغداد شریف میں آپ کے دادا حضور حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی پچھلی جانب ہے۔

:مامون الرشید اور آپ کا تعلق

آپ کو بچپن میں جو خوبیاں اور کمالات حاصل تھے مامون الرشید آپ کا بہت معترف تھا اس لیے اس نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا تھا اور پھر اسے آپ کے ساتھ مدینہ شریف بھیج دیا اور سالانہ ایک ہزار درہم بھیجا کرتا تھا۔

:امام تقی اور مامون کا مکالمہ

کہا جاتا کہ حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے وصال شریف کے بعد بارہ برس کی عمر میں بغداد شریف کی ایک گلی میں لڑکوں کی ہمراہی میں کھڑے تھے کہ اتفاقاً مامون الرشید کا وہاں سے گزر ہوا جو شکار کے لیے باہر جا رہا تھا۔ تمام لڑکے مامون کو دیکھ کر راستہ سے دوسری طرف ہو گئے لیکن حضرت امام تقی اپنی جگہ کھڑے رہے ۔مامون نے آپ کے قریب آ کر آپ کی زیارت کی ۔آپ حسن وجمال میں بے مثال تھے

:مامون نے آپ سے دریافت کیا

''اے بچے تو دوسرے بچوں کی طرح ایک طرف کیوں نہیں ہوا؟''

:حضرت امام تقی نے جواب دیا

اے مسلمانوں کے امیر راستہ تنگ تو نہیں جو میں آپ کے چلنے کے لیے وسیع کر دوں''
اور میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ جس کے ڈر سے بھاگ جاتا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ
آپ کسی کو بغیر کسی جرم کے سزا بھی نہیں دیتے''۔

مامون الرشید آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور آپ سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا
ہے؟

:آپ نے فرمایا

میرا نام محمد ہے''۔''

:مامون نے پھر دریافت کیا

''تم کس کے لڑکے ہو؟ ''

:آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا

میں امام رضا رضی اللہ تعالیٰ کا فرزند ہوں''۔''

مامون الرشید آپ کے والدِ گرامی کا نام سن کر بہت مسرور ہوا اور جدھر جانا تھا چل
دیا۔ اس کے پاس بہت سے شکاری باز تھے۔ جب شہر سے کوچ کیا تو ایک باز کو ایک
چکور کے پیچھے چھوڑا تو وہ باز غائب ہو گیا اور کچھ وقت تک غائب

ہی رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک زندہ مچھلی تھی مامون اسے دیکھ کر سخت متعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھ میں لیے واپس ہوا پھر اسی راستے پر آ گیا جہاں آپ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے تمام لڑکے مامون کو دیکھ کر ایک طرف ہو گئے لیکن آپ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ مامون الرشید نے قریب جا کر کہا:

''اے محمد'':

آپ نے فرمایا:

حاضر ہوں اے مسلمانوں کے امیر''۔''

مامون الرشید آپ نے دریافت کیا:

''بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا: ایک چھوٹی سی مچھلی ہے۔ جو خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھ میں جانے سے روک لی جاتی ہے اور اہل بیت نبوت اس سرفراز ہوتے ہیں؟''

مامون الرشید آپ کی گفتگو سن کر عالمِ حیرت میں ڈوب گیا پھر آپ کی جانب دیر تک تکتا رہا۔ پھر کہنے لگا:

آپ واقعی ابنِ رضا ہیں''۔''

اس کے بعد جو انعام آپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا دوگناہ بڑھا دیا۔ اور ایک

روایت ہے کہ اُمِ فضل (جو خلیفہ مامون الرشید کی لڑکی تھی) نے اپنے والد مامون الرشید کو مدینہ شریف سے شکایت کے طور پر خط لکھا کہ حضرت امام تقی مجھ سے خفا ہوتے ہیں اور دوسری بیوی سے رغبت رکھتے ہیں۔ مامون الرشید نے اس کے جواب میں یوں مرقوم کیا کہ: ''میں نے تیرا عقد اس لیے نہیں کیا تھا کہ میں حلال چیز کو اس پر حرام کردوں۔ خبردار کبھی اس کے بعد نہ ایسی بات کہنا نہ تحریر کرنا''۔

بغیر گٹھلی کے پھل لگنا:

جب خلیفہ مامون الرشید نے اپنی لڑکی کا عقد کرکے مدینہ شریف کی طرف بھیجا تو آپ راستہ میں چند یوم کوفہ میں ٹھہرے۔ آخری دن آپ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جس میں بیری کا درخت تھا جو کبھی بھی پھل نہیں دیتا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کا برتن منگوا کر بیری کی جڑ کے قریب بیٹھ کر وضو کیا۔ پھر وہیں نماز مغرب کے لیے چلے گئے، نماز پڑھ کر درخت کی جڑ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس بیری کے درخت پر بغیر گٹھلی کے پھل لگا ہوتھا جو ذائقہ میں بہت میٹھا تھا جسے لوگ تبرک طور پر لے جاتے اور کھاتے تھے

موت کی خبر دینا:

جب مامون الرشید کی وفات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

میں آج سے تیس ماہ بعد انتقال کر جاؤں گا''۔''
پھر جب مامون الرشید کے وصال کو تیس ماہ پورے ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی وصال فرمایا۔

:جیل سے غائب ہو جانا

کسی بزرگ سے مروی ہے کہ جب میں عراق یں تھا تو سنا کہ کسی نے شام کے ملک میں نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور اسے ایک مقام پر اسیر بنا لیا گیا ہے۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے نگہبانوں کی کچھ خدمت اور اس کے ہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہر :طرح سے ہوش مند ہے۔ میں اس سے دریافت کیا

تمہیں کیا ہوا''۔''

:اس شخص نے کہا

اس مسجد میں جہاں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک'' نیزے پر آویزاں تھا۔ میں شام کی عبادت الہی میں مشغول تھا۔ ایک شب میں قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھا ہوا تھا اور اللہ کے ذکر میں لگا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا جس نے مجھے کھڑا ہونے کے لیے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کے میں خود کو کوفہ کی مسجد میں پایا اس شخص نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ

''ہے؟

میں نے عرض کیا:

یہ کوفہ کی مسجد ہے''۔''

وہ نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں بھی اس کا مقتدی بنا پھر نماز سے فراغت کے بعد میں مسجد سے باہر گیا۔ وہ تھوڑی دیر چلا میں بھی اس کے ہمراہ ہو لیا۔ میں دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں ہوں میں نے نبی کریمؐ کے روضہ انور پر سلام پڑھا لیکن وہ نماز میں مصروف ہو گیا۔ میں بھی نماز ادا کی۔ وہ باہر آیا تو میں بھی باہر آیا۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ میں نے خود کو مکہ معظّمہ میں پایا۔ اس نے طواف کعبہ کیا' میں نے بھی طواف کعبہ کیا۔ وہ باہر تشریف لے آیا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ وہ میری نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور میں نے خود کو ملک شام کی اس مسجد میں پایا جہاں میں عبادت میں مشغول تھا۔ یہ دیکھ کر میں بہت متعجب ہوا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ایسا کیوں ہوا؟ اگلے سال پھر ایسا ہوا کہ وہی شخص پھر ظاہر ہوا اور ساتھ لے کر پچھلے سال کی طرح پھرتا رہا۔ جب میں اپنی جگہ پر واپس آیا اور ایک دوسرے سے علیحدگی کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا:

تجھے قسم ہے اس رب قدیر کی جس نے تجھے ہر طرح سے نوازا جس کا میں نے مشاہدہ''

''کیا ہے بتا تو کون ہے؟

اس شخص نے کہا:

میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں''۔''

جب صبح ہوئی تو میں نے یہ تمام قصہ ان لوگوں کو سنایا جنہیں میرے بارے میں کچھ'' شک تھا۔ یہ خبر والیٔ شام کو بھی پہنچ گی۔ اس نے مجھ پر دعویٰ نبوت کاالزام لگا کر مجھے اسیر کر دیااور اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے اسی حال میں بادشاہ کو نامہ مرقوم کیااور اس کے بارے میں معروض کیں۔ بادشاہ نے اسی خط کے پیچھے مرقوم کر دیا کہ: ''جو شخص تجھے ایک ہی شب میں کوفہ سے شام اور شام سے کوفہ پھر کوفہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ اور پھر وہاں سے واپس لے آیا ہے۔ اس سے کہو کہ وہ تمہیں قید سے خلاصی دلائے''۔

جب میں نے یہ جواب سنا تو بہت پریشان ہوا۔ صبح اٹھ کر قید خانہ کی جانب چلا گیاتا کہ اسے حالات سے آگاہ کروں میں نے دیکھا کہ جیل خانہ کا عملہ عالمِ اضطراب میں ہے۔

:میں دریافت کیا

''تمہیں کیا ہوا پریشان ہو؟

:انہوں نے کہا

جو شخص مدّعی نبوّت تھا وہ کل سے قید خانہ سے غائب ہو چکا ہے۔نا معلوم کہ وہ زمین''

''میں گھس گیا ہے یا آسمان پر چلا گیا ہے؟

:فرمان نہ ماننے پر ہلاک ہو جانا

ایک راوی سے مروی ہے کہ ہم آپ کے رفقاء میں سے ایک کے ہمراہ سفر کرنے کا قصد کیے ہوئے تھے۔ سفر پر جانے سے پہلے ہم حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ انہیں الوداع کہیں۔آپ نے فرمایا:

آج باہر مت جانا کل تک رکے رہنا''۔''

باہر آئے تو میرے ساتھی نے کہا:

میں تو جارہا ہوں کیونکہ میرا رفیق باہر جا چکا ہے''۔''

یہ سن کر میں عالمِ حیرت میں ڈوب گیا اور چلا گیا۔ رات کو جس گاؤں میں ٹھراؤ کیا وہاں سخت سیلاب آیا اور وہ پانی میں ڈوب کر جاں بحق ہو گیا۔

(۔۔۔☆☆☆۔۔۔)

سبحان اللہ ! سبق آموز واقعات اور دروس سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے ۔اللہ عزوجل !اہمیں دین متین پر استقامت عطافرمائے ۔دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطافرمائے۔

آدم ثانی کا بحری بیڑا

ربّ تعالیٰ نے بنی نوع انسانیت کی فلاح وکامرانی ،انسانیت کی اصلاح کے لیے اپنے نبی مبعوث فرمایئے :ان انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کریم حضرت نوح علیہ السلام ہیں ۔ جن کے بارے میں ربّ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں ارشادفرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (پ ۳،ال عمران ،آیت : ۳۳)

ترجمہ ٔ کنزالایمان : بے شک اللّٰہ نے چُن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے ۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ : وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ (سورۃ ہود، پ ۱۲،آیت : ۲۵)

ترجمہ ٔ کنزالایمان :اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہو

تعارف :

نام عبد الغفار لیکن مشہور کسی اور نام سے وجہ اپنی قوم کیلئے اتنے خیر خواہی اپنی امت کی بھلائی کیلئے دعائیں کرتے اور تبلیغ کرتے ہوئے اپنی زندگی

گذار دی۔جی ہاں حضرت وہ نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں جن کا نام اصل نام عبدالغفار مگر چونکہ آپ اپنی امت کی گمراہی اور پھر اس کے سبب ان پر عذاب کی وجہ سے بہت روئے تھے اور اسی وجہ آپ کا نام نوح پڑ گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالی کے رسول ہیں، حضرت نوح کے القاب میں ایک لقب شیخ الانبیاء ہے،،ان کی والدہ "قینوش "بنت راکیل تھیں۔آپ نے تقریبا950سال تک لوگوں کو اللہ کی طرف بلایااور1600سال عمرپائی مگر آپ کی قوم کا جواب یہ تھا کہ آپ بھی ہماری طرح عام آدمی ہیں اگر اللہ کسی کو رسول بھیجتا تو وہ فرشتہ ہوتااور اس میں سے صرف 80 لوگوں نے ان کا دین قبول کیا۔

قرآن مجید نے ان کی زندگی کے مختلف حصوں کی باریک بینی کے ساتھ تفصیل بیان کی ہے ایسی جو زیادہ تر تعلیم و تربیت اور پند و نصیحت کے پہلوؤں سے متعلق ہیں _ اوران کی قوم کی طولانی عمریں تقریباً300 سال تک لکھی گئی ہیں۔

آپ کے تین بیٹے تھے ""حام"" ""سام"" یافث ""اور مورخین کا نظریہ یہ ہے کہ کرۂ زمین کی اس وقت کی تمام نسل انسانی کی بازگشت انھیں تینوں فرزندوں کی طرف ہے ایک گروہ ""حامی"" نسل ہے جو افریقہ کے علاقہ میں رہتے ہیں دوسرا

گروہ ""سامی"" نسل ہے جو شرق اوسط اور مشرق قریب کے علاقوں میں رہتے ہیں اور یافث"" کی نسل کو چین کے ساکنین سمجھتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے 950"" سال تبلیغ فرمائی جس کے نتیجے میں 7 مسلمان ہوئے بعض نے 80 بھی لکھے ہیں۔

نوح علیہ السلام کی داستان عربی اور فارسی ادبیات میں بہت زیادہ بیان ہوئی ہے ،
۔اورآپ صبر وشکراور استقامت کی ایک داستان تھے

یہاں کہا جاتاہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد350 سال تک زندگی کی اور تقریباً1600 سال کی عمر میں رحلت کی اور موجودہ نجف اشرف میں سپرد خاک کیے گئے-

حضرت نوح پہلے اولوالعزم پیغمبر اور صاحب شریعت تھے، کہ ان کی توصیف میں کہا گیا ہے- ایک عقلمند مرد تھے جو فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے، کافی عقل و شعور رکھتے تھے اور کافی صبر کے مالک تھے ، حضرت نوح نے بڑے صبر و تحمل سے اپنی قوم کی راہنمائی کی ہے،-لیکن ان کی قوم نے ہٹ دھرمی اور عناد کی راہ اختیار کی اور وہ لوگ خدا کو بھول چکے تھے اور ایک خدا کی بجائے انہوں نے مٹی اور پتھر کے کئی خدا بنالیے تھے، نہ صرف ان کی عبادت گاہیں بتوں سے اٹی پڑی تھیں بلکہ ہر گھر میں بت رکھے ہوئے تھے جن کی وہ پوجا کیا

کرتے اور ان سے مرادیں مانگا کرتے تھے۔اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا اور خدا کی بارگاہ میں استغاثہ کے لیے ہاتھ بلند کر کے فرمایا: "خداوند؛ یہ لوگ میری دعوت کو قبول نہیں کرتے ہیں اور خداوند نے حضرت نوح کی بات کی تائید فرماتے ہوئے، اس کی قوم کے ایمان لانے کے بارے میں فرمایا کہ: "جنھوں نے (آج تک) ایمان لایا ہے ان کے علاوہ تیری قوم میں سے کوئی "فرد ایمان نہیں لائے گا؛

اس لیے حضرت نوح علیہ اسلام نے ان کے لئے عذاب کی بد دعا فرمائی جس کے نتیجے میں ان پر عذاب نازل ہوا۔ خداوند تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک کشتی بناؤ اور یہ بھی حکم دے دیا کہ دیکھنا اب کسی کی سفارش نہ کرنا، اب ان پر ضرور عذاب نازل ہو کے رہے گا، حضرت نوح علیہ السلام خدا کے حکم کے مطابق کشتی بنانے میں لگ گئے۔

اسی لئے آپ کو آدم ثانی یعنی زمین پر موجود انسانوں کا دوسرا باپ (آدم) بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پہلے نجّار ہیں جنھوں نے کشتی بنائی۔

جب کشتی بن کر تیار ہو گئی تو خدا نے حکم دیا کہ اپنے اہل اور ان لوگوں کو کشتی پر سوار کرلو جو مجھ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں رکھ لو۔ جب سب لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو خدا کے حکم سے زمین پھٹ پڑی اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ زمین پر پانی بڑھنے لگا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی میں تیرنے لگی، پانی بڑھا تو حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا بیٹا پانی میں ڈوبنے لگا ہے آپ نے اسے آواز دی کہ اب بھی آجاؤ تاکہ خدا کے عذاب سے بچ سکو، مگر اس نے جواب دیا تم جاؤ، میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی جان بچالوں گا۔ پانی تھا کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ دنیا کے نافرمان اور سرکش لوگ اس سیلاب میں فنا کے گھاٹ اتر گئے اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی کی چوٹی پر جا کر ٹھہر گئی۔ اب خدا کے حکم سے سیلاب تھم گیا اور زمین نے سارا پانی اپنے اندر جذب کرلیا۔ اب خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ کشتی سے اتر جاؤ، تجھ پر اور وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لائے ہیں ان پر ہماری رحمتیں برکتیں نازل ہوں گی۔

چوں کہ اس طوفان میں دنیا کے تمام لوگ ہی فنا ہو گئے تھے، صرف چند لوگ ہی زندہ بچے تھے، اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے، ان ہی کی اولاد اس وقت دنیا میں آباد ہے۔ بعض روایات کے مطابق طوفان مکہ اور خانہ کعبہ تک پھیلا ہوا تھا تو یہ صورت بھی اس بات کی موید ہے کہ طوفان عالمگیر تھا_ یہاں ایک بات بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کہ قرآن مجید دو بے تقوی عورتوں کی سرزنشت آتی ہے جو دو بزرگ پیغمبروں کے گھر میں تھیں ،اور دو مومنہ وایثار گر خواتین کا بھی بیان کرتا ہے _ جن میں سے ایک تاریخ کے جابر ترین شخص کے گھر میں تھی

پہلی دو''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ایک مثال بیان کی ہے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی مثال اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثال ہے '' انہوں نے ان سے خیانت کی لیکن ان دو عظیم پیغمبروں سے ان کے ارتباط نے عذاب الہی کے مقابلہ میں انھیں کوئی نفع نہیں دیا '۔

حضرت نوح کی بیوی کا نام ''وَالِھَۃ'' اور حضرت لوط کی بیوی کا نام ''وَاِلعَۃ'' تھا ۔بہر حال ان دونوں عورتوں نے ان دونوں عظیم پیغمبروں کے ساتھ خیانت کی ،

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ اس پیغمبر کے دشمنوں کے ساتھ تعاون کرتی تھی اور ان کے گھر کے راز انھیں بتاتی تھی اور حضرت نوح

۔ کی بیوی بھی ایسی ہی تھی

قرآن پاک ان کے بارے ہیں فرماتا ہے کہ: ''اور ان سے کہا گیا کہ تم بھی آگ میں داخل ہونے والے لوگوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ بہر حال: آج کے موضوع کو ہم اس بات پر اختتام پذیر کرتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام اس طوفان کے بعد 450 سال دنیا تشریف فرما رہے اور اپنی قوم اس دوران نصیحت فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے رہو اور بت پرستی مت پڑ جانا جیسا سابق قوم پر گئی۔

اللہ عزوجل: ہمیں انبیاء کرام علیہم السلام کے عطا کردہ پیغام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ عزوجل: ہمیں دینِ متین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

کفار کے نمکخواروں کے لیے پیغام عبرت

میں جب نیٹو فوج کے تعاون کے لیے جاتے ٹینک ،بڑی جدید مشینیں ، گنیں دیکھتا ہوں ۔پھر اپنی شاہراہ فیصل کو دیکھتا ہوں ۔کیونکہ گاڑی جب ڈرگ روڈ پل کے اوپر سے گزرتی ہے تو اسٹیشن سے یہ منظر صاف دکھائی دیتا ہے ۔اب مجھے یہ کنفرم نہیں کہ واقعی ہی نیٹو فوج کے لیے ہے یا ہماری جانباز آرمی کے لیے ۔خیر اگر یہ نہیں تو سرحد سے گزرنے والے ان آئل ٹینکر اور دیگر خوردونوش کے سامان کو دیکھ لیں ۔جسے لیجانے میں آج کا مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی عار محسوس نہیں کرتا۔یہ ایک سوال بار بار میرے ذہن میں اُٹھ رہا تھا کہ مسلمان کے خلاف لڑنے والی کفار فوج کے ساتھ ہمارا تعاون کہیں قابل تشویش تو نہیں ۔اس سے قبل کے میں اپنے تجزیے تبصروں کی بھینٹ آپ کو چڑھادوں آیئے اہل علم سے پوچھتے ہیں ۔

علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا جائز نہیں ۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے :

(اے ایمان والو تم یھود ونصاری کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک

انہیں میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالی ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا) المائدۃ (51)

۔

فقہاء اسلام جن میں آئمہ حنفیۃ، مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ اور ان کے علاوہ باقی سب شامل ہیں نے بالنص یہ بات کہی ہے کہ کفار کو ایسی چيز بیچنا حرام ہے جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف طاقت حاصل کریں چاہے وہ اسلحہ ہو یا کوئی جانور اور آلات وغیرہ

۔

لھذا انہیں غلہ دینا اور انہیں کھانا یا پینے کے لیے پانی وغیرہ یا کوئی دوسرا پانی اور خیمے اور گاڑیاں اور ٹرک فروخت کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی ان کی نقل وحمل کرنا،اور اسی طرح ان کے نقل وحمل اور مرمت وغیرہ کے ٹھیکے حاصل کرنا بھی جائز نہیں بلکہ یہ سب کچھ حرام میں بھی حرام ہے، اور اس کا کھانے والا حرام کھا رہا ہے اور حرام کھانے والے کے لیے آگ یعنی جہنم زیادہ بہتر ہے۔

لھذا انہیں ایک کھجور بھی فروخت کرنی جائز نہیں اور نہ ہی انہیں کوئی اسی چيز دینی جائز ہے جس سے وہ اپنی دشمنی میں مدد وتعاون حاصل کرسکیں، لھذا جو مسلمان بھی ایسا کرے گا اسے آگ ہی آگ ہے اور یہ ساری کی ساری کمائی حرام

اور گندی ہوگی اس کے لیے جہنم زیادہ اولی ہے، بلکہ یہ کمائی تو اخبث الخبث کا درجہ رکھتی ہے۔انہیں کوئی ادنی سی بھی ایسی چیز دینی جائز نہیں جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف مدد حاصل کر سکتے ہوں۔

: امام نووی رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب " المجموع " میں کہتے ہیں

اہل حرب یعنی (لڑائی کرنے والے کافروں) کو اسلحہ بیچنا بالاجماع حرام ہے۔

کفار کو اسلحہ نہ فروخت کی جائے کہ کچھ بعید نہیں کل وہ اس سے ہمیں گزند پہنچائے۔یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس طرح کی فروخت میں گناہ اور دشمنی میں معاونت پائی جاتی ہے،

اور اسی معنی میں ہر وہ خرید وفروخت یا اجرت اور معاوضہ جو اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی میں معاونت کرے وہ بھی حرام ہے مثلا کفار یا ڈاکوں کو اسلحہ فروخت کرنا ۔۔۔۔یا کسی ایسے شخص کو مکان کرائے پر دینے جو وہاں معصیت ونافرمانی کا بازار گرم کرے۔اور اسی طرح کسی ایسے شخص کو شمع فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جو اس کے ساتھ اللہ تعالی کی نافرمانی ومعصیت کرے یا اسی طرح کوئی اور کام جو اللہ تعالی کے غیظ وغضب دلانے والے کام میں معاون ثابت ہو۔

ایک اور فقہی جزیہ پیش کرتا چلوں کہ :اہل حرب اور ایسے شخص جس کے بارہ میں معلوم ہو کہ وہ ڈاکو ہے اور مسلمانوں کو لوٹے گا یا پھر مسلمانوں کے مابین فتنہ پھیلائے گا اسے اسلحہ بیچنا حرام ہے۔

: حسن بصری رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں

کسی بھی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ مسلمانوں کے دشمن کے پاس اسلحہ لیجائے اورانہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں اسلحہ کے ساتھ تقویت دے، اور نہ ہی انہیں گھوڑے خچر اور گدھے دینا حلال ہیں، اور نہ کوئی ایسی چیز جو اسلحہ اور گھوڑے، خچر اور گدھوں، کے لیے مدد ومعاون ہو۔

محترم قارئین کرام :اس لیے کہ اہل حرب کو اسلحہ بیچنا انہیں مسلمانوں سے لڑائی کرنے میں تقویت پہنچانا ہے، اوراس میں ان کے لیے لڑائی جاری رکھنے اوراسے تیز کرنے میں بھی تقویت ملتی ہے، کیونکہ وہ ان اشیاء سے مدد حاصل کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ ممانعت کی متقاضی ہے۔

: قارئین کرام رب تعالی نے اپنی لاریب کتاب میں ان کے فتنے کو بیان فرمادیا ہے

اے ایمان والو تم یھود ونصاری کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک (

دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہیں میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالی ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا) المائدۃ (51)

ان تمام شواہد کی روشنی میں قارئین آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہمارا دامن کتنا میلا اور کتنا اجلا ہے۔اپنے ضمیر کی عدالت میں یہ فیصلہ ضرور پیش کیجیے گا جو جواب آئے اسے حتمی جانتے ہوئے نظر ثانی ضرور کیجیے گا۔اللہ عزوجل ہمیں مسلمانوں کا معاون ومدد بنائے ۔

احترام کرنے والے پرندے

زبان کاکام بولنا ہے اور جب جب یہ زبان نیک کلمات ادا کرتی ہے اعمال کے دفتر میں نیکیوں کا اندراج ہوتا رہتا ہے۔ یہ رمضان المبارک کی پاکیزہ ساعتیں ہیں۔ کیوں نہ ہم ان کا ذکر کریں جن کی سیرت نے ہمیں یہ سبق دیا یہ درس دیا کہ ہم وہ کریں جس میں رضائے الٰہی ہو۔ ہم وہ سوچیں جس میں دین کی بھلائی ہو۔ ہم سے وہ صادر ہو، جس سے آخرت کی کمائی ہو۔ محترم قارئین: گذشتہ کالموں کی طرح آج ہم حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر گفتگو کریں گے۔

(حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ)

نام، کنیت اور لقب:

حضرت سیدنا علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ بارہ آئمۃ الھدیٰ میں سے دسویں امام ہیں۔

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، آپ ابوالحسن ثالث کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

آپ کا لقب ہادی اور عسکری ہے جو بہت معروف ہے۔

: والدہ محترمہ کا نام

آپ کی والدہ محترمہ اُمِّ ولد ہیں جن کا اسم گرامی شمانہ ہے ، اور کہا جاتا ہے کہ یہ اُمِّ فضل بنت مامون الرشید کی باندی تھیں۔

: ولادتِ باسعادت

آپ نے ۲۴ ہجری ۱۳ رجب المرجب کو مدینہ شریف میں تولد فرمایا۔

: وصال مبارک

آپ نے ۲۵۴ ہجری بروز دو شنبہ جمادی الاخرکے آخری ایام میں مستنصر کے عہد میں بغداد کے مضافات میں قصبہ سر من رائے میں وصال فرمایا۔

: تیس ہزار درہم کا حصول

ایک روز حضرت علی ہادی رضی اللہ عنہ سر من رائے کے کسی قصبے میں تشریف لے گئے تھے کہ ایک اعرابی آپ کی جستجو میں آنکلا لوگوں نے اسے خبر دی کہ آپ فلاں گاؤں میں تشریف فرما ہیں، اعرابی آپ کے پیچھے ہولیا آپ سے ملاقات ہونے پر آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ۔

''تم کس کام سے آئے ہو ؟ ''

: اعرابی نے کہا

میں ان لوگوں سے نسبت رکھتا ہوں، جن کا دلی تعلق آپ کے جدِ امجد حضرت ''
حیدرِ کرار سے تھا،اب مجھ پر اتنا بڑا قرض ہے جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور کوئی مجھے ایسا
'' نظر نہیں آتا جو میرا بوجھ ہلکا کر سکے۔

: آپ نے فرمایا

''آزردہ خاطر مت ہونا۔ ''

آپ نے اسے وہیں ٹھہرالیا صبح ہوئی تو آپ نے اعرابی سے کہا۔

دیکھئے میں تم سے کچھ باتیں کہنے والا ہوں لیکن تمہارا فرض ہے کہ میری کسی بات ''
''میں اختلاف نہ کرنا۔

اعرابی نے عرض کیا۔

''یا حضرت میں آپ کی کسی بات میں بھی مخالفت نہیں کروں گا۔ ''

آپ نے ایک خط لکھا جس میں مرقوم تھا کہ ۔

اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں، کیونکہ اس نے بہت سا ''
''قرض ادا کرنا ہے۔

یہ خط رقم کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔

یہ نامہ لے جاؤ۔'' جب میں سر من رائے واپس آؤں تو میرے ہاں آجانا اور محفل ''
میں بیٹھے ہوئے مجھ سے قرض کی ادائیگی کا سوال کرنا اور کچھ اور باتیں کرنا، ہاں البتہ
میری نصیحت کی مخالفت نہ کرنا۔

اعرابی نے اس بات کا وعدہ کیا اور خط ہاتھ میں تھام لیا۔ جب حضرت ہادی رضی

اللہ عنہ سر من رائے واپس آئے تو آپ کی خدمت میں بہت سے اہلِ محبت حاضر تھے اور وہ اعرابی بھی حاضر ہوگیا اور نامہ باہر نکال کر آپ کی وصیت کے مطابق مطالبہ پیش کیا۔

آپ اس سے نرم نرم گفتگو کرتے جاتے اور اپنی مجبوری کا اظہار، قرض کے وعدہ کی ادائیگی کرتے رہے۔ جب اس واقعہ کا علم خلیفہ متوکل کو ہوا تو اس نے کہا۔

''آپ کی خدمت میں تیس ہزار درہم لے جاؤ۔''

درہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان دراہم کو اعرابی کے آنے سے پہلے حفاظت سے رکھا۔ اعرابی کے آنے پر آپ نے فرمایا۔

''اے اعرابی یہ لیجئے اور اپنا قرض ادا کیجئے اور جو کچھ باقی بچے اسے اپنی اولاد پر صرف کرنا اور مجھے معذور تصور کرنا۔''

اعرابی نے یہ بات سن کر عرض کیا۔

''اے رسول اللہ کے فرزند! آپ نے جو مجھے دیا ہے مجھے تو اس سے تیسرا حصہ کم کی امید تھی۔ حقیقت ہے کہ اللہ ہی کو علم ہے کہ فلاں چیز کہاں جائے گی۔''

خلیفہ متوکل کا بیماری سے نجات حاصل کرنا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ متوکل بیماری میں مبتلا ہوگیا، اسکے جسم پر پھوڑا نکل آیا جس کا علاج کرنے سے اطباء نے جواب دے دیا، خلیفہ موت کا

انتظار کرنے لگا۔ ایک روز فتح بن خاقان نامی شخص جو خلیفہ کے اقرباء میں سے تھا کہنے لگا۔

کسی شخص کو حضرت ہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھیجو! شاید کہ ان سے ''
''کوئی منفعت بخش چیز حاصل ہو جائے۔

ایک آدمی کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا: '' فلاں چیز کو اس کے
'' پھوڑے پر رکھ دو، ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہو گی۔

جو چیز آپ نے تجویز فرمائی تھی وہ متوکل کے پاس پیش کی گئی تو حاضرین نے مذاق کرنا شروع کر دیا۔

فتح بن خاقان نے کہا۔

'' تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے وہ چیز ضرور لاؤ۔ ''

خادموں نے آپ کی تجویز کردہ دوا حاضر کی جو پھوڑے پر رکھ دی گئی، پھوڑے پر رکھنے کی دیر تھی کہ پھوڑا رِسنے لگا اور تمام بوسیدہ مادہ خارج ہو گیا، متوکل کے تندرست ہونے کا علم اس کی والدہ کو ہوا تو اس نے دس ہزار دینار کی ہمیانی پر اپنی مہر لگائی اور آپ کی خدمت میں بطورِ نذرانہ رسید کردی۔

متوکل کو صحتِ کاملہ ملنے کے بعد متوکل نے کسی سے شکایت کی کہ آپ بہت سامال اور اسلحہ رکھتے ہیں، متوکل نے اپنے دربان سعید نامی سے کہا کہ تم نے آج رات جب دو تین بج جائیں حضرت حادی کے گھر کی تلاشی لینی ہے، اور جو مال و منال اور اسلحہ ہاتھ آئے قبضہ میں کرکے یہاں میرے پاس لے آنا۔

سعید نے کہا کہ میں آدھی رات کے وقت بمع سیڑھی گیا اور جب نیچے اترا تو آپ کے گھر میں بہت سخت اندھیرا تھا، اور مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جاؤں۔ اچانک اندر سے آواز سنائی دی۔

''اے سعید اپنی جگہ پر قائم رہو میں دیا لے کر آتا ہوں۔''

کچھ دیر کے بعد دیا لایا گیا تو میں نیچے آکر آپ کے پاس آگیا دیکھا کہ آپ پشم کا لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں اور سر پر اون کی ٹوپی ہے اور آپ ٹاٹ کے مصلی پر قبلہ کی جانب بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا۔

''اے سعید جو کچھ ہے تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔''

میں گھر میں ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن جن چیزوں کی خبر دی گئی تھی ان میں سے کوئی چیز بھی دستیاب نہ ہوئی اور صرف متوکل کی والدہ کی بھیجی ہوئی ہمیانی موجود پائی اور اس پر اسی طرح مہر بھی ثبت تھی اور دوسری اشیاء بھی مہر کندہ تھیں پھر آپ نے فرمایا

۔

''یہ مُصلّٰی بھی پیش خدمت ہے۔''

میں نے مصلی اٹھایا تو اس کے نیچے ایک تلوار دیکھی جو میان میں بند تھی، میں یہ چیزیں پکڑ کر متوکل کے پاس لے گیا۔ جب متوکل نے ہمیانی دیکھی اور اس پر اپنی مہر لگی ہوئی دیکھی تو تمام حالات دریافت کیے، حاضرین نے کہا۔

''اے متوکل یہ ہیمانی تیری والدہ نے تمہاری بیماری کے دوران منت مانی تھی۔''

: متوکل نے کہا

اسی طرح ایک اور ہمیانی لو اور ایک تھیلی اور تلوار کے ساتھ آپ کو دے کر آؤ۔

سعید حاجب کا بیان ہے کہ جب میں یہ چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ پر شرمندگی کی حد نہ رہی میں نے عرض کیا :

'' میرے آقا میرے لیے بہت مشکل تھا کہ میں آپ کے دولت کدہ میں بلا اجازت گھس جاؤں لیکن مجبور تھا مجھے حکم ہی ایسا ملا تھا۔''

: پھر آپ نے فرمایا

وَسَیَعْلَمُونَ الَّذِینَ اَیَّ مُنْقَلِبٍ یَّنْقَلِبُون

''ترجمہ :'' اور وہ عنقریب جان لیں گے کہ کون سا انقلاب آنے والا ہے۔

:پرندوں کا احترام کرنا

معروف بات ہے کہ متوکل اپنے گھر میں بہت سے پرندے رکھتا تھا جن کے چہچہانے کا کسی کو پتہ نہ چلتا تھا لیکن آپ جس وقت بھی متوکل کے گھر تشریف لے جاتے تو تمام پرندے ادباً خاموشی اختیار کر لیتے اور جب گھر سے نکلتے تو پھر چہچہانا شروع کر دیتے۔

: مذاق کی سزا موت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک روز ولیمہ کی دعوت تھی جس میں خلفاء کی اولاد

بھی شریک تھی اور بکثرت لوگ ان کے ادب و تعظیم کی لیے جمع تھے اس مجلس میں ایک ایسا نوجوان بھی تشریف فرما تھا جو ادب و تعظیم کے طریقہ سے بہت دور تھا جو ٹیں گفتگو کرکے ہنس دیتا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ انور اس کی جانب کرکے فرمایا۔

'' تم ہنسی میں اپنا وقت کیوں گنوار ہے ہو، تم ذکرِ الٰہی سے غافل ہوگئے ہو یاد رکھو تم تین روز کے بعد اہلِ قبور میں اپنا مسکن بناؤ گے۔ ''

یہ سُن کر وہ نوجوان بے ادبانہ گفتگو سے باز آگیا لیکن پھر کھانا تناول کیا تو بیمار ہو کر تیسرے روز جاں بحق ہوگیا۔

: والدہ کا مکان سے گر کر جاں بحق ہوجانا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک روز اہل سامرہ کے ہاں دعوتِ ولیمہ تھی ان میں بھی ایک لڑکا ایسا تھا جو نہایت بے ادب اور بے ہودہ گو تھا اور آپ کی عزت کرنے سے کتراتا تھا آپ نے فرمایا۔،

'' یہ شخص اس کھانے سے کچھ تناول نہ کرے گا اس کے کپڑوں سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ زندگی اس پر تلخ ہوجائے گی، کھانا آیا تو اس شخص نے کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے لیکن اس کا غلام آہ وزاری کرتا ہوا اندر آکر کہنے لگا۔

'' تمہاری والدہ مکان سے گر کر ہلاک ہوگئی ہے جلدی کیجئے ! وہاں چلئے تاکہ اس کی حفاظت کی جائے۔'' اس شخص نے وہاں سے کھانا کھائے بغیر کوچ کرلیا۔

محترم قارئین : یہ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ۔ہم نے کیا سیکھا، ہمیں علم کے کیا موتی ملے ۔اس کا ثمر ہماری زندگی میں آنے والے عملی اقدام ہی کی صورت میں ہوگا۔آپ عظیم ہیں اپنی عظمت کو پہچانے ۔اپنی قدر کیجیے !ایسی قدر کہ اس دار فنا سے دار بقاء کو کوچ بھی کر جائیں تو لوگوں کی دلوں کی زمین آپ کی محبت کی یاد سے شاداں وفرحاں رہے ۔مت دیں دکھ کسی کو،مت کریں کسی کی دل آزاری،مت دوسروں کے حقوق تلف کریں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ وحشتوں کے گھر قبر میں ندمت و پشیمانی رہ جائے ۔

: قبر انور اور مشہد کی جگہ

آپ کی قبر انور سر من رائے کی اس رائے میں ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی، کہا جاتا ہے کہ آپ کی شہادت گاہ قُم ہی ہے، لیکن یہ قول معتبر نہیں، ہاں یہ معتبر قول ہے کہ فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت گاہ قم شہر میں ہے اور حضرت رضا علی بن محمد موسیٰ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جس نے آپ کی شہادت گاہ کی زیارت کی اسے جنت کا حصول ہوگا۔

: عجب ہے شانِ قلندری تیری

جب متوکل نے آپ کو مدینہ شریف سے عراق میں بلوایا تو آپ سر من رائے میں ایک ایسی جگہ مقیم تھے جسے خان الصعالیک کہا جاتا ہے، یہ جائے سکونت بہتر نہ تھی آپ کے رفقاء میں سے ایک شخص جس کا نام صالح بن سعید تھا آپ کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا۔

اے ابن رسول اللہ آپ پر میری جان قربان ہو یہ جماعت تو آپ کی قدر و منزلت ''
کو پوشیدہ رکھنے اور آپ کی عزت وآبرو کو مٹانے کے لیے تیار ہے اسی لیے آپ کو
''مکان جائے سکوت کے لے دیا گیا۔

آپ نے سعید کی یہ بات سن کر فرمایا۔

''اے سعید تو بھی یہیں سکونت پذیر ہے۔ ''

پھر آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا تو نہایت عمدہ قسم کے باغات رواں دواں ندیاں اور اس طرح کے محلات جہاں پردہ نشین اور خوبصورت مستورات اور روشن موتیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے بچے تھے ظہور میں آ گئے۔ صالح بن سعید کا کہنا ہے کہ میں سب کچھ دیکھ کر حیرات میں ڈوب گیا۔ اور پھر آپ نے فرمایا۔

اے ابن سعید ہم لوگ جہاں بھی ہوں یہ اشیاء ہمارے ساتھ ہی ہوتی ہیں یاد رکھو ''
''کہ ہم خان الصعالک میں نہیں ہیں۔

: نام محمد رکھنے کی وصیت کرنا

ایک آدمی نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ سفر میں تھا اور میرے ساتھ میرا بچہ بھی تھا، میں نے آپ کی خدمت میں دعا کروانے کی غرض سے عرض کیا کہ

''اے ابن رسول اللہ میرے بچے کے گھر بھی بچہ ہی تولد ہونا چاہیے۔ ''

: آپ نے یہ سن کر فرمایا

''جب بچہ کی پیدائش ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھنا؟''

: لڑکی بہتر ہے لڑکے سے

پھر اسی طرح ایک آدمی آپ کی خدمتِ قُدسیہ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ۔

: حضور میرے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے لیے دعا کیجئے۔'' آپ نے یہ سن کر فرمایا ''

''لڑکی کئی لڑکوں سے بہتر ہوتی ہے۔''

پھر آدمی کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔

: تصویر کا شیر بن جانا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے پاس سکونت پذیر تھا جو عجیب و غریب شعبدہ بازی کرتا تھا، ایک روز متوکل نے اس سے کہا کہ اگر تم محمد بن علی کو برہنہ کردو تو میں تمہیں ایک ہزار دینار سے نواز دوں گا۔

: شعبدہ باز نے متوکل کی یہ بات سن کر کہا

''اچھا چند پتلی پتلی روٹیاں دستر خوان پر رکھ دو اور مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔''

خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ

بڑھایا شعبدہ باز نے ایسا عمل کیا کہ جس کے اثر سے روٹی اٹھ کر دور چلی گئی، اس نے اس طرح تین مرتبہ کیا جسے دیکھ کر اہل مجلس ہنسنے لگے۔ اسی مسجد میں ایک قالین تھا جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، حضرت ہادی نے اس شیر کی طرف اشارہ کیا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ حقیقت میں شیر بن گیا پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی تو اسے زمین میں نصب کر دیا اور پھر یہ تصویر اسی قالین پر واپس چلی گئی، متوکل نے کئی بار عرض کیا کہ حضور اس شعبدہ باز کو زمین سے نکال لیں مگر آپ نے متوکل کی بات نہ مانی اور فرمایا۔

''قسم بخدا تم اب کبھی بھی اس شعبدہ باز کو نہیں دیکھ سکو گے۔''

جب وہ مجلس سے باہر آیا تو پھر کسی نے بھی نہ دیکھا۔

محترم قارئین: یہ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف۔ ہم نے کیا سیکھا، ہمیں علم کے کیا موتی ملے۔ اس کا ثمر ہماری زندگی میں آنے والے عملی اقدام ہی کی صورت میں ہوگا۔ آپ عظیم ہیں اپنی عظمت کو پہچانیں۔ اپنی قدر کیجیے! ایسی قدر کہ اس دار فنا سے دار بقاء کو کوچ بھی کر جائیں تو لوگوں کی دلوں کی زمین آپ کی محبت کی یاد سے شاداں وفرحاں رہے۔ مت دیں دکھ کسی کو، مت کریں کسی کی دل آزاری، مت دوسروں کے حقوق تلف کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وحشتوں کے گھر، کیڑے مکڑوں کے مسکن قبر میں ندامت و پشیمانی رہ جائے۔

پیاری امی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محترم قارئین:

کتنی خوش بخت ہیں وہ ہستیاں

☆.......جنھوں نے محبوبِ خدا احمدِ مجتبیٰ کا ایمان کی حالت میں دیدار کا شرف پایا

وہ شرف وہ اعزاز کہ رات کی تاریکیوں و دن کی روشنی میں عبادت و ریاضت کر کرکے

بندگانِ خدا اپنے ربّ کا قرب پانے کو دامنِ آس پھلائے بیٹھے رہیں لیکن

☆.......شرف صحابیت کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

☆.......نیک طینت، قابل تقلید ہستیاں

☆.......خوفِ خدا و عشق مصطفیٰ کی نعمت سے مال مالا

صحابیات رضی اللہ تعالی عنھنَ

☆.......جن کا شرف قابل رشک

☆.......جن کا کردار قابل تقلید

☆.......جن کی سیرت انسانیت کی معراج

☆.......عورت، بہن، بیٹی، ماں، زوجہ الغرض رہتی دنیا تک لیے

صحابیات کی زندگی روشنی کا منارہ
بنالیجیے !انھیں اپنا آیئڈیل
جنکی عاجزی وانکساری،اتباع وفرمانبرداری، عفوودرگزر، صبر وشکر مشعل رہ ہیں
انسانیت کے لیے
صحابیات رضی اللّٰہ تعالی عنھنَ کی سیرت خوبصورت گوشوں سے بہرمند ہونے کے لیے

آج کے اس کالم میں آج ہم زوجہ ئ رسول حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنھا کی سیرت کو جاننے کی سعادت حاصل کریں گے۔
حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی نسبت مبارکہ کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کا بھی بہت ہی بلند مرتبہ ہے،ان کی شان میں قرآن کی بہت سی آیات بینات نازل ہوئیں جن میں ان کی عظمتوں کا تذکرہ اور ان کی رفعتِ شان کا بیان :ہے،چنانچہ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا
یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ
ترجمہ کنزالایمان: اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (پ22 (الاحزاب:آیت: :32،

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ

وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ

(ترجمہ کنزالایمان: اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں (پ 22، الاحزاب، آیت: 6

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا

:نسب شریف

ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ سیدہ کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون، حضرت عثمان بن مظعون کی بہن ہیں۔ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ سیدہ کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون، حضرت عثمان بن مظعون کی بہن ہیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ، ج۸، ص۶۵

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم سے پہلے حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زوجیت میں تھیں، جو شرکائے بدر میں سے ہیں سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ان کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ، ج۸، ص۶۵

: نکاح کا روح پرور واقعہ

بعد وصال حضرت خنیس رضی اللہ تعالی عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی صاحبزادی کے نکاح کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا مگر انہوں نے اثبات میں جواب نہ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ اگر آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی خواہش ہو تو حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں۔ اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ تو میں غصہ میں آیا اور یہ غصہ اس سے زیادہ تھا جتنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ پر آیا تھا۔ اس کے بعد چند راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے پیام دیا اور میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے کر دیا، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ شاید اس وقت مجھ پر ناراض ہو گئے تھے جب کہ تمہاری پیش کش پر میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: میں ناراض ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری پیش کش کا انکار تو نہیں کیا تھا۔ البتہ میں یہ جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یاد فرمایا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ

وسلم انہیں قبول نہ فرماتے تو میں قبول کرلیتا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر ازواج (رسول اللہ، ج۸، ص۶۵، ملخصاً

خوشخبری

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: آپ انھیں طلاق نہ دیں کیونکہ وہ شب بیدار، بکثرت روزے رکھنے والی اور جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (المعجم (الکبیر للطبرانی، الحدیث ۳۰۶، ج ۲۳، ص ۸۸

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے چار تو متفق علیہ، صرف مسلم میں چھ اور پچاس دیگر تمام کتابوں میں مروی ہیں۔ (مدارج (النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۴

:وصال

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال زمانہ امارتِ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ۴۵ھ یا ۴۱ھ یا ۴۷ھ میں ہوا۔ بعض خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بتاتے ہیں لیکن پہلا قول صحیح تر

ہے۔

اَتْمَمتُ بِفَضلِہٖ وبِکَرَمِہٖ

سبحان اللہ : کتنی سبق آموز سیرت ہے امہات المومنین کی ۔اللہ ان کے دامن بے عیب کی صدقے ہماری بہن بیٹیوں کو حیا کی دولت نصیب فرمائے ۔ان کی پاکباز ،انسانیت ساز شخصیات ہمارے لیے رہبر مشعل راہ ہیں ،رہبر رہنما ہیں ۔

محترم قارئین :اپنے اولادوں کو اسوہ رسول ،اسوہ صحابہ و صحابیات بتائیں تاکہ ان کی سیرت میں وہ خوبصورتی آئے جس خوبصورتی سے دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب ہونگی ۔

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

اہل اسلام کی مادران شفیق بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

امت کی عظیم ماؤں کی قابل رشک سیرت

☆....... قرآن و سنت کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہنے کی آرزو!

☆....... اللہ عزوجل اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں!

☆....... شریعت کے پھولوں سے دلوں کو چِلادینے کی جستجو!!!

☆.......بے رنگ ذہنوں کو مثبت سوچ!!بے عمل لوگوں کو باعمل بنانے کی تمنا!!!

☆....... جوش ایمانی، دینی جذبے اور رشدوہدایات سے مزین موضوعات!!!

☆....... جھوٹ ،غیبت، چغلی، وعدہ خلافی اور دیگر.برے کاموں کیلئے قلب میں نفرت ڈال دینے کی امنگ!!!

☆....... چشم نم اور صدق دل کے ساتھ بارگاہ الٰہی عزوجل میں ایک ہی پکار!!کہ اس امت کی اصلاح ہوجائے!!

ان انمول جذبوں سے سرشار ہستیاں ،جنھیں پیارے آقا کی رفاقت نصیب ہوئی۔ فضل وکرم کے وہ جلوے نصیب ہوئے کہ زندگی بھر ان کے نام کے ساتھ نام ایسا جڑا کہ رہتی دنیا تک اس منصب ،اس عزت ،اس توقیر کو کوئی خاتون نہ پہنچ سکے گی۔جانتے ہیں وہ قابل قدر ہستیاں کون ہیں ۔۔جی وہ قابل قدر ہستیاں امہات المومنین

ہیں ۔آج ہم امہات المومنین میں سے حضرت ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سیرت کو جاننے کی سعادت حاصل کریں گے ۔۔۔

(حضرت ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا)

سلسلہ نسب

زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن (صعصعہ۔ (الطبقات الکبرٰی لابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ

روشن سیرت

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقرا و مساکین پر نہایت ہی مہربان تھیں۔ انہیں کھانا کھلاتیں اور ان پر بڑی شفقت فرماتی تھیں۔ لہذا زمانہ جاہلیت میں بھی '' ام المساکین'' کے لقب سے مشہور تھیں۔آپ کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوا جو نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ ہجرت کے تیسرے سال حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔لیکن آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا سرکار مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بہت کم حیات رہیں۔ اور رحمت عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں وصال فرمایا۔

وصال:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات)

۔۔ محترم ناظرین: یہ تو تھیں ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔ آیئے ایک اور عظیم ہستی، ایک رسولؐ سے نکاح کا شرف پانے والی خوش بخت ام المومنین حضرت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیرت پر نظر دوڑاتے ہیں ۔۔۔۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہندبنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات۔

پہلا نکاح

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حضرت ابو سلمہ ابن عبد الاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ جن سے چار بچے پیدا ہوئے آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہانے اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ واپس آئیں۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ لڑائی کے دوران جو زخم آئے کچھ عرصہ مندمل ہونے کے بعد دوبارہ تازہ ہوگئے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے انہی زخموں کی وجہ سے ۴ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات

دکھ درد

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے وصال کے بعد اس دعا کو اپنا ورد بنالیا ہے جسے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسلمان کو مصیبت کے وقت پڑھنے کی تعلیم فرمائی وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

ترجمہ: '' اے اللہ! عزوجل مجھے اجر دے میری مصیبت میں اور میرے لئے اس سے بہتر قائم مقام بنا

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنے شوہر کے وصال کے بعد

اس دعا کو پڑھتی تھی اور اپنے دل میں کہتی کہ ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ ارشاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا تھا اس لئے اسے پڑھتی رہی۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکرازواج مطہرات)

سرکارِ مدینہؐ بہترین عوض بنے

نیز سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو میت کے سرہانے موجود ہو وہ اچھی دعا مانگے اس وقت جو بھی دعا مانگی جائے فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جب ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال فرمایا تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ: صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے فراق میں کیا کہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ کہو '''اے اللہ! عزوجل انہیں اور مجھے بخش دے اور میری عاقبت کو اچھی بنا۔ پھر میں اسی دعا پر قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر عوض عطا فرمایا۔ اور وہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی،ج،ص)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تعزیت کے لئے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور دعا فرمائی۔ اے خدا ان کے غم کو تسکین دے اور ان کی مصیبت کو بہتر بنا اور بہتر عوض عطا فرما۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی،ج،ص

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا اپنا پیام بھیجا لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے پیام کو منظور نہ فرمایا پھر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پیام آیا تو کہا: ''مرحبا برسول اللہ'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ماہ شوال میں ہوا۔ ان کا مہر ایسا سامان جو دس درہم کی مالیت کا تھا مقرر ہوا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات

احادیث مروی

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں ان میں تیرہ حدیثیں بخاری و مسلم میں صرف بخاری میں تین حدیثیں اور

تنہا مسلم میں تیرہ اور باقی دیگر کتابوں میں مروی ہیں۔

وصال

ام المؤمنین حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال امہات المؤمنین میں سے سب سے آخر میں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۹ھ میں ہوا جو صحیح تر ہے اور بعض ھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بتاتے ہیں۔ اور اس قول کی تائیداس روایت سے ہوتی ہے جسے ترمذی نے ایک انصار کی بیوی سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا اے ام سلمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس چیز نے رلایا ہے؟ فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سر انور اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے محاسن شریف گرد آلود ہیں اور گریہ فرمارہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کس بات پر گریہ فرمارہے ہیں۔ فرمایا: جہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا وہاں موجود تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال چوراسی سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔

نمازِ جنازہ

ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقول دیگر سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

مدفن

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات)

محترم قارئین: اس دنیا میں ہر انعام کی اپنی اہمیت، ہر اعزاز کا اپنا مقام لیکن بھلا اس نعمت عظمیٰ، اس شرف اعظم، اس فضل کو کس طرح تعبیر کریں۔ الفاظوں اتنی سکت نہیں کہ وہ ازرائے تشکر شکر کو بیاں کرسکیں۔ وہ شکر ہمارے پیارے نبیؐ کا ہے کہ اللہ عزوجل نے ہمیں ان کی امت میں پیدا فرمایا ہے۔ اے کاش! اے کاش اپنے اس اعزاز کا پاس رکھنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شمار فرمائے جنھیں کل ربّ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کے سامنے ندامت و پشیمانی نہ ہو۔ بلکہ فضل و رحمت کی چھاؤں نصیب ہو۔ آمین۔

ایک نئے عزم، نئے حوصلے، اور ایک نئی ہستی کی سیرت کے ساتھ پھر حاضر ہوں

گے تب تک اپنا خیال رکھیے گا۔اور سیرت کے ان موتیوں کو زندگی کی کتاب میں پرونے
کی کوشش ضرور کیجیے گا۔اللہ حافظ

وہ عابدوں کی زینت کہلائے

محترم قارئین ! جیسا کہ ہم گذشتہ سے پیوستہ نیک وپاکباز ہستیوں کی سیرت پر کلام کررہے ہیں اس صف اوّل کی ہستیوں میں ایک عظیم بزرگ ہستی جو کہ عابدوں کی زینت کہلائے آیئے ان کے بارے میں جان کر اپنی دل کی بنجر زمین کو محبت و عقیدت کے پانی سے سیراب کرتے ہیں

(حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ)

کنیت اور لقب :

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ چوتھے امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد ، ابوالحسن اور ابو بکر ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا لقب سجاد اور زین العابدین ہے۔

ولادتِ باسعادت :

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے تینتسویں (۳۳) برس پیدا ہوئے، بعض روایات میں آپ کا سنِ ولادت چھتیس (۳۶) یا اڑتیس (۳۸) ہجری گردانا جاتا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ عابدہ کا اسم

گرمی شہر بانو ہے۔

: وصال مبارک

امام زہری جب کبھی حضرت امام زین العابدین کا تذکرہ کرتے زار و قطار روتے اور کہتے کہ۔

وہ واقعی زین العابدین ہیں، جو ایران کے شہنشاہ یزد گرد کی بیٹی سے تولد ہیں،یزد گرد '' ''نوشیروانِ عادل کی اولاد میں سے تھے۔

حضرتِ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ۱۸ محرم الحرام ۹۴ ہجری میں وصال فرمایا، اور بعض راویوں نے وصال شریف ۹۵ ہجری لکھا ہے۔

: زین العابدین کی وجہ تسمیہ

آپ کے زین العابدین کے اسم گرامی کے معروف ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ ایک شب نماز تہجد میں مشغول تھے، کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں نمودار ہوا۔ تاکہ اس ڈراؤنی شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر عیش و نشاط میں مشغول کردے،آپ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا، لیکن آپ پھر بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے، سانپ نے آپ کے انگوٹھے کو اس قدر سختی سے کاٹا کہ آپ کو درد ہوا۔ آپ نے پھر بھی سانپ کی طرف توجہ نہ کی آپ پر اللہ تعالیٰ نے انکشاف فرمادیا کہ وہ شیطان ہے،آپ نے اسے بری : طرح زدو کوب کیا، اور پھر فرمایا

''اے ذلیل و خوار اور کمینے یہاں سے دور ہو جا۔ ''

جب سانپ وہاں سے چلا گیا تو آپ کھڑے ہو گئے تاکہ درد میں افاقہ ہو جائے پھر آپ کو ایک آواز سنائی دی لیکن بولنے والا نظر نہ آیا، کہنے والے نے کہا۔

آپ زین العابدین ہیں، آپ زین العابدین ہیں' آپ زین العابدین ہیں۔ ''

: دنیا کی آگ سے نہ ڈر

ایک مرتبہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر نماز پڑھ رہے تھے کہ مکان کو آگ لگ گئی، آپ سجدہ ہی میں سربسجود رہے، لوگوں نے بہت شور مچایا کہ۔

''اے رسول اللہ کے بیٹے اے رسول اللہ کے بیٹے آگ لگ گئی، آگ لگ گئی۔ ''

پھر بھی آپ نے سر سجدہ سے نہ اٹھایا، جب آگ ٹھنڈی ہو گئی تو آپ سے دریافت کیا گیا۔

''آپ آگ سے خاموش کیوں رہے؟''

حضرت زین العابدین نے فرمایا۔

''محشر کی آگ کے خوف سے یہ آگ بھول گیا۔''

: چڑیوں کا تسبیح پڑھنا

ایک راوی سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں : تھا کہ آپ کے گرد اگرد بہت سی چڑیاں ذبح کی جارہی تھیں تو آپ نے فرمایا

''اے فلاں تمہیں معلوم ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ ''

اس شخص نے کہا۔

''حضور میں کچھ علم نہیں رکھتا۔ ''

: حضرت زین العابدین نے فرمایا

یہ چڑیاں اپنے رب کی تسبیح پڑھ رہی ہیں اور آج کے لیے روزی نہیں مانگتیں۔ ''

: ہرن کا آپ کے ساتھ کھانا کھانا

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں، بچوں اور دیگر رفقاء کے ہمراہ جنگل میں گئے اور چاشت کے کھانے کے لَیے دستر خوان بچھادیا، دیکھتے دیکھتے وہاں ایک ہرن آ کر ساکت ہوگیا، آپ نے اس کی طرف چہرہ کرکے کہا۔

میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں اور میری والدہ محترمہ فاطمہ بنت ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کا کھانا کھاؤ۔

ہرن آیا اور جو کچھ اس نے پسند کیا کھایا اور صحرا کی جانب واپس چلا گیا۔

غلاموں میں سے ایک نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

''یا حضرت ہرن کو دوبارہ بلایئے۔ ''

حضرت زین العابدین نے فرمایا۔

''ہم اسے پناہ دیں گے تم اسے مت چھیڑنا۔''

اس نے عرض کیا۔

''حضور ہم اسے ہرگز نہیں چھیڑیں گے۔ ''

حضرت زین العابدین نے فرمایا۔

اے ہرن میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں میری والدہ محترمہ رسول ''

''اللہ کی بیٹی ہیں۔

وہ یہ سن کر پھر آگیا اور دستر خوان کے قریب ٹھہر گیا اور آپ کے ہمراہ کچھ کھانا شروع کر دیا۔ ان اصحاب میں سے کسی نے ہرن کی پشت پر دست دراز کیا تو ہرن بھاگ گیا۔

: پھر حضرت زین العابدین نے فرمایا

تم نے میری پناہ کو سلامت نہیں رہنے دیا اب میں تم سے کسی قسم کی بات نہ کروں ''

''گا۔

: اونٹنی کی کاہلی دور فرمانا

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اونٹنی چلتے چلتے راستہ میں کاہلی کرنے لگی، آپ نے اسے بٹھا کر عصا دکھا کر کہا کہ۔

''تیزی سے چلو ورنہ اس عصا سے تمہاری مرمت کی جائے گی۔''

اونٹنی نے آپ کی یہ ڈانٹ سن کر تیز چلنا شروع کر دیا اور اراں بعد رفتار میں کبھی کاہلی نہ کی۔

: ہرنی کا بارگاہِ امام میں فریاد کرنا

ایک روز حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ جنگل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک ہرنی آئی اور آپ کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا پاؤں زمین پر مار کر زار و قطار چیخنے لگی۔ آپ کے رفقاء نے آپ سے دریافت کیا۔

''اے ابن رسول اللہ، یہ ہرنی کیا کہتی ہے۔ ''

حضرت زین العابدین نے فرمایا۔

ہرنی کہتی ہے کہ کل فلاں قریشی میرا بچہ اٹھالایا ہے اور میں نے کل سے بچہ کو ''
''دودھ نہیں پلایا۔

یہ سن کر بعض رفقاء کے دل میں شک پیدا ہوا، آپ نے اس قریشی کو بلایا وہ آگیا تو

حضرت زین العابدین نے فرمایا۔

یہ ہرنی شکایت کر رہی ہے کہ تم نے اس کا بچہ اٹھالیا ہے اس نے اسے دودھ بھی نہیں '' پلایا۔ اب اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تجھے کہوں کہ تو اس کا بچہ واپس دے دے تاکہ یہ اسے دودھ پلائے۔ پھر بچہ کو دودھ پلانے کے بعد تجھے واپس لوٹا دے گی۔

قریشی نے آپ کی بات مانتے ہوئے بچہ لا کر حاضر کر دیا۔ ہرنی نے بچہ کو دودھ پلایا تو آپ نے قریشی سے کہا کہ وہ بچہ کہ آزاد کردے۔ قریشی نے آپ کے کہنے پر بچہ کو آزاد کر دیا اور آپ نے دونوں ماں بیٹا یعنی ہرنی اور

اس کے بچہ دونوں کو آزاد کر دیا، وہ پھر اچھلتی کودتی خوشی سے واپس چلی گئی ازاں بعد آپ کے رفقاء نے آپ سے دریافت کیا۔

''یا ابن رسول اللہ یہ کیا کہتی ہے؟ ''

حضرت زین العابدین نے فرمایا۔

وہ تمہیں جاتے ہوئے بہتر دعاؤں سے یاد کرتی تھی۔ ''

: آخری وقت سے مطلع فرمانا

جس شب حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا تو آپ نے اپنے صاحبزادہ محمد باقر سے فرمایا۔

''صاحبزادہ میرے واسطے وضو کے لیے پانی لاؤ۔ ''

وہ پانی لائے تو وہ پانی ٹھیک نہیں تھا یعنی اس میں چوہا مرا ہوا تھا اور اندھیری رات تھی اس لیے اچھی طرح دیکھ نہ سکے، پھر آپ کے لیے مزید پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو کر کے فرمایا۔

''اے میرے فرزند آج میرا وقت وصال ہے۔ ''

ازاں بعد اپنے فرزند کو کچھ وصیتیں کیں۔

: حضرت امام زین العابدین کے فراق میں اونٹنی کی موت

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی تھی، جو مکہ معظّمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے چابک لٹکا دیتے، اس لیے تمام راستہ اسے چھڑی بھی مارنی نہ پڑتی اور آنے جانے میں کسی قسم کے مشکل کا سامنا نہ ہوتا جب آپ کا

وصال شریف ہوا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سرہانے آکر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ زاری کرتی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت یں دیکھ کر فرمایا۔

''اے ناقہ اٹھ اللہ تعالی تجھے برکت دے۔''

اونٹنی نہ اٹھی تو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اسے چھوڑ دو وہ جارہی ہے۔''

ازاں بعد وہ اونٹنی تین یوم زندہ رہ کر پھر موت کا مزہ چکھ گئی۔

محترم قارئین: میری کوشش ہوتی ہے کہ آپ کے لیے معتمد و مصدقہ، قابل نفع علم پیغام لے کر حاضر ہوں۔ میں کس حد تک کامیاب ہوا یہ آپ کے بھیجے کے پیغامات ہی سے اندازہ ہوگا۔ اللہ عزوجل ہم سے راضی ہوجائے۔

عظیم تاریخ ساز ہستی کے والد اون کات کر بیچا کرتے تھے

تمام محاسن و مکارم اللہ عزوجل کے لیے اور درودوں کے تحفے نبی مکرمؐ کے لیے۔

محترم قارئین :کامیابی تو وہ ہے کہ جو سر چڑھ کر بولے۔خود بتانا نہ پڑے بلکہ وہ فن وہ صلاحیت ،وہ استعداد ،وہ اہلیت خود بولے۔ایسا ہی تاریخ کے افق پر ایک عظیم درخشند ستارہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی ہیں کہ جن کی ضیاء سے اُمت مسلمہ کے اعمال کی تاریکیوں کا ازالہ ہوا۔ تجدید دین اور اصلاح امت کا فریضہ سرانجام دینے والی بے مثل ہستی کا اصل نام نام محمد بن محمد لقب حجۃ الاسلام ہے۔

تعارف :آپ کی کنیت ابو حامد،لقب حجۃ الاسلام اور نامِ نامی،اسم گرامی محمد بن محمد بن

احمد طوسی غزالی رحمہم اللہ تعالی ہے۔

ولادت باسعادت: آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ۰ھ خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والد گرامی اسی شہر میں اُون کات کر بیچا

کرتے تھے۔

خاندان:

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خراسان کے ضلع طوس میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد ریشہ فروش تھے اور اسی مناسبت سے ان کا خاندان غزالی کہلاتا تھا کیونکہ غزل کے معنی کاتنے کے ہیں۔ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے خاندانی پیشے کے ذکر میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں اس قدر تعلیم عام ہو چکی تھی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ پیشے والے افراد بھی تعلیم سے محروم نہیں رہتے تھے۔ ایسے ہی پیشوں سے وابستہ کئی صاحبانِ کمال آج کے علمی اور سائنسی دور میں امام و مقتدا کا درجہ رکھتے ہیں۔ تعلیم کی بدولت یہ پیشے ذلیل نہ رہے،۔بڑے،بڑے علماء یہ پیشے اختیار کرتے تھے اور انہی پیشوں کے انتساب سے ان کے ناموں کی شہرت ہے۔

تعلیم:

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی والد اتفاق سے تعلیم سے محروم رہ گئے۔ وفات کے وقت انہوں نے امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اور امام احمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کو اپنے ایک دوست کے سپرد کیا اور کہا کہ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ میں لکھنے پڑھنے سے محروم رہ گیا۔ اس لیے میں چاہتا

ہوں کہ ان دونوں لڑکوں کو تعلیم دلائی جائے تاکہ میری جہالت کا کفارہ ہو جائے۔

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نے فقہ کی ابتدائی کتب اپنے شہر میں ہی پڑھیں۔ اس کے بعد جرجان گئے۔ دوران تعلیم نوٹس اور تعلیقات تیار کیں۔ واپسی پر راستے میں ڈاکہ پڑا ان کا سب سامان لٹ گیا۔ آپ کو ان تعلیقات کے لٹنے کا نہایت صدمہ تھا چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا کہ میں اپنے اسباب اور سامان میں سے صرف اس مجموعے کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہی کے سننے اور یاد کرنے کے لیے سفر کیا تھا وہ ہنس پڑا اور کہا کہ تم نے خاک سیکھا جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے یہ کہہ کر اس نے وہ کاغذ واپس کر دیے۔ امام صاحب پر اس طعنہ آمیز فقرے نے ہاتف غیبی کی آواز کا اثر کیا۔ چنانچہ وطن پہنچ کر وہ یاد داشتیں زبانی یاد کرنا شروع کر دیں یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دیے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے۔

محترم قارئین: علم کے اس قدردان نے نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھان ماری اور علم کے موتیوں کو جمع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور اساتذہ وہ یہ ہیں۔

اساتذہ کرام:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں: فقہ میں علامہ احمد بن محمد راذکانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابو نصر اسماعیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام الحرمین ابو المعالی امام جوینیرحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حافظ عمر بن ابی الحسن رواسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف میں ابو علی فضل بن محمد بن علی فارمدی طوسی۔اسی طرح آپ کے مشائخ میں یوسف سجاج، ابو سہل محمد بن احمد عبید اللہ حفصی مروزی، حاکم ابوالفتح نصر بن علی بن احمد حاکمی طوسی، ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد خواری، محمد بن یحیٰی، ابن محمد سجاعی زوزنی، حافظ ابوالفتیان عمر بن ابی الحسن رؤاسی دھستانی، نصر بن ابراہیم مقدسی وغیرہ شامل ہیں۔اور علمِ کلام وجدل میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشائخ کے بارے میں علم نہ ہوسکا اور فلفسہ میں آپ کا کوئی استاذ نہ تھا جیسا کہ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود صراحت فرمائی ہے۔

:نیشاپور کا سفر

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کی تحصیل علم اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ معمولی علماء ان کی تشفی نہیں کراسکتے تھے۔اس لیے تکمیل علوم کے لیے وطن سے نکلنا چاہا۔اس دور میں نیشاپور اور بغداد علم و فن کے مرکز تسلیم کیے جاتے تھے۔نیشاپور کا قریب ہونے کی بناء پر انتخاب ہوا۔وہاں امام الحرمین

ضیاء الدین عبدالملک) کی خدمت میں تعلیم حاصل کی۔ ان کے حلقہ درس میں چار سو) طلبہ زیر تعلیم تھے۔ ان میں امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ امام الحرمین کہا کرتے تھے کہ غزالی دیائے ذخار ہے۔

: نظام الملک

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نے درسگاہ سے نکل کر نظام الملک کے دربار کا رخ کیا، چونکہ ان کی علمی شہرت دور دور پہنچ چکی تھی ۔ نظام الملک نے نہایت تعظیم و تکریم سے ان کا استقبال کیا۔ سینکڑوں اہل علم کا مجمع تھا۔ نظام الملک نے مناظرے کی مجلس منعقد کیں، متعدد جلسے ہوئے اور مختلف علمی مضامین پر بحثیں رہیں ہر معرکہ میں امام غزالی ہی غالب رہے۔ اس کامیابی نے امام صاحب کی شہرت کو چمکا دیا اور تمام اطراف میں ان کے چرچے پھیل گئے۔

: نظامیہ کے مدرس اعظم

نظام الملک نے نظامیہ کی مسند درس کے لیے امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کاا انتخاب کیا۔ یہ ایسا عظیم الشان رتبہ تھا کہ بڑے بڑے اہل کمال نے ان کی آرزو میں عمریں صرف کر دیں اور یہ حسرت دل میں لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے علم و فضل کا یہ اثر ہوا کہ ارکان سلطنت کے ہمسر بن گئے۔ ان کے جاہ و جلال نے وزراء و امراء کو دبا لیا یہاں تک کہ سلطنت کے اہم و مہتم بالشان معاملات ان کی شرکت کے بغیر انجام نہیں پا سکتے تھے۔

تلامذہ:

حجۃ الاسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں سے اکثر اپنے وقت کے متبحر عالم، فقیہ، محدث، مفسر اور مصنف کی حیثیت سے معروف تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردانِ گرامی میں محمد بن تومرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،علامہ ابو بکر عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قاضی ابو نصر احمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابو سعید یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابو طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابو طالب عبد الکریم رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،جمال الاسلام ابو الحسن علی بن مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حکمرانوں سے ترک تعلقات:

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الھادی حکمرانوں سے تعلقات کے دوران اس نتیجہ پر

پہنچے کہ اس دور کے حکمرانوں سے تعلقات رکھنا درست نہیں ہیں۔ آج کے سلاطین ان ہی لوگوں کے ساتھ فیاضی کرتے ہیں جن کے متعلق ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ وہ ان سے کام لے سکیں گے۔ ان سے ان کو سہارا حاصل ہوگا، وہ ان سے اپنی اغراض پوری کر سکیں گے۔ ان سے ان کے درباروں اور مجلسوں کی رونق بڑھے گی اور وہ ہمیشہ دعا گوئی ثنا خوانی اور حاضر و غائب ان کی تعریف و توصیف میں لگے رہیں گے۔ ان کے مظالم، اور بد اعمالیوں کی پردہ پوشی کریں گے۔ شخصی سلطنت اور جابر حکمرانوں کے اس دور میں جب بیش قیمت افراد کی زندگی ان کے رحم و کرم پر تھی، جب شبہ پر قتل عام ہو سکتا تھا۔ امام غزالیؒ نے حکمرانوں کی اصلاح کے لیے ان کی بدنظمیوں، حقوق کی پامالی اور ذمہ داریوں کی غفلت کی طرف توجہ دلانے کے لیے خطوط لکھے۔ انہوں نے صرف تحریر و تقریر پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ جب ان کو بادشاہ وقت سے ملنے کا اتفاق ہوا تو بھرے دربار میں بھی انہوں نے کلمۂ حق بلند کیا۔ امام غزالیؒ نے اپنی آئندہ زندگی میں تین باتوں کا عہد کیا:

کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا۔ (2) کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا۔ (3) (1) کسی سے مناظرہ و مباحثہ نہ کروں گا۔

چنانچہ مرتے دم تک ان باتوں کے پابند رہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سلاطین کے مال ہمارے زمانے میں سب حرام ہیں یا ان کا بڑا حصہ حرام ہے۔ ان

بادشاہوں سے ایسے مال کا قبول کرنا بھی جائز نہیں جس کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ حلال ہے۔ (احیاء علوم الدین؛ مکاتیب امام غزالی

علم یقین اور تزکیۂ باطن کی تلاش

امام غزالیؒ انتہائی عروج کے باوجود مطمئن نہ تھے۔ جاہ و منصب اور درس وتدریس کو ترک کرکے علم یقین اور دولت باطن کی تلاش میں نکل گئے۔ اپنے اس سفر کا ذکر اپنی مشہور کتاب المنقذ من الضلال میں کرتے ہیں ۔ انہوں نے طالبانِ حق کو چار فرقوں میں منقسم قرار دیا۔ یہ فرقے متکلمین، باطنیہ، فلاسفہ اور صوفیہ پر مشتمل ہیں۔ حق ان چار فرقوں سے متجاوز نہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ضرور حق پر ہے کہ یہی چاروں گروہ تلاش حق کے راستوں پر گامزن ہیں۔ ان تنہائیوں میں مجھے جو انکشافات ہوئے اور جو کچھ حاصل ہوا اس کی تفصیل اور اس کا احاطہ تو ممکن نہیں لیکن لوگوں کے نفع کے لیے اتنا ضرور کہوں گا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ صوفیاء ہی اللہ کے راستے کے مالک ہیں۔ ۔ ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ اگر عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت اور شریعت کے رمزشناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں، ان کے تمام ظاہر وباطن ، حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے

(روشنی حاصل کی جائے۔ (المنقذ من الضلال

:دوبارہ مسند تدریس پر جلوہ فرما

امام غزالیؒ کے مطابق مجاہدات اور ریاضات نے قلب میں ایسی صفائی پیدا کر دی کہ تمام حجاب اُٹھ گئے اور جس قدر شکوک و شبہات تھے آپ سے جاتے رہے۔ ایک مقام پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں ادھر منجانب اللہ میرے دل میں یہ بات القاء فرمائی گئی کہ بد مذہبی و بد عقیدگی کا مرض متعدی ہو چکا ہے۔ یہ بلا عام ہوتی جا رہی ہے۔ اطباء و حکماء پر بھی اس کا رنگ چڑھنے لگا ہے۔ مخلوق الٰہی ہلاکت کے کنارے پر پہنچ چکی ہے اور قوم و ملت کی ناؤ منجدھار میں ہے۔ ایسے وقت میں گوشہ نشینی و عزلت گزینی نہ تو میرے لیے مفید ہو سکتی ہے اور نہ قوم کو اس سے فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔ (المنقذ) پہلی اور موجودہ درس وتدریس میں فرق کو یوں بیان کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ میرے سابقہ درس وتدریس کی خدمت میں دنیاوی عزت و وجاہت اور اعزاز و مال کے حصول کو بھی دخل تھا اور میں اپنے کردار وگفتار، قول و عمل سے لوگوں کو اس کی دعوت بھی دیتا تھا لیکن میرا درس وتدریس کی طرف یہ اقدام ترک جاہ و جلال کے لیے ہے اور رب تبارک و تعالیٰ پر خوب روشن ہے کہ میری یہی نیت ہے اور میں ہمہ تن مصروف (ہوں کہ خود میرے نفس کی اور دوسروں کی اصلاح ہو۔ (المنقذ

:حضرت سیِّدُنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا مقام و مرتبہ

حضرت سیِّدُنا علّامہ اسماعیل حقّی علیہ رحمۃ اللہ العلی سورہ طٰہٰ ، آیت نمبر کے تحت (تفسیر روح البیان) نقل فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام راغب اصفہانی قدِّس سرہ، الرَّبّانی نے محاضرات میں ذکر فرمایا کہ صاحبِ حزب البحر عارف باللہ حضرت سیِّدُنا امام شاذلی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ''مَیں مسجد اقصیٰ میں محوِ آرام تھا کہ خواب میں دیکھا مسجد اقصیٰ کے باہر صحن کے درمیان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک جمِ عظیم گروہ در گروہ داخل ہو رہا ہے، میں نے پوچھا: ''یہ جمِّ غفیر کن لوگوں کا ہے ؟ مجھے بتایا گیا: ''یہ انبیاء ورُسُلِ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلٰوۃ والسلام ہیں جو حضرت سیِّدُنا حسین حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ظاہر ہونے والی ایک غلط بات پر ان کی سفارش کے لئے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔'' پھر میں نے تخت کی طرف دیکھا تو حضور نبیء کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس پر جلوہ فرما ہیں اور دیگر انبیاء کرام جیسے حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا موسیٰ، حضرت سیِّدُنا عیسیٰ اور حضرت سیِّدُنا نوح علیٰ نبینا وعلیہم الصلٰوۃ والسلام زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کی زیارت کرنے لگا اور ان کا کلام سننے لگا۔

اسی دوران حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبیِّنا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے گفتگو کرتے ہوئے عرض کی: ''آپ کا فرمان ہے: عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ یعنی میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔'' لہٰذا مجھے ان میں سے کوئی دکھائیں۔'' تو اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبیِّنا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک سوال کیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دس جواب دیئے۔ تو حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہے، سوال ایک کیا گیا اور تم نے دس جواب دیئے تو حضرت سیِّدُنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے عرض کی: ''جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے پوچھا تھا: ''وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ ترجمہ کنزالایمان: تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔'' تو اتنا عرض کر دینا کافی تھا کہ'' یہ میری چھڑی ہے۔'' مگر آپ نے اس کی کئی خوبیاں بیان فرمائیں۔'' (یہ واقعہ فتاوٰی رضویہ ج، ص۱۰ اور النبراس شرح شرح العقائد صپر بھی موجود ہے)

علماء کرام کَثَّرَھُمُ اللہ تَعالیٰ فرماتے ہیں کہ گویا امام غزالی علیہ

رحمۃ اللہ الوالی ، حضرت سیدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کررہے ہیں کہ ''جب آپ کاہم کلام ، باری تعالیٰ تھاتوآپ نے وفورِ محبت اور غلبہ شوق میں اپنے کلام کو طول دیاتاکہ زیادہ سے زیادہ ہم کلامی کاشرف حاصل ہوسکے اوراس وقت مجھے آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملاہے اور کلیم خداعَزَّوجلّ سے گفتگو کاشرف حاصل ہواہے اس لئے میں نے اس شوق ومحبت سے کلام کو طوالت دی ہے۔'' (کوثرالخیرات)

تصانیف

امام غزالیؒ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ان کی تصانیف اور عمر کا حساب لگایا جائے تو روزانہ 16 صفحات بنتے ہیں۔ اس میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان کی تصانیف کا اکثر حصہ منقولات کی نسبت معقولات ، اجتہاد و رائے اور اصلاح و تجدید پر مشتمل ہے۔ انہوں نے کئی ایک فنون پر کتب تحریر کیں۔

(i) تصوف و اخلاق: احیاء علوم الدین ، کیمیائے سعادت، اخلاق الابرار ، جواہر القرآن، جواھر القدس، مشکوٰۃ الانوار، منہاج العابدین، معراج السالکین۔

(ii) علم العقائد: تہافۃ الفلاسفہ، المنقذ من الضلال، المستظہری ، حقیقۃ الروح، الرسالۃ القدسیۃ، التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ، الاقتصاد فی الاعتقاد

فقہ: وسیط، بسیط، وجیز، خلاصۃ الرسائل، مجموعہ فتاویٰ، بیان القولین للشافعی، (iii) تعلیقۃ فی فروع المذہب

اصول فقہ: المستصفیٰ فی اصول الفقہ، شفاء العلیل، ماخذ فی الخلافیات، مفصل (iv) الخلاف فی اصول القیاس، تحصین الماخذ

منطق و فلسفہ: مقاصد الفلاسفۃ، معیار العلم فی المنطق، محک النظر، میزان العمل (v)

امام غزالیؒ کے علمی و عملی کمالات، تجدیدی و اصلاحی کارناموں اور ان کی جامع شخصیت نے عالم اسلام پر گہرا اثر ڈالا۔ ان کی گرانقدر تصانیف نے فکر و دانش کے نئے راستے عطا کیے۔ انہوں نے دیگر علوم کی بجائے اصلی اور حقیقی تصوف کو اطمینان قلب و روح کا ذریعہ قرار دیا۔ امام غزالیؒ کی شخصیت آج بھی امت مسلمہ میں ایک آئیڈیل حیثیت کی حامل ہے۔ ان کی کتب آج بھی امت مسلمہ کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی فکر پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترم قارئین: آخر ایک دن موت ہے چنانچہ حضرت سیّدناامام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی تقریباً نصف صدی آسمانِ علم وحکمت کے اُفق پر آفتاب بن کر چمکتے رہے۔ بالآخر طوس ۵۰۵ھ میں وصال فرماگئے۔ بوقتِ وصال آپ رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک 55 سال تھی۔

خُدا رحمت کُنَنْدَ ایں بندگانِ پاک طِینَتْ را یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک خصلت بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔ (آمین

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ علیہ وسلّم) (ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین ، تفسیر روح البیان، فتاوی رضویہ، النبراس شرح شرح العقائد،) کوثر الخیرات وغیرہا

کاش ہم آزاد ہوتے

محترم قارئین: سنا ہے آپ آزاد ہیں ۔میرے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے لیکن آیئے ذرا دیکھتے ہیں ہم آزاد ہیں بھی کہ نہیں ۔۔۔۔۔

آزادی کوئی ایسی شہ نہیں ہے۔ جسے ناپا یا تولہ جاسکے ،اس لئے اسے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان غلامی کا مفہوم سمجھ جائے ،آزادی کا مطلب از خود اس کی سمجھ میں آجائیگا ۔قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے ۔اس جلیل القدر نبی کی بعثت اس وقت ہوئی جبکہ ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا ۔سورہ شعراء میں اس واقعہ کا بیان کچھ یوں ہے اور (وہ واقعہ یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے موسٰی (علیہ السلام) کو نِدا دی کہ تم ظالموں کی قوم کے پاس جاؤ، (یعنی) قومِ فرعون کے پاس، کیا وہ (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ یہ حکم حضرت موسیٰؑ کو ایک ایسے وقت میں دیا گیا جب وہ ایک طویل جلا وطنی کی زندگی گزار کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ بے یار و مددگار مدین سے واپس لوٹ رہے تھے ۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی مجبوری وناسپاسی کا اظہار اس طرح کیا کہ اے رب، میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے، اور (ایسے ناسازگار ماحول میں) میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور

میری زبان (روانی سے) نہیں چلتی سو ہارون (علیہ السلام) کی طرف (بھی جبرائیل علیہ السلام کو وحی کے ساتھ) بھیج دے (تاکہ وہ میرا معاون بن جائے)، اور ان کا میرے اوپر (قبطی کو مار ڈالنے کا) ایک الزام بھی ہے سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔

موسیٰ کلیم اللہ کی دلگداز عرضداشت کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے: ہرگز نہیں، پس تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ بیشک ہم تمہارے ساتھ (ہر بات) سننے والے ہیں، پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو: ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے (بھیجے ہوئے) رسول ہیں، (ہمارا مدعا یہ ہے) کہ تو بنی اسرائیل کو (آزادی دے کر) ہمارے ساتھ بھیج دے۔ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیجانے کا مطالبہ دراصل ان کی آزادی کا تازیانہ تھا۔اس کے جواب میں فرعون نے ایک تو یہ کیا کہ پہلے اپنے احسان گنائے اور پھر احساسِ جرم کا شکار کرکے ڈرانے دھمکانے کو کوشش کی۔آج بھی عوام کو اپنا غلام بنانے کیلئے یہی دو حربے آزمائے جاتے ہیں۔

انتخابات کے دوران کیا ہوتا ہے؟ عوام کو احسانات یاد دلائے جاتے ہیں۔ان سے کہا جاتا ہے کہ ہم انگریزی سامراج سے جنگ کی۔ ہم نے تمہیں آزادی دلائی۔ہم نے تمہیں تحفظ فراہم کیا۔ ہمارے دم سے تم امن و سلامتی کی زندگی گزار رہے

ہو۔ تمہاری ساری خوشحالی کا سبب ہماری عنایات ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن محض ان غیر حقیقی احسانات کے اعادہ پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ اسی کے ساتھ کبھی اپنے آپ سے تو کبھی مخالفین سے بلواسطہ اور بلا واسطہ خوفزدہ بھی کیا جاتا ہے۔ پس پردہ سازش کرکے فرقہ وارانہ فسادات کروائے جاتے ہیں اور پھر مظلوموں کے آنسو پونچھے جانے کا ناٹک کیا جاتا ہے۔ صدر مملکت اقلیتوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وزیر اعظم وجوہات کا پتہ لگانے کی یقین دہانی کراتے ہیں۔اس قدر عظیم سانحہ جس میں لوگ جان بحق ہوگئے اور لاکھ بے گھر کی وجوہات کا تک اگر وزیر اعظم کو ایک ماہ بعد تک پتہ نہ ہو تو انہیں لال قلعہ پر یوم آزادی کے پرچم کشائی اور بلند باگ دعووں کا کوئی حق نہیں ہے۔حکومت کے ذریعہ ایک طرف کسانوں کو خودکشی پر مجبور کرنے والے سودی نظام کو فروغ دیا جاتا ہے اور پھر ان کی بازآبادکاری کیلئے سرکاری خزانہ سے امداد کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس منافقت کے علاوہ وعدوں کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی ہماری انتخابی سیاست کی اہم ترین شناخت ہے جنھیں اب کوئی سنجیدگی سے نہیں لیتا اس لئے کہ وعدہ کرنے والے سیاسی رہنما اور رائے دہندگان دونوں جانتے ہیں کہ ان کو شاذونادر ہی پورا کیا جائیگا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ کو مخاطب کرکے جو کہا تھا، وہ یوں تھا: کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن کی حالت میں پالا نہیں تھا اور تم نے اپنی عمر کے کتنے ہی

سال ہمارے اندر بسر کئے تھے، اور (پھر) تم نے اپنا وہ کام کر ڈالا جو تم نے کیا تھا (یعنی ایک قبطی کو قتل کر دیا) اور تم ناشکر گزاروں میں سے ہو (ہماری پرورش اور احسانات کو بھول گئے ہو)۔اس طرح کی صورتحال میں ایک حریت پسند رہنما کو کیا موقف اختیار کرنا چاہئے اور کس جراتمندی کے ساتھ اس کا اظہار کرنا چاہئے اس کی مثال حضرتِ موسٰی علیہ السلام کے جواب میں ہے انہوں نے فرمایا: جب میں نے وہ کام کیا میں بے خبر تھا (کہ کیا ایک گھونسے سے اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے)، پھر میں (اس وقت) تمہارے (دائرہ اختیار) سے نکل گیا جب میں تمہارے (ارادوں) سے خوفزدہ ہوا پھر میرے رب نے مجھے حکم (نبوت) بخشا اور (بالآخر) مجھے رسولوں میں شامل فرما دیا، اور کیا وہ (کوئی) بھلائی ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے (اس کا سبب بھی یہ تھا) کہ تو نے (میری پوری قوم) بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے بات کا رخ پھر آزادی و غلامی کی جانب موڑ دیا اور ببانگِ دہل فرعون کے سامنے اعلان کیا کہ تمہارے دربار میں میری پرورش یہ کوئی پسندیدہ فیصلہ نہیں تھا بلکہ مجبوری تھی۔ اگر بنی اسرائیل کو غلام نہ بنایا گیا ہوتا اور ان کے لڑکوں کو قتل کرنے کا سلسلہ جاری نہ ہوتا تو کیوں میری ماں مجھے ایک ٹوکری میں رکھ کر دریائے نیل میں بہاتی؟ گویا اس پرورش کیلئے فرعون کا جبر اور بنی اسرائیل کی غلامی سزاوار ہے نیز قبطی کو قتل کیلئے

موسیٰ کو ذمہ دار ٹھہرانا ایسا ہی ہے جیسے تقسیم ہند کیلئے مسلمانوں کو قصور وار کہنا۔ کوئی ان وجوہات کو جاننے کی کوشش نہیں کرتا جن میں جناح جیسے سیکولر رہنما نے الگ ہونے کا فیصلہ اور ان لوگوں کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا جنھوں وہ صورتحال پیدا کی اگر جسونت سنگھ ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے اپنے پرائے سب دشمن بن جاتے ہیں۔ قبطی کا قتل اس لئے ہوا وہ کہ وہ بنی اسرائیل کے ایک شخص پر وہ ظلم وزیادتی کر رہا تھا جن کو زمین میں فرعون کے حکم سے غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ان کو مساوات و عدل جیسے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ان کے اوپر مظالم کرنے والے قبطیوں کی کوئی سرزنش حکومت یا عدالت کی جانب سے نہیں ہوتی تھی۔ قرآنِ عظیم میں اس کی تصدیق اس انداز میں کی گئی ہے کہ بیشک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بیشک وہ فسادی تھا۔

اہل ایمان کے ساتھ دنیا کی مختلف نام نہاد جمہوریتوں مثلاً امریکہ، فرانس،اسرائیل ہندوستان اور برما میں یہ سلسلہ اب بھی جاری و ساری ہے۔غلامی کا کوئی لیبل نہیں، ہوتا کہ غلام قوم پر چسپاں کر دیا جائے بلکہ حکمرانوں کا کسی ایک طبقہ کے تئیں اختیار کیا جانے والا ایک خاص رویہ مثلاً بنیادی حقوق سے محرومی یا امتیازی سلوک ہوتا ہے۔ جس سے تمام لوگوں کو پتہ

چل جاتا ہے کہ کون غلام ہے اور کون آقا ؟ انگریز اپنے سامراج کے اندر رہنے بسنے والے آزاد لوگوں کو برطانوی شہری اور غلام قوم کے باشندوں کو سبجیکٹ بائی برتھ یعنی پیدائشی ماتحت یا غلام لکھتے تھے جس سے اسے پتہ چل جاتا تھا کہ وہ کون ہیں اور ان کی حیثیت کیا ہے ؟ وہ اپنے خاص باغوں بلکہ ریل گاڑی کے فرسٹ کلاس میں تختی لگا دیتے تھے کہ ہندوستانیوں اور کتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

آج کل کسی کے پاسپورٹ پر لکھا تو نہیں جاتا لیکن غلامانہ سلوک بہر حال کیا جاتا ہے اسی لئے جیل کی چہار دیواری کے پیچھے مظلوم قوم کے بہتیرے پابند سلاسل ہیں ۔ایک شخص کو پاکستانی جان کر پکڑا تو خاندان کا خاندان اس تشکیک کی نظر کر دیا جاتا ہے ۔دوسری جانب ان ظالم سفاک ،امن کے ٹھیکداروں ،انسانیت انسانیت کے رٹ لگانے والے طوطوں کی اپنی تو یہ حالت ہے کہ کسی کی گردن کچل دیں ۔ڈرون حملے کر گزریں ۔آبادیوں کی آبادیاں مسمار کر دیں ۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ آزادی ان کے گھر کی باندی ہے ۔ہمیں ساتھ لاکھ چھانویں ہزار چھانویں کا رقبہ دے دیا گیا۔ تم آزاد ہو ۔اور آزادی بھی ایسی کے گھر سے نکلتے ہوئے بھی خوف آنے لگا۔ دل کا غبار اتارنے کے لیے پبلک پوائنٹ پر اپنی گفتگو بھی محدود کر دی کہ ادھر امریکہ شریف کے بارے میں بولے ادھر ایجنسی دھر لے گئی ۔یہ سب کیا ہے ؟

ایک واقعہ رونما ہوا تھا کہ اپنے آپ کو انسانی حقوق کا سرخیل کہنے امریکہ میں ایک ایرانی خاتون شہرزاد کو محض اس لئے گرفتار کرلیا جاتا ہے کہ اس کے سابق شوہر محمد سیف نے اندھیرے میں استعمال کئے جانے والی عینک آسٹریا سے ایران برآمد کئے تھے۔ جڑواں بچوں کی یہ ماں پانچ سال جیل میں گزارنے کے بعد ابھی حال میں رہا ہوتی ہے۔ اسے کہتے ہیں غلامی کا سلوک جو دنیا کی سب بڑی جمہوریت میں روا رکھا جاتا۔ مگر ظلم کی یہ چکی ہمیشہ نہیں چلتی جب مشیت کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے تو بازی الٹ جاتی ہے اور جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا کر رکھا گیا تھا انہیں رہنمائی کے منصب پر فائز کردیا جاتا ہے ۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی بابت ارشاد ربانی ہے اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔

آہ! ہمارا تابناک ماضی ، حاضر ہمارا بے حال ، مستقبل میں کی کچھ خبر نہیں ۔۔۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا خلافت کے منصب کو سنبھالتے ہی اعلان فرمانا کہ اگر تم مجھے کسی معاملے میں خلافِ شریعت پاو تو میری اطاعت نہ کرنا۔ اسی حقیقی آزادی کا مظہر ہے جس میں صاحبِ اقتدار عوام کو اپنی اتباع کا پابند نہیں بناتا بلکہ اس کے برخلاف اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے کی تلقین

کرتا۔ اسلامی تصور آزادی میں معیارِ حق حکمران کی مرضی نہیں بلکہ کتاب و سنت ہے اور عام آدمی کی طرح صاحبِ اقتدار بھی اس کا پابند ہوتا ہے۔ غیر اسلامی نظامہائے سیاست میں حکمراں مختلف قسم کا جواز فراہم کرکے اپنی مرضی کو معیارِ حق بنا کر عوام پر اسے چلانے لگتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ایسا کرنے کا مجھے موروثی حق ہے، کوئی اپنی نسلی برتری کو قائم رکھنے کیلئے اسے جائز قرار دیتا ہے، کسی کے نزدیک ایسا کرنا قومی و ملکی مفاد میں ہوتا ہے تو کوئی اپنے آپ کو جمہور کا نمائندہ بنا کر اس حق کو حاصل کر لیتا ہے اور اپنی من مانی کرتا ہے لیکن صرف اور صرف اسلامی نظام ایسے ہر جواز سے مبرا ہے جس سے حکمرانوں کی مرضی معیار حق بن جائے اور یہی حقیقی آزادی کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

محترم قارئین: کیا کہتے ہیں آپ؟ آپ آزاد ہیں؟ فیصلہ کرنے کی آپ قدرت آپ رکھتے ہیں۔ اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔

مٹی سونگھ کر راز سے پردہ ہٹ گیا۔قسط اول

محترم قارئین اہم سیرت کے گوشوں سے مرحلہ بہ مرحلہ نابغہ ئ روزگا ہستیوں کے متعلق جاننے کا شرف پا آرہے ہیں ایک نئے نام ایک نئے کردار ایک نئ ہستی کے ساتھ پھر حاضرِ خدمت ہیں ۔

کنیت اور لقب :

حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بارہ آئمہ کرام میں سے آٹھویں امام ہیں، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، جس طرح کہ آپ کے باپ کی کنیت کاظم ہے، حضرت کاظم سے مروی ہے کہ

'' میں نے اپنی کنیت انہیں دے دی۔''

آپ کا لقب رضا ہے۔

لفظ رضا کی وجہ تسمیہ :

حضرت ابی جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے باپ نے مامون الرضا رکھا تھا اور انہیں عہدئہ ولایت کی بھی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے کہا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کا نام الرضا رکھا کیونکہ وہ سموات میں اللہ کی رضا تھے، اور زمین میں اللہ کے محبوب کی رضا تھے۔

: لقب رضا کی اہمیت و افادیت

آپ سے پہلے جو امام گزر چکے ہیں، ان پر اس بناء پر خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اپنے رفقاء کی طرح اغیار سے بھی راضی رہے، آپ کے والدِ گرامی حضرت موسیٰ کاظم نے

: فرمایا

'' میرے فرزند کو رضا کے نام سے پکارا کرو۔ ''

آپ جب بھی انہیں بلاتے تو فرماتے۔

'' ! ارے ابوالحسن ''

: ولادتِ باسعادت

آپ مدینہ شریف ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ ہجری.بروز پنج شنبہ کو پیدا ہوئے یعنی اپنے دادا حضرت جعفر صادق کے وصال شریف کے پینتیس سال بعد۔

: وصالِ مبارک

آپ کا وصال مبارک طوس میں سناباد کے گاؤں میں ہوا۔

: مرقد مبارک

آپ کا مرقد مبارک خلیفہ ہارون الرشید کی قبر کے مغرب کی جانب ہے، جسے سرائے

حمید بن قحبطتہ الطائی کہا جاتا ہے۔ آپ نے ۲۰۲ ہجری بروز جمعۃ المبارک کو وصال فرمایا۔

: والدہ ماجدہ کا اسم گرامی

کہا جاتا ہے کہ حضرت حمیدہ حضرت امام کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کی کنیز تھیں، ایک شب حضرت حمیدہ نے مخبر صادق نبی غیب علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں

: دیکھا تو آپ نے فرمایا

اے حمیدو) نجمہ کا عقد اپنے فرزند موسیٰ سے کردو کیونکہ ان سے ایک ایسا فرزند پیدا '' '' ہوگا جو تمام زمین والوں سے بہتر ہوگا۔

: سبحان اللہ کی آوازیں سنائی دینا

آپ کی والدہ محترمہ سے مروی ہے کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ ہوا اور سوتے وقت مجھے اپنے پیٹ میں سبحان اللہ اور اللہ کی آواز سنائی تھی، مجھ پر ایک ہیبت سی چھ جاتی تھی اور میں بیدار ہوجاتی پھر کوئی آواز سنائی نہ دیتی۔

: ولادت کا منظر

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ لیے اور چہرہ آسمان

کی طرف کرکے لبوں کو تبسم فرمانے لگے اس طرح جس طرح کوئی گفتگو کرتا ہے اور دعا مانگتا ہے، حضرت کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک رفیق نے مجھ سے کہا۔

''کیا تم علم رکھتے ہو کہ مغرب کے تجار میں سے کوئی آیا ہے یا نہیں۔ ''

: میں نے کہا

''مجھے اس کا علم نہیں۔ ''

: اس نے کہا

''آیا ہے؟ ''

میں اس کے ہمراہ سوار ہو کر چلا آیا یہاں تک کہ ہم اس تاجر کے ہاں پہنچ گئے اس '' نے ہمارے سامنے سات کنیزیں پیش کیں لیکن انھوں نے کسی کو قبول نہ فرمایا : اور

: فرمایا

''کوئی اور دکھاؤ۔ ''

: اس نے کہا

''اور تو کوئی نہیں مگر ایک کنیز ہے جو اکثر بیمار رہتی ہے ۔''

: آپ واپس چلے گئے اور پھر آپ نے مجھے دوسرے دن بھیجا اور فرمایا کہ

اس سے زیادہ سے زیادہ قیمت دریافت کرو۔ جتنی قیمت بھی طلب کرے اسے دے '' ''کر خرید لو۔

: میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا تو اس نے کہا

''میں اس کنیز کی قیمت سے ایک پیسہ بھی کم نہ لوں گا۔ ''

: میں نے کہا

''جو چاہو لے لو میں اسے خریدنے کی تیاری میں ہوں۔ ''

: اس نے کہا

جاؤ میں تمہارے ہاتھ فروخت کردی، لیکن یہ بتا کہ اس کنیز کا خاوند کون ہوگا؟''میں ''

: نے کہا

تجھے ایک بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ جب میں نے اس کنیز کو مغرب کے ایک دُور ''
دراز شہر سے خریدا تو ایک اہل کتاب عورت کی مجھ پر نظر پڑی تو اس نے مجھ سے کہا یہ
''کنیز کس کے لیے ہے۔

''میں نے اپنے لیے خریدی ہے۔ ''

وہ بولی۔

یہ کنیز ایسی نہیں کہ جو تیرے لیے ہو یہ تو کسی ایسے آدمی کے لیے ہے جو تمام دنیا ''
میں بہتر انسان ہو کیونکہ اس کے شکم سے بہت جلد ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو بہت
''عظیم ہوگا اور مشرق و مغرب میں بے مثال ہوگا۔

راوی نے کہا کہ جب میں اس کنیز کو لایا تو کچھ دیر یہ کنیز حضرت کاظم رضی اللہ تعالی
عنہ کے پاس رہی اور اس سے حضرت امام رضا پیدا ہوئے۔

حضرتِ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور خواجہ کونین علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

تیرا بیٹا علی اللہ تعالی کے نور سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا۔ اس کی رائے سب پر فائق ہوگی جو خطا سے پاک ہوگی، وہ جاہل نہیں بلکہ عالم ہوگا اور اس کی محفل میں دانا ''اور اہل علم ہوں گے۔

محترم قارئین انہی کی سیرت کے مزید گوشے اگلے کالم میں ۔ہمارے ساتھ رہیے ۔

مٹی سونگھ کر راز سے پردہ ہٹ گیا۔ قسط ۲

محترم قارئین :آیئے امام علی رضاکی سیرت کے مزید گوشوں سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں چنانچہ

غیب کے سوالات کے جوابات کا حصول :

کوفہ والوں میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب میں خراسان جانے کے لیے کوفہ سے باہر نکلا تو میری لڑکی نے مجھے ایک نفیس کپڑا دے کر کہا۔

'' اے فلاں اسے فروخت کرکے میرے لیے ایک فیروزہ خرید لانا۔''

جب میں مرو پہنچا تو آپ کے خدام نے مجھ سے آکر کہا۔

'' ہمارا ایک رفیق انتقال کرچکا ہے اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمارے ہاں فروخت کردو۔''

میں نے کہا :

'' میرے ہاں کوئی کپڑا نہیں۔''

یہ سن کر وہ چلے گئے لیکن دوسری دفعہ پھر آگئے اور کہنے لگے۔

'' ہمارے آقا نے تجھے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے تمہیں دیا تھاتاکہ اسے تم فروخت کردو اور اس کے لیے فیروزہ خرید سکو، ہم اس کی قیمت لے کر آئے ہیں۔

میں نے کپڑا دے دیا اور اس کے بعد اپنے دل میں سوچا کہ چند مسائل آپ سے دریافت کرتا ہوں، دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں، پھر میں چند مسائل ایک کاغذ پر نوٹ کرکے اگلی صبح سویرے آپ کے مکان پر حاضر ہوگیا۔ وہاں لوگ بکثرت جمع تھے مگر کسی کی کیا مجال کہ وہ آسانی سے ملاقات کرسکے، میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ آپ کا ایک ''خادم باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر کیا ہوا کاغذ مجھے دے کر کہنے لگا۔

اے فلاں یہ سوالات کے جوابات ہیں۔ ''

جب میں نے اس کاغذ کو کھول کر تحریر کا مطالعہ کیا تو وہ واقعی میرے سوالات کے جوابات تھے۔

: خواب میں نسخئہ شفا بتانا

ایک ڈاکو نے کسی تاجر کو کرمان کے راستہ میں سردی کے موسم میں پکڑ لیا اور اس کے منہ کو برف کی طرف کرکے لٹادیا۔ یہاں تک کہ اس کی زبان گنگ ہو گئی اور وہ بات کرنے سے مجبور ہوگیا، جب وہ خراسان پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نیشاپور تشریف لے گئے ہیں، اس نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ اہل بیت رسول سے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہونے سے شائد کوئی علاج ہوسکے۔ اس نے رات کو خواب یوں دیکھا کہ حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہے اور شفا کا طلب گار ہے۔ آپ نے

: فرمایا

اے فلاں کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر انہیں پانی میں بھگو کر دو دو تین تین ''
''بار منہ میں رکھو شفا پا جاؤ گے۔

جب خواب سے بیدار ہوا تو اسے اس پر اعتبار نہ آیا، جب نیشا پور پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ باہر کسی مسافر خانے میں تشریف فرما ہیں، وہ تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ عرض کیا لیکن خواب کا ذکر نہ کیا آپ نے فرمایا۔

''تمہاری دوا وہی ہے جو میں نے خواب میں بتادی تھی۔ ''

: تاجر نے کہا

''اے ابن رسول میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ سنوں۔ ''

: آپ نے فرمایا

تھوڑی سی کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں تر کر لو اور دو تین بار منہ ''
''میں رکھو گے تو شفا حاصل کرو گے۔

اس تاجر نے آپ کی وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا اور شفا حاصل ہو گئی۔

: ایک شخص موت کے منہ میں

: ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا
اے اللہ کے بندے جو چاہتا ہے اس کی وصیت کر اور جس چیز سے گریز نہیں اس ''

''کے لیے تیار ہو جا۔

اس بات کو تین ہی روز گزرے تھے کہ وہ شخص موت کے منہ میں چلا گیا۔

دل کی بات کا جواب تحریر میں دینا:

ایک راوی نے بیان کیا کہ جب میں نے حج کا قصد کیا تو میری لونڈی نے ایک نفیس ریشمی کپڑے سے احرام تیار کیا، جب وقتِ احرام آیا تو میرے دل میں ریشمی کپڑے کے احرام کی عظمت کا اندیشہ پیدا ہوا تو میں نے ریشمی احرام کو چھوڑ دیا اور کوئی دوسرا کپڑا زیب تن کیا، پھر جب میں مکہ پہنچا تو حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط کے ہمراہ وہ کپڑا بھیج دیا لیکن اس میں یہ مرقوم کرنا بھول گیا کہ ریشمی کپڑے سے احرام باندھنا جائز ہے یا ناجائز، حالانکہ میں نے خط اسی نسبت سے بھیجا تھا یہاں تک کہ قاصد خط کا جواب لے کر آگیا، خط کے آخر میں مرقوم تھا کہ۔

'''اگر ریشمی احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ ''

حمل میں بچوں کے نام تجویز کرنا:

ایک راوی سے مروی ہے کہ میری زوجہ عالمِ حمل میں تھی جسے میں حضرت امام علی رضا کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا۔

حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اسے بیٹا عطا کرے۔ ''

: آپ نے فرمایا
''تمہاری زوجہ کے شکم میں دو بچے ہیں۔ ''
''واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا۔
: پھر آپ نے مجھے بلا کر فرمایا
''ایک کا نام علی رکھنا اور دوسرے کا نام عمر رکھنا۔ ''
''جب دونوں بچے تولد ہوئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ ''
علی اور عمر کی ترتیب کے ساتھ ناموں کا انتخاب کیا گیا، ایک دن میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا۔
''ام عمر کیا نام ہے ؟ ''
میری والدہ نے جواب دیا۔
''میری والدہ محترمہ کا نام اُم عمر تھا۔ ''
: قبر کی مٹی سُونگھ کر راز کا منکشف کرنا
ابوالصلت نامی ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک روز میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔
اس قبر پر جاؤ یہ قبر ہارون الرشید کی ہے اس قبر کے چاروں اطراف سے مٹی اٹھا لاؤ۔''
''
میں آپ کے حکم کی تعمیل بجالاتے ہوئے مٹی اٹھالایا۔ آپ نے مٹی کو سونگھ کر

پھینک دیا اور فرمایا۔

بہت جلد میرے لیے ایک گڑھا کھودا جائے گا جس میں ایک پتھر نمودار ہوگا جسے ''
''خراسان کے سب کے سب قبر میں کھدائی کرنے والے بھی نہیں ہلا سکیں گے۔

: پھر آپ نے فرمایا

: فلاں جگہ سے مٹی لاؤ۔'' آپ نے اسے سونگھ کر پھینک دیا پھر آپ نے فرمایا ''

وہاں میرے لیے ایک گڑا کھودا جائے گا جو سات ہاتھ گہرا ہوگا پھر اس کے مابین قبر ''
شق کی جائے گی اور اگر بادشاہ کا کہا پورا نہ ہوا تو پھر قبر ہی بنائیں گے جو دو ہاتھ ہوگی
اسے اللہ تعالٰی جیسے چاہے گا کھول دے گا یہ گڑھا کھودتے وقت میرے سرہانے کی جانب
سے ایک قسم کی تری پیدا ہوگی، میں نے جس بارے میں تجھے ہدایت دی ہے ویسے ہی
کرنا، پانی کے جوش سے قبر پانی سے بھر جائے گی، اس میں تجھے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر
آئیں گی، یہ روٹی جو میں تجھے دیتا ہوں ٹکڑے کرکے پانی میں پھینک دینا تاکہ مچھلیاں
اسے کھالیں، جب کچھ نہ بچے گا تو ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو سب چھوٹی مچھلیوں کو
ہڑپ کر جائے گی، جب کوئی مچھلی باقی نہ رہے تو تم اپنا ہاتھ پانی میں رکھ دینا اور جو تم
سے میں نے کہا ہے وہی کہہ دینا یہاں تک کہ پانی کی سطح نیچی ہوجائے اور کچھ نہ بچے،
''یہ سب کچھ مامون الرشید کے سامنے پیش کرنا۔

: پھر فرمایا

اے ابوالصلت کل میں مامون الرشید کی ملاقات کے لیے آؤں گا۔ اگر میرے سر پر''
کوئی چیز پہنی ہوئی نظر پڑی تو مجھ سے محو گفتگو ہونا اور اگر میرا سر خالی ہوا تو مجھ سے
''گفتگو نہ کرنا۔

: ابوالصلتنے کہا کہ

جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے لباس زیب تن کیا اور مامون الرشید کے غلام کے منتظر ہوئے، آپ مامون الرشید کے ہاں گئے ان کے سامنے میوؤں کے رکاب رکھے ہوئے تھے، اور وہ ہاتھ میں انگوروں کے خوشے پکڑے ہوئے تھا۔

مامون الرشید آپ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے دوڑا اور آپ سے معانقہ کرکے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا۔ پھر وہ انگور کے گچھے حاضر کرکے گویا ہوا اے ابن رسول اللہ، کیا آپ نے کبھی ان انگوروں سے بہتر انگور دیکھے ہیں۔'' آپ نے فرمایا
''۔'' اس سے بہتر انگور تو بہشت میں دیکھے ہیں۔

: پھر مامون نے کہا

''اے ابن رسول اللہ کھائیے۔ ''

: آپ نے فرمایا

''میں انگور کھانے سے معذور ہوں۔ ''

مامون نے بات کو طویل کرتے ہوئے کہا۔

آخر اس میں کون سی چیز مانع ہے؟ شاید آپ مجھے تہمت زدہ خیال کرتے ''

''ہیں۔

یہ کہہ کر مامون نے آپ سے وہ خوشہ انگور لے لیا اور چند دانے کھا کر پھر دوسری مرتبہ آپ کو دے دیا، آپ نے اس خوشہ سے دو تین دانے کھائے اور باقی خوشہ رکھ دیا، پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

مامون الرشید نے کہا :

''یا حضرت آپ کہاں جارہے ہیں؟ ''

آپ نے فرمایا :

''جہاں تم نے بھیجا ہے؟ ''

پھر آپ اپنے سر پر کوئی چیز باندھ کرباہر تشریف لے آئے، میں نے آپ سے کلام نہ کیا، آپ نے اپنے سرائے میں آکر فرمایا۔

''سرائے کا دروازہ بند کردو۔''

آپ اپنے بستر پر سوگئے اور میں سرائے میں حیران وہ پریشان کھڑا رہا۔ چانک میری نظر ایک حسین و جمیل نوجوان پر پڑی جس کے بال خوشبو سے معطر تھے۔ اس کا چہرہ آپ سے ملتا جلتا تھا میں بھاگ کر اس کے قریب گیا اور عرض کیا۔

''آپ کہاں سے تشریف لے ائے کواڑ تو بند تھا؟''

نوجوان نے کہا :

''مجھے وہ شخص لایا ہے جو ایک لمحہ میں مدینہ سے لے آتا ہے۔ ''

میں نے دریافت کیا۔

''آپ کون ہیں ؟ ''

: نوجوان نے کہا

''میں حجۃ اللہ محمد بن علی ہوں اور اپنے والد کے ہاں آیا ہوں۔ ''

پھر نوجوان مجھ سے بولا کہ تم بھی آجاؤ، جب حضرت رضا نے اسے دیکھا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کرکے اپنے سینہ سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا ور پھر اسے اپنے بستر پر لے گئے ، وہ نوجوان اپنا چہرہ اپنے والد کی طرف کرکے بیٹھ گیا اور کچھ راز میں گفتگو کی جو میں نہ سمجھ سکا۔ پھر مجھے آپ کے دونوں لبوں پر برف کی طرح سفید جھاگ نظر آئی جو آپ کا بیٹا چاٹ گیا۔ پھر اس نوجوان نے اپنے والدِ محترم کے کپڑوں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو چڑیا کی طرح ان کے سینہ سے کوئی چیز باہر آئی اور نیچے گر گئی، اسی وقت آپ نے وصال فرمالیا۔

: پھر اس نوجوان نے کہا

''اے ابوالصلت اٹھو اور بیت المال سے پانی اور تختہ لاؤ۔ ''

ابوالصلت نے عرض کیا۔

''بیت المال میں نہ پانی ہے اور نہ ہی تختہ ہے۔ ''

: نوجوان نے کہا

''میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ ''

ابوالصلت بیت المال میں گیا وہاں سے پانی اور تختہ لے آیاابوالصلت نے یہ

خیال کیا کہ ان کا ہاتھ بٹاؤ لیکن نوجوان نے کہا۔

''اے ابوالصلت میرا ہاتھ بٹانے والے حاضر ہیں۔ ''

نوجوان نے حضرت علی رضا کو غسل دے کر کہا۔

ابوالصلت بیت المال میں ایک کپڑوں کا صندوق ہے اس میں کفن اور خوشبودار چیزیں

''موجود ہیں وہ لے آؤ۔

ابوالصلت گیا اور دیکھا کہ وہاں وہ صندوق موجود تھا جسے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھ تھا، اس صندوق کو لا کر رکھا تو آپ نے حضرت علی رضا کو کفن دے کر نمازِ جنازہ پڑھی اور پھر کہا۔

''اے ابوالصلت ! تابوت لے آؤ۔ ''

: ابوالصلتنے عرض کیا

''حضور میں جاتا ہوں تاکہ بڑھئی کو تابوت بنانے کے لیے کہوں۔''

: نوجوان نے کہا

''بیت المال میں جاؤ۔ ''

ابوالصلت جب بیت المال میں گیا تو وہاں ایک تابوت پر نظر پڑی، جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ تابوت لایا گیا جس میں نوجوان نے حضرت امام علی رضا کو لٹا دیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی ابھی نماز ختم نہ ہونے پائی تھی کہ تابوت اپنی جگہ سے اٹھنا شروع ہوا۔ مکان کی چھت پھٹ گئی اور تابوت پرواز کرتا ہوا اپنے مقام پر پہنچ گیا۔

ابوالصلت نے عرض کیا۔

''اے ابن رسول اللہ مامون کو بھی بلا لینا چاہیے۔ ''

: نوجوان نے کہا

''خاموش رہو، تابوت ابھی واپس آنے والا ہے۔ ''

نوجوان نے پھر کہا۔

اے ابوالصلت کوئی ایسا نبی نہیں کہ جس کا وصال مشرق میں ہوا ہو اور اس کا وصی ''

''مغرب میں وصال کرے، بجز اس کے کہ ان کی روح اور جسم باہم ملحق ہو جائیں۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گھر کی چھت پھٹی اور وہی تابوت پھر مکان میں آگیا۔

نوجوان نے حضرت امام کو تابوت سے باہر نکالا اور بستر پر پہلے کی طرح لٹا دیا، جیسا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان پر کوئی کفن وغیرہ نہیں۔

: نوجوان نے پھر کہا

''اے ابوالصلت اٹھو اور دروازہ کھولو۔ ''

میں نے دروازہ کھولا تو مامون الرشید اپنے خادموں کے ہمراہ آہ زاری کرتا ہوا گریبان چاک کیے ہوئے سر پر طمانچے مارتا ہوا اندر آیا اور کہا۔

یا سیداہ فجعت بک یا سیداہ

ترجمہ: '' اے میرے سردار مجھے مصیبت پہنچی ہے اے میرے سردار۔

ازاں بعد آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے تو حضرت امام محمد بن علی نے فرمایا

:

''جاؤ آپ کے لیے قبر تیار کرو۔ ''

میں اسی جگہ گیا تو جو کچھ حضرت امام رضا نے فرمایا تھا ویسا ہی دیکھا۔ مامون الرشید نے پانی اور مچھلیوں کا مشاہدہ کیا تو کہا کہ امام محمد رضا سے جس طرح زندگی میں عجیب و غریب کا ظہور ہوتا تھا زندگی کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

یہ بات مامون کے ایک درباری نے سنی تو کہا۔

''اے خلیفہ تجھے معلوم ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے ؟ ''

یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ تمہاری سلطنت کثرت اور اطاعت میں ان مچھلیوں کی مانند ہے کہ جب تمہارے وصال کا وقت آئے گا اور تمہاری زبان بندی کے آثار رونما ہوں گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط فرمائے گا جو تجھے نیست و نابود کر دے گا۔

مامون الرشید نے کہا۔

''آپ نے یہ بالکل درست فرمایا ہے۔ ''

ابوالصلت سے دوسری روایت اس طرح ہے کہ جب مامون الرشید امام رضا رضی اللہ عنہ کے دفن سے فارغ ہوا تو کہنے لگا۔

''آپ سے جو گفتگو امام رضا کے مابین ہوئی وہ بتاؤ۔''

ابوالصلت نے کہا۔

وہ تو میں اسی وقت بھول گیا تھا چونکہ میں نے سچ بولا اس لیے اس نے مجھے قید ''
کرلیا۔ میں ایک سال تک قیدی رہا اور میری روزی شدت سے تنگ ہو گئی۔'' پھر
میں نے کہا اے میرے رب محمد آل و محمد کے صدقہ میں میری روزی کو وسیع کردے۔
ابھی میری دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ مجھے حضرت امام علی رضا کا دیدار ہوا کہ آپ نے
فرمایا اے ابوالصلت ! پریشان کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا۔'' جناب پریشان تو ضرور
''ہوں۔'' آپ نے فرمایا'' اٹھو اور باہر جاؤ۔

آپ نے میرے ہاتھوں کے بندھنوں کو چھُوا تو وہ کھل گئے، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا
اور سرائے سے باہر لے آئے،۔ غلام یہ منظر دیکھتے رہے کیونکہ کوئی بھی مجھ سے بات
کرنے کی جرات نہ رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

اے ابوالصلت ! اب تم اللہ تعالیٰ کی امان میں چلے جاؤ۔اب تمہیں نہ مامون ملے گا ''
اور نہ تم ان سے ملو گے۔

ابوالصلت نے کہا کہ میں نے اس وقت سے مامون کو نہیں دیکھا۔

محترم قارئین :تاریخ کے ان گوشوں سے آپ نے کچھ سیکھا ؟اثبات میں ملنے والے
جواب پر سبحان اللہ اور اگر نہیں تو رب تعالیٰ سے وہ اس قلب سلیم
اس فہم لطیف کی دعا کیجیے جس سے اس بندوں اور اس کی معرفت نصیب ہوتی ہے،
۔آپ کے تاثرات ہی اس بات کا ثبوت ہونگے اپنی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔
سبحان اللہ : کس قدر قابل تقلید ہیں یہ ہستیاں ۔جنھوں نے خود کو رب عزوجل

کے لیے پیش کیا تو اللہ عزوجل نے ان کے لیے راہیں تابندہ فرما دیا۔۔

وہی بچہ بڑا ہو کر دنیائے اسلام کا تاریخ ساز شخص بنا - قسط اول

محترم قارئین : جیسا آپ پڑھ رہے ہیں کہ میں اپنے گذشتہ کالموں میں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی سیرت کے حوالے سے قلم کو جنبش دے رہا ہوں ۔آج بھی ایک عظیم علم و دانش کے افق پر عظیم شخصیت کی سیرت کے ساتھ حاضر خدمت ہوں حقیقت کچھ اس طرح ہے کہ :

مغل تاجدار محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں ایران کے شہر مشہد سے کچھ ارباب فضل وکمال (صدر الافاضل کے آباء واجداد) ہندوستان آئے، انہیں بڑی پذیرائی ملی اور گوناں گوں صلاحیتوں کے سبب قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اسی خانوادے میں حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب نزہتؔ کے گھر مراد آباد (یو.پی) میں ۲۱ صفرالمظفر ۱۳۰۰ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر ایک ہونہار سعادت مند بچے کی ولادت ہوئی۔ فیروز مندی اور اقبال کے آثار اس کی پیشانی سے ہُوَیدا تھے وہی بچہ بڑا ہو کر دنیائے سنیت کا عظیم رہنما ہوا اور صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی کے نام سے جانا پہچانا گیا اور اپنی علمی جاہ وحشمت، شرافت نفس، اتباع شریعت، زہد وتقویٰ، سخن سَنجی، حق گوئی، جرات وبے باکی اور دین حق کی حفاظت کے معاملے میں فقید المثال ٹھہرا۔

:ابتدائی تعلیم

صدر الافاضل علیہ رحمۃ اللہ القادر جب چار سال کے ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے انتہائی تُزک واحتشام اور بڑی دھوم دھام سے '' بسم اللہ خوانی '' کی پاکیزہ رسم ادا فرمائی۔ چند ہی مہینوں میں ناظرہ قرآن پاک کے بعد حفظ قرآن شروع کردیا اور آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اردو ادب اور اردوئے مُعلّٰی میں بھی اچھی خاصی قابلیت حاصل کرلی، چونکہ والد محترم حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین نزہتؔ صاحب علم وفضل کے آفتاب، دادا حضرت علامہ مولانا سید محمد امین الدین صاحب راسخؔ فضل وکمال کے نَیّر تاباں اور پردادا حضرت مولانا کریم الدین صاحب آزادؔ علیہم الرحمۃ استاذ الشعراء وافتخار الادباء تھے لہٰذا ان کی آغوشِ تربیت نے آپ کو تہذیب وادب کا آفتاب تابدار بنادیا۔

:درسِ نظامی

فارسی اور مُعْتَدبِہ حصہ تک عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی اور متوسطات تک علوم درسیہ کی تکمیل حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب سے کی اس کے بعد خود حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب حضور صدر الافاضل کو لے کر قُدْوَۃُ الفضلاء زُبدَۃُ العلماء حضرت علامہ مولانا سید محمد گل صاحب کابلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مہتمم ، مدرسہ امدادیہ مرادآباد کی خدمت اقدس

میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! صاحب زادے انتہائی ذکی وفہیم ہیں، ملا حسن تک پڑھ چکے ہیں، میری دلی خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی تکمیل حضرت کی خدمت میں رہ کر کریں۔ مولانا سید محمد گل صاحب نے حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی پر ایک نظر ڈالی اور اظہار مسرت فرماتے ہوئے آپ کو اپنی صحبت بابرکت میں لے لیا۔

:فراغت

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری سے منطق، فلسفہ، ریاضی، اُقْلِیْدَس، توقیت وہیئت، جفر، عربی بحروف غیر منقوطہ، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ بہت سے مروجہ درس نظامی اور غیر درس نظامی علوم وفنون کی اسناد اپنے شفیق استاد سے حاصل فرمائیں اور بہت سے سلاسل احادیث وعلوم اسلامیہ کی سندیں بھی تفویض ہوئیں۔

:دستارِ فضیلت

بہار زندگی کا بیسواں سال تھا مدرسہ مراد آباد دلہن کی طرح سجا ہوا تھا، علماء ومشائخ رونق افروز تھے کہ ایک چمکتا ہوا تاج استاد محترم نے دستار کی شکل میں اپنے چہیتے تلمیذ خوش تمیز (صدر الافاضل) کے سر پر رکھتے ہوئے ایک تابِنْدَہ ودَرَخشندہ سند فراغت ہاتھ میں عطا فرمائی اور اپنے بغل میں مسند

تدریس وارشاد پر بٹھا دیا۔ یہ رسم دستارِ فضیلت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۳ء کو ادا ہوئی۔ اسی وقت آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین نزہتؔ صاحب نے بہجت وسرور میں ڈوب کر ایک قطعہ ارشاد فرمایا جس سے مادہ سن فراغت نکلتا ہے۔

ہے میرے پسر کو طلباء پر وہ فضیلت سیاروں میں جو رکھتا ہے مرِّیخ فضیلت

''نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنادے دستارِ فضیلت کی ہے تاریخ ''فضیلت

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی زیارت:

حضرت صدرالافاضل خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کی قابلیت کے سبب بعد فراغت ہی کئی علوم وفنون میں آپ کی بالا دستی اور علم وفضل کی شہرت ہونے لگی۔ دراِیں اثنا جودھ پور کے ایک بد عقیدہ دَرِیدَہ دہن وگستاخ قلم مولوی جو سنی علماء کے مضامین کے رد میں مقالے لکھا کرتا اور اپنے خُبثِ باطن کا اظہار کرتا، اس نے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا احمد رضا خان فاضل علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے خلاف ایک نہایت نامعقول ورذیل مضمون لکھ کر اخبار ''نظام الملک'' میں شائع کروادیا۔ چنانچہ ضَیغَم صحرائے ملت، استاذ العلماء، سند الفضلاء، حضور سیدی صدرالافاضل نے اس قسمت کے مارے، خباثت کے ہرکارے اس مولوی کی تحریر کا نہایت شوخ وطَرَح دار، دندان شکن اور مُسکِت رد لکھا اور اسی اخبار ''نظام الملک'' میں شائع کرواکر منہ توڑ جواب دیا۔ امام

اہل سنت کی خدمت بابرکت میں صدر الافاضل کے اس جرات مندانہ اقدام کے بارے میں عرض کیا گیا اور نظام الملک اخبار بھی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جسے آپ نے ملاحظہ فرما کر صدر الافاضل کی قابلیت کی تعریف فرمائی اور آپ کے بریلی تشریف لانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ طلب اعلیٰ حضرت پر حضرت صدر الافاضل امام اہل سنت کی بارگاہِ فیض رساں میں حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے اہل سنت کے موقف کی تائید پر آپ کو بے پناہ دعاؤں اور انتہائی محبت وشفقت سے نوازا۔ اس کے بعد صدر الافاضل کو آستانہ اعلیٰ حضرت سے ایک خاص قلبی لگاؤ ہوگیا اور وقتاً فوقتاً آپ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے بلکہ جب بھی آپ مراد آباد میں ہوتے خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں ہر پیر اور جمعرات کو حاضری کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے۔

سندِ فراغت پانے کے بعد آپ نے علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب ''الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ'' تحریر فرمائی جس کا منکرین آج تک جواب نہ لکھ سکے اور ان شآء اللہ عزوجل قیامت تک نہ لکھ سکیں گے، جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت بابرکت میں یہ کتاب پیش کی گئی تو آپ نے بنظر عمیق مطالعہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ماشآء اللہ بڑی کارآمد اور عمدہ کتاب ہے، عبارت شگفتہ، مضامین دلائل سے بھرے ہوئے، یہ نوعمری اور اتنے احسن براہین کے ساتھ اتنی

بلند پایہ کتاب مولانا موصوف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔ بہر حال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صدر الافاضل کا رشتہ محبت ومُوَدَّت اس قدر مضبوط ہوگیا کہ آپ کو اعلیٰ حضرت نے اپنا معتمد اور اپنے بعض کاموں کا مختار بنادیا اور جہاں فاضل بریلوی اپنی شرعی ذمہ داریوں کی وجہ سے خود شرکت نہ فرماتے وہاں صدر الافاضل آپ کی نمائندگی فرماتے۔

محترم قارئین : سیرت کے مزید گوشوں کو آپ تک پہنچانے کے لیے دوسری قسط کے ساتھ پھر حاضر ہونگے ۔دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے ۔ان مساعد ،افراتفری ، عداوتوں و نفرتوں کی دنیا میں اس ہتھیار ہی سے ہم اپنا دفاع کر سکتے ہیں ۔اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔گذشتہ دنوں میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا جس کی وجہ سے مجھ اور آپ میں اتنی دوریاں رہیں۔

وہی بچہ بڑا ہو کر دنیائے اسلام کا تاریخ ساز شخص بنا۔قسط ۲

محترم قارئین: دوسری قسط کے ساتھ حاضر خدمت ہیں۔سیرت کے ان گوشوں کی سیر کیجیے اور عقیدتوں و محبتوں کے گلشن کی رونقوں کے مزے لیجیے۔

حضرت شیخ شاہ جی محمد شیر میاں جو اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب عصر تھے ان کی خدمت میں صدرالافاضل بڑی ارادت وعقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔حضرت شیخ شاہ جی کے ارشاد پر اپنے ہی استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ حضرت نے اپنے لائق وفائق تلمیذ رشید کو چاروں سلسلوں اور جملہ اوراد ووظائف کی اجازت عطافرما کر ماذون ومجاز بنا دیا۔اس کے بعد غوث وقت قطب دوراں، شیخ المشائخ حضرت شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی نے بھی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شیخ المشائخ کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی ہے جس کا ایک شعر یوں ہے۔

راز وحدت کھلے نعیم الدین اشرفی کا یہ فیض ہے تجھ پر

درس وتدریس:

حضور صدر الافاضل اپنی مختلف دینی، علمی، تبلیغی، تحقیقی و تصنیفی مصروفیات اور مناظرہ ومقابلہ اور فِرَقِ باطلہ کے رد وابطال جیسی سرگرمیوں کے باوجود تاحیات درس وتدریس سے وابستہ رہے۔آپ کا طرزِ تدریس بڑا دلچسپ و منفرد تھا افہام و تفہیم میں آپ یکتائے روزگار تھے جس کی بدولت اسباق طلبا کے دل ودماغ پر پوری طرح نقش ہو جاتے۔

:تدریس کا انداز

دورانِ تدریس سبق سے متعلق پر مغز اور مدلل تقریر زبانی فرماتے اور جس طرح گہرائی اور اشارات ومالہ وماعلیہ سے وضاحت فرماتے اس سے یوں معلوم ہوتا جیسے خود ہی مصنف ہیں۔تدریس میں آپ کی بے مثال مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں کہ '' میں نے مدرس دو ہی دیکھے ہیں ایک صدر الشریعہ اور دوسرے صدر الافاضل، فرق صرف اتنا تھا کہ صدر الشریعہ اس شعبے سے زیادہ وابستہ رہے اور صدر الافاضل ذرا کم۔ ''

: وظیفہء تدریس سے استغناء

دنیا بھر کے مدرسین عموماً تنخواہ دار ہوتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں اور مناصب کے اعتبار سے مشاہرہ پاتے ہیں لیکن صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ نے کبھی ایک پیسہ تنخواہ نہیں لی اور اتنا بڑا مدرسہ جامعہ نعیمیہ بطور خود چلاتے تھے۔ طَلَبہ کے خورد ونوش اور مدرسین کی تنخواہ آپ ادا کرتے تھے۔

علم طب کی تحصیل :

حضور صدر الافاضل نے علم طب حکیم حاذق نَبّاض دوراں حضرت مولانا حکیم فیض احمد صاحب امروہوی سے حاصل کیا جس طرح سے آپ کو علوم منقولیہ وعلوم معقولیہ میں ہم عصر علماء میں تَفَوُّق وبرتری حاصل تھی اسی طرح میدان طب میں بھی آپ کمال مہارت رکھتے تھے عموماً مریض کا چہرہ دیکھ کر ہی مرض پکڑ لیا کرتے تھے نَبّاضی میں بینکا یہ جواب ہوگا۔لہٰذا ایسا ہی ہوتا اور آپ کے شاگرد بھی فتحیاب ہو کر لوٹتے۔

دار الافتاء :

حضور صدر الافاضل اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود دار الافتاء بھی بڑی خوبی اور باقاعدگی کے ساتھ چلاتے، ہند وبیرون ہند نیز مراد آباد کے اطراف واکناف سے بے شمار اِستِفتا اور استفسارات آتے اور تمام جوابات آپ خود عنایت فرماتے بفضلہٖ تعالیٰ فقہی جزئیات اس قدر مستحضر تھے کہ جوابات لکھنے کے لیے کُتُبہائے فقہ کی طرف مراجعت کی ضرورت بہت ہی کم پیش آتی۔

شہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید اختصاص الدین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرمایا کرتے تھے کہ میراث وفرائض کے فتوے کثرت سے آتے مگر حضرت کو جواب لکھنے کے لیے کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا آج تو ایک بَطن دو بَطن چار بَطن کے فتوے اگر دار الافتاء میں آ جائیں تو گھنٹوں کتابیں دیکھی جاتی ہیں تب کہیں جاکر فتوے کا جواب لکھا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک مفتی دوسرے مفتی کے فتوے کو مسترد کر دیتا ہے مگر حضرت صدر الافاضل کا یہ حال تھا کہ بیس بیس اکیس اکیس بطون کے فتوے بھی دار الافتاء میں آ گئے مگر حضرت قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے جواب تحریر فرما دیتے تھے البتہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتے ضرور دیکھا جاتا اور آپ کے فتوے کے اِسْتِرداد کی کبھی نوبت نہیں آئی۔

خوش نویسی:

آپکی خطاطی ایسی عمدہ اور قواعد کے مطابق تھی کہ سینکڑوں خوش نویس اس فن میں آپکے شاگرد ہیں مزید برآں آپ خط کے ساتوں طرز تحریر میں بے مثال کمال رکھتے تھے حتی کہ ہر ایک رسم الخط کو بائیں ہاتھ سے معکوس بآسانی نہایت خوش خط تحریر فرما سکتے تھے۔

: جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا قیام

حضور صدر الافاضل نے ارادہ فرمایا کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کرنا چاہیے جس میں معقول و منقول کی معیاری تعلیم ہو چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انجمن بنائی جس کے ناظم آپ اور صدر حکیم حافظ نواب حامی الدین احمد صاحب مرادآبادی ہوئے۔اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ قائم فرمایا جس کو مدرسہ اہل سنت کہا جاتا تھا جب نواب صاحب اور ان کے رفقاء و ہمنواؤں کا انتقال ہوگیا تو انجمن خود بخود ختم ہو گئی اب مدرسہ آپ کی طرف منسوب کیا جانے لگا اور وہ مدرسہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا پھر جب اس کے فارغ التحصیل طلباء و علماء نے اطراف واکناف اور ملک میں پھیل کر اپنے اپنے مقامات پر مدرسے قائم کیے اور ان کا الحاق مرادآباد کے مرکزی مدرسہ نعیمیہ سے کیا اور ملک کے دیگر مدارس اہل سنت میں سے بیشتر اسی مدرسہ سے ملحق و منسلک ہو گئے تو لازمی طور پر اب اس مدرسہ کی حیثیت رائج الوقت زبان میں یونیورسٹی اور قدیم زبان میں ''جامعہ ''کی ہو گئی۔ چنانچہ اس مدرسہ کا نام ''جامعہ نعیمیہ '' رکھا گیا اور آج تک اسی نام سے قائم و مشہور ہے۔

جامعہ نعیمیہ کے علاوہ بھی آپ نے کئی دینی خدمات سرانجام دیں،اعلی درجہ کا برقی پریس لگایا، ایک ماہنامہ ''السواد الاعظم ''جاری کیا جو مدتوں شان سے جاری رہا، کافی تعداد میں دینی ومذہبی کتابیں اعلیٰ معیار طباعت کے ساتھ

شائع فرمائیں، کئی کئی آل انڈیا کانفرنسیں منعقد فرمائیں روزانہ کے شاہانہ اخراجات مزید برآں، مگر آپ کو چندہ کی اپیل کرتے دست طلب پھیلاتے اور لفظ سوال منہ سے نکالتے نہیں دیکھا گیا اور سارے اخراجات اپنے بٹوے سے ہی پورے فرماتے تھے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ لوگ از خود حضرت کا ہاتھ نہیں بٹاتے تھے لیکن آپ نے کبھی مانگا نہیں۔

تصنیفات وتالیفات:

دینی وملی، سیاسی وسماجی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے باوجود حضور صدر الافاضل نے تقریباً دو درجن کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔

تفسیر خزائن العرفان ( )

نعیم البیان فی تفسیر القرآن ( )

الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ ( )

اطیب البیان در رد تقویۃ الایمان ( )

مظالم نجدیہ بر مقابر قدسیہ ( )

اسواط العذاب علی قوامع القباب ( )

آداب الاخیار ( )

سوانح کربلا ( )

سیرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ( )

•) التحقیقات لدفع التلبیسات)

ارشاد الانام فی محفل لمولود والقیام ( )

کتاب العقائد ( )

زاد الحرمین ( )

الموالات ( )

گلبن غریب نواز ( )

شرح شرح مائۃ عامل ( )

پراچین کال ( )

فن سپاہ گری ( )

(شرح بخاری (نامکمل غیر مطبوع ( )

(•) شرح قطبی (نامکمل غیر مطبوع)

(ریاض نعیم (مجموعہ کلام ( )

کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب ( )

فرائد النور فی جرائد القبور ( )

وفات:

۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعۃ المبارک صدر الافاضل نے

داعی اجل کو لبیک کہا۔ وقت وصال ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا، پیشانی اقدس اور چہرہ مبارک پر بے حد پسینہ آنے لگا، از خود قبلہ رخ ہو کر دستہائے پاک اور قدمہائے ناز کو سیدھا کرلیا، اب آواز دھیرے دھیرے مدھم ہونے لگی، شاہزادگان نے کان لگا کر سنا تو زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہے، دفعتاً سینہ اقدس پر نور کا لمعہ محسوس ہوا اور بجگر • منٹ پر اہل سنت کا یہ سالار اپنے خالق حقیقی سے جاملا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ کی تدفین جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشے میں کی گئی آج بھی آپ سے اکتساب فیض کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا ان شآء اللہ عزوجل

۔

یا اللہ ! ہم بہت پریشان حال ہیں ۔چار سو غموں نے گھیرا ہے ۔کوئی مسیحا دکھائی نہیں دیتا۔ ہمارے اخلاق زوال پزیر ہو گئے ہیں ۔ہماری تربیت گاہوں و درس گاہوں سے اوچے لفنگے ،بد تمیز ،بے حس ،فوج نکل رہی ہے ۔ہمارے قانونی کے محافظ ،ہماری جانوں ملک وملّت کے محافظ چند سکوں پہ بدکنے لگے ہیں ۔اے کرم فرمانے والے ربّ ہم انہی، پاکباز ہستیوں کی سفارش عرض کر سکتے ہیں ۔تو ہماری ڈوبتی کشتی کو پار لگادے ۔ہم تجھے سے بہتری کے امیدوار ہیں ۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(کمال ذہین بچہ (قسط۲

محترم قارئین : بلا کسی تعصب ، بلا کسی منافرت ، بلا کسی مبالغہ کہ جو حقیقت دکھائی دیتے ہے اور جو میرے مطالعہ کی نظر سے اہم اور معتمد بات گزرتی ہے آپ کی خدمت میں عرض کردیتا ہوں ۔کچھ بعید نہیں کہ آپ کو اختلاف بھی ہو۔لیکن یہ بھی ذہن میں رکھیے گا ضروری نہیں جو آپ سوچ رہے ہوں وہی احسن وہ یا جو میں پیش کررہا ہوں وہ تمام کا تمام مبرہ عن العیوب ہو ایسا بھی نہیں ۔بشری عوارض لاحاق ہیں خطا کا ہونا ممکن ہے ۔بجائے اس کے کہ ہم الجھیں جہاں کمی پائیں اصلاح فرمادیں اور جہاں کچھ بہتری پائیں اپنی تحیسن بھرے الفاظ سے نواز دیں تو احقر کا حوصلہ بڑھ جایئے گا۔میں سیرت کا پہلو لیے آگے بڑھ رہا ہوں کیوں کہ ہماری ذات سے کردار کی مہک ختم ہوتی چلی جارہی ہے ۔ہماری زندگیوں سے گفتار کی چمک ماند پڑتی چلی جارہی ہے ۔لہٰذا ایک کام ،ایک ذمہ داری جانتے ہوءے آپ کی خدمت میں دوسری قسط کے ساتھ حاضر ہوں ۔

لیجیے !

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کم و بیش مختلف عنوانات پر کم و بیش ایک ہزار کتابیں لکھیں ہیں۔یوں تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے 1286ء سے 1340ھ تک لاکھوں

فتوے لکھے۔ لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جاسکا، جو نقل کرلیئے گئے تھے ان کا نام العطایا النبویہ فی الفتاوی رضویہ" رکھا گیا۔ ہر فتوے میں دلائل کا سمندر موجزن" ہے۔ یوں تو علمی میدان میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے، جو رہتی دنیا تک کے لیے نہایت مفید اثاثہ ہے۔

آپ کے قلم کا عظیم علمی شاہکار، فقہی انسائیکلو پیڈیا بنام ''العطایاالنبویۃ فی فتاوے رضویہ'' جس میں منطق، فلسفہ، علم الاعداد، علم النجوم، علم طب، علم ہیئت، علم توقیت اور شریعت و طریقت کا بیش بہا قیمتی خزانہ موجود ہے۔ تحریراتِ انیقہ و جزئیات فقیہ پرید طولیٰ امام اہلسنّت عظیم المرتبت، الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الحنان نے فتاوٰی رضویہ میں مدلل، مشرح اور براہین و دلائل کی روشنی میں تشفی بخش جوابات کو نقل فرما کر امت مسلمہ پر اک احسانِ عظیم فرمادیا۔ مختلف اطراف سے الحاد و بیدینی کے اُٹھنے والے سیلاب کے استیصال کے لیے عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں امت مسلمان کے لیے العطایاالنبویۃ فی فتاوے رضویہ'' کی ضخیم تحفہ عطافرما کر بہت بڑا علمی کارنامہ سر'' انجام دیا۔ جو برسوں یاد رکھا جائے گا۔

قرآن و حدیث، فقہ منطق اور کلام وغیرہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعت

نظری کا اندازہ آپ کے فتاوے کے مطالعے سے ہی ہو سکتا ہے، آپ کی چند دیگر کتب کے نام درج ذیل ہیں۔ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" سچے خدا پر جھوٹ کا بہتان باندھنے والوں کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا جس نے مخالفین کے دم توڑ دیئے اور قلم نچوڑ دیئے۔نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان اس کتاب میں آپ نے قرآنی آیات سے زمین کو ساکن ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں المعتمد المستند، تجلی الیقین جیسی تقریبا ایک ہزار کتب تحریر فرمائیں۔اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ستودہ صفات کافی نمایاں ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں سے نہ صرف مذہب مخالف کے سیل رواں پر بند باندھا ہے بلکہ مذہب مخالف کے ہر فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں ہی عافیت سمجھی اس کے لئے انھیں کافی جدوجہد کرنی پڑی۔ تمام مذہب مخالفین کا پامردی کے ساتھ دلائل و براہین کی روشنی میں دنداں شکن جواب دیا جس سے وہ سب مبہوت ہو گئے۔ لیکن ان کے حوارئین جن کی تعداد اس وقت ہر شعبہ حیات میں کچھ کم نہ تھی ہاتھ دھو کر کے پیچھے پڑ گئے مگر وہ بطل جلیل جو صرف اور صرف احقاق حق اور ابطال باطل ہی کے لئے پیدا ہوا تھا۔ باطل کے آگے جھکنا تو درکنار اسے خاطر میں بھی نہ لایا۔ خود ہی فرماتے ہیں،

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرہ میں لاتا نہیں کتا تیرا

: (آپ کا عشق رسول)

ایک عاشق تھے ۔ایک محب تھے ، شہر نبی و ذات بنی کے پروانے تھے ۔اپنی محبتوں و عقیدتوں کو ایک بہترین عمدہ و صنف شاعری کے عروض و قوافی کا بے مثل کلام جو شان رسالت مآب میں بنام حدائق بخشش پیش کیا۔جو آج بھی عاشقوں کی زبانوں پہ جاری و ساری ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

ایسا محبت بھرا کلام لکھا کہ یہ نعتیہ کلام مسلمانو، مومنو اور صوفیوں کی زبان پر جاری ہوگیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کیا جو کہ اردو کے موجودہ تراجم میں سب پر فائق ہے جس میں فقط لفظی ترجمہ پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ عربی دانی کی بہترین نظیر ہے جس میں ادب و تعظیم ، فصاحت و بلاغت کی خوشبو نمایاں ہے ۔اس ترجمہ قران کو "کنزالایمان" کے نام سے موسوم کیا گیا۔

: حقیقت ہے کہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سو تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی
لعل پرضیا تم وہ در بے بہا تم ہو

علم کا عمل سے گہرا تعلق ہے۔امام اہلسنّت ،امام عشق و محبت ، قاطع بدعت ، محی السنۃ الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک باعمل عالم تھے ۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جہاں علم ظاہری کے مراتب طے فرمائے وہاں علم باطنی کے لیے ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرمطہرہ میں دستِ حق پرست ، سند الکاملین ، حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔زہد و تقویٰ میں ترقی پاتے پاتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرشد برحق نے جمیع سلاسل میں خلافت واجازت عطافرمائی ۔

عبادت وریاضت کی منازل طے ہورہی ہیں ۔تشنگانِ علم وہدایت جوق در جوق بریلی کی اس ہستی کی جانب بڑھے چلے آرہے ہیں ۔جو آیا تہہ دامن تھا عشق مصطفیٰ کی دولت سے بہرمند ہوکر گیا۔غبار آلود دلوں کو جلا بخشی ۔علم کے پیاسوں کو علم نافع کے جام پلائے کہ انکی رہتی نسلیں سدھر گئیں ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ادب و تعظیم کی بے مثل نظیر تھے کہ اپنے بڑوں کا ادب ، چھوٹوں پر شفقت ، حقوق اللہ کا پاس اور حقوق العباد کا لحاظ آپ کی شخصیت کا گرانقدر

سرمائیہ افتخار تھا۔اللہ والے اللہ کے بندوں سے کس قدر پیار کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فخر سلف ،بقیہ ئ خلف ، عمائد علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو رخصت کرنے کے لیے پھاٹک پر تشریف لائے سردی کا موسم تھا۔ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے ۔کہ خادم کو دیکھا جو خالی داماں تھا۔فرمایا: تمہارے پاس کچھ رکھنے کو نہیں ۔خادم کا جواب منفی میں سن کر اسے اپنااوڑھا ہوا کپڑا سونپ دیا فرمایا:آپ رکھ لیں ۔سبحان اللہ۔

ان پاکباز ہستیوں کے فیض نظر ہی بدولت پیار و محبت کے دیپ چلے ۔انارکی ، نفرتیں و عداوتیں کم ہوئیں ۔بکھرے ہوئے سمٹ گئے ،بگڑ ہوئے سنور گئے ، بچھڑے ہوئے مل گئے ۔جب اعلیٰ حضرت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک غلام عاشق امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت مراد لی جاتی ہے۔

:(سفر حج)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ اللہ الحنان نے دو مرتبہ حرمین طیبین کی زیارت فرمائی۔پہلی مرتبہ ہمراہ والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے 1295ھ / 1877ء کو اور دوسری مرتبہ 1324ھ / 1905ء کو دوسری مرتبہ جب بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر

ہوئے تو شوق دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امید تھی کہ ضرور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور زیارت جمال سے سرفراز فرمائیں گے لیکن پہلی شب ، تکمیل آرزو نہ ہو سکی۔ اسی یاس و حسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

قسمت جاگ اٹھی، ارمانوں کی بہار آ گئی۔ خوشیوں کے کھیت لہلہانے لگے، ہوائیں وجد میں آگئیں۔ ایک مومن مسلمان کی مرادیں پوری ہو گئی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے عشق کی معراج ہو گئی۔ تمام رسولوں کے سردار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عالم بیداری میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنا دیدار نصیب فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاعری آپ کے عشق رسول کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میری طبع نہیں۔ (سوانح

اعلیٰ حضرت

اس عظیم ہستی کے عالم اسلام پر بہت سے احسان ہیں جنھیں تا قیامت یاد رکھا جائے گا جو بھلائے نہ بھولیں۔ وہ ہمہ گیر، عالمی شخصیت تھے جن کی سوچ کی وسعتیں کوہ ہمالیہ کی سی بلندی رکھی تھیں۔

یہ جرم میری آتی نسلیں کرتی رہیں گئیں

محترم قارئین : ان کفار نے حد کر دی ۔بہت ہو گیا۔بہت ستالیا۔تم نے پتھر پھینکے ۔گالیاں دیں ۔طعنے دیئے ۔حملے کئے ۔اے کفار لعین ۔اے مکر و فریب ، شیطانیت کے دلدادہ ،اے فحاشی و عریانی میں ماں بہن کی تمیز بھولنے والے ۔ تمھیں تاریخ ساز طماچے بھول گئے ۔ہمیں صبر کی تلقین بھی ہے تو ہمیں غیرت مسلم کے اظہار کا درس بھی ہے ۔آؤ سیرت کا ایک واقعہ بتاتا ہوں ۔

احمد بن عثمان، شریح بن مسلمہ، ابراہیم بن یوسف اپنے والد یوسف بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت.براء بن عازب کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کے مارنے کے لئے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کئی آدمیوں کو روانہ فرمایا یہ لوگ جب اس قلعہ کے قریب پہنچے تو ابن عتیک نے ساتھیوں سے کہا کہ تم سب یہیں ٹھہرو میں جا کر موقعہ دیکھتا ہوں ابن عتیک کہتے ہیں کہ میں گیا اور دربان کو ملنے کی تدبیر کر رہا تھا کہ اتنے میں قلعہ والوں کا گدھا گم ہوگیا اور وہ اسے روشنی لے کر تلاش کرنے نکلے میں ڈرا کہ کہیں مجھ کو پہچان نہ لیں لہٰذا میں نے اپنا سر چھپا لیا اور اس طرح

بیٹھ گیا جس طرح کوئی رفع حاجت کے لئے بیٹھتا ہے اتنے میں دربان نے آواز دی کہ دروازہ بند ہوتا ہے جو اندر آنا چاہے آجائے چناچہ میں جلدی سے اندر داخل ہوگیا اور گدھوں کے باندھنے کی جگہ چھپ گیا قلعہ والوں نے ابورافع کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر کچھ رات گئے تک باتیں کرتے رہے جب سب چلے گئے اور ہر طرف سناٹا چھا گیا میں نکلا اور دربان نے جہاں دروازہ کی چابی رکھی تھی اٹھالی اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تاکہ آسانی سے بھاگ سکوں اس کے بعد میں قلعہ میں جو مکانات تھے ان کے پاس گیا اور باہر سے سب کی زنجیر لگا دی اس کے بعد میں ابورافع کی سیڑھیوں پر چڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ کمرے میں اندھیرا ہے مجھے اس کا مقام معلوم نہ ہو سکا آخر میں نے ابورافع کہہ کر پکارا اس نے پوچھا کون ہے؟ میں نے بڑھ کر آواز پر تلوار کا ہاتھ مارا وہ چیخا مگر وار اوچھا پڑا میں تھوڑی دیر ٹھہر کر قریب گیا اور دریافت کیا کہ اے ابورافع کیا بات ہے! اس نے سمجھا کہ شاید میرا کوئی آدمی میری مدد کو آیا ہے اس لئے اس نے کہا: ارے تیری ماں مرے کسی نے میرے اوپر تلوار سے وار کیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے پھر وار کیا مگر ہلکا لگا اس کی بیوی بھاگی اور وہ چیخا میں نے پھر آواز بدل دی اور مددگار کی حیثیت سے اس کے قریب گیا وہ چت پڑا تھا میں نے تلوار پیٹ پر رکھ کر زور سے دبا دی اب ہڈیاں کھٹنے کی آواز میں نے سنی اب میں اس کا کام تمام کرکے ڈرتا ہوا گھبراہٹ میں چاہتا تھا کہ نیچے اتروں مگر جلدی میں گر پڑا اور پاؤں کا جوڑ نکل گیا میں نے پیر کو کپڑے سے

باندھ لیا اور پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے ساتھیوں سے آکر کہا کہ تم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی خبر سناؤ میں اس کی موت کی یقینی خبر سننے تک یہیں رہتا ہوں آخر صبح کے قریب ایک شخص نے دیوار پر چڑھ کر کہا کہ لوگو! میں ابورافع کی موت کی خبر سناتا ہوں ابن عتیک کہتے ہیں کہ میں چلنے کے لئے اٹھا مگر خوشی کی وجہ سے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی میں تیزی سے چلا اور ساتھیوں کے رسول خدا کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی ان کو پکڑ لیا اور پھر خود ہی آپ کو یہ خوشخبری سنائی آپ نے پنڈلی پر ہاتھ پھیرا اور میں بالکل تندرست ہوگیا۔ (کتاب صحیح بخاری جلد 2)۔۔

محترم قارئین :اب تیر کمانوں سے نکالنے کا وقت آ رہا ہے ۔دلوں کے قبلے درست کرنے کا وقت آگیا ہے ۔زبان سے اقرار کے بعد عمل سے اظہار کا وقت آگیا ہے ۔اپنے عمل اپنی حرمت سے دشمن کو چھٹی کا دودھ یاد کرادینے کا وقت آگیا ہے ۔اسے ایسا سبق، سکھادیں کہ اب اگر زبان سے میرے نبیؐ کی شان کے خلاف کوئی لفظ نکال تو وہ وہ زبان اکھاڑ پھینکیں گئے ۔اگر کسی آنکھ نے ایسا اظہار کیا تو وہ آنکھ نکال باہر پھینکیں گئے ۔جن یہود و نصاری بکواس کریں تو خاموش ۔جب ہم غیرت و حمیت کا اظہار کریں تو جرم ۔اے بلبلے مسلمانو! اپنا انجام سوچ لو۔ابھی سانس باقی ہے ۔مت دنیا کے جاہ و حشمت کے پیچھے مرو۔مت کار بنگلے ، گرین کارڈ، نیشنلٹی کارڈ کے لیے ایمان کا سودا کرو۔زندہ رہنا سیکھو۔مت

مردہ دل ہو جاؤ۔۔۔کہ کل تمہاری موت، تمہاری قبر وحشتوں و عبرتوں کا ساماں بن جائے۔آؤ! مل کر ہم دشمن کو بتادیں۔۔۔۔۔کے غیرت مسلم زندہ ہے۔۔۔۔۔۔ہاں غیرت مسلم زندہ ہے۔۔۔گستاخِ نبی کی ایک ہی سزا سر تن سے جدا۔۔۔سر تن سے جدا بس۔۔۔اس پر سمجھوتا نہیں۔

محترم قارئین: شاید آپ میں سے مجھے کوئی شدت پسند جانے، کوئی دہشت گرد کہ کے پکارے، شاید کوئی تعصب پسند کہنے میں عار محسوس نہ کرے۔ ممکن ہے کوئی اپنے تاثرات سے ڈانٹ ڈپٹ کردے۔میں بغیر سوچے سمجھے۔اپنی بات پر قائم ہوں کے جو میرے نبیؐ کی شان میں گستاخی کرے اس مردود کا جسم پلید صفاہستی سے مٹا دینا چاہیے کہ اس کی نحوست سے ہم محفوظ رہیں۔۔۔۔ہاں۔۔۔میری جان، میرا مال، میرا سب کچھ میرے نبیؐ کی عظمت پر قربان۔اگر عشق مصطفیٰ، حب مصطفیٰ کرنا جرم ہے تو یہ جرم میری آتی نسلیں کرتی رہیں گیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔یااللہ! مجھے اپنی محبوب کی محبت میں موت عطا فرمانا۔۔۔

لگادو آگ لگادو۔۔در ودیوار گرادو

اے ظہورذرااحتیاط سے ،ذراادب سے ،ذرادھیرے سے ، تعظیم کی جاہ ہے ،ادب کی جاء ،بلند مقام ،رفعت و معراج کے مرکز کو بیان کرنے لگاہے ۔ذرادل سنبھال کے ،اعصاب کو بحال کرکے لکھنا۔ کہیں ایسا نہ تیری ذرہ،برابر خطا تیرے ساری زندگی کے مجاہدوں ،ریاضت کو خس وخاشاک نہ کردے ،برباد نہ کردے ۔دل مچلاجارہا ہے ۔کہاں سے آغاز کروں ۔کس طرح آغاز کروں ۔کن الفاظ سے کروں کہ مجھے کورے ،علم سے پیادہ کے پاس اک عشق ہی تو ہے ،اک پیار ہی تو ہے ،اک عقیدت ہی تو ہے ۔نہیں رکتادل ۔۔بے ربط ہوئے چلاجارہا ہے ۔آنکھیں ہیں کہ چھلک رہی ہیں ۔پھر عقل و شعور سے اک شور سنتا ہوں ۔اُٹھو بے ہمت ،کمزور کیا ہوگیا تمھیں تمہارے پہلوں نے تو ایسا نہیں کیا۔ہمّت سمیٹ کر بیٹھ گیا ہوں ۔ایسی طلسماتی قوت بیدار ہو گئی ہے کہ شاید ملعون مردود ہوتا تو میں اس کی گردن دبوچ لیتا۔یہ سب ایک پتلا دبلا ظہوراحمد دانش کہ رہاتھا۔ہاں ہاں !جذبات جسم کی طاقت کے محتاج نہیں ۔جذبات اک طغیان ہے ۔اک طوفان ہیں ۔ایسا طوفان کہ جس نے کائنات میں وہ وہ انقلاب کے دیپ چلاکہ بس۔۔۔۔

محترم قارئین :آپ بھی سوچ رہے ہونگے ڈاکٹر صاحب آپ کو کیا ہوگیاہے ۔جب میں بتاؤں گاتوآپ کو بھی وہی کچھ ہوگیاہوگاجو مجھے ہوا۔جب میری سماعتوں سے

ٹکرایا کہ ایک لعنتی، خبیث، لعین نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے دل کے چین میری آس و مید کے جہاں، سرور جہاں، آفتاب دوجہاں، ہم کمزور امتیوں کے سہارے، میرے نبی پیارےؐ کی شان میں گستاخانہ فلم بنائی تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کچھ ہی دن پہلے میرا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہاتھ میں تکلیف تھی۔ لیکن مجھ سے رہا نہیں گیا۔ ضمیر نے بہت کوسا، چنانچہ حاضر خدمت ہوں۔

میرے پیارے ربّ نے مجھے طاقت عطا فرمائی۔ سوچنے، سمجھنے اور اپنے جذبات کو آپ تک پہنچانے کا شرف عطا فرمایا۔ اے اللہ تیرا شکر ہے۔

محترم قارئین:

نبی اکرم علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے بلا شبہ ہزاروں پہلو ہیں اور بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے اعتبار سے ہر پہلو دوسرے پر سبقت لے جانے والا ہے۔ مکہ میں صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ جہاں جہاں میرے نبیؐ کی شان میں کسی نے کوئی ناگواری، گستاخی کی میرے ربّ نے اس کا پرزور رد فرمایا۔ چنانچہ امیہ بن خلف آپؐ کو دیکھتے ہی گالیاں بکنا شروع کر دیتا تھا اور لعن طعن کرتا تھا لیکن آپؐ نے اس کے جوب میں ہمیشہ خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ اللہ نے قرآن مجید میں اس کا جواب دیا: ''وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ'' بڑی خرابی (اور تباہی) ہے ہر

ایسے شخص کے لیے جو خوگر (و عادی) ہو منہ در منہ طعن (و تشنیع) کا اور پیٹھ پیچھے عیب لگانے کا۔

جب رسول اکرمؐ کے صاحبزادے عبداللہ فوت ہوئے تو ابولہب، عاص بن وائل، ابوجاہل وغیرہ نے آپؐ کو بے نام و نسل ہونے کا طعنہ دیا۔ لیکن آپؐ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اللہ نے قرآن میں اس کا جواب یوں دیا، اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ یقیناً تیرا دشمن ہی لا وارث اور بے نام ونشان ہے۔

مکی زندگی کے سال اسی طرح کی مشکلات میں گزرے ہر کوئی اہلِ اسلام کو پریشان کرنے کا طریقہ سوچتا رہتا کوئی موقعہ ہاتھ سے خالی نہیں جانے دیتے تھے مکی زندگی میں اور بھی بہت سی مشکلات کا سامنا تھا مگر یہاں صرف وہ واقعات پیش کرتے ہیں جس میں نبی علیہ السلام کی ناموس کو نشانہ بنایا گیا۔

تاریخ کے صفحات میں جہاں کفار کے گھناونے جرائم اور ظلم و ستم کی داستانیں محفوظ ہیں ۔ کفار نے ہر دور میں اسلام اور اہل اسلام پر شب خون مارا۔ ہماری ناموس و عزت پر حرف اُٹھایا۔ ہر دور میں نت نئے انداز میں تنگ کیا۔ جیسا کہ سیرت میں ہے کہ :آپؐ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے، کفار بداطور نے مشورہ کرکے سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی آپ کی کمر پر رکھ دی اور خود کھڑے

ہو کر قہقہے لگانے لگے حتیٰ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی اور انہوں نے آ کر اوجھڑی ہٹائی اس وقت آپؐ نے تین بار فرمایا اللھم علیک بقریش فرمایا: مشرکین مکہ کے ظالمانہ اور استہزا کیا۔۔

حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کیئے بغیر چارہ نہیں کہ آپؐ اپنے اخلاق اور کردار کے اعتبار سے بالکل ویسے ہی تھے جیسا کہ اللہ نے قرآن مجید (میں فرمایا: اے محمدؐ بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں (سورۃ القلم اخلاق کا ایسا عظیم مرتبہ جس پر اس کائنات کا کوئی دوسرا انسان فائز ہے نہ ہو سکتا ہے۔

یہ سب حالات تھے مکہ کے مدینہ میں جب ہجرت ہو گئی اور درالسلام بن گیا تو اللہ نے جہاد اور قتال کا حکم نازل فرمایا مکہ میں صبر کرنے کا حکم ہم کو ملتا ہے اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں تھا کہ مسلمان ڈرتے تھے۔ نہیں بلکہ اللہ کی اس میں کوئی حکمت تھی جو ہر معاملے پر صبر کرنے کو کہا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: '' اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا، ان کی تکذیب کی گئی

اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں ، اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کی بعض خبریں پہنچ چکی ہیں ۔
(سورۃ الانعام آیت نمبر۔)

محمد بن علاء ، زید بن خباب ، عمرو بن عثمان بن عبدالرحمٰن ، حضرت سعید بن یربوع مخزومی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تین ایسے شخص ہیں جن کو میں امان نہیں دیتا نہ حل میں اور نہ حرم میں اس کے بعد آپ نے ان تینوں افراد کے نام لئے۔ راوی کا بیان ہے کہ ان تین میں مقیس بن ضباعی کی دو باندیاں بھی تھیں (یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلام پڑھا کرتی تھیں) ان میں سے ایک قتل کی گئی اور ایک بھاگ گئی اور بعد میں مسلمان ہو گئی۔

محترم قارئین : ہم پرامن لوگ ہیں ۔۔ ہمارے نبیؑ امن کے سب سے بڑے داعی ہیں ۔۔ ہمارا دین امن کا سب سے بڑا پیغام ہے ۔۔ ہماری تمام تاریخ اُٹھا کر دیکھو لو جہاں جہاں درست معنوں میں اسلامی تعلیمات رائج رہیں وہاں وہاں صبر و استقلال کی عظیم مثالیں قائم ہوئیں ۔۔ کفار نے ظلم کیا جبر کیا۔برداشت کیا۔ حملہ کیا۔برداشت کیا ۔۔ ہمیں لعن طعن کیا۔برداشت کیا۔ لیکن ایک ہستی ایسی ہیں جب جب اس ذات پر حرف آیا۔ ہماری خاموش زبانوں شعلے اگلیں لگیں ۔جذبات

بھڑک اُٹھے ۔ترکش میں پڑے تیر کمانوں میں آ گئے ۔۔۔ ہیر کوں میں بیٹھے جوان مقتل گاہ کو پہنچ گئے وہ ہستی ہی ایسی ہستی ہیں جن کہ بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ۔۔۔۔ (ان سے) کہو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کما رکھے ہیں اور تمہاری وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے کا تمہیں اندیشہ لگا رہتا ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں (اگر یہ سب کچھ) تمہیں زیادہ پیارا ہو اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے، تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ لے آئے اپنا حکم، اور

(اللہ نور ہدایت سے نہیں نوازتا بدکار لوگوں کو، (سورۃ التوبہ آیت نمبر

: وہ شان ایسی بلند ہے کہ

نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ۔۔۔۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ صحیح بخاری جلد 1 : کتاب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا ایمان کا ایک جزو ہے۔۔۔

بھلا پھر کیونکر ہم خاموش رہیں ۔۔مت کھیلو ہمارے جذبات سے ۔۔مت ہماری حدود کو پار کرو۔۔۔مت ہماری اساسوں پر حملہ کرو۔۔۔۔ہماری جرئت و بہادری سے واقف ہو جانتے ہو ہم نیل کے ساحل لیکر تا بخاک کاشغر تک کے راہی ہیں ۔۔شرق و غرب ہمارا۔۔۔ذرا سنبھل کے ۔ تمہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔۔۔غیرت مسلم زندہ ہے ۔۔۔۔غیرت مسلم زندہ ۔۔۔ہاں غیرت مسلم زندہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔گستاخ رسول کی بس ایک ہی سزا سر تن سے جد ۔۔۔۔۔سر تن سے جدا۔۔۔۔۔

محترم قارئین: اک بات کہوں ۔۔ سنیں گئے ۔۔خدا کے لیے خدا کے لیے اپنے نبی سے پیار اپنے نبی سے عشق کا اظہار فقط ریلیوں سے نہ کریں ۔ ہمیں کچھ عملی اقدامات بھی کرنے ہونگے ۔۔۔۔ہمیں اپنے ظاہر و باطن کو عشقِ نبی کا آئینہ دار بنانا ہوگا۔۔ہاں ہاں ۔۔۔۔سچ ورنہ ۔۔۔ نکالتے رہو۔۔۔نکلتے رہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسپیکر زپر عشق و محبت کی مالا جپتے رہو۔۔توڑ پھوڑ کرکے اپنوں کو تنزلی کے عمیق گھڑوں میں دھنساتے چلے جاؤ۔۔۔وہ تو دور ہیں ۔۔۔اپنا غصہ اپنے بھائیوں پر اتارو۔۔۔۔۔۔مارو جان سے اُنھیں ۔۔اسے کیوں کسی مہاجر ماں نے جنا۔۔اسے کیوں کسی پٹھان نے جنا۔۔۔ذرا اور زور سے مارو اسے کیوں کسی پنجابی عورت نے جنا۔۔ہاں تم ٹھیک ہو۔۔لگا دو گاڑیوں کو آگ ۔۔ہم اونٹوں پر سفر کریں گئے ۔۔۔۔۔ہاں ہاں رکشہ چنگچی بھی نہ بچیں ۔۔ویر گڈ ویر گڈ بہت خوب

بہت خوب ۔۔لیاری سے ہم گدھے گاڑیاں لے آئیں گے ۔چلادو دکانیں ۔۔۔ہم پتے کھا کر گزارا کرلیں گے ۔۔۔بھائی جان بھائی ادھر ادھر اسکول بھی ۔جی جی لگادیں اسے ٹھکانے کیوں کہ یہیں سے امن کا درس ملتا ہے ۔۔۔وہ دیکھو وہ بینک لوٹ لوٹ ۔۔ تھیلی لائے ہو چلو کوئی بات نہیں جتنے ہاتھ لگ گئے بجلی کا بل ۔۔گیس کا بل ۔۔بچوں کی فیس تو ہو جائیگی نا۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔خدا کا خوف کرو یار !کیا ہوگیا ہے آپ کو۔شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ۔کیوں بدنامی کا پٹہ لیے پھر رہے ہو۔۔۔عالمی دنیا تم سے نالاں ہے ۔۔۔یار یار۔خدا کا واسطہ ہے کچھ خیال کرو۔۔۔کچھ خیال کرو !کیوں وہ راستے اپناتے ہو۔۔۔دنیا میں تو خوار ہوئے ۔۔۔آخرت میں بھی شفیع روز شمارؐ کی بارگاہ میں بھی ندامت و پشیمانی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز پلیز ۔۔۔۔۔۔۔ کردار بنیں ۔۔۔معیار بنیں ۔۔۔۔ معمار بنیں ۔۔اعتبار بنیں ۔ للکار بنیں ۔۔ منار بنیں ۔۔۔۔۔

وہ ایک بھی لڑھک جائے تو آ جاتا ہے بھونچال

وہ ایک بھی لڑھک جائے تو آ جاتا ہے بھونچال
ہم ہزاروں بھی قتل ہو جائیں تو چرچہ نہیں ہوتا۔

ہمیں کیا ہوگیا ہے۔ہم کیوں بکھرے بکھرے ہیں۔جس کا،جب اور جیسے دل کرے ہمارے اعصاب کو شیل کر دے۔ہماری حدوں کو پامال کر دے۔تین سو تیرہ نے دشمن کے دانت کھٹے کیئے تو اس میں مجھے ایک چیز محسوس ہوئی کہ وہ یک جان تھے۔وہ ساتھ کھڑے بھائی کے لیے دل و جان سے مخلص تھے۔اس کا غم اپنا غم اور اس کا سکھ اپنا سکھ جانتے تھے لیکن ہم اس کے بالکل برعکس۔

آہ!!!!!!!افسوس صد افسوس! اس وقت ہم نبی علیہ السلام کی عزت کا دفاع نہیں کر پا رہے وجہ یہ نہیں کہ ہم میں ایمان کی کمی ہے بلکہ جو اس طرح کی گٹھیا حرکتیں کرتے ہیں وہ ہماری پہنچ سے دور ہیں اگر وہ ہمارے سامنے ایسی حرکت کر کے اپنی جان بچا جائے تو پھر ہم مومن ہر گز نہیں ہیں، مگر ہمارے حکمرانوں کے پاس ہر طرح کے وسائل ہونے کے باوجود ان ظالموں کے خلاف قدم نہ اُٹھانہ ایمان کی کمی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہود اور نصاریٰ اپنے اس گھٹیا پن کو آزادی رائے یا آزادی تحریر کا نام دے کر اپنا دامن پاک رکھنا چاہتے ہیں۔جب کبھی کوئی ان نام نہاد مہذب لوگوں سے اعتراض کرتا ہے کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں آپ ایسی باتیں لکھنے اور نازیبہ الفاظ اسلام کے خلاف اخبارات میں لکھنے پر پابندی لگائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں آزادی تحریر ہے جو کوئی مرضی لکھے۔

وہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اپنے خود ساختہ اصول آزادی تحریر سے کرتے ہیں مگر جب کوئی بندہ یہود کے خلاف یا کسی پادری کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے تو اُس پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے یہ آزادی رائے وہ صرف مسلمانوں کے دین ان کے نبیؐاور قرآن کے خلاف ہی استعمال کرتے ہیں اور اسی کو آزادی رائے کہتے ہیں۔

میں وہ باتیں لکھنے کی ہمت نہیں رکھتا جو یہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف لکھتے ہیں اور یہ ایک دو واقعات نہیں ہیں بہت زیادہ ہیں تقریبا پورے یورپ میں نازیبہ خاکے اخبارات میں بنائے گے ہیں اور یہود کی ویب سائٹ فیس بک پر بقائدہ مقابلہ کروایا گیا ہے، ہمارے حکمران اتنے بزدل اور یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ہیں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ۔مجھے یہ

سن کر بہت دکھ ہوا کہ ۲۹ ستمبر کی ریلی کی پرمیشن کے لیے علماء کو گالیاں دیں گئیں۔برا بھلا کہا گیا۔افسوس! یہ تمہارے،ہمارے پیشوا ہیں۔مقتداء ہیں۔امام ہیں۔ایسا نہ کریں۔بہر حال ریلی تو پر امن رہی۔جس پر میں اہلسنت عوام کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔مفتی منیب الرحمٰن جو کہ نہایت بردبار انسان ہیں انہوں نے کمال فراست سے اپنا پیغام ریکارڈ کروایا۔مجھے اور آپ کو بھی چاہیے کہ ہم اچھے لوگوں کو کاپی کریں۔خیر بات اور موضوع پر چلتے ہیں۔مجھے وہ دن کبھی نہیں بھولتا کہ جب عیسائی و یہودی مفاد کی بات آئی تو انہوں نے ان اخبارات و جرائد کو مافی مانگنے پر مجبور کردیا۔ایک تو وہ واقعہ کہ جس میں (ڈنمارک کا وہ اخبار جس نے نبی کریمؐ کے خاکے چھاپے)میلانڈزپوسٹن میں کو کرسٹوفرزیلر کارٹونسٹ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کارٹون شائع) کرنے کے لیے دیے گئے لیکن اخبار کی انتظامیہ نے یہ کہہ کر کارٹون شائع کرنے انکار کر دیا کہ ان کارٹونوں سے عیسائیوں کے جذبات مجروع ہونے کا خدشہ ہے۔

! دیکھو دنیا والو انصاف کا بھیانک چہرا دیکھو!!!!!!!!انصاف کیوں نہیں کرتے

محترم قارئین:

یورپی ممالک میں یہودیوں کے جرمنی میں قتلِ عام کی خودساختہ تاریخ کے خلاف کوئی بات تحریر کرنا قانوناً جرم ہے تاکہ یہودیوں کے جذبات مجروع نہ ہوں، یہودی مقتولین کی تعداد کئی لاکھ سے کم تحریر کرنے پر قید کی سزا ہے۔بات

یہاں ختم نہیں ہوتی۔

(ہاں ہاں ! مسلمانو! خدا کے لیے کچھ خیال کرو۔۔اب اور دیکھیں (انصاف کا بدترین چہرہ اسرائیل نے جب لبنان پر جارحانہ حملہ کیا تھا تو امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے مشرق وسطی کا دورہ کیا اور کہا کہ اب نیا مشرق وسطی)یعنی گریٹر اسرائیل (جنم لے رہا ہے۔اس پر ایک فلسطینی اخبار نے رائس کا ایک کارٹون شائع کیا جس میں اسے اس طرح حاملہ دکھایا کہ اس کے پیٹ میں مسلح بندر ہے، نیچے لکھا ہوا ہے نئے مشرق وسطی کی پیدائش اس کارٹون پر امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان نے شدید غم و غصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ گھناؤنے حملے ہیں۔

اور بتاتا ہوں ان امن کے ٹھیکداروں کے کالے کرتوت۔ مسلمانو! کیا ہوگیا ہے ۔ مجھے تو شرم آتی ہے ان مسلمانو کہ رویے پر کہ جو یورپ کے لیے تن من پسارے بیٹھیں ہیں ۔ پینترے بدل بدل کر باتیں کرتے ہیں ۔ دیکھیں جناب یہ انسانیت کا مسئلہ ہے ۔ یورپ بہت ترقی کرگیا ہے ۔ ہمارے بچوں کو انگریزی نہیں آتی ۔ یہ مدارس ۔ مساجد سے دہشت گرد پیدا ہو رہے ہیں ۔ یہ مولوی لوگ فلاں ہیں ۔ انگریز بڑا ذہین ہے ۔ دیانتدار ہے ۔ ہمیں لبرل ازم کو پروموٹ کرنا چاہیے ۔۔ نصاب سے

اسلامیات و دینیات کو نکال دیا جائے۔یہ نصاب مختصر ہو۔
تف ہے تیری غیرت پر اے کمین !!!!!!بدترین !!مجھے تمہاری بنی سنوری ہوئی تاویلیں اور مغرب کے گیت سمجھ نہیں آتے وہ تمہیں تباہ کرگیا۔برباد کرگیا۔تمہاری معاشیات کو ٹھکانے لگاگیا۔تمہارا اتحاد کو پارہ پارہ کرگیا۔تمہارے دلوں سے روح محمدی نکال دی۔تمہیں اپنے رنگ میں رنگ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہاری مذہب پر شب خون مارااور تو مفاد پرستوں چند ڈالر یورو کی بونے تیرے دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔۔۔۔۔۔۔ایسانہ کرایسانہ۔۔۔۔۔۔اے اقتدار کے نشے میں بدمست۔۔یہ سب آنی جانی ہے۔۔ان ایوانوں میں لوگ آئے چلے گئے۔۔صحافت کے میدانوں میں بددیانتی کے گڑھے کھودنے والو!!!!!!!نفرتوں و عداوتوں۔۔سنسنی خیزی کو راہ دینے والو۔۔۔تم سے پہلے بھی بھتیرے آئے چلے گئے۔۔مت ماضی کی تلخ یاد بنو!بلکہ مستقبل کے لیے روشنی کا منارہ بنو۔۔۔
مجھے ایک اور واقعہ یاد آگیا کہ ایک مرتب.برطانوی سنسر بورڈ نے ایک فلم کو محض اس لیے نمائش سے روک دیا کہ اس میں چرچ)یا عیسائی مذہب (کی توہین پائی جاتی ہے جس سے عیسائیوں کے جذبات مشتعل ہونے کا امکان ہے۔
محترم قارئین !اگر آپ کی اجازت ہو تو اور بہت سے پردہ ہٹادوں لیکن وقت کی کمی اور نفع بخش کلام پر ہی اکتفاء کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں دیکھ لیا

آپ نے کہ یہود اور عیسائیوں کے جذبات کی قدر ہے مگر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی بقول شاعر۔۔۔

وہ ایک بھی لڑھک جائے تو آجاتا ہے بھونچال
ہم ہزاروں بھی قتل ہو جائیں تو چرچہ نہیں ہوتا۔

لہو لہو میرا بدن

دیکھیں حقیقت بتانا، حقیقت لکھنا، حقیقت جاننا، حقیقت کی تلاش، حقیقت کی اشاعت یہ سب کام کیا حقیقت پر مشتمل نہیں؟ ۔یقیناً یہ سب حقیقت ہیں ۔تو پھر آیئے میں بھی آپ کو کچھ ماضی کی تلخ حقیقتوں کے جہاں کی سیر کرواتا ہوں ۔آج کل ایک موضوع زبانوں پر جاری ہے ۔تبصروں میں موضوع گفتگو ہے ۔عالَم میں اک محشر بپا ہے ۔میں نے تاریخ کو کریدا،تاریخ کے ورق پلٹے تو مجھے قدم قدم پر خون کے دھبے ملے ۔ورق اُلٹتا گیا۔ہاتھوں کی تحریک منجمد ہونے لگی ۔دل چھلنی چھلنی ہوگیا۔آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگئے ۔اعصاب پر ایک عجیب ہیجان کی کیفیت طاری ہو گئی ۔ضمیر کی عدالت سے اک پیغام موصول ہوا۔جو پڑھا سچ سچ بتادو۔جو دیکھا سچ سچ سنا دو۔تم حقیقت کی تلاش میں نکلے ہو تو حقیقت یہی ہے ۔اچھا!!!!!یہ سب مجھے سب کے سب کو بتانا ہوگا۔چلو ٹھیک ہے ۔

محترم قارئین : ہم ایسے نہیں اُٹھے ۔ہم جب جب اُٹھے ۔ہمیں یاتو بٹھانے کی سازش ہوئی یا پھر مٹانے کی کوشش ہوئی ۔ہم نے کسی کو بھی کچھ نہیں کہا۔ہمارا ماضی بے داغ ہے ۔ہم نے اگر کہیں احتجاج کیا۔اگر تلوار اُٹھائی ۔ترکش سے تیر نکال تو وہ حملے میں نہیں اپنے دفاع میں نکالے ۔آؤ میں آپ کو اپنی دکھی

داستان سناتا ہوں۔

تمہیں یاد ہو یا نہ یاد ہو

ہمیں یاد ہے وہ ذرہ ذرہ

آنکھ کے پردہ اور دماغ کی تختی پر ثبت وہ حکایتیں وہ واقعات ان مٹ نقوش چھوڑ گئے ۔خون ہی خون ، بکھری لاشیں ۔ہم نے لٹتے بغداد کی کہانیاں بھی پڑھیں۔اندلس کے مسلمانوں کے لٹتے قصے بھی سنے ۔غرناطہ کو ڈوبتے ہوئے بھی دیکھا۔ لیکن آج ایسا ماحول ہے کہ روحوں کو چیرتا ماحول ۔۔ہمارے سروں سے بال نوچے گئے ۔۔دھوپ میں رکھا گیا۔۔شہ رگوں کو چیرا گیا۔ان میں پٹرول بھر دیا گیا۔۔شبرگان کی جانب جانے والے کنٹینرکہ جس میں امریکی غنڈوں نے انسان پہ انسان بھر دیے اور حبس بہ جا میں ان کو بند کر دیا کہ سب کے سب تاج شہادت سر پہ سجائے ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے ۔امریکی درندے قہقے لگاتے رہے ۔میرے بھائیوں کو کنٹینر کی حبس میں جب پیاس نے ستایا تو ان امن کے ٹھیکداروں نے خبر نہ لی پیاس سے بلکتے یہ انسان ایک دوسرے کا پسینہ چاٹتے رہے ۔آپ کی روح تڑپ گئی ہو گی ۔جسموں کو آگ دی گئی ۔موصل کی گلیوں میں ابلیس کا رقص تھا۔کوئی دفن کرنے والا بھی نہیں تھا۔اتنی لاشیں کہ اپنے گھروں کے صحن میں لاشیں دفنانی پڑیں ۔یہ ماضی قریب ہی کی بات ہے کہ فلسطین میں ایک سو بچوں کو ٹینکوں تلے روندھ دیا گیا۔۔ہم پر بہت کچوکے لگائے گئے ۔ہم زخموں سے چور

تھے ۔گوئتاموبے کے چھ بائے چار کے پنجرے میں سردیوں کے موسم میں ہمیں برہنا رکھ گیا۔۔ہمارے کلیجے چیرے گئے ۔ہماری ساتھ جبر کی داستانیں رقم کی گئیں ۔بدر کا میدان ۔شعب ابی طالب کی گھاٹیاں ۔طائف کے بازار ۔یہ قافلہ سخت جاں کربلا کے تپتے صحرا جا پہنچا۔ہم ہنس کر جان دینا جانتے ہیں ۔ہمارا تو یہ طریق رہا ہے کہ جو چل کے آسکتے تھے ۔وہ چل کر آئے ۔جو چل نہیں سکتے تھے انھیں ہم اُٹھالائے ۔ہماری تاریخ بڑی روشن ہے۔۔1857کی جنگ عظیم میں کفایت اللہ کافی کو پھندے پہ چڑھایا جانے لگا۔انگریز نے کہامیں یہ کتنا جذباتی مولوی ہے ۔اس کے چہرے پہ بانکپن دیکھا ہے ۔بڑی سرخی دیکھی ہے ۔خلافت عثمانیہ کو توڑنے کے لیے دشمنوں نے جاسوسی کے جال بچھادیے ۔انگریز اس صدی میں تو یہ سمجھا کہ مسلمان سیاسی طور پر غیر مستحکم ہیں ۔ان کے سینوں سے روح محمد نکال دی جائے ۔ہم سے پہچان ، عزت چھیننا چاہتا ہے ۔اس نے ہمارے بے حس حکمرانوں کے آئینے میں عوام کا چہرہ دیکھا لیکن ۔مغرب سن لو یہ بہت لٹے ۔جب یہ خود لٹنے پہ آئیں تو پھر یہ اپنا سوداکوچہ احمد میں کرتے ہیں ۔ناموس رسول پر سب کچھ قربان کر گزرتے ہیں ۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نا بس ایک جاں دوجہاں فدا

مغرب شب خون مار رہا ہے۔طرح طرح کے حیلے بہانے سے اذیت دے رہا ہے ۔نہ تنگ کر ہمیں تو کیوں بغاوت پہ اتر آیا ہے تیرے مذہب پر کبھی ہم نے طعن کیا نہیں !تو

پھر۔ہماری حدوں کو پار نہ کرنا۔ تو پیانہ تمہیں بتائے دیتے ہیں ۔ہم اشارے وکنائے سے بھی اپنے نبیؐ کی شان میں کی جانے والی گستاخی کو برداشت نہیں کرتے ۔ارے تمہیں کیا معلوم ہم اپنے سوہنے ،پیارے نبیؐ سے کتنی محبت کرتے ہیں ۔ہم تو نعلین نبی کی نوک کو اس دنیا کی بادشاہت سے بڑھ کر جانتے ہیں ۔ہم دیوانے ، شمع رسالت کے پروانے کہکشاں کو آپؐ کے قدموں کی دھول جانتے ہیں ۔کوچہ نبی کے غلاموں کو بھی اپنا امام جانتے ہیں ہم تو کلیوں کا چٹختا تبسم رسول کا صدقہ جانتے ہیں ۔ہم تو آفتاب کی آب وتاب کو بھی صدقہ رسول جانتے ہیں ۔ہمیں جو ملا۔ہم جیسا ملا۔ہمارے اعزاز واکرام کی سندیں ،ہم اہتمام وانصرام کی محفلیں ،ہمارا سکوں وہماری راحتیں ہماری نبی کی محبتؐ ہی میں پنہاں ہیں ۔

محترم قارئین :

مغرب کی یہ بھول ہے کہ ہمارے دلوں سے یہ تپش حب رسول ختم کرکے ۔ہماری محبتوں کے گلشن کو مٹاسکے ،ہماری عقیدتوں کی کلیوں کو گزند پہنچاسکے ۔لیکن دشمن تو پھر دشمن ہے ۔بھلا وہ ہماری باتیں تھوڑی سنے گا۔وہ تو اپنی حماقیتں کرتا چلا جائے گا۔دل میں لگی آگ کا اظہار کہیں نہ کہیں تو کرے گا۔سینے میں نفرت وبغض کے ڈائینامائٹ کو کہیں تو بلاسٹ کرے گا۔پہلے بھی کرتا رہا۔لیکن اب اس نے طرز بدل لیے جیسا کہ ۳۰ ستمبر 1905 کو ڈنمارک کے ایک اخبار نے جس کی پیشانی پر اسٹار پر ڈیوڈ کا لیبل بناہواہے۔جو کہ یہودیوں کی علامت ہے ۔اس

نے ۱۲خاکے جاری کیے۔ ہالینڈ اور دنیا کے دیگر ۷۵اخبار اور ۲سوئی وی نے ان خاکوں کی تشہیر کی ۔۔پھر جنوری 2006 میں ۲۲ممالک کے ۷۵ اخبار نے جاری کیا۔ہمارے زخم پر نمک پاشی کا کام اٹلی کے وزیر نے خاکوں والی شرٹ پہنی اور قوم کو کہاکہ وہ یہ پہنیں اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح ہوں نے کردیا۔یہ ویسٹ اف گارڈ نے بنائے ۔۔نہتے مسلمانوں نے تعلیمات اسلام کی رو سے امن کی فضاء کو آلودہ ہونے سے بچاتے ہوئے ۔اا سفیر مسلمانوں نے اس وزیر سے ملنے کا کہالیکن اس نے ملنے سے معذرت کی ۔چودہ فروری ڈیلی ٹائمز کو انٹرویودیتے ہوئے اسی وزیر نے اپنے ناپاک عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: کہ ۲۷مسلمانوں کے تنظیموں کے ۱۷ہزار دستخط کے ساتھ ایک یاداشت ڈنمارک کے وزیراعظم کو پیش کرنا چاہالیکن اس بدبخت نے منع کردیا۔۔پھر ظلم در ظلم یہ کہ یورپ کے اندر شراب خانے کو کعبہ کی طرز پر تعمیر کیاگیا۔جنرل وُڈ نے گونتاموبے کے جیل کے ٹوائلٹ میں قران کے اوراق تاکہ غیرت مند قیدی مسلمانوں کو اعصابی اذیت دی جائے ۔ان کی روح تڑپ جائے ۔ پھر دنیا بھر میں احتجاج ہوا۔
انھیں دھمک محسوس ہوئی کہ کہیں صلاح الدین ایوبی کے جانشین پھر کہیں یک جاں ہوکر ہمیں دیوار سے نہ لگادیں چنانچہ وقتی طور پر اپنے بغض وعناد کے تیروں کو ترکش میں ڈال دیا،کاروایں قدرے روک دیں۔دوسال کے بعد ۲۰۰۸ میں پھر ان کمینوں نے یہ خاکے جاری کیئے ۔بلیاں اور کتوں پر تنظیم اور قانون بنانے والے یہ منافق اور عیاش۔کہاں گئی ان کی انسانیت ، کہاں گئے ان کے حقوق انسانیت کے فلسفے ، کہاں

گئے وہ ضابطے و قانوں جن میں بتاتے پھرتے ہیں کہ انسان کی عزت مجروح نہ ہو۔ایک ارب چالیس کروڑ لوگوں کو تنگ کرکے کیا ملتا ہے۔ایک طرف دشمن کی عیاریاں اور دوسری طرف ہماری حالت قابل تشویش کہ دشمن جتنا ہم پر دھاوے بول رہا ہے ہم اتنے ہی کاہل سست، غافل و نادان ہوتے چلے جارہے ہیں۔ہماری تو صبح ہی نہیں ہوتی ۔جب تک دشمن برانڈ چاہے نہ پی لیں ۔عجیب بات ہے ہمارا منہ ہی نہیں دھلتا جب یہیو دی کی فرم میں بنے سوپ کو نہ استعمال نہ کریں۔پتا نہیں کیا چکر ہے۔چہرے پر ظاہری حسن و مصنوعی نشاط لانے کے لیے اغیار کی بنی کریمیں نہ استعمال نہ کریں نکھار ہی نہیں آتا۔جو قدم آج لڑکھڑا رہے ہیں۔منزل سے بھٹک رہے ہیں۔ان بے ترتیب قدموں میں باہر کی کمپنی کی چپل یا شوز نہ پہن لیں قدم ہیں نہیں اُٹھتا۔مسواک کے بجائے نت نئے ٹوتھ برش نہ استعمال کرلیں بتیسی چمکتی ہی نہیں۔جب تک ویک اینڈ پہ میکڈونلڈ جا کر جیب خالی نہ کرلیں سکون ہی نہیں ملتا۔جب تک کے۔ایف۔سی کا چکر نہ لگے کمی سی محسوس ہوتی ہے۔کچھ معلوم بھی ہے۔یہ یہود و نصاری کی مصنوعات فراہم کرنے والی کمپنیاں مشنری کا کام کرتی ہیں۔درپردہ ان کے اور بہت سے مفادات ہوتے ہیں۔آہ ! ہم نہ سمجھ سکے دشمن عیار کی چال۔تابناک ماضی رکھنے والے اب پڑے ہیں بے حال۔یہ اپنے ہی کرتوتوں کا ہے کمال۔ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ہمارے مسلمان فلپس مورس نامی سگریٹ کے کش لگائے نہیں تھکتے۔لیکن کچھ معلوم ہے یہ کمپنی ۹۶ لاکھ ڈالر یہودیوں کو دیتی ہے۔

محترم قارئین :

آپ بھی سوچ رہے ہونگے کہ ڈاکٹر جی عجیب باتیں کررہے ہیں یہ عجیب باتیں حقیقت ہیں ۔میں تنقید برائے تنقید نہیں کی ۔بلکہ تصویر کاایک رخ بتارہاہوں ۔ایسا نہیں کہ سنی سنائی پر کان دھر لیے بلکہ سر کی آنکھوں سے کلیجہ سوز مناظر تکنے کو ملے ۔دوستو!بزرگو! بھائیو!!!!!ایک بات اور بتاتا چلوں کہ دشمن عیار کی چالیں ہمیں پتا چل گئیں ۔میں سمجھتاہوں کہ یہ بھی عقل مندی نہیں کہ انھوں نے یہ کردیا ،انھوں نہ وہ کردیا،انھوں نے فلاں کردیا۔تو اگر کوئی اُٹھ کے پوچھ ہی لے ۔میاں !!!وہ تو کرگئے ۔مسلمانو!!!تم نے کیاکیا؟؟؟؟۔تمھارے بڑوں نے سائنس کے میدان میں عظیم کارنامے پیش کیے ۔تم اپنی وراثت کاپاس نہ رکھ سکے ،دوسروں نے تمہارااثاثہ ہتھیا لیا۔تمہاری سستی و کاہلی ،غفلت و بے توجہی ،عیاشی ،غیر ذمہ داری نے تمھیں آج اس چوراہے پر لاکھڑا کردیاکہ تمہارے پانی کے گھونٹ سے لیکر بڑی بڑی ایجادات و ضروریاتو سہولیات انہی کی ہیں ۔جنھیں میں اور آپ برا کہتے کہتے نہیں تھکتے ۔ہمیں حل نکالنا ہوگا۔ہمیں خود کفیل ہونا ہوگا۔بیساکھیاں توڑنی ہونگی ۔ہمیں تحقیق کے میدان میں بڑی سرعت کے ساتھ دوڑنا ہوگا۔ہمیں مسلم امۃ کویکجاہو کر اقتصادی میدان میں ، تعلیم میدان میں سائنسی میدان میں انتھک محنت کرنا ہوگی۔عالم دنیا سے اعلیٰ پیمانے پر اپنا تشخص منوانا، ہوگا۔اپنی طاقت باور کروانا ہوگی ۔اے عشق نبی

کا دھم بھرنے والو۔آج ہم کتنے نہتے ہیں کہ ہم ریلیاں نکال کر اپنے ملک میں بھی ٹھیک سے احتجاج ریکارڈ کروانے کی سکت نہیں رکھتے۔دشمن کے دانت کھٹے کرنے کے لیے تو فی الحال وہ طاقت و قوت جمع کرنا ہوگی۔بات ناموس رسالت کی چلی تھی۔دیکھو !اپنے دل کی دنیا کو خوفِ خدا و عشق مصطفیٰ کے سبزہ سے شاد رکھنا۔جس دن یہ قندیل بجھنے لگی۔جان لینا کہ تمہیں دنیامیں بھی زلت اور آخرت میں کڑاامتحان دینا ہوگا۔انہی پر اکتفاء۔دشمن کو مات دینی ہے تو۔۔امید بنو۔۔تعمیر کرو۔۔۔کردار میں ۔۔گفتار میں ۔۔۔اقرار میں ۔۔۔مثال بنو۔۔

.بڑھے چلو.بڑھے چلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قافلہ یہ کارواں ۔۔۔کامیابیوں وکامرانیوں کا بانکپن۔۔۔۔۔۔حب نبی کا علم لیے.بڑھے چلو.بڑھے چلو

مسجدوں کا عاشق

میں نے بہت سے تحریریں آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کیں۔ بعض مرتبہ آنکھوں سے اشک جاری ہوئے لیکن آج نہ جانے کیوں دل کی دنیا تہہ وبالا ہو گئی کہ آنسو تھمتے ہیں نہیں۔

محترم دیوانے آپ نے بہت سے دیکھے ہونگے۔آؤ میں بھی آپ کو ایک دیوانے مستانے کی کہانی سناتا ہوں۔یااللہ اس دیوانے مستانہ کے قدموں کی دھول کے صدقے میری مغفرت فرمادینا۔اور جو جو اس تحریر سے مستفید ہواس کو نورانی قلب سے مشرف فرمانا۔بات کچھ اس طرح ہے کہ میرے ایک دوست سفیر صاحب جو حال مقیم سعودی عرب ہیں انہوں نے یہ قصہ مجھے تحریراًارسال کیا۔جب دل پر کاری ضرب لگی تو مجھ سے رہانہ گیاسوچا۔ میرے قارئین جن کے لیے میں ہمیشہ دعاگو رہتاہوں کیوں نہ ان کی خدمت میں بھی پیش کروں۔وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے یوں قصہ سنایاکہ میں اور میرے ماموں نے حسب معمول مکہ حرم شریف میں نماز جمعہ ادا کی اور گھر کو واپسی کیلئے روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر سڑک کے کنارے کچھ فاصلے پر ایک بے آباد سنسان مسجد آتی ہے، مکہ شریف کو آتے جاتے سپر ہائی وے سے بارہا گزرتے ہوئے اس جگہ اور اس مسجد پر ہماری نظر پڑتی رہتی ہے اور ہم ہمیشہ ادھر سے ہی گزر کر جاتے ہیں مگر آج جس چیز نے میری

توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی وہ تھی ایک نیلے رنگ کی فورڈ کار جو مسجد کی خستہ حال دیوار کے ساتھ کھڑی تھی، چند لمحے تو میں سوچتا رہا کہ اس کار کا اس سنسان مسجد کے پاس کیا کام! مگر اگلے لمحے میں نے کچھ جاننے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی کار کو رفتار کم کرتے ہوئے مسجد کی طرف جاتی کچی سائڈ روڈ پر ڈال دیا، میرا ماموں جو عام طور پر واپسی کا سفر غنودگی میں گزارتا ہے اس نے بھی اپنی اپنی آنکھوں کو وا کرتے ہوئے میری طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھتا، کیا بات ہے، ادھر کیوں جا رہے ہو؟

ہم نے اپنی کار کو مسجد سے دور کچھ فاصلے پر روکا اور پیدل مسجد کی طرف چلے، مسجد کے نزدیک جانے پر اندر سے کسی کی پر سوز آواز میں سورۃ الرحمٰن تلاوت کرنے کی آواز آ رہی تھی، پہلے تو یہی ارادہ کیا کہ باہر رہ کر ہی اس خوبصورت تلاوت کو سنیں، مگر پھر یہ سوچ کر کہ اس بوسیدہ مسجد میں جہاں اب پرندے بھی شاید نہ آتے ہوں، اندر جا کر دیکھنا تو چاہیئے کہ کیا ہو رہا ہے؟

ہم نے اندر جا کر دیکھا ایک نوجوان مسجد میں جاء نماز بچھائے ہاتھ میں چھوٹا سا قرآن شریف لئے بیٹھا تلاوت میں مصروف ہے اور مسجد میں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے تو احتیاطاً ادھر ادھر دیکھ کر اچھی طرح تسلی کر لی کہ واقعی کوئی اور موجود تو نہیں ہے۔

میں نے اُسے السلام و علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا، اس نے نظر اُٹھا کر ہمیں دیکھا، صاف لگ رہا تھا کہ کسی کی غیر متوقع آمد اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی، حیرت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

اس نے ہمیں جواباً وعلیکم السلام و علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔

میں نے اس سے پوچھا، عصر کی نماز پڑھ لی ہے کیا تم نے، نماز کا وقت ہو گیا ہے اور ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔

اُس کے جواب کا انتظار کئے بغیر میں نے اذان دینا شروع کی تو وہ نوجوان قبلہ کی طرف رخ کئے مسکرا رہا تھا، کس بات پر یا کس لئے یہ مسکراہٹ، مجھے پتہ نہیں تھا۔ عجیب معمہ سا تھا۔

پھر اچانک ہی اس نوجوان نے ایک ایسا جملہ بولا کہ مجھے اپنے اعصاب جواب دیتے نظر آئے،

نوجوان کسی کو کہہ رہا تھا؛ مبارک ہو، آج تو باجماعت نماز ہو گی۔

میرے ماموں نے بھی مجھے تعجب بھری نظروں سے دیکھا جسے میں نظر انداز کرتے ہوئے اقامت کہنا شروع کردی۔

جبکہ میرا دماغ اس نوجوان کے اس فقرے پر اٹکا ہوا تھا کہ مبارک ہو، آج تو باجماعت نماز ہو گی۔

دماغ میں بار بار یہی سوال آ رہا تھا کہ یہ نوجوان آخر کس سے باتیں کرتا ہے، مسجد میں ہمارے سوا کوئی بندہ و بشر نہیں ہے، مسجد فارغ اور ویران پڑی ہے۔ کیا یہ پاگل تو نہیں ہے؟

میں نے نماز پڑھا کر نوجوان کو دیکھا جو ابھی تک تسبیح میں مشغول تھا۔

میں نے اس سے پوچھا، بھائی کیا حال ہے تمہارا؟ جسکا جواب اس نے 'بخیر و للہ الحمد' کہہ کر دیا۔

میں نے اس سے پھر کہا، اللہ تیری مغفرت کرے، تو نے میری نماز سے توجہ کھینچ لی ہے۔ 'وہ کیسے' نوجوان نے حیرت سے پوچھا۔

میں نے جواب دیا کہ جب میں اقامت کہہ رہا تھا تو نے ایک بات کہی مبارک ہو، آج تو باجماعت نماز ہو گی۔

نوجوان نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ اس میں ایسی حیرت والی کونسی بات ہے؟

میں نے کہا، ٹھیک ہے کہ اس میں حیرت والی کوئی بات نہیں ہے مگر تم بات کس سے کر رہے تھے آخر؟

نوجوان میری بات سن کر مسکرا تو ضرور دیا مگر جواب دینے کی بجائے اس نے اپنی نظریں جھکا کر زمین میں گاڑ لیں، گویا سوچ رہا ہو کہ میری بات کا جواب دے یا نہ دے۔

میں نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مجھے نہیں لگتا کہ تم پاگل ہو، تمہاری شکل بہت مطمئن اور پر سکون ہے، اور ماشاء اللہ تم نے ہمارے ساتھ نماز بھی ادا کی ہے۔

اس بار اُس نے نظریں اُٹھا کر مجھے دیکھا اور کہا؛ میں مسجد سے بات کر رہا

تھا۔

اس کی بات میرے ذہن پر بم کی کی طرح لگی، اب تو میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ یہ شخص ضرور پاگل ہے۔

میں نے ایک بار پھر اس سے پوچھا، کیا کہا ہے تم نے؟ تم اس مسجد سے گفتگو کر رہے تھے؟ تو پھر کیا اس مسجد نے تمہیں کوئی جواب دیا ہے؟

اُس نے پھر مسکراتے ہوئے ہی جواب دیا کہ مجھے ڈر ہے تم کہیں مجھے پاگل نہ سمجھنا شروع کر دو۔

میں نے کہا، مجھے تو ایسا ہی لگ رہا ہے، یہ فقط پتھر ہیں، اور پتھر نہیں بولا کرتے۔

اُس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ آپکی بات ٹھیک ہے یہ صرف پتھر ہیں۔

اگر تم یہ جانتے ہو کہ یہ صرف پتھر ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ بولتے ہیں تو باتیں کس سے کیں؟

نوجوان نے نظریں پھر زمیں کی طرف کر لیں، جیسے سوچ رہا ہو کہ جواب دے یا نہ دے۔

اور اب کی بار اُس نے نظریں اُٹھائے بغیر ہی کہا کہ ؛

میں مسجدوں سے عشق کرنے والا انسان ہوں، جب بھی کوئی پرانی، ٹوٹی پھوٹی یا ویران مسجد دیکھتا ہوں تو اس کے بارے میں سوچتا ہوں

مجھے اُنایام خیال آجاتا ہے جب لوگ اس مسجد میں نمازیں پڑھا کرتے ہونگے۔

پھر میں اپنے آپ سے ہی سوال کرتا ہوں کہ اب یہ مسجد کتنا شوق رکھتی ہوگی کہ کوئی تو ہو جو اس میں آکر نماز پڑھے، کوئی تو ہو جو اس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے۔ میں مسجد کی اس تنہائی کے درد کو محسوس کرتا ہوں کہ کوئی تو ہو جو ادھر آ کر تسبیح و تحلیل کرے، کوئی تو ہو جو آ کر چند آیات پڑھ کر ہی اس کی دیواروں کو ہلا دے۔

میں تصور کر سکتا ہوں کہ یہ مسجد کس قدر اپنے آپ کو باقی مساجد میں تنہا

پاتی ہوگی۔
کس قدر تمنا رکھتی ہوگی کہ کوئی آکر چند رکعتیں اور چند سجدے ہی ادا کر جائے اس
میں۔
کوئی بھولا بھٹکا مسافر، یا راہ چلتا انسان آکر ایک اذان ہی بلند کردے۔
پھر میں خود ہی ایسی مسجد کو جواب دیا کرتا ہوں کہ اللہ کی قسم، میں ہوں جو تیرا شوق
پورا کرونگا۔
اللہ کی قسم میں ہوں جو تیرے آباد دنوں جیسے ماحول کو زندہ کرونگا۔
پھر میں ایسی مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت پڑھتا ہوں اور قرآن شریف کے ایک
سیپارہ کی تلاوت کرتا ہوں۔
میرے بھائی، تجھے میری باتیں عجیب لگیں گی، مگر اللہ کی قسم میں مسجدوں سے پیار کرتا
ہوں، میں مسجدوں کا عاشق ہوں۔

میری آنکھوں آنسوؤں سے بھر گئیں، اس بار میں نے اپنی نظریں زمیں میں ٹکا دیں کہ کہیں نوجوان مجھے روتا ہوا نہ دیکھ لے ،

اُس کی باتیں۔۔۔۔۔۔اُس کا احساس۔۔۔۔۔۔اُسکا عجیب کام۔۔۔۔۔۔اور اسکا عجیب اسلوب۔۔۔۔۔۔کیا عجیب شخص ہے جسکا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے۔۔۔۔۔

میرے پاس کہنے کیلئے اب کچھ بھی تو نہیں تھا۔

صرف اتنا کہتے ہوئے کہ، اللہ تجھے جزائے خیر دے، میں نے اسے سلام کیا، مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

مگر ایک حیرت ابھی بھی باقی تھی۔

نوجوان نے پیچھے سے مجھے آواز دیتے ہوئے کہا تو میں دروازے سے باہر جاتے جاتے ،رُک گیا

نوجوان کی نگاہیں ابھی بھی جُھکی تھیں اور وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ جانتے ہو جب میں ایسی ویران مساجد میں نماز پڑھ لیتا ہوں تو کیا دعا مانگا کرتا ہوں؟

میں نے صرف اسے دیکھا تاکہ بات مکمل کرے۔
اس نے اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا میں دعا مانگا کرتا ہوں کہ
اے میرے پروردگار، اے میرے رب! اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے تیرے ذکر، '
تیرے قرآن کی تلاوت اور تیری بندگی سے اس مسجد کی وحشت و ویرانگی کو دور کیا ہے
تو اس کے بدلے میں تو میرے باپ کی قبر کی وحشت و ویرانگی کو دور فرما دے، کیونکہ تو
'ہی رحم و کرم کرنے والا ہے
مجھے اپنے جسم میں ایک سنسناہٹ سی محسوس ہوئی، اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور پھوٹ
پھوٹ کر رو دیا۔
!کیا عجیب تھا یہ نوجوان، اور کیسی عجیب محبت تھی اسے والدین سے
کسطرح کی تربیت پائی تھی اس نے؟
اور ہم کس طرح کی تربیت دے رہے ہیں اپنی اولاد کو؟
ہم کتنے نافرض شناس ہیں اپنے والدین کے چاہے وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ؟
بس اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے اور ہمارا نیکی پر

خاتمہ کرے، اللھم آمین

ازراہ کرم ! اگر آپ کو اس ایمیل کا موضوع اچھا لگا ہے تو اپنے ان احباب کو بھیج دیجیئے جن کا آپ چاہتے ہیں بھلا اور فائدہ ہو جائے۔

مت بھولئے کہ نیکی کی ترغیب دلانے والے کو نیکی کرنے والے جتنا ثواب ملتا ہے۔

ــــــــتاریخ کعبۃ و تعمیر کعبہ ــــــ () حج قسط ١

() اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

ترجمہ یٔ کنزالایمان : بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے.برکت والا اور (سارے جہان کا راہنما۔ (پ ٤،العمران ،آیت ٩٦

یوں تو دنیارب تعالٰی کی قدرت ، عظمت و.برتری کا مظہر ہے۔ لیکن ایک مقام ایسا بھی ہے جو اس دنیا کی شان و عظمت کو.بڑھادیتاہے۔ وہ مقام ،وہ جگہ ،وہ قطعہ ارض عظیم ترین جگہ ہے۔ بابرکت ،رفعت و معراج کے مرکز وہ کعبۃ اللہ زادھااللہ شرفا و تعظیما ہے۔

بیت اللہ پوری دنیاکے مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا اس سرزمین مقدس سے قلبی و جذباتی لگاؤ ہے ، اسلام کی تاریخ یہیں سے شروع ہوئی ، اور توحید کی دعوت کا آغاز یہیں سے ہوا ، دین کے لئے جس جذبہ قربانی و خود سپردگی کی ضرورت ہے۔ اس کی جھلک اسی کی جھلک اسی جگہ کے واقعات میں پوشیدہ ہے۔ دینی حیثیت کے ساتھ ساتھ ادبی ،تاریخی ، معاشرتی اور اقتصادی حیثیت

سے بھی مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضور اکرم نور مجسم فخر بنی آدمؑ کو مبعوث فرماکر، قران پاک نازل فرمایا نیز ان کی دعوت کو عالمی اور دائمی ودعوت کا امتیاز بخشااور اس سرزمین اور اس کی تاریخ کو ایسی معنویت عطا فرمادی ہے۔ جس کا بیان الفاظ کے ذریعے ممکن نہیں۔

جس کے بارے میں رب تعالیٰ اپنی لاریب کتاب قران مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۵)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے''

بیت اللہ کا یہ شرف ہے کہ انسان کی روح اس کی مشتاق اور دل اس کی طرف مائل

رہتا ہے، ضرورت پوری ہو جائے تب بھی انسان وہاں جانے کی تمنا رکھتا ہے اور عشاق کے دل زیارت کے لے لیے مچلتے رہتے ہیں۔یہ وہی مقام ذیشان ہے۔جہاں چاروں پہر بلند ہونے والی لبیک اللہم لبیک ۔۔لبیک اللہم لبیک کی صدائیں روح کو فرحت بخشتی ہیں۔

آیئے ہم تاریخ کعبہ جاننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔یوں تو ہمیں معلوم ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کی لیکن اس سے پہلے کعبہ شریف کی تعمیر کس نے کی اور اس کے تاریخی ادوار کیا ہیں۔

آیئے تاریخ کعبہ مشرفہ تاریخ اسلام سے جاننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

آدم علیہ السلام اور کعبہ معظّمہ

جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر تشریف لائے تو بارگاہ الہی میں عرض کی: کہ خدایا! میں یہاں نہ تو ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنتا ہوں اور نہ کوئی عبادت گاہ ہی دیکھتا ہوں۔ جیسے آسمان میں بیت المعمور دیکھتا تھا، جس کے ارد گرد فرشتے طواف کرتے تھے۔ جواب میں ارشاد ہوا: کہ جاو ہم جہاں نشان بتائیں۔وہاں کعبہ بنا کر اس کے ارد گرد طواف کرو اور اس کی طرف رخ کرکے

نماز بھی ادا کرو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام کی رہبری کے لیئے ان کے ساتھ چلے اور انھیں وہاں لائے۔ جہاں سے زمین بنی تھی یعنی جس جگہ پانی پر جھاگ پیدا ہوا تھا۔ اور پھر یہی جھاگ پھیل کر زمین بنی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہاں اپنا پر مار کر ساتویں زمین تک بنیاد ڈال دی۔ جس کو ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بھرا۔ کوہ لبنان، کوہ جودی، کوہ حرا، اور طور۔ بنیاد بھر کر نشان کے لیئے چاروں طرف کی دیواریں اٹھا دیں اس طرف حضرت آدم علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور اس کا طواف بھی کرتے رہے۔ کتب میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ عین بیت المعمور کے نیچے واقع ہے۔

(کعبہ اور تاریخِ کعبہ (حج قسط۲

اور اس طرح

وقت گزرتا چلا گیا۔ کعبہ اپنی رحمتیں لوٹاتا رہا۔۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ -: ''کعبہ معظّمہ زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بنایا گیا تھا۔ جبکہ یہ زمین کا حصہ ہے، یہ کعبہ پانی پر ایک چٹان کی مانند تھا اس پر دو فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے، جب اللہ عزوجل نے زمین بنانے کا ارادہ فرمایا تو اسی سے اسے پھیلا دیا تو اسے زمین کے وسط (یعنی درمیان) میں کر دیا۔ (تفسیر در منثور، پارہ 4 سورت آل عمران، تحت آلایۃ96

(:

اللہ عزوجل کے مکرم فرشتے لبیک کی ندا کے ساتھ اس مقدس گھر کا طواف کیا کرتے تھے۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین کے اس مرکز کی نشان دہی فرمائی، تو اس طرح پہلی مرتبہ کعبہ معظّمہ کی بنیاد حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی، جہاں آج خانہ کعبہ بنفس نفیس موجود ہے۔ (پارہ 1 سورت البقرہ، آلایۃ127)

پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان آیا تو خانہ کعبہ کے آثار و نقوش بھی باقی نہ رہے۔

صدیوں کے مراحل طے ہونے کے بعد اسی بنیاد پر دوبارہ تعمیر کی سعادت حضرت ابراہیم خلیل اللہ نبینا وعلیہ الصلوۃ السلام اور ان کے شہزادے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے حصے میں آئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دست مبارک سے تعمیر فرماتے۔ جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھا اٹھا کر اپنے والد محترم کو دیتے ،اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا :-

○ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰہٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ

اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں (بنیادیں) اور اسمٰعیل ۔۔

(پارہ 1 سورت البقرہ، آلایۃ 127۔ترجمہ -: کنزالایمان)

ان ادوار کے بعد بھی تعمیر کعبہ کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ : ایک دفعہ قبیلہ عمالقہ اور جرہم نے اسے بنایا پھر دوبارہ قصئی ابن کلاب نے اس کی تعمیر کی۔ جس میں چھت درخت مقل کی لکڑی کی بنائی جس پر تختوں کے بجائے خرمے کی لکڑی

ڈالی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پچیس برس کی تھی تو پھر قریش کو اس کی تعمیر کرنی پڑی اس کی وجہ یہ ہوئی۔ سیلاب وغیرہ سے کعبہ کی دیواریں دیواروں کو گزند پہنچا لہذا سرداران قریش نے جمع ہو کر ولید ابن مغیرہ کو امیر تعمیر مقرر کیا اور کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ بنایا۔ نیز اول یہ کہ تعمیر ابراہیمی سے چند گز زمین چھوڑ کر اسے حطیم قرار دیا۔ جس میں اب بھی کعبہ کا پرنالہ گرتا ہے۔ نیز بجائے دو کے ایک ہی دروازہ رکھا اور وہ بھی زمین سے اتنا اونچا کہ جسے چاہیں جانے دیں اور جسے چاہیں نہ جانے دیں۔ کہ خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کی ستونوں کی دو صفیں بنائیں ہر صف میں تین تین ستون تھے، چوتھے یہ کہ اس کی بلندی دگنی کر دی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ معظّمہ دوبارہ بنایا جس کو بنیاد ابراہیمی پر مکمل کیا۔ قریش کے فرقوں کو دور کیا۔ حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کیا اور اس میں زمین سے متصل شرقا غربا دروازے رکھے۔ دیواروں پر نہایت قیمتی ریشمی غلاف چڑھایا، جس کا رواج اب بھی جاری ہے۔ کعبہ معظّمہ کو سب سے پہلے غلاف پہنانے والے کا نام اسعد ہے جو یمن کا بادشاہ تھا۔ اسی نے مدینہ منورہ کو آباد کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے شوق میں اس نے یہیں سکونت اختیار کر لی (اس کی قوم کے کچھ لوگ بھی یہیں بس گئے۔ (ملخصا سیرت ابن ہشام،

ہر مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو زیارت کعبہ سے پرنور کرے۔اپنی دل کی دنیا کو فرحت و شادامانی سے سرفراز کرے۔وہ آنکھیں کتنی پیاری آنکھیں ہیں جو کعبۃ اللہ کے جلوے لوٹتی ہیں۔ان بہاروں ،ان روح پرور فضاؤں سے اکتساب فیض کرتی ہیں۔ قابل رشک ہیں، خوش بخت ہیں وہ مسلمان جو یہ سعادت پاتے ہیں۔آہ! اشکوں کی جھڑی ،دل مضطرب ،اے اللہ !تو ہمیں بھی اپنے گھر کی باادب حاضری نصیب فرما۔ہمیں بھی اپنے مہمان بندوں میں شمار فرما۔

کعبے کے در کے سامنے مانگی ہے یہ دعا فقط
ہاتھوں میں حشر تک رہے دامن مصطفیٰ فقط

(کعبۃ اللہ اور شان کعبۃ اللہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما۔۔۔۔۔۔۔۔ قسط (۱

اللہ عزوجل ! جو بدیع السموات والارض ہے ،جس کی وحدانیت اور صمدیت کا عَلم عرش وفرش پر لہر رہاہے۔ دنیاکے میدان و کوہساروں میں ،لالہ زار اور مرغزاروں میں اس کی بادشاہی کا چرچاہے۔

اس نے اپنے گھر کی تعمیر کے لیے جس خطہ کو پسند فرمایاوہ حجاز کی ایک وادی ،غیر ذی زرع تھی ۔اُجاڑ۔ سنسان ،جہاں نہ پانی تھا،نہ آبادی تھی ۔جہاں ایک ایساسلسلہ کوہ تھا، جس کی سیاہی مائل پہاڑیاں ۔رویدگی کی قوت سے یکسر محروم تھیں ۔جس کی پتھریلی چٹانوں سے پانی کا کوئی چشمہ نہیں اُبلتا تھا۔اس خطہ کو اپنے گھرکے لیے منتخب فرمایا۔اور جسے ربّ عزوجل اپنی نگاہِ کرم سے نوازدے، تو وہی خطہ رشکِ صد فردوس بن گیا۔سارے جہاں کی رونقیں اور زندگی کی ساری رعنائیاں سمٹ کر یہاں جمع ہوگئیں ۔اس علاقہ کو ایسی بے پایاں مقناطیسی کشش بخش دی جاتی ہے کہ شرق و غرب میں بسنے والے اربابِ قلوبِ سلیمہ کھیچے چلے آتے ہیں ۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ (پ ۱۷، سورۃ الحج۔آیت ۲۷)

ترجمہ ئ کنزالایمان :اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردی۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے، پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو اور مدنی چینل کے ناظرین : اس آیت کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں منقول ہے : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کردی کہ بیت اللہ کا حج کرو !، جن کے مقدور میں حج ہے۔انہوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں اَذِّنْ کا خِطاب سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے چنانچہ حَجَّۃُ الوداع میں اعلان فرمادیا اور ارشاد کیا کہ اے لوگو ! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو !

سبحان اللہ !یعنی اس عظمت و شان والے گھر کا چرچا ہوا۔جو چرچا تا قیامت رہے گا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو اور مدنی چینل کے ناظرین : اس گھر کو کعبۃ اللہ اور بیت اللہ اور خانہ ئ کعبہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

آیئے !اس گھر کی فضیلت اور ظہوراسلام سے کے بعد حالات کے بارے میں جانتے ہیں

۔

بابرکت ، عظمت و شان کا محور ،خانہ خداعزوجل ۔جس پر نظرپڑتے ہی فضل و کرم کے دریچے واہ ہوجاتے ہیں ۔ان فضاؤں ان نظاروں میں رحمت الہی کا چھما چھم نزول ہوتاہے ۔ بختوں کی ویران کھیتی آباد اور خوش بختی کے سبزہ سے لہلہااُٹھتی ہے ۔ظہوراسلام سے قبل بھی کعبۃ اللہ زادھااللّٰہ شرفاوتعظیما مرجع خلائق تھا۔کفارکے لیے بھی محترم تھاکہ انہوں نے اس میں اپنی عبادت اور عقیدتوں کا ساماں کررکھاتھا۔کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے ۔لات ،منات ،عزی اور وہ انکی تعظیم کیا کرتے تھے ۔اہل عرب نے اپنااپنا الگ خدابنالیاتھا۔کچھ کعبہ کے اندر کچھ کعبہ کے باہر نصب تھے ۔سب سے بڑے بت کا نام ہبل تھا۔ چار سو بت پرستی کی وبا پھیل چکی تھی۔ کعبہ کے اردگرتین سو ساٹھ بٹ نصب کردیے گئے تھے ۔یہ بت پرست گمراہی کی دلدل میں اس قدر دھنس چکتے تھے کہ تاریکیوں نے ان کے دلوں و دماغ کو ظلمت کدہ بنادیا تھا۔ انہوں نے اپنی اولادوں کے نام بھی بتوں کے نام پر رکھ دیے ۔جیسے زیدلات ،یتم لات ،عبدالعزی وغیرہ۔یہ وہی کعبہ ہے کہ جہاں سرداران کفار آکر بیٹھا کرتے تھے ۔ بھلا وہ بد بخت ،راہِ ضلالت کے راہی کعبۃ اللہ سے کیونکر فیضیاب ہوسکتے تھے کہ جس کا کعبہ ہے وہ اسی کی معرفت سے نابلد تھے ۔

جب ابرہہ نے کعبۃ اللہ پر حملہ کیا، تو سرورِ کونین نانائے حسین ،ہم سب کے سکھ و چین میٹھے میٹھے مصطفیٰؐ کے دادا عبدالمطلب جو اس وقت کعبہ کے متولی تھے.بڑا ہی تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا:'' لوگوں کو فرمایا:اے لوگو!تم اپنی حفاظت کرو۔یہ جس کا گھر ہے ''وہ اس کی خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔

ابرہہ کے ناپاک عزم کو ربّ تعالیٰ نے پرندوں کے ذریعہ خاک میں ملادیا جس کا ذکر سورۃ فیل میں موجود ہے۔

یہ عمارت سب عمارتوں سے افضل ،یہ مقام سب مقاموں سے افضل۔یہ عرفان و معرفت کا سرچشمہ ہے جیسا کہ :ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ (پ ۴،ال عمران ،آیت ۹۷)-----------------

ترجمہ کنزالایمان :اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ

(کعبہ اور شانِ کعبہ (قسط۲

یہ وہی کعبہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر اُڑتا جارہا تھا۔جب کعبہ معظّمہ سے گزرا تو کعبہ رویا اور بارگاہِ اَحدِیَت میں (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور) عرض کی کہ'' ایک نبی تیرے انبیاء سے اور ایک لشکر تیرے لشکروں سے گزرا نہ مجھ میں اُترا ،نہ نماز پڑھی ۔'' اِس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:'' نہ رو! میں تیرا حج اپنے بندوں پر فرض کروں گا جو تیری طرف ایسے ٹوٹیں گے جیسے پرندا اپنے گھونسلے کی طرف اور ایسے روتے ہوئے دوڑیں گے جس طرح اُونٹنی اپنے بچہ کے شوق میں اور تجھ میں نبی آخرالزماں کو پیدا کروں گا جو مجھے سب انبیاء سے زیادہ پیارا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔'' (ملخصاً، تفسیر بغوی، سورۃ النمل، تحت الآیۃ۱۸، ج ۳، ص۳۵۱)

یہ وہی محبتوں ، عقیدتوں ،اور برکتوں کا مرکز کعبہ معظّمہ ہے کہ جب پیارے آقا مدینے والے مصطفیٰؐ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کو وجد آگیا۔کیونکہ ان کی آمد ہے جن کی خاطر ربّ نے یہ جہاں سجایا۔ان کی آمد ہے جو سب سے زیادہ کعبۃ اللہ شریف کی تعظیم کرنا جانتے ہیں ۔جو سب سے زیادہ کعبۃ کی تعظیم کو فروغ دیں گئے ۔شاعر نے بڑی خوب بات کہی۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
شیخ طریقت امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی
دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں :
کعبہ سجدے کو جھکا بت سارے اوندھے گر گئے
آ گئی شیطان کی شامت مرحبایا مصطفیٰ

یہ وہی کعبہ ہے کہ جس میں آپؐ کے چچا آپ کو ایام طفلی میں لیکر جاتے اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے۔ وہ دعائیں، وہ التجائیں بوسیلہ سرکار مدینہؐ مقبول ہو جاتیں۔ یہ وہی ہماری راحتوں، ہماری مسرتوں کا جہاں ہے۔ جس جگہ ہمارے چوتھے خلیفہ شیر خدا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔

بقول علامہ زرقانی : یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان مقامات کی طرف حاضری کو بھی شرف اور برتری وبلندی حاصل ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اور مدنی چینل کے ناظرین : زیارت کعبہ کے لیے سفر کرنا ثواب، کعبہ کی زیارت کارِ ثواب۔ بڑے خوش بخت ہیں وہ لوگ جو کعبۃ اللہ

کی زیارت کا شرف پاتے ہیں ۔ ان روح پرور فضاؤں کے جلوے لوٹتے ہیں ۔ سفر کی مشکلیں ، راستے کی صعوبتیں برداشت کرکے ، اپنا مال خرچ کرکے اپنے ربّ کی رضا کے لیے میلوں میل ہی نہیں ، ایک ملک سے دوسرے ملک اور دنیا بھر سے وحدانیتِ ربّانی کے داعی ، حب مصطفیٰؐ کے شیدائی جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں ۔ اپنے من کی پیاس کو بجھاتے ہیں ۔ اپنی عصیاں شعاری کی تلافی کے لیے اپنے ربّ کے حضور گڑگڑاتے ہیں ۔ اپنے دل کے ارمان ، اپنی آسوں وامیدوں کی داستان اپنے ربّ کو سناتے ہیں ۔ قربِ الٰہی کے انہی لمحوں میں خوب خوب ذوق عبادت پاتے ہیں ۔ اپنے دل کی دنیا کو معرفت الٰہی ومحبت رسولؐ کی کلیوں سے سجاتے ہیں ۔ دامن پسارے یہ بندگانِ خدا پرامید ہیں اپنے ربّ کے فضل سے ، انھیں معلوم ہے جس در پر سوالی کھڑا ہے وہاں عطا ہی عطا ہے ۔ کوئی ہاتھ خالی نہیں لوٹتا۔

یااللہ ! میں گناہ گار ہوں ۔ بدکار ہوں ، عصیاں شعار ہوں ۔ تجھے تیرے عزت وجلال کی قسم ! تو ہم پر رحم فرما۔ ہم پر کرم فرما۔ ہمارے خالی دامن کو اپنی رحمت سے بھر دے ! ۔ اے کریم ! اے کعبۃ اللہ کو شان بخشنے والے ربّ

اے کعبۃ اللہ شرفا وتعظیما کی توقیر دلوں میں ثبت فرمانے والے حضور اکرم نور مجسم فخر بنیؐ کے ربّ ۔ تو ہمیں وہ عطا کر جو ہمارے حق میں بہتر ہے ۔ ہمیں ان کاموں سے محفوظ فرما جو تیری شان کے خلاف ہیں اور ہمیں بار بار اس در کی حاضری نصیب فرما۔ آمین بجاہ النبیین الامین

ـــــــــــــــــــأَتْمَمْتُ بِفَضْلِهِ وَبِكَرَمِهِ

(سفرِ حج اور حج (قسط ا

ضرورت مندوں کی دعائیں ،انکی التجائیں خالق و مالک ربّ عزوجل پوری فرماتا ہے ۔اس کی بارگاہ میں اُٹھنے والا ہاتھ کبھی خالی نہیں لوٹتا۔منگتوں کی اپنی اپنی طلب طلب ہوتی ہے۔کوئی دنیا کے مال ثروت تو کوئی دنیا کی جاہ و حشمت ، کوئی فرحت و شادمانی تو کوئی رفعت وکامرانی کا طالب لیکن یہ دیوانے جو اللہ اور شعائر اللہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کی کیا بات ہے۔خیر

عاشق تو عاشق ہوتا ہے جس چیز سے عشق و محبت ہوجائے ۔اس کی طلب بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ عاشق کے جس کا عشق بامراد، جس کی محبت باعثِ خیر وبرکت سبحان اللہ سبحان اللہ !!!۔جیسا کہ عازم مکہ و مدینہ ۔

پہلے زمانوں میں لوگ حج و عمرہ کا شرف پانے کے لیے ،پیادہ ،جانوروں پر سوار ہو کر صحرا، نخلستان ، جنگل وبیابانوں سے ،راستے کی گرمی و سردی ، تنگی وتکلیف ،برداشت کرتے ہوئے اپنی پاک زمین ،اپنی راحتوں، محبتوں ، سعادتوں وبرکتوں کے منبع مکہ و مدینہ کی جانب بڑھتے چلے جاتے ، یہاں تک کہ جن لمحوں ، جن ساعتوں کے لیے بے تاب تھے ، جن مناظر کے لیے نظریں بے تاب تھیں وہ لمحے آ گئے

۔خوابوں کو تعبیر مل گئی۔عشاق کی تو عید ہو گئی بلکہ عیدوں کی عید ہو گئی۔لوگ بحری جہازوں کے ذریعے طویل، سخت ترین سفر کرکے جوق درجوق حجاز مقدس کے لیے دنیا بھر سے دیوانہ وار سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے پہنچتے۔

صفۃالصفوۃ میں منقول ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچیس حج پیادہ سفر کرکے کیئے۔ تفسیر مظہری میں حضرت مغیرہ بن حکیم صنعانی کے متعلق مذکور ہے کہ یمن سے پیدل چل کر حج کرتے تھے۔دوران سفر کسی مقام پر کھڑے ہو کر ثلث قران دس پارے تلاوت کرلیتے)۔پھر قافلے سے جاملتے۔اسی طرح ہمارے بزرگان دین کی) سیرت ایسے سبق آموز واقعات سے بھری پڑی ہے۔جن میں عبادت وریاضت اور رضائے الہی کے لیے جستجو کے ذریں نکات موجود ہیں۔

یہ تانتا، یہ ذوق وولولہ سال بھر جاری وساری رہتا ہے۔یوں تو ہر عاشق، ہر مومن مسلمان کے دل کی آواز ہے۔لیکن کچھ ایسی ساعتیں ہیں کہ ان ساعتوں کے شرف پانے کے لیے، ان برکتوں، سعادتوں کو پانے کے لیے جہاں بھر سے مسلمان گھر بار چھوڑ کر اس جانب نکل پڑتے ہیں وہ ماہ رمضان المبارک اور ماہِ ذوالحجہ ہیں۔کہ جس میں زائرین کثیر تعداد میں اس پاک دھرتی، اس مقدس قطعہ ارض کی جانب محوسفر ہوتے ہیں۔عمرہ کے ساتھ ساتھ ایک اہم ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن حج مبارک ہے۔آج بھی کسی حاجی صاحب سے ملاقات ہوجائے تو

ملاقات کرکے رشک بھری نظروں سے اس کی قسمت پر رشک بھرے الفاظ نکلتے ہیں ۔دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوجاتی ہیں ۔آس وامید بھری نظروں سے خیالوں ہی خیالوں میں ان وادیوں ،ان قابل قدر ،صاحب شرف مقامات میں گم ہوجاتے ہیں ۔

جس کے پاس ظاہری اسباب نہیں بے اختیار کہ اُٹھتا ہے ۔

ڈاڈا ہاں غریب آقا کول میرے ذر نہیں

اُڑکے میں آواں کیویں نال میرے پر نہیں

تساں تے ہیں ڈیرا ایتھوں بڑی دور لالیا

صدلو مدینے آقا کرو مہربانیاں

آہ! ماہِ شوال المکرم ،پھر ذی قعدہ اور اس کے بعد ماہ ذالحجہ ۔اس مقدس ماہ کے آنے سے پہلے ہی چار سو اک فضاء بن جاتی ہے ۔اک ماحول بن جاتا ہے ۔اک سماں بند جاتا ہے۔جو صاحب حیثیت ہیں اپنے حلال کمائیوں سے خرچ کرکے عازم حج ہوتے ہیں ۔ حج کے لغوی معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ارکانِ اسلام میں حج پانچواں اہم رکن ہے۔ نماز، روزہ اور زکوۃ کی طرح حج بھی ایک اہم رکن ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس مسئلے پر امت میں کوئی اختلاف نہیں۔ حج ۹ ھ کو فرض ہوا۔حج زندگی میں ایک بار ہر مسلمان پر فرض ہے مگر اس

پر کہ جو اسکی استطاعت رکھتا ہو۔

: حج کی فرضیت کے متعلق ارشادِ باری تعالٰی ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ( )فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ) وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ (۔۔۔۔۔۔۔پ ۴، آل عمران: آیت ۹۶،۹۷)۔

ترجمہ ئ کنزالایمان: بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما۔

اُس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ۔اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے۔جو اس تک چل سکے ۔اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

: اور فرماتاہے

. (وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ) (۔پ ۲، البقرۃ:آیت:۱۹۶)

ترجمہ ئ کنزالایمان :اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔

یہ حکم ہے ربّ کا اپنے بندوں کے لیے۔جس جس نے اس کے حکم کی پیروی کی فلاح

وکامرانی نے اس کے قدم چومے ،دنیا و آخرت کی برکت و سعادتیں اس کے دامن میں آئیں۔ قلبی راحت و سکوں اس کا مقدر بنا۔

محترم قارئین: حجِ بیت اللہ کی حاضری، مناسک حج کی ادائیگی، شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) کے جلوں سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا۔ خوش بختی ہی خوش بختی ہے۔ یہ اسی فرض کی ادائیگی ہے جس کے متعلق ہم بے کسوں کے کس، ہم بے بسوں کے بس، شفیع روز شمار احمد مختارؐ کافرمانِ عظمت نشان: ''حج کرو کہ حج گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ جیسے پانی میل کو'' (رواہ الطبرانی)

آہ! اے کاش! ابکہ میری کاش کاش نہ رہے۔اے رحیم سن لے ہماری عرضی کو۔ سن لے ہماری عرض گزاری کو۔

(میقات اور احرام) (حج قسط۲)

جب حجاج کرام اپنے وطن سے عازم حجاز مقدس ہوتے ہیں تو یہ سفر طے کر کے جب مختلف جہتوں سے حرم کی جانب بڑھتے ہیں تو ان کے لیے ایک ایسی حدود متعین کی گئیں ہیں جسے میقات کہتے ہیں۔میقات اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کو جانے والوں کے لیے بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں۔وہ حدود،وہ مقامات دنیا بھر سے ہر سمت سے آنے والوں کے لیے علیحدہ علیحدہ بیان کیے گئے ہیں۔انھیں میقات کہا گیا ہے: جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ:

1 ذُوالحلیفہ: مدینہ شریف سے مکہ پاک کی طف تقریبا ۱۰ اکلو میٹر پر ہے جو مدینہ منورہ زادھااللہ شرفا و تعظیما کی طرف سے آنے والوں کے لیے ''میقات'' ہے اب اس جگہ کا نام '''ابیارِ علی''ہے۔

2 ذاتِ عِرق: یہ عراق والوں کی میقات ہے۔

3 جُحفہ: ملک شام سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

4 قَرنُ المنازِل: یہ نجد والوں کی میقات ہے، یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

5 یَلَملَم: پاک و ہند والوں کے لیے ہے۔

ربّ تعالٰی کی یاد میں مست،بحر عشق و محبت میں غوطہ زن یہ پروانہ ئ عشق و

محبت ان مقامات پر پہنچ کر احرام باندھتے ہیں ۔خود کو بے سروپا دنیا و مافیہا سے مستغنی کرکے اپنے ربّ کی بارگاہ میں پیش کردیتے ہیں ۔اب فریضہ بھی اہم فریضہ ہے

۔سرزمین بھی تقدس و تعظیم کا مرکز ہے۔ ٹھہرو ! ٹھہرو! ٹھہرو! یہاں سنبھل کے چلنا ادب سے چلنا، یہاں ہے منزل قدم قدم پر۔۔

کیونکہ یہ حرم ہے :حرم :مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفا و تعظیما کے چاروں طرف میلوں تک اس کی حدود ہیں اور یہ زمین حرمت و تقدس کی وجہ سے ''حرم ''کہلاتی ہے۔ہر جانب اس کی حدود پر نشان لگے ہیں ۔جو شخص حدود حرم میں رہتا ہے اسے ''حَرَمی ''یا''اہل حَرَم ''کہتے ہیں ۔

چنانچہ بندگان خدا ! وہ لباس زیب تن کرلو ،وہ لبادہ اوڑھ لو جو تمہاری عاجزی و انکساری کو بیاں کرے، یہاں تمہاری امیدوں ، تمہاری آسوں ، تمہاری کامیابیوں کی معراج ہے

چنانچہ میقات پر پہنچ کر حجاج کرام اک خاص اہتمام کرتے ہیں ۔ان سلا ایک لباس اوڑھ لیتے ہیں کیوں کہ اب لمحہ بہ لمحہ منزل قریب سے قریب ہوتی چلی جارہی ہے ۔احکام کی بجاآوری پر خوب خوب نیکیاں کمانے کا موقع ہے۔حجاج کرام احرام باندھے بغیر حرم میں داخل نہیں ہو سکتے ۔

یادرہے ! یہ میقاتیں اُن کے لیے بھی ہیں جن کا ذکر ہوااور انکے علاوہ جو

شخص جس میقات سے گزرے اُس کے لیے وہی میقات ہے اور اگر میقات سے نہ گزرا تو جب میقات کے محاذی آئے اس وقت احرام باندھ لے، مثلاًپاک و ہندوالوں کے لیے میقات کوہِ یَلَملَم کی محاذات ہے۔
(الفتاوی الرضویۃ'''الھدایۃ''، کتاب الحج)
حجاج کرام کے لیے میقات کے متعلق علم ہونا ضروری ہے کہ وہ جس ذیشان کام کے لیے حاضر ہورہے ہیں تاکہ اس کے تمام تر فیوض و برکات سے اکتساب فیض کر سکیں۔
میقات سے پیشتر احرام باندھنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور شوال سے پہلے ہو تو منع ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)۔۔۔۔ جو لوگ میقات کے اندر کے رہنے والے ہیں مگر حرم سے باہر ہیں اُن کے احرام کی جگہ حِل یعنی بیرون حرم ہے، حرم سے باہر جہاں چاہیں احرام باندھیں اور بہتر یہ کہ گھر سے احرام باندھیں اور یہ لوگ اگر حج یا عمرہ کاارادہ نہ رکھتے ہوں تو بغیر احرام مکہ معظّمہ جا سکتے ہیں۔ جبکہ حرم کے رہنے والے حج کا احرام حرم سے باندھیں (درمختار وغیرہ)۔۔۔۔

خوش بختوں و سعادت مندوں سے تاریخ ساز خطاب

محترم قارئین :حج کا موقع ہے ۔دنیا بھر سے مسلمان حج کے لیے جمع ہیں ۔آج مکہ مکرم میں بہاریں ہیں بہاریں ہیں 9ذوالحجہ انگریزی تاریخ 25اکتوبر2012.بروز جمعرات کو مفتی اعظیم عرب شیخ عبدالعزیز الشیخ نے خطبہ دیا۔آپ قارئین کی دلچپی اور معلومات کے لیے آپ کو پیش کررہاہوں ۔اہم وزریں نکات کو ذہن نشین کرلیں ۔ان شاء اللہ بہت نفع ملے گا۔

مفتی شیخ عبدالعزیز الشیخ نے اپنے خطبہ میں کہتے ہیں جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ دہشت گردی اور ظلم کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں،اظہار رائے کی آزادی اور جمہوریت کے نام پر اسلام کو بدنام کیا جارہاہے، مشکلات سے نکلنے کا واحد حل اسلام ہے، باہمی یکجہتی سے تمام مشکلات سے نکلاجاسکتاہے، مسلمان اپنے مال کو علم کی ترویج کے لئے خرچ کریں، مسلم امت کو ترقی کرنی ہے تو ٹیکنالوجی کی طرف جائیں۔ مسجد نمرہ سے دنیا بھر سے آئے ہوئے 30 لاکھ سے عازمین حج کو میدان عرفات میں حج کے رکنِ اعظم وقوف عرفات کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے مفتی اعظم نے کہاکہ مسلمان معاشرے کا مفید فرد ہوتاہے۔ مومن کی نشانی ہے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنے والا گمراہ ہے۔ اسلام میں جبر اور ظلم کی کوئی گنجائش نہیں۔

آج یہاں سب مسلمان ہیں کوئی قوم نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ تمام تعصبات ختم کردیں۔ شریعت کے خلاف باتیں مخالفین کا پراپیگنڈا ہے۔ اظہار رائے کی آڑ میں اسلامی حدود کے خلاف باتیں ہوتی ہیں۔ مسلمان باہر کے بینکوں سے نکال کر اپنی دولت اپنے معاشروں میں لائیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو اپنی مشکلات اپنے وسائل سے حل کرنا ہونگی۔ انہوں نے کہا کہ وسائل کو مسلمانوں کی ترقی اور بہبود پر خرچ کرنا چاہیے، مسلمانوں کو پورے وسائل سے استفادہ اوران میں اضافہ بھی کرنا چاہیے، مال حلال ذریعے سے کمایا جائے اور ایسے خرچ کیا جائے جیسے ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی ممالک میں اسلامی تعلیمات کو رواج دینا ہوگا۔ مسلمانوں کو باہمی نفرتوں سے بچنا ہوگا۔ مسلمان اپنے وسائل اور تجربات کا ایک دوسرے سے تبادلہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ و تبارک کیلئے ہیں ہم ان سے معافی اور مغفرت چاہتے ہیں اور اپنے نفسوں کے شر سے بھی معافی چاہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں کہ اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ کی ہدایت نصیب نہیں اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اور درود ہوں ہم ان کی خدمات میں عاجزانہ اور ادب سے سلام پیش کرتے ہیں۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور ہدایت کی راہ اختیار کرو اور قیامت کے دن سے ڈرتے رہو جب حساب وکتاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لاؤ اور اسی سے

ڈرتے رہو اسی کی دشمنی میں اپنے اعمال کرو تاکہ تم دنیا کی سعادت اور جنت کی نعمتیں حاصل کر سکو، انھوں نے کہا کہ حضرت محمد ایسا دین لے کر آئے جو توحید پر مبنی ہے اور مشرکین کو کلمہ توحید پڑھایا یہ کلمہ توحید ان کی زبانوں پر جاری ہوا اور دلوں پر راسخ ہوا اور انھوں نے اس کے مطابق اعمال کیا اور اسی کی بنیاد پر اللہ اور انسانوں سے ان کا تعلق مضبوط ہوا اس سے پہلے وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ نبی مجنون ہے اور ہمیں ایسے خداؤں کی عبادت ترک کرنے کی دعوت دیتا ہے اسلام کا پیغام سب سے افضل ہے اسلام کا پیغام توحید کا پیغام ہے ہم آپ کو اللہ تعالی کے دیئے گئے دین کی وجہ سے توحید کی طرف بلاتے ہیں توحید کا پیغام ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی اور کی عبادت نہ کریں اللہ کے نبی نے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بت پرستی چھوڑ دو اس دین کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہ رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے ۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی ان تعلیمات کے مطابق گزارے اور اللہ تعالی کی حاکمیت اعلیٰ کو جانے کہ وہی زندہ کرنے اور مارنے والا اور ہماری قربانی، ہماری زندگی اور موت اسی کیلئے ہے ہم اسی کے خوف سے ڈرتے ہیں اور اسی کی رحمت سے پر امید ہیں ہماری حفاظت ہماری ذمہ داری اس کے پاس ہے

محترم قارئین میرے ساتھ رہیے اگلے کالم میں مزید معلومات کے ساتھ پھر حاضر

ہوئی گا۔

میقات واحرام

محترم قارئین: اس کالم میں ہم احرام کے متعلق مزید بات کرتے ہیں۔آپ کی توجہ درکار ہے۔

احرام وہ بابرکت لباس ہے۔جس کا ذکر ربّ تعالٰی نے اپنے بابرکت کتاب قران مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

احرام کا بیان:

(اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ (پ ۲ ،البقرۃ،آیت ۱۹۷)

ترجمہ ئ کنزالایمان: '' حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو ''

اور فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ( )يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا
الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَاِذَا حَلَلْتُمْ

فَاصْطَادُوْا (پ٦،المائدہ،آیت: ٢،١)

ترجمہ ئ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بے شک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں۔اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرسکتے ہو۔

حدیث: ابوداودزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لیے غسل فرمایا۔

حضورؐ نے احرام باندھنے میں اہتمام فرمایاچنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہام

المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی :حرام سے پہلے اور احرام کھولنے کے لیے طواف سے پہلے خوشبو لگاتی جس میں مُشک تھی، اُس کی چمک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مانگ میں اِحرام کی حالت میں گویا میں اب دیکھ رہی ہوں۔

سبحان اللہ ! جو جو عمل ہمارے نبیؐ نے ادا فرمایا رہتی دنیا کے لیے وہ عمل باعثِ خیر و برکت بن گیا۔ حجاج کرام کو بھی نیکی کے راستے پر اپنے افعال و عبادات میں کمال درجہ کی احتیاط اور اعلیٰ درجہ کی نظافت کا اہتمام کرنا چاہیے:

کہ وہ مسواک کریں اور وضو کریں اور خوب غسل کریں ۔۔۔۔ مرد چاہیں تو سر مونڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھا کرکے خوشبودار تیل ڈالیں۔۔۔۔۔ غسل سے پہلے ناخن کتریں، خط بنوائیں،۔۔۔۔ بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں کہ سنت ہے، اگر خوشبو ایسی ہے کہ اُس کا جِرم باقی رہے گا جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں میں نہ لگائیں۔۔۔۔۔ مرد سلے کپڑے اور موزے اُتار دیں ایک چادر نئی یا دُھلی اوڑھیں اور ایسا ہی ایک تہبند باندھیں یہ کپڑے سفید اور نئے بہتر ہیں اور اگر ایک ہی کپڑا پہنا جس سے سارا ستر چھپ گیا جب بھی جائز ہے۔ بعض عوام یہ کرتے ہیں کہ اسی وقت سے چادر داہنی بغل کے نیچے کرکے دونوں پلّو بائیں مونڈھے پر ڈال دیتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے، بلکہ

سنت یہ ہے کہ اس طرح چادر اوڑھنا طواف کے وقت ہے اور طواف کے علاوہ باقی وقتوں میں عادت کے موافق چادر اوڑھی جائے یعنی دونوں مونڈھے اورپیٹھ اور سینہ سب چھپا رہے۔۔۔۔۔۔ جب وہ جگہ آئے اور وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت بہ نیت احرام پڑھیں، پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ ھُوَ اللہُ پڑھے۔

: حجاج کرام احرام باندھے ان الفاظ کے ساتھ حج کی نیت فرمائیں

اللھم اِنّی اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِی وَتَقَبَّلْہُ مِنّی وَاَعِنّی عَلَیْہِ وَبَارِکْ لِی فِیْہِ ،نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالیٰ ۔۔

ترجمہ :اے اللہ ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اس کو تو میرے لیے آسان کردے اور اسے مجھ سے قبول فرما اور اس میں میری مدد فرما اور اسے میرے لیے بابرکت فرما۔ میں نے حج کی نیت کی اور اللہ کی لیے اس کا احرام باندھا۔

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔یہ زیارت حج کے لیے نکلے بندگانِ خدا ہر لحہ خود کو سپرد کیئے ہوئے ہیں اپنے رب کے اور زبان حال سے پکار رہے ہیں۔لبیک اللھم لبیک ،اللھم لبیک ،لبیک لا شریک لاشریک لبیک ،اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ ،لَاشَرِیْکَ

خوش بختوں و سعادت مندوں سے تاریخ ساز خطاب

محترم قارئین مفتی شیخ عبدالعزیز الشیخ اپنے خطبہ میں مزید امت مسلمہ کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں :

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے خدا کے علاوہ جو معبود ہیں وہ ہماری بات نہیں سنتے اور اگر سنیں تو اس کا جواب بھی نہیں دے سکتے، مسلمان کا حق ہے کہ وہ توحید کے پیغام کی حفاظت کرے اس میں وہ کسی چیز کی کمی بیشی نہ کرے ، مسلمان اللہ تعالی کے ساتھ شرک سے اجتناب کرتا ہے جو اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے اس پر جنت حرام ہے اور اس کی مغفرت نہیں ہو گی ۔ اللہ تعالی اور مخلوق کا رابطہ براہ راست ہے اس کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا جو اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کو پکارتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں نہ ان کو ان سے نفع پہنچتا ہے، نہ نقصان، اللہ تعالی ہی حقیقت حال کو کھول کر بیان کرنے والا ہے وہ بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے نوازتا ہے وہ امید اور دعا کے ساتھ بندوں کی حاجت روائی کرتا ہے۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتا ہے وہ انتہائی گمراہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا یہ حق ےہ کہ وہ توحید پر کاربند رہیں، نیکی کو اپنائیں اور نیکی کی بنیاد پر باہمی ربط قائم کرے، اپنے معاہدوں کی پابندی کرے، مسلمانوں کی رندگی یہی ہے کہ وہ ان تمام

کاموں پر عمل کرے، اپنے صالح اعمال کے ذریعے سے توحید کے پیغام کو خوب سے خوب تر بناؤ، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو اور اسی پر اپنا عقیدہ قائم رکھو، مسلمانوں کی خوبی یہ ہے کہ وہ نفس مطمئنہ رکھتا ہے، وہ اطمینان کی حالت میں رہتا ہے مشکلات پر صبر کرتا ہے وہ اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اس کے پیغام کو حرزِ جاں بناتا ہے، وہ شیطان سے پناہ مانگتا ہے، مشکلات سے بچتا ہے اور صبر کا وطیرہ اختیار کرتا ہے۔ اے مسلمان بھائیو! نیکی اور اچھائی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون کرو نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے باہمی تعاون کرو لڑائی اور دشمنی کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو تم پر ضروری ہے کہ تم کسی بھی قوم کو اس کے عدل کے حق سے محروم نہ کرو اور نہ ہی کوئی قوم تمہیں عدل کے اپنانے سے باز رکھتی ہے۔ آخرت کی کھیتی تیار کرو اور دنیا میں جو برائیاں ہیں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اپنے عقیدے کی حفاظت کرو، دنیاوی زندگی میں مسلمان ایک دوسرے سے تعاون کریں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ ایک جماعت ہیں اور ایک امت ہیں، اچھے اخلاق اپناؤ اچھی خوبیوں کو اپناؤ۔ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب رسول اللہؐ کی ذات کو اپنا فیصلہ کرنے والا نہ مان لے اور اپنے جھگڑوں میں ان کا فیصلہ تسلیم نہ کرے ضروری ہے کہ ہم آپؐ کی اطاعت کریں اور انہیں اپنی جان و مال سے برتر جانیں۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، مسلمانوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ بھی نیکی

کرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کرتے ہیں۔اے مسلمانو! یہ توحید ہے کہ اگر تم اس کو حاصل کرلوگے تو کامیابی سے ہمکنار ہوگے اور ایک عمدہ معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤگے۔اپنے اسلامی تشخص کو محفوظ رکھواور اس کی حفاظت کرو، دنیا میں اپنے عقیدہ توحید کو محفوظ کرلو اور اس کی بنیاد پر اپنے اولاد کی تربیت کرو اس کی وجہ سے آپ اپنے آپ سے تعلقات قائم رکھ سکوگے اور اپنے دین کی حفاظت کرسکوگے،دین کی تعلیم دینا اور اولاد کی اچھی تربیت کرنا اس کی اصلی تبلیغ ہے اور لوگوں تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ اور اپنے درمیان اختلافات کو کم کرو اور مسلمانوں کی باہمی معاونت اور مدد کرو اے انسانو! ہم تمہیں اللہ کے دین کی طرف متوجہ کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی توحید کو ہی اپنا کر ہی ہم دنیا میں سعادت اور کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔جب دل اللہ کی توحید سے خالی ہوگا تو دنیا میں کامیابی نہیں پا سکیں گے، اللہ کے لئے توحید کو اپناؤ اور دین کو اللہ کی رضا کی خاطر اپنائے رکھو۔انہوں نے کہا کہ یہاں اسلام نے اخلاقی قدریں دی ہیں آداب دیئے ہیں،اور زندگی گزارنے کا طریقہ کار دیا ہے،اسے مضبوطی سے تھامے رکھو، دین ایک ایسا پیغام دیتا ہے کہ وہ انسان کو انسانی اداب ، اخلاقی اور اقدار سکھاتا ہے نبی کریمؐ کی بعثت تمام انسانیت کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی واضح آیات بیان کردی ہیں کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رسول اور رحمت العالمین بنا کر بھیجا اور اسلام کے

علاوہ کوئی شخص دین اپناتا ہے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور دین وہی جو رسول کریمؐ نے عطا کیا یہ وہ خوبیاں ہیں جو مسلمان اپنا کر اپنا تشخص قائم کر سکتے ہیں اور اپنا امتیاز برقرار رکھ سکتے ہیں اس کے ذریعے سے اسلامی شریعت انبیاء کرام کو عطاء ہوتی رہی ہے اور ہم اللہ کے نبی کریمؐ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کی شریعہ کا بھی احترام کرتے ہیں اس دین میں نہ کوئی فیصلہ ہے نہ کوئی خاندان نہ کوئی حسب و نسب ہے یہ ایک ایسا دین ہے جو تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جس شخص کے پاس جتنا تقویٰ ہے اتنا ہی وہ زیادہ عظےم ہے یہی وہ عقیدہ ہے جو ہمیں اس آخرت کی دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کیلئے تیاری کیلئے جذبہ فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے سائے میں آپ اپنے آداب و اخلاق، قدریں اور نظریات کو فروغ دے سکتے ہیں کیونکہ نبی کریمؐ رحمت العالمین ہیں اور ان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اسلام تمام انسانیت کا دین ہے اس کی بنیاد پر تمام تقوی پر ہے اس کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ انسانیت کو امن و سلامتی کا پیغام دے ایمان کا آغاز اللہ کی توحید پر ایمان لانے سے ہوتا ہے اور پھر رسولوں پر ایمان لایا جاتا ہے اور پھر تمام انبیاء علیہ اسلام کی نبوت اور رسالت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور نبی کریمؐ ان میں سے آخری نبی کریم ہیں کی تکریم و تعظیم ہمارے عقیدے کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی کہ وہ معاشرے کے مطابق ہمیں اپنی زندگی بسر

کرنا ہے اے مسلمانو ! اللہ کی توحید پر ایمان لانے کے بعد ہمیں اسلامی شریعت کو اپنانا ہے اور اس میں ہمیں علمی ، تعلیمی اور معاشی و سیاسی تمام امور میں اسلامی شریعت کی پیروی کرنا ہے۔انھوں نے کہا کہ شریعت زبان و مکان کی پابندیوں سے بالاتر ہے ہر زمانے میں ہر جگہ قابل عمل ہے یہ ایک ایسی شریعت ہے جس پر عمل کرنے سے انسانیت کی بھلائی اور بہتری ہو سکتی ہے نبی کریمؐ کی عطاء کردہ شریعت ہی ہماری کامیابی اور کامرانی کی بنیاد ہے کسی بھی مومن کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسولؐ کے فیصلوں کیخلاف کوئی عمل کرے یہ وہ قواعد وضوابط ہیں جو ہر زمانے میں قابل عمل نہیں اور انسانیت کی کامیابی کیلئے ایک دلیل ہے اسی شریعت کی پیروی اور اسی شریعت کی حفاظت کے ذریعے مسلمان اس دنیا میں عزت اور تکریم حاصل کر سکتے ہیں یہ شریعت ایسا سامان فراہم کرتی ہے جو انسانوں کو باہم ایک دوسرے کے قریب کرتی ہے تمام انبیاء کی یہی دعوت و تبلیغ تھی کہ نبی کریمؐ شریعت کامل اور اکمل ہے اسی وجہ سے مسلمان اپنا تشخص قائم رکھ سکتے ہیں مسلمانوں کو اگر کوئی خوبی حاصل ہے تو یہی وہ شریعت پر عمل کریں تاکہ وہ ایک ایسی امت بن جائیں کہ جو امت وسط پر پہلی امت ہے جو امت محمدیہ کہلاتی ہے اور دین اسلام کے احکامات پر عمل کرتی ہے۔ اسلام کے عقائد و عمل دیگر تمام شریعتوں کے عقائد و اعمال سے بہتر ہیں کیونکہ محمدؐ آخری نبی اور رسول ہیں ان کی شریعت سب سے اکمل اور سب سے افضل ہے ہم مظلومین کی بھلائی کی دعا کرتے ہیں کہ جہاں بھی کسی انسان

مشکل میں ہیں ان کی مشکلات حل ہوں ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کریں ہم ایک دوسرے کا احترام کریں تمام مسائل استعمال کرنے انسانیت کی خدمت کا شعائر بنائیں محمدؐ اللہ کا پیارا عمل تھا کہ وہ انسانوں کو اور اپنے ساتھیوں کو نہ صرف عزت بخشتے تھے بلکہ ان کی خدمت بھی کرتے تھے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہم اللہ کے قرآن اور نبی کریمؐ کی سنت پر عمل کریں اور یہی تجارت کا ذریعہ ہے نبی پاکؐ کا فرض ہے کہ اس شریعت کو مضبوطی سے اپنائے رکھو اچھے اعمال کرو اور اپنے اسلاف میں جو روایتیں قائم کی ہیں ان عمدہ روایتوں کو اپنائے رہو اور اس پر عمل کرتے رہو نبی کریمؐ نے آپ لوگوں کیلئے میری سنت میرے خلفائے راشدین کی سنت ہے آج ضروری ہے کہ ہم نبی کی سنت کو اپنائیں بلکہ وہ طریقہ بھی اپنائیں جو خلفائے راشدین نے قائم کیا ۔ہمیں اپنے اسلاف کے قائم کردہ اصولوں پر عمل کرنا ہوگا اور ان کو اپنا کر ترقی کرنا ہوگی۔ ہم اسلامی امت کا حصہ ہیں آج کل عالم اسلام مصائب میں گھرا ہوا ہے، اس میں بہت سے لوگوں نے اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں اور مشکلات کا سامنا ہے جن میں غذائی قلت ، سیاسی معاملات، سالمیت، اقتصادی امور بھی ہیں ان تمام مشکلات سے نکلنے سے ضروری ہے کہ اللہ کے کلام کو حفظ جاں بنائیں۔امت مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ باہمی اتحاد اور تعاون کو فروغ دیں اور انکے حکام پر بھی لازم ہے کہ وہ شریعت پر عمل کرکے حالات سازگار بنائیں اور ہر امت ان مشکل حالات سے اس وقت نکل سکتی ہے جب وہ باہمی یکجہتی کا اظہار کریں اور عقیدے کی بنیاد پر ہم

ایک دوسرے سے تعاون کریں اور کلمہ طیبہ پر جمع ہوجائیں اور اسی کی بنیاد پر باہمی اخوت اور بھائی چارے کو عام کریں اور اپنے تجربات ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کریں اور اپنے وسائل بھی ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کریں اور یکجہتی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اگر ایک جگہ کوئی مشکلات پیدا ہوں تو اسکو حل کرنے کے لیے تمام مسلمان جمع ہوجائیں کچھ سیاسی مشکلات بھی ہیں جن کو مل کر حل کر سکتے ہیں جو بھی آپکے پاس وسائل اور قوتیں ہیں اگر آپ انہیں اکٹھا کرلیں تو آپ اپنی مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں اس امت کچھ اخلاقی برائیاں بھی پیدا ہوگئی ہیں جو اس وجہ سے ہیں کہ ہم اسلامی اقدار اور اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جارہے ہیں ہمیں اپنے اخلاق کو سنوارنے کے لیے رسول اکرمؐ کے خلق عظیم کو اپنانا ہوگا ہمیں خاص طور پر اعتدال کو اپنانا ہوگا ہر طرح کی افراطسے بچنا اور تشدد کو چھوڑنا ہوگا۔ ہمیں اسلام کو صحیح طور پر اپنانا ہوگا۔ مال کے بغیر زندگی نہیں گزاری جاسکتی لیکن یہ مال حلال طریقے سے کمایا گیا اور یہ مال اسی طرح خرچ کیا جائے جیسے ہمیں حکم دیا گیا ہے مال ایک ایسا ذریعہ جس سے ہم اقتصادی قوت حاصل کرسکتے ہیں اس لیے تمام مسلمانوں کو تمام وسائل سے استفادہ کرنا ہوگا اور مالی وسائل میں اضافہ بھی کرنا چاہیے اور اسی طرح مالی وسائل کو اسلامی ترقی اور مسلمانوں کی بہبود کے لیے خرچ کرنا چاہیے۔ محترم قارئین:

مزید خطبہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت کروں گا-

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (پ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت ۳۶

ترجمہ کنزالایمان: بیشک مہینوں کی گنتی اللّٰہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللّٰہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان وزمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللّٰہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

یعنی ان حرمت والے مہینوں میں ظلم نہ کرو کیونکہ ان میں گناہ کرنا دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ شدید ہے۔ انھیں فضیلت و فوقیت حاصل ہے لہٰذا ان کا احترام بھی لازم ہے۔ یعنی ابتدائے آفرینش ہی سے اللہ تعالٰی نے بارہ مہینے مقرر فرما رکھے ہیں۔ جن میں چار کو خصوصی ادب واحترام اور عزت و تکریم سے نوازا گیا۔

حدیث مبارکہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زمانہ اپنی اسی حالت پر واپس لوٹ آیا ہے کہ جس پر وہ اس وقت تھا جب اللہ تعالٰی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی تھی۔ سال کے بارہ مہینے ہیں جن

میں چار حرمت والے ہیں، تین تو لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا ماہِ رجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ التوبہ ؛/ (مسلم: کتاب القسامہ، باب تغلیظ تحریم الدمائ

: ایک اور مقام پر میرے اور آپ آقا مدینے والے مصطفیؐ ارشاد فرماتے ہیں

افضل الصیام بعد رمضان: شہر اللہ المحرم وافضل الصلاۃ بعد الفریضۃ: صلاۃ اللیل (مسلم: کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: رمضان المبارک کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے سب روزوں سے افضل ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز آدھی رات (یعنی تہجد) کے وقت پڑھی (جانے والی نماز ہے۔ (مسلم: کتاب الصیام: باب فضل صوم المحرم

محترم قارئین !!!! تاریخ کے ورق الٹ پلٹ کر دیکھیں تو آپ جان لیں گئے کہ اسی ماہِ مقدس میں ایسے دلدوز واقعات رونما ہوئے کہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی وہ مقتل وہ زخم، وہ قتل و غارت گری، عزت و تکریم کے پیکروں کے سر قلم کرنے کے مناظر، سبھی کچھ ایسے لگتا ہے جیسے ابھی ہوا ہو۔ یہ واقعہ سن، پڑھ کر دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوجاتی ہے۔ فرط غم سے آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔ عزت و احتشام کے ان بلند مناروں کے ساتھ انسانیت سوز رویے پر دل کانپ اُٹھتا ہے۔ یوں تو اس ماہ محرم الحرام میں سینکڑوں واقعات تاریخ کے اوراق میں رقم ہیں لیکن جس

واقعہ نے تاریخِ انسانیت کو جھنجوڑ دیا وہ واقعہ کرب و بلا ہے۔جہاں کشت و خون کی آندھیاں چلیں، تخت وتاج کے نشے میں بدمست شخص اور اس کے ساتھیوں نے گلشنِ زہراء پر شب خون مارا۔اس خاندان پر اپنے تیر و نشتر چلائے جن کے صدقے گداؤں کو تونگری ملی۔ان کے در سے جڑے ذرے مہر وتاباں ہوگئے۔آیئے اس خاندان کی عظمت جانتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (پ ۲۵، سورۃ الشعراء (آیت: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت۔

اس آیت کے تحت مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ الہادی فرماتے ہیں: تم پر لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان مودّت، محبّت واجب ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (آلِ پاک ہے۔ (بخاری شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ہم نے حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کیا:یارسول اللہؐ !آپ کے جن قریبیوں کی محبت ہم پر لازم

قرار دی گئی ہے وہ کون خوش نصیب ہیں ؟آپ نے فرمایا: علی ،فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسنین کریمین ، طیبین ،طاہرین ، قمرین ،منیرین) (زرقانی علی المواہب ،ج ۷، ص ۲۰)

یہ وہی خاندان اہل بیت ہے کہ جن کے متعلق حضورِ اکرم نور مجسم فخرِ نبیؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: : اَنَا وَہٰذٰنِ وَہٰذَا الرَّاقِدُ یَعْنِیْ عَلِیًا یَوْمُ الْقِیَامَۃِ فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ (طبرانی ،مسند احمد بن حنبل ۔ کنزالعمال) ۔ترجمہ: یعنی میں اور تم اور یہ دونوں (حسن و حسین اور یہ سونے والا (حضرت علی) ہم سب.روز قیامت ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

یہ وہی عظمت و شان والا گھرانہ ہے جسے نبی سرور محبوب انورؐ بشارت عطافرماتے ہیں کہ فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں (ترمذی شریف، کنزالعمال)

پیارے آقامدینے والے مصطفیؐ نے امّت کو اپنے اہل کی محبت کا درس دیا۔آپؐ فرماتے ہیں : '''اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ،اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قران پاک کی قرائت۔ (کنزالعمال ،کتاب النکاح ، قسم

(الاول،الحدیث ۱۰۴۵۴

ان نیک و پاکباز ہستیوں کی ،اس شرف و تعظیم کے پیکر گھرانے کی محبت ہی کامیابی کی معراج ہے۔ منگتوں ، فقیروں ، گداگروں و مفلسوں کو بھیک اسی در سے میسر ہے۔ جس نے اہل بیت سے محبت کی، شفاعت و برائت کا مژدہ، محب و عاشق کا طمغہ اسی کے سینے پہ سجے گا۔ محبت بھی وہ محبت کے جس محبت کا حضورؐ نے درس دیا ہے۔ تعظیم بھی وہ تعظیم کہ جو اس خاندانِ عالیشان کے شایان شان ہو۔ ہم بارگاہ الٰہی میں انہی کا واسطہ پیش کرتے ہیں ۔انہی کا صدقہ طلب کرتے ہیں ۔

میرے اجڑے پر کرم کی بھَرن

اب تو برسا شہ،یاشہ کربلا

اب ہو رخصت خزاں کِھل اُٹھے گل ستاں

وہ چلا دو ہوا،یا شہ کربلا

ایک مظلوم کو اپنے مغموم کو

آفتوں سے چھڑایا شہ کربلا

واقعہ کربلا کی پیشن گوئی اور صبر واستقلال کی عظیم نظیر

اس خاندان کا بچہ بچہ اپنے کردار و گفتار میں اپنی مثال آپ ۔انہی میں سے ایک نام سیدالشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔جن کی ولادت 5 شعبان 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کانام حسین اور شبیر رکھا اور آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور رَیْحَانَۃُ الرَّسُوْل ہے اور آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنافرزند فرمایا۔ (اسد الغابۃ، باب الحاء والحسین،۔الحسین بن علی،ص،ملتقطاً)

حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا: عَنِ ابْنِ عَبَّاس مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔ (المستدرک للحاکم،کتاب معرفۃالصحابۃ، باب رکوب الحسن...)

''جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔''

یہ وہی نواسۂ رسول ہیں ۔جنکا حسب نسب دنیاکے تمام نسبوں سے اعلی ۔جن کا گھرانہ تمام گھرانوں سے افضل ۔جن کی ہر ہر ادا شریعت مصطفیٰ ۔شہزادیٔ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھاکے ہاں ولادت پانے والا یہ ننھاسا پھول ۔جس کی خوشبو سے زمانہ معطر معطر ہوا۔ خوش بخت ،خوش نصیب بچہ جس کا بچپن تمام انبیاء کے سردار احمد مختار محمد عربیؐ کے دامن رحمت میں گزار۔

اللہ اکبر اللہ اکبر !حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہوچکی، شیر خوار گی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی، خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہانے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل بندِ جگر پیوند کو خاک کربلا میں لَوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خداعزوجل میں مردانہ وارجان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمایا، یہ آغوشِ کرامت و رحمتِ فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالامرتبت ہے، اس

کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزندِ ارجمند رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی، سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی چشمہ رحمت چشم نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے، اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثارانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالی عنہم کے دل ہلا دیئے، اس درد کی لذت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے دل سے پوچھئے، صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل علیہ السلام ادا کر رہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنہا کی خاکِ زیرِ قدمِ پاک پر قربان! جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے، محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں، وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے، ہُمک ہُمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے، ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے، میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے، عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے۔ جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا، بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے، نہ علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ، عزیز واقارب برادر وفرزند قربان ہو چکے ہیں، تنہا یہ نازنین ہیں، تیروں کی بارش سے نوری جسم لہو لہان ہو رہا ہے، خیمہ والوں کی بے

کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نثار کرتا ہے۔ کربلا کی زمین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے، وہ شمیم پاک جو حبیبِ خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے، خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہاہے اور فرزند سینہ سے لپٹ رہاہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس منظر کو دیکھیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزندِ ارجمند کے جَدِّ کریم، حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، : حضرت حق تبارک وتعالیٰ ان کا رضا جو ہے

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

۔۔۔۔۔ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ 1 (تم راضی ہو جاؤگے۔ (پ۳۰، سورالضحی ،آیت ۵

.بروبحر میں ان کا حکم نافذ ہے، شجر وحجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیع فرمان ہیں، چاند اشاروں پر چلا کرتاہے، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے، بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضر خدمت ہوتے ہیں، کونین کے ذرہ ذرہ پر بحکم الٰہی عزوجل حکومت ہے، اولین وآخرین سب کی عُقدَہ کُشائی اشارہ چشم پر موقوف و منحصر ہے، ان کے غلاموں کے صدقہ میں خَلْق کے کام بنتے ہیں، مددیں ہوتی ہیں، روزی

ملتی ہے۔اس فرزند ارجمند کی خبرِ شہادت پا کر چشمِ مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے، بارگاہِ الٰہی عزوجل میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امن وسلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے، نہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس خبر نے تودل وجگرپارہ پارہ کردیئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قربان! بارگاہِ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمایئے۔ نہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا التجا کرتی ہیں کہ اے سلطان دارین! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے عالم فیض یاب ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مستجاب۔ میرے اس لاڈلے کے لئے دعا فرمادیجئے، نہ اہل بیت نہ ازواجِ مطہرات نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان۔سب خبر شہادت سنتے ہیں، شہرہ عام ہوجاتا ہے مگر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ مقامِ امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے، یہ محل عذر وتامل نہیں، ایسے موقع پر جان سے دَرِیْغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں، اخلاص سے جاں نثاری عین تمنا ہے۔ دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ یہ فرزند مقامِ صفاو وفا میں

صادق ثابت ہو۔ توفیقِ الٰہی عزوجل مُساعِدْ رہے، مصائب کا ہجوم اور آلام کا اَنبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین رضی اللہ تعالی عنہ زمینِ طَف میں قتل کیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے، انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین رضی اللہ تعالی عنہ) کی خوابگاہ مَقْتَل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔)

(المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۲۸۱۴، ج ۳، ص ۱۰۷)

والد گرامی امام حسین، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک مرتبہ میدان کرب و بلا سے گزر ہوا تو آئندہ ہونے والے غمناک واقعہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے اپنے شہزادے کی شہادت گاہ کے متعلق فرمایا: ''یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے۔ یہاں ان کے خون بہیں گے۔ جوانانِ آلِ محمدؐ، اس میدان میں شہید ہوں گے۔ آسمان و زمین ان پر روئیں گے۔ (دلائل النبوۃ، لابی نعیم، الفصل الخامس والعشرون، ج ۲، ص ۱۴۷

آہ!!!!!!آہ!!!!!وہی ہوا جو بتایا گیا۔ سچوں کے سچ کا عملی مظاہرہ آسمان

دنیا نے دیکھا۔

!لیکن آفرین صد آ صد آفریں

اللہ کے پاکباز بندوں کا یہ طریق ہے کہ وہ صابر و شاکر رہتے ہیں۔ یہاں پہاڑ بھی ہوتا تو وَحْشَت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا مگر طالبِ رضائے حق، مولیٰ عزوجل کی مرضی پر فدا ہوتا ہے، اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے، کبھی وحشت، پریشانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی، کبھی اس مصیبت عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا، انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے اور وقتِ مَوْعُود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔پھر چشمک فلک نے وہ خونی منظر دیکھ۔

بالآخر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے حسین و جمیل کردار پیش کیا۔وہ کیا حالات تھے ؟۔وہ سفر کیسا سفر تھا؟ کس کس نے چمن مصطفٰی کو نقصان پہنچایا یا پہنچانے کی کوشش کی؟ نہتے، بھوکے پیاسوں نے کیا کردار پیش کیا؟ کہاں یہ واقعہ ظہور پزیر ہوا؟ اپنے قلوب کو فیضانِ اہل بیت سے مستفید کرنے کے لیے یہ سب جاننے کے لیے آپ انتظار کیجیے۔بہت جلد نئے جذبہ اور نئی بامعنٰی تحریر کے ساتھ حاضر ہونگے

۔

پھر بلا کربلا، یاشہ کربلا

اپنا روضہ دکھا یاشہ کربلا

تیرے دربار کو اس کے انوار کو

آہ ! کب پاؤں گا یاشہہ کربلا

ایسا پاؤں جنوں ، دھڑکنوں میں سنوں

کربلا کربلا، یاشہہ کربلا

.....................ـــــــــــــــــــ اُخْتُمَتْ بِفَضْلِہٖ وَبِکَرَمِہٖ

یزید کا پیغامِ بیعت اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینے سے روانگی

زندگی اپنی رفتار سے گزر رہی تھی ۔شب روز نانا جانؐ کے دین کی اشاعت وترویج کا کام جاری و ساری تھا۔یکایک حالات و واقعات بدلنے لگے ۔ ۲۲رجب المرجب ۵۹ھ کو صحابیِ رسول و محب اہل بیت اطہار ،کاتب وحی ،خال المسلمین سیدنا حضرت امیر معاویہ بن حضرت ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)کا دمشق میں وصال باکمال ہوااور یزید تخت نشیں ہوگیا۔تخت حکومت کی خماری میں بدمست اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ سب سے پہلے مجھے ان لوگوں کی خبر لینی چاہیے جو مجھے امیر تسلیم کرنے پر رضامند نہیں ۔تاکہ انھیں اپنا مطیع وفرمانبردار بناسکوں۔

یزید نے مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت کے لئے کہے اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اورابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے ،ہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت لینا سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور

شیر کا بیٹا موقع کا انتظار نہ کریگا۔

صوبہ دار نے خط پڑھ کر پیامی بھیجا،امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''چلو آتے ہیں''۔ پھر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: '' دربار کا وقت نہیں، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار نے وفات پائی ،ہمیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے ''۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: '' میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا رائے ہے؟'' فرمایا: ''میں اپنے جوان جمع کرکے جاتا ہوں ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس جاؤں گا۔'' ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کہا: ''مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔'' فرمایا: ''وہ میرا کچھ نہیں کر سکتا۔''پھر اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے ،ہمراہیوں کو ہدایت کی: ''جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو،اندر چلے آنا اور جبتک میں واپس نہ آؤں کہیں ہل کر نہ جانا۔'' یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے۔ولید نے خط پڑھ کر سنایا وہی مضمون پایا جو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال شریف میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا: ''مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے ،سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو'' ولید نے بنظرِ عافیت پسندی عرض کی: ''بہتر! تشریف لے جایئے۔'' مروان بولا: ''اگر اس وقت انہیں چھوڑ دے گا اور بیعت نہ لے گا توجب تک بہت

سی جانوں کا خون نہ ہو جائے، ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا،ابھی روک لے بیعت کر لیں تو خیر ورنہ گردن ماردے۔'' یہ سن کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ابن الزرقاء !تُو یا وہ، کیا مجھے قتل کر سکتا ہے؟خدا کی قسم !تُو نے جھوٹ کہا اور پاگل پن کی بات کی۔'' یہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مروان نے ولید سے کہا:''خدا کی قسم ! اب ایسا موقع نہ ملے گا۔'' ولید بولا: ''مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں ،مجھے تمام جہاں کے ملک ومال کے بدلے میں بھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل منظور نہیں ، میرے نزدیک حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہو گا۔ وہ قیامت کے دن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔'' مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا:''تُو نے ٹھیک کہا۔' (الکامل فی التاریخ،ذکر بیعت یزید)

یہ رات امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جدِ کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے روضہ منورہ میں گزاری کہ فراق کی گھڑیاں آچکی ہیں ۔چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مقدس گود سے لپٹ لیں پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے ۔امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام میں ہیں کہ خواب دیکھا، حضورپرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

تشریف لائے ہیں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں: ''حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ !!! وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کئے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔'' یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اٹھے اور روضہ مقدس کے سامنے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔

وہ شمع بارگاہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

مسلمانو! حیاتِ دنیاوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی حاضری ہے، صلوۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہوگئے ہیں، غمِ فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں، رقت کے جوش نے جسمِ مبارک میں رعشہ، پیدا کر دیا ہے، بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے، دل کہتا ہے سر جائے، مگر یہاں سے قدم نہ اٹھایئے، صبح کے کھٹکے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے، دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں۔ وطن کی خاک جب قدموں پر لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو؟ غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو؟ شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں، مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے پہر کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلارہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چلی ہے ،اندھیری رات کی تاریکی اپنادامن سمیٹنا چاہتی ہے تمام شہر میں سناٹا ہے نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے ،نہ کسی چلنے والے کی ٹِک ٹِک بڑھتے، قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں ،ہاں خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت جاگ ہو رہی ہے اور سامانِ سفر درست کیا جارہا ہے۔ ضرورت کی چیزیں باہر نکالی گئی ہیں ، سواریاں دروازوں پر تیار کھڑی ہیں ، محمل کس گئے ہیں پردے کا انتظام ہوچکاہے،ادھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، گھروالے، سوار ہو رہے ہیں ادھر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام سے باہر تشریف لائے ہیں محرابوں نے سر جھکا کر تسلیم کی،میناروں نے کھڑے ہو کر تعظیم دی، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی نبی زادوں کا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔

مدینہ میں اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضرت صغریٰ امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور جناب محمد بن حنفیہؔ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے باقی رہ گئے۔

باغِ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستاں اہلبیت

اللہ اکبر! ایک وہ دن تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے کافروں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دلوں میں مسرت آمیز اُمنگوں نے جوش مارا اور آنکھوں میں شادی عید کا نقشہ کھنچ گیا، آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا، منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی، ٹکٹکی باندھ کر تکتیں، اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دور سے دیکھ کر چونک پڑتے، جب آفتاب گرم ہو جاتا، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے، ایک دن اَور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی''اے راہ دیکھنے والو! پلٹو! تمہارا مقصود بر آیا، اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔''اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھا گئی تھی، اشکِ شادی برسا چلیں، وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے، بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے، پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے، اب کیا تھا خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے

: لبوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

یعنی وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی) طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔ بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں : اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

یعنی ہم قبیلہ بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے)

(پڑوسی ہیں۔

غرض مسرت کا جوش تھا، درودیوار سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی ،ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے،مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں ایک ایک کرکے رخصت ہوتی اور خیرباد کہتی ہیں۔ یہ سب درکنار، ناز اٹھانے والی ماں کا پڑوس،ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھ کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا بیٹا قربان کردینے والے جدِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا قرب ،کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں ؟آسانی سے آنکھیں پھیرنی کیسی !اگرامام

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہونا منظور فرماتے اور مدینہ سے پاؤں باہر نہ نکالتے ، مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناقہ اس میدان کی جانب لئے جاتی ہے، جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے پیاسوں کے شہید کئے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔ مدینے کی زمین جس پر آپ رضی اللہ، تعالیٰ عنہ گھٹنوں چلے جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں، جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں، اپنے سر پر خاکِ حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ '' اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود کے سنگھار ! کلیجے کی ٹیک !زندگی کی بہار ! کہاں کا ارادہ فرمادیا؟ وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں جو میری آنکھوں کے تارے ہیں، شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں ؟

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجدِ نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کے منارے سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہوگئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحبہ اجمعین۔

راستے میں عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، عرض کی: ''کہاں کا قصد فرمالیا؟'' فرمایا: ''فی الحال مکہ کا۔'' عرض کی: ''کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے، وہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دغا کی گئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کے سوا کہیں کا ارادہ نہ فرمائیں، اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں گے تو خدا کی قسم! ہمارا ٹھکانہ نہ لگا رہے گا، ہم سب غلام بنا لئے جائیں گے۔'' بالآخر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن و امان کے ساتھ قیام فرما رہے۔

(...الکامل فی التاریخ، ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین)

سفر ابھی ختم نہیں ہوا۔ سعادتوں کے سفر کا ابھی تو آغاز ہے۔ ابھی تو وفا شعاری تابعداری کی وہ عظیم مثال قائم کرنی ہے۔ ایثار و قربانی کی عظیم داستانیں رقم کرنی ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا عزم، چہرے کی بشاشت کسی تاریخ ساز کارنامے کے وقوع کا پتہ دے رہی تھی۔ کچھ ہونے والا ہے۔ بڑھے چلے جا رہے تھے۔ بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے۔

سلطانِ کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانانِ مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو
کربلا کے جاں نثاروں کو سلام

فاطمہ زہراء کے پیاروں کو سلام

کوفیوں کی طرف سے فریاد و جھوٹے وعدے اور شہادت امامِ مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روشنی دیتا رہے گا تا ابد خون حسین
شام ہی جس کی نہ ہو گی وہ سحر ہے کربلا
وہ بظاہر سانحہ تھا چند ساعت کا مگر
غور سے دیکھو تو صدیوں کا سفر ہے کربلا

کامیابیوں و کامرانیوں کے سفر پر رواں جواں جذبہ قافلہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوقار انداز میں بڑھتے چلے جا رہا ہے۔ دلیری، شجاعت و بہادری جسے ورثہ میں ملی۔اس جنّتی دولہا، جنّتی نوجوانوں کے سردار کی آمد کی خبر عام ہو گئی۔

اہلِ کوفہ کو جب یزید کی تخت نشینی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت طلب کئے جانے اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدینہ چھوڑ کر مکے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی، فریب دہی وعیاری کی پرانی روش یاد آئی۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے، ہم مشورہ ہو کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرضی لکھی کہ تشریف لائیے اور ہم کو یزید کے ظلم سے بچائیے۔ کثیر تعداد میں عرضیاں جمع ہو جانے پر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ "اپنے

معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھیجتا ہوں ،اگر یہ تمہارا معاملہ '' ٹھیک دیکھ کراطلاع دیں گے توہم جلد تشریف لائیں گے ۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کوفہ پہنچے ،ادھر کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کومدد دینے کا وعدہ کیا ،بلکہ کئی ہزار داخلِ بیعت بھی ہو گئے اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہاں تک باتوں میں لے کر اطمینان دلایا کہ انہوں نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو تشریف لانے کے متعلق مکتوب بھی لکھے ہیں ۔

ادھر یزید کو کوفیوں نے خبر دی کہ حسین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھیجا ہے ۔کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں ۔کوفہ کا بھلا منظور ہے تو اپنی طرح کوئی زبردست ظالم بھیج ۔

اس نے عبد اللہ ابن زیاد کو حاکم بنا کر روانہ کیا اور کہا کہ '' مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرے یا کوفہ سے نکال دے ۔''جب یہ کوفہ پہنچا امامسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ کئی ہزار کی جماعت پائی ۔امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا۔کسی کو دھمکی دی، کسی کو لالچ سے توڑا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صرف تیس آدمی رہ گئے۔ان سفاکوں نے امام مسلم کو شہید کرنے کا عزم کر رکھا تھا ان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑ چکے تھے۔
شیر مظلوم حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تن ان ظالموں کے پتھروں سے خونا خون تھا۔ ابن اشعث نے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے امان ہے نہ آپ قتل کئے جائیں نہ کوئی گستاخی ہو۔''
تصور کیجیے وہ کس قدر پریشان کن حالات ہونگے۔آہ آہ!!! حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ایک شخص بولا: ''تم جیسا بہادر اور روئے۔''فرمایا: ''اپنے لئے نہیں روتا ہوں، رونا حسین اور آلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے کہ وہ تمہارے اطمینان پر آتے ہوں گے اور انہیں اس مکر و بدعہدی کی خبر نہیں۔'' پھر ابن اشعث سے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے سے عاجز رہو گے اور تمہاری امان کام نہ دے گی۔ اگر ہو سکے تو اتنا کرو کہ اپنے پاس سے کوئی آدمی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر میرے حال کی اطلاع دے دو کہ وہ واپس جائیں اور کوفیوں کے فریب میں نہ آئیں۔''
جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن زیاد بدنہاد کے پاس لائے گئے، ابن اشعث نے کہا: میں انہیں امان دے چکا ہوں۔وہ خبیث بولا: ''تجھے امان دینے سے

کیا تعلق ؟ہم نے تجھے ان کے لانے کو بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کو۔'' ابن اشعث چپ رہے، مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ اس شدتِ محنت اور زخموں کی کثرت میں پیاسے تھے۔ '' فرمایا: ''مجھے پانی پلا دو۔'' ابن عمرو باہلی بولا: ''تم پانی کی بوند تک نہ چکھنے پاؤ گے امام مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''او سنگ دل ! آب حمیم ونارِ جحیم کا تو مستحق ہے۔'' پھر عمارہ بن عقبہ کو ترس آیا، ٹھنڈا پانی منگا کر پیش کیا، امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پینا چاہا، پیالہ خون سے بھر گیا، تین بار ایسا ہی ہوا، فرمایا: ''خدا کو ہی منظور نہیں۔ ''

جب ابن زیاد بد نہاد کے سامنے گئے، اسے سلام نہ کیا وہ بھڑکا اور کہا: تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔ فرمایا: '' تو مجھے وصیت کر لینے دے۔'' اس نے اجازت دی۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا: '' مجھ میں تجھ میں قرابت ہے اور مجھے تجھ سے ایک پوشیدہ حاجت ہے۔ اس سنگدل نے کہا میں سننا نہیں چاہتا۔ ابن زیاد بولا '' سن لے کہ یہ تیرے چچا کی اولاد ہیں۔'' وہ الگ لے گیا، فرمایا: '' کوفہ میں، میں نے سات سو درہم قرض لئے ہیں وہ ادا کر دینا اور بعد قتل میرا جنازہ ابن زیاد سے لیکر دفن کرا دینا اور امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر منع کرا بھیجنا۔'' ابن سعد نے ابن زیاد سے یہ سب باتیں بیان کردیں۔ وہ بولا: '' کبھی خیانت کرنے والے کو بھی امانت سپرد کی جاتی ہے''یعنی انہوں نے پوشیدہ رکھنے کو فرمایا، تونے ظاہر کردیں، اپنے مال کا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر ہمارا قصد نہ کریں گے، ہم ان کا نہ کریں گے، ورنہ ہم ان سے باز نہ رہیں گے، رہا مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ۔ اس میں ہم تیری سفارش سننے والے نہیں، پھر حکم پا کر جلادظالم انہیں بالائے قصر لے گیا امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر تسبیح واستغفار میں مشغول تھے یہاں تک کہ شہید، کئے گئے اور ان کا سر مبارک یزید کے پاس بھیجا گیا۔ (الکامل فی التاریخ، دعوۃ اھل الکوفۃ ...)

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حالات نے نئی کروٹ لی۔ حسینی قافلہ رواں دواں ہے۔ اس جانب بڑھے چلا جارہا تھا۔ جس کی خبر مخبر صادق حضور اکرم نور مجسمؐ فرما چکے تھے یعنی کربلا۔ آیئے ! واقعہ کربلا کے پر سوز واقعہ کو جاننے سے پہلے۔ اس سرزمین کے حدود اربعہ پر اک نظر دوڑاتے چلیں۔ یاد رہے !!! جو سرزمین کربلا کے نام سے موسوم ہے۔ وہ دراصل ان قریوں اور زمینی ٹکڑوں کا مجموعہ ہے۔ جو اس زمانے میں ایک دوسرے سے ملحق تھے۔ عرب میں چھوٹے چھوٹے ارضی قطعات تھے جو مختلف ناموں سے موسوم ہوا کرتے تھے چنانچہ جب

انہیں خصوصیت کے اعتبار سے دیکھا جاتا اور جب ان کے باہمی قرب پر نظر کی جاتی تو وہ سب ایک قرار پائے جاتے اور یہی وجہ ہے ایک مقام کا واقعہ دوسرے مقام سے منسوب کیا جاتا۔ کربلا کے محل وقوع کے تحت جو بہت سے نام مشہور ہیں۔ مثلاً نینوا' غاضریہ' اور شطر فرات وغیرہ انہیں ایک ہی جگہ کے متعدد نام نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ وہ متعدد جگہیں تھی۔ جو باہمی اتصال کی وجہ سے ایک سمجھی جاسکتی تھی اور اس لئے محل وقوع واقعہ کے اعتبار سے ہر ایک کا نام تعارف کے ساتھ ذکر کرنا نفع بخش ثابت ہوگا۔

نینوا:

یہ ایک گاؤں تھا جس کے پہلو میں 'غاضریہ' تھا جو قبیلہ بنی اسد کی ایک شاخ غاضرہ سے نسبت رکھتا تھا۔ یہیں پر ایک قطعہ اراضی کربلا کے نام سے تھی۔ جو اب موجودہ شہر کربلا کا مشرقی و جنوبی حصہ ہے۔ اسی سے متصل "عقر بابل" نام کا ایک قریہ تھا جو غاضریات کے شمال ومغرب میں واقع تھا۔ جہاں اب کھنڈرات کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ یہ قریہ دریائے فرات کے کنارے آباد تھا اور ٹیلوں میں گھرے جانے کی وجہ سے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی کے مقابل "غاضریات" کے دوسری طرف نواویس" نام کا ایک مقام تھا جو اسلامی فتوحات سے پہلے ایک قبرستان تھا۔ اس کے " وسط میں "حیر" نام کی ایک زمین تھی جو اب "حائر" کے نام سے معروف ہے۔ اسی زمین پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی

عنہ کی قبر مبارک ہے "حیر" ایک وسیع میدان تھا۔ جو تین طرف پہلو بہ پہلو ٹیلوں سے گھرا ہوا تھا۔

فرات:

جسے ہم دریائے فرات کہتے ہیں اس کا براہ راست تعلق کربلا کی زمین سے نہیں تھا بلکہ وہ حلہ" اور "مسیب" وغیرہ سے گزر کر کوفہ کے بیرونی حصہ کو سیراب کرتا تھا لیکن اس" کی ایک شاخ مقام رضوانیہ کے پاس سے الگ ہو کر کربلا کے شمالی و مشرقی ریگستانوں سے ہوتی ہوئی اس مقام سے گزرتی تھی۔

طف:

طف" کے معنی ہیں نہر کا کنارہ خصوصی طور پر دریائے فرات کے اس کنارے کو" طف" کہا جاتا ہے جو جنوبی پہلو میں "بصرہ" سے "ہیت" تک تھا اس مناسبت سے" علقمہ" کے اس کنارے کو بھی طف کہا جانے لگا جس میں کربلا واقع تھا اس لیے کربلا" کے واقعہ کو واقعہ الطف بھی کہا جاتا ہے اور کربلا کو شطر فرات بھی کہا جاتا ہے۔

اہل لغات کربلا کی وجہ تسمیہ مختلف بتاتے ہیں (ا) کربلا پاؤں کی نرم روی کو بھی کہتے ہیں ۔یہ زمین چونکہ نرم وکشادہ تھی اس لیے کربلا نام

پایا (۲) کُرْبِلَتِ الحِنْطَۃَ: چونکہ یہ زمین کنکروں سے خالی ہے اس لیے کربلا کہلائی (۳)
کربل: ایک کڑوی جنگلی گھاس کا نام ہے جس اس میدان میں بھی اُگتی تھی۔ (لغت
(اردو دائرہ معارفہ اسلامیہ

یہ تھا مختصر تعارف اس سرزمین کا جو اس زمانہ میں گرم ریت کے ٹیلوں، کھنڈرات لق و دق صحرا اور جنگلوں کا نمونہ تھی لیکن امام کے خون نے اس زمین میں وہ تاثیر پیدا کردی اسے خاک شفا بنادیا اسے مرجع خلائق بنادیا اور آج دن ورات ہزاروں لاکھوں زائرین اس زمین اقدس کو بوسے دے رہے ہیں۔

انسان سے انسانیت

انسان سے انسانیت۔ حق سے حقانیت تک کے سفر میں اسلام بہترین رہنما
میں جب سے شعور کی دنیا کو پہنچا چیزوں میں فرق، گرم و ٹھنڈا، اچھا،برا جاننے لگا تو اسی وقت میں ایک لفظ بڑی کثرت سے سنتا آرہا ہوں۔ حقوق۔ میرے حقوق اس کے حقوق ۔اس نے حق مارلیا۔ میرا حق کہاں ہے۔ باپ کی جائداد یں میرا حق بھی ہے۔ہائے افسوس میرے حقوق سلب ہوگئے ہیں۔آخر یہ حقوق ہیں کیا؟ میرے مطالعہ اور میرے فہم میں تو یہی بات آئی ہے کہ اسلام نے اس کی خوبصورت وضا اس کی وضاحت نے پیش کی ہے شاید ہی کسی نے کی ہو۔جس وضاحت کے بعد انسان کو اپنے انسان ہونے پر فخر اور حس انسانیت کو روح ملی۔

ظلمتوں وتاریکیوں کے دیس میں جب روشنی کی کرنیں پھوٹیں روشنی ہو گئ
۔سرورکائنات احمد مجتبیٰ کی بعثت ہوئی۔ اس وقت کے مشکل حالات، جہاں جان ومال، عزت وآبرو ہر چیز خطرے میں تھی۔ اس کا تصور ذہن میں آتے ہی ایک روح فرسا کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اخوت ومحبت ، ہمدردی و غم گساری، نامانوس بلکہ ناپید تھی۔ معمولی معمولی سی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی اور ایسی بھیانک شکل اختیار کرلیتی۔

تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔ غرض ہر طرف ظلم وبربریت کا دور دورہ تھا۔
فاران کی چوٹی سے ایک آفتاب عالمتاب نمودار ہوا جس کی ضیاء پاش کرنوں سے ایک نئی صبح کا آغاز ہوا، دم توڑتی اور جاں بلب انسانیت کو آبِ حیات ملا اور انسانیت پہلی بار اپنے حقوق سے آشنا ہوئی۔

ذرا تکنیکی انداز میں حقوقِ انسانی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔اگر آپ تدبر و تفکر کریں تو جان لیں گئے کہ : حقوق انسانی یہ دو کلموں سے مرکب ہے حقوق جو حق کی جمع ہے: وہ شئے جو کسی فرد یا گروہ کیلئے ثابت ہو۔انسانی: انسان کی طرف منسوب ہے، انسان کی تعریف وہ جاندار یعنی جسم و روح والا جو قادرالکلام ہو۔

حقوق انسانی کو عام پیرائے میں یا یوں کہہ لیں کے سیدھے الفاظ میں '' انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا، وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے، اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل اور مشکل وپریشانیوں کے ازالہ کے سلسلہ میں دوسرے انسانوں کے تعاون کا محتاج ہے۔اس قضیہ کے پیش نظر ہر انسان کا یہ عقلی و طبعی حق بنتا ہے کہ دوسرا اس کی مدد کرے۔اس کے حقوق و فرائض کا لحاظ رکھے۔

محترم قارئین ! آیئے !!! ماضی کے دریچوں سے حقوقِ انسانی کا جائزہ لیتے ہیں ۔ حقوق انسانی پر کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیلی بحث کرنے سے قبل ان حقوق کی ارتقائی تاریخ کا مختصر جائزہ لینا بے محل نہ ہوگا تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور آج کی مہذب دنیا جو انسانی حقوق کی رٹ لگاتے نہیں تھکتا، یہ جان جائے کہ انسانی حقوق کے جس کھوکھلے تصور تک وہ اب پہنچا ہے ۔اس سے کہیں زیادہ جامع اور واضح تصور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کر دیا تھا۔ خطبہء حجۃالوداع کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شدومد اور تاکید کے ساتھ حقوق انسانی ہی کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حقوق انسانی کے شعور وارتقاء کے متعلق بہت سی کتب کا مطالعہ کیا۔ہر تحقیق دان و ماہر قانون نے اپنی اپنی آراء پیش کی ہیں جیسا کہ ایک بات یہ بھی دوران مطالعہ گزری کہ انسان کے بھی بحثیت انسان ہونے کے چند فطری حقوق ہوتے ہیں جن سے کسی بھی فرد کو محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ انسانی حقوق کا شعور بیسویں صدی کے شروع میں نمودار ہوا اور انقلابِ فرانس کا اہم جزو قرار پایا۔ اس میں قوم کی حاکمیت، آزادی، مساوات اور ملکیت جیسی فطری حقوق وغیرہ کا اثبات کیا گیا تھا۔رفتہ رفتہ حقوق انسانی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور یہاں تک کہ میں حقوقِ انسانی کا عالمی منشور سامنے آیا۔

اقوام متحدہ کی

جنرل اسمبلی نے ایک ریزرویشن پاس کیا جس میں انسانوں کی نسل کشی کو ایک بین الاقوامی جرم قرار دیا گیا۔ جس میں نسل کشی کے سد باب کیلئے ایک قرار داد پاس کی گئی ۔

ایک عامیانہ انداز میں تحقیقی انسانی حقوق کو سمجھتے ہیں۔انسان کے بنیادی اور فطری حقوق کے تحت جن جن امور کو شامل کیا جاتا ہے۔ان میں حقوق انسانی کا جامع ترین تصور، انسانی مساوات کا حق، انسانی عزت وآبرو کی حفاظت، انسانی جان ومال اور جائداد کی حفاظت،مذہبی آزادی کا حق، آزادیء ضمیر کا حق ضروریات زندگی کا انتظام، انسانی حقوق میں فرد ومعاشرے کی رعایت، بچوں کے حقوق کی حفاظت،اسی طرح انسانوں کے معاشی وثقافتی اور تعلیمی حقوق نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

دور حاضر کے انسانی حقوق کے ارتقاء کا جو سرسری جائزہ لیا جائے تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مغرب میں حقوق انسانی کے تصور کی دو تین صدیوں قبل کوئی تاریخ نہیں ہے۔ جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی حقوق انسانی کا ایک جامع تصور انسانیت کے سامنے پیش کر کے بذاتِ خود اسے عملی جامہ پہنا کر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کی۔

آپ ذرا دنیا کے نقشہ پر نظر دوڑائیں یہ بات جان جائیں گے کہ جن مغربی ممالک نے منشور حقوقِ انسانی کی داغ بیل ڈالی تھی۔ آج وہی ممالک حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں میں پیش پیش نظر آتے ہیں، چنانچہ آئے دن ان ممالک میں جرائم پیشہ افراد کی شرح میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ مفکرین و مدرسین نے اس کے بہت سے اسباب متعین کیئے ہیں، لیکن حقوق انسانی پر ڈاکہ زنی کا بنیادی سبب ان انسانی حقوق کے نفاذ کیلئے کسی داخلی قوتِ نافذہ کا فقدان ہے۔اس کے علاوہ مغرب کے حقوق انسانی کا فلسفہ صرف اس کے مفادات کے ارد گرد گھومتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقوقِ انسانی ایک نظریہ بن کر رہ گیا۔ جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوقِ انسانی کے صحیح نفاذ اور ان کو عملی زندگی سے مربوط کرنے کے لیے فکر آخرت سے جوڑ دیا جس کے باعث بندوں کے اندر حقوقِ انسانی کی رعایت وحفاظت کی ایسی اسپرٹ پیدا ہو گئی کہ بندہ از خود حقوق انسانی کا محافظ بن جاتا ہے۔

محترم قارئین: یہاں ایک مطلق انسان کی حیثیت سے مخاطب ہوں۔ یہ بات میں ہی نہیں میرے دین کہ منکروں نے بھی کہی کہ حقوقِ انسانی کا جامع ترین تصور اسلام نے دیا۔ ذرا غور کریں مغرب نے حقوقِ انسانی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ انتہائی ناقص اور فرسودہ ہے، اس کے اندر اتنی وسعت نہیں کہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں کا احاطہ کرسکے اس کے باوجود مغرب حقوق انسانی کی رٹ لگائے

تھکتا نہیں، لیکن رسول اکرم نور مجسم فخر بنی آدام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مربوط نظام، انسانی حقوق کا پیش کیا۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، جن میں احترام انسانیت، بشری نفسیات ورجحانات اور انسان کے معاشرتی، تعلیمی، شہری، ملکی، ملی، ثقافتی، تمدنی اور معاشی تقاضوں اور ضروریات کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے اور حقوق کی ادائیگی کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر کسی شخص نے دنیا میں کسی کا حق ادا نہیں کیا تو آخرت میں اس کو ادا کرنا پڑے گا ورنہ سزا بھگتنی پڑے گی، حتیٰ کہ جانوروں کے آپس ظلم وستم کا انتقام بھی لیا جائے گا۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: حق والوں کو ان کے حقوق تمہیں ضرور بالضرور قیامت کے روز ادا کرنے پڑیں گے، حتیٰ کہ بے سینگھے بکرے کو سینگھ والی بکری سے بدلہ دیا جائے گا۔

محترم قارئین: میں نے تقابل ادیان کے حوالے سے کچھ مذاہب کو بھی پڑھا۔ بحیثیت ڈاکٹر اور صحافی مختلف لوگوں سے ملا۔ ان کے تاثرات، خیالات، فلسفہ سننے کا اتفاق رہا۔ پھر انسانیت، انسانیت کا راگ الاپنے والوں کے کام دھندوں کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ معلومات رہی۔ لیکن حاصل کلام یہی رہا کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ انسانیت کا پاسبان انسانیت کی بقاء، انسانیت کا ارتقاء اس میں ظاہر و باہر اور احسن انداز میں بیاں ہے، ۔آیئے! دیکھتے ہیں کہ ہمارے پیارے دین نے کہاں کہاں انسانیت کا خیال رکھا۔ جس پر آج بھی

انسانیت نازاں، شاداں وفرحاں ہے۔
آپ کی توجہ درکار ہے۔ نہایت سنجیدگی سے آئندہ سطور میں مرقوم گزارشات کو پڑھیے گا۔ زکوۃ رکن اسلام میں سے ایک رکن زکوۃ ہے۔ بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس میں انسانیت کی بقاء کو رکھا گیا ہے۔ اگر ہم مشاہدہ کریں تو ہمیں یہ بات واضح دکھائی دیتی ہے کہ ایک مخصوص طبقہ کے پاس مال ودولت کے منجمد رہنے سے کمزور طبقے بیروزگاری کے شکار ہوجاتے ہیں اور انسانی معاشرہ کی اک تعداد خط افلاس کے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ اسلامی قوانین نے زکوۃ کو فرض قرار دے کر سالانہ آمدنی کا ڈھائی فیصد حصہ غریبوں کیلئے خاص کیا کہ دولت ایک ہاتھ میں سمٹ کر نہ رہ جائے۔ صدقہ وخیرات کی اہمیت اجاگر کرکے غرباء ومساکین کا بھرپور خیال رکھا، ارشاد ربانی ہے:
وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور ان کے مالوں میں غرباء ومساکین کا حق ہے۔
اسلامی میں حسن معاشرت بے مثل امتزاج: اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بناکر دنیا کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اعزاز بخشا، اس کے احترام واکرام کی تعلیم دی، اس کو خوبصورت سانچہ میں ڈھال کر اسے دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کیا، ارشاد ربانی ہے: ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی

ہے اور خشکی ودریا میں ان کو سواری دی، اور پاکیزہ چیزوں سے روزی دی اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ہم نے آدمی کو اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا ہے۔ تیسری جگہ فرمایا: اللہ نے تمہارے نفع کیلئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔ چوتھی جگہ یوں فرمایا: میں سب جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے انسانی حرمت وشرافت کی اتنی پاسداری کی کہ انسان کا احترام پس مرگ تک باقی رکھا، چنانچہ آپ کے زمانے میں ایک عورت کا جنازہ گذر رہا تھا، اللہ کے رسول کھڑے ہوگئے، صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول! یہ تو یہودی ہے، اللہ کے رسول نے فرمایا الیسَتْ نفسًا: یعنی کیا وہ انسان نہیں؟ اسی طرح نبوت وشریعت کی دولت بھی صرف اور صرف انسان ہی کو عطا کیا گیا ہے، اسی طرح اسلام نے علوم وعقل اور خرد جیسی گرانقدر انعام سے نوازا۔

انسانی اخوت ومساوات: محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ ونسل، قومیت ووطنیت اور اونچ نیچ کے سارے امتیازات کا یکسر خاتمہ کرکے ایک عالمگیر مساوات کا آفاقی تصور پیش کیا اور ببانگ دُہل یہ اعلان کردیا کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں، لہٰذا سب کا درجہ مساوی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تاریخی خطبہ میں جن بنیادی انسانی حقوق سے وصیت وہدایت فرمائی ان میں انسانی وحدت ومساوات کا مسئلہ خصوصی اہمیت کا

:حامل ہے، ارشاد نبوی ہے

اے لوگو! یقینا تمہارا پروردگار ایک ہے، تمہارے باپ بھی ایک ہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔یقینا تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اورپاک باز ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری نہیں مگر تقویٰ کی بناپر، اور فتح مکہ کے موقع پر ایک اہم خطبہ میں اسی طرح کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کرکے روئے زمین پر) پھیلادیئے، دوسری جگہ ارشادہے: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو، اور خدا کے نزدیک تم میں سے قابل اکرام اور عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت: یہ انسانی حقوق میں سب سے پہلا اور بنیادی حق ہے اس لیے کہ جان سب سے قیمتی اثاثہ ہے، اس کے ارد گرد زندگی کی سرگرمیاں گھومتی ہیں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہ تھی، سب سے پہلے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وحشی درندوں کو انسانی جان کا احترام سکھایا، اور ایک جان کے قتل کو ساری

انسانیت کا قتل قرار دیا۔ قرآن پاک میں بھی اس کی تائید کی گئی چنانچہ ارشاد باری ہے: جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے، یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کا قتل کیا، اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔ اسی طرح ارشاد نبوی ہے: رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے: اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہ کرے۔ اور مال کے تحفظ کو یوں موکد کیا گیا ہے، ارشاد ربانی: اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، واضح رہے کہ انسانی زندگی کی بقاء کے لیے مال بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

جس طرح حق زندگی اور تحفظ مال، انسان کے بنیادی حقوق ہیں، اسی طرح عزت وآبرو کا تحفظ بھی انسان کا بنیادی حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، ممکن ہے کہ وہ اس سے اچھی ہوں اور اپنے کو عیب نہ لگاؤ، اور ایک دوسرے کو برے نام سے مت پکارو۔

تحفظ آزادی (شخصی ومذہبی)): اسلامی معاشرہ میں چونکہ ہر فرد کو مساوی حقوق

حاصل ہیں کسی کا کسی پر بیجا دباؤ نہیں، ہر ایک آزاد اور خود مختار ہے اس لیے اسلام نے انسان کی شخصی آزادی کی بقاء کے لیے انسان کی نجی اور پرائیویٹ زندگی میں مداخلت سے دوسروں کو روکا ہے اور خواہ مخواہ کی دخل اندازی ٹوہ بازی اور بلا اجازت کسی کے گھر میں دخول سے منع کیا ہے۔ ارشاد حق ہے: مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں) کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ) ہوا کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض) گمان گناہ ہے اور ایک دوسرے کے حال کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور نہ کوئی کسی) کی غیبت کرے۔ اسی طرح اسلام میں مذہب اور ضمیر واعتقاد کے تحفظ کی گارنٹی یوں دی گئی: دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت یقینا گمراہی سے ممتاز ہوچکی ہے۔ ایک دانشور مفکر لکھتے ہیں صبر واعتقاد کی آزادی ہی کا قیمتی حق تھا، جسے حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کے سیزدہ سالہ دور ابتلاء میں مسلمانوں نے ماریں کھا کھا کر کلمہ حق کہا اور بالآخر یہ حق ثابت ہو کر رہا۔ اسلامی تاریخ اس بات سے عاری ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنی غیر مسلم رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو، یا کسی قوم کو مار مار کر کلمہ پڑھوایا ہو۔

عورتوں، بچوں، غلاموں، یتیموں اور حاجتمندوں کے حقوق: اعلان نبوت سے قبل عورتوں کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ معاشرہ میں اس کی حیثیت سامان لذت سے

کچھ زیادہ نہ تھی۔ معاشی، سماجی ہر لحاظ سے بے بس تھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سسکتی، بلکتی عورت کی فریاد رسی کی اس کے حقیقی مقام کو متعین فرمایا: چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے حقوق کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اسی طرح قبل از اسلام اسقاط حمل اور دختر کشی کی رسم عروج پر تھی۔ اسلام نے سختی کے ساتھ اس گھناؤنے فعل سے منع کیا۔ ارشاد ہے: اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے نہ قتل کرو، ان کو اور تم کو روزی ہم ہی دیتے ہیں۔یقینا یہ بڑا گناہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں غلاموں اور غریبوں کے حقوق بھی روندے، پامال کیے جاتے انہیں حقارت وذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اسلام نے انہیں بھی اتنے حقوق دیئے کہ ان کی سطح زندگی بلند کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ ایسے ایسے اصول وقوانین طے کیے جن سے لوگ زیادہ سے زیادہ غلامی کی طوق سے نکل سکے۔بریں بنا بہت سے گناہوں اور حکم عدولیوں کا کفارہ غلاموں کی آزادی رکھی، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ انسانی حقوق کا حقیقی علمبردار اسلام ہی ہے۔ اگر دنیا میں امن وسکوں ،انسانیت کی بحالی حقدار کو اس کا حق مل جائے تو اس کا فقط ایک ہی حل وہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہے، ۔تاریخ اُٹھا کر دیکھیں جب جب اسلام رائج ہوا۔ انسانیت کے چہرے پر بشاشت آ گئی ۔زندگی سے پیار ہونے لگا۔ حق سچ کا بول

بالا ہو گیا۔ محترم قارئین: اپنے قیمتی تاثرات سے ضرور نوازتے رہیے گا۔

شہزادہ حیدر کرار امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کربلا روانگی

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی تو ہیں قربانیوں میں ہم

آفتاب اپنے وقت پر طلوع اور اپنے وقت پر غروب ہو رہا ہے۔ مہتاب اسی طرح اپنی روشنی سے سینہ زمین کو روشن کیے ہوئے ہے۔ لیکن حالات بتارہے ہیں کچھ ہونے والا ہے سن ٦٠ھ حج کا زمانہ، دنیا کے دور دراز حصوں سے لاکھوں مسلمان وطن چھوڑ کر عزیزوں سے منہ موڑ کر اپنے رب عزوجل کے مقدس اور برگزیدہ گھر کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر آئے ہیں۔ دلوں میں فرحت نے ایک جوش پیدا کر دیا ہے، اور سینوں میں سرور لہریں لے رہا ہے کہ یہی ایک رات بیچ میں ہے صبح نویں تاریخ ہے اور مہینوں کی محنت وصول ہونے، مدتوں کے ارمان نکلنے کا مبارک دن ہے۔ مسلمان خانہ کعبہ کے گرد پھر پھر کر نثار ہو رہے ہیں، مکہ معظّمہ میں ہر وقت کی چہل پہل نے دن کو روزِ عید اور رات کو شبِ براءت کا آئینہ بنا دیا ہے۔ کعبہ کا دلکش بناؤ، کچھ ایسی دل آویز اداؤں کا سامان اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے کہ لاکھوں کے جمگھٹ میں جسے دیکھئے شوق بھری نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ پردے کی چِلمن سے کسی محبوب دلنواز کی پیاری پیاری تجلیاں چھن چھن کر نکل رہی ہیں، جن کی ہوش ربا تاثیروں، دلکش کیفیتوں

نے یہ مجلس آرائیاں کی ہیں ۔ عاشقانِ دِلدادہ فرقت کی مصیبتیں ،جدائی کی تکلیفیں جھیل کرجب خوش قسمتی سے اپنے پیارے محبوب کے آستانہ پر حاضری کا موقعہ پاتے ہیں ،ادب وشوق کی الجھن ، مسرت آمیز بے قراری کی خوش آئند تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور وہ اپنی چمکتی ہوئی تقدیر پر طرح طرح سے ناز کرتے اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں :

مقامِ وجد ہے اے دل کہ کوئے یار میں آئے
بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

غرض آج کا یہ دھوم دھامی جلسہ جو ایک غرض مشترک کے ساتھ اپنے محبوب کے دِردولت پر حاضر ہے ،اپنی بھرپور کامیابی پر انتہا سے زیادہ مسرت ظاہر کر رہا ہے۔ مگر امامِ مظلوم رضی اللہ تعالی عنہ کے مقدس چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص وجہ سے اس مجمع میں شریک نہیں رہ سکتے یا ان کے سامنے سے کسی نے پردہ اٹھا کر کچھ ایسا عالم دکھادیا ہے کہ ان کی مقدس نگاہ کو اس مبارک منظر کی طرف دیکھنے اور ادھر متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں،اور اگر کسی وقت حاجیوں کے جماؤ کی طرف حسرت سے دیکھتے اور حجِ نفل کے فوت ہونے پر اظہار افسوس بھی کرتے ہیں، تو تقدیر، زبانِ حال سے کہہ اٹھتی ہے کہ '' حسین ! رضی اللہ تعالی عنہ تم غمگین نہ ہو اگر اس سال حج نہ کرنے کا افسوس ہے تو میں نے تمہارے لئے حجِ اکبر کا سامان مہیا کیا ہے اور کمر شوق پر دامنِ ہمت کا مبارک احرام چست

باندھو، اگر حاجیوں کی سعی کے لئے مکہ کا ایک نالہ مقرر کیا گیا ہے تو تمہارے لئے مکے سے کربلا تک وسیع میدان موجود ہے۔حاجی اگر زمزم کا پانی پئیں تو تمہیں تین دن پیاسا رکھ کر شربتِ دیدار پلایا جائے گا کہ پیو تو خوب سیراب ہو کر پیو، حاجی بقرہ عید کی دسویں کو مکہ میں جانوروں کی قربانیاں کریں گے، تو تم محرم کی دسویں کو کربلا کے میدان میں اپنی گود کے پالوں کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھو گے ، حاجیوں نے مکہ کی راہ میں مال صرف کیا ہے ،تم کربلا کے میدان میں اپنی جان اور عمر بھر کی کمائی لُٹادو گے حاجیوں کے لئے مکہ میں تاجروں نے بازار کھولا ہے ،تم فرات کے کنارے دوست کی، خاطر اپنی دکانیں کھولو گے ۔ یہاں تاجر مال فروخت کرتے ہیں، وہاں تم جانیں بیچو گے یہاں حاجی خرید وفروخت کو آتے ہیں ایسی ہی خرید و فروخت کے متعلق ارشادِ باری، تعالیٰ ہے : اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ۔۔۔ترجمہ کنز الایمان: بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس (بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے (پ11،التوبۃ:111

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقرہ عید کی آٹھویں تاریخ کو فے کا قصد فرما لیا،جب یہ خبر مشہور ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ارادے کا ،خلاف کیا اور جانے سے مانع آئے، فرمایا: ''جو ہونی ہے

ہو کر رہے گی۔" عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا اور عرض کی: "کچھ دنوں تأمل فرمایئے اور انتظار کیجئے ،اگر کوفی ابنِ زیاد کو قتل کردیں اور دشمنوں کو نکال باہر کریں تو جانئے کہ نیک نیتی سے بلاتے ہیں اور اگر وہ ان پر قابض اور دشمن موجود ہیں ہر گز وہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھلائی کی طرف نہیں بلاتے ، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ یہ بلانے والے ہی مقابل آئیں گے۔" فرمایا: "میں استخارہ کروں گا۔" عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پھر آئے اور کہا: "بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، مجھے اس روانگی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے ، عراقی بدعہد ہیں ،انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ نہ دیا ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلِ عرب کے سردار ہیں ۔عرب ہی میں قیام رکھئے یا عراقیوں کو لکھئے کہ وہ ابنِ زیاد کو نکال دیں ،اگر ایسا ہوجائے تشریف لے جایئے اور اگر تشریف ہی لے جانا ہے تو یمن کا قصد فرمایئے کہ وہاں قلعے ہیں ، گھاٹیاں ہیں اور وہ ملک وسیع زمین رکھتا ہے۔" فرمایا: "بھائی خدا کی قسم ! میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناصح مشفق جانتا ہوں، مگر میں تو ارادہ مصمم کرچکا۔" عرض کی: "تو بیبیوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جایئے ۔" یہ بھی منظور نہ ہوا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رونے لگے۔اسی طرح عبد اللہ ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منع کیا، نہ مانا، انہوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا: ''اے شہید ہونے والے! میں تمہیں خدا عزوجل کو سونپتا ہوں۔''

یوہیں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روکا، فرمایا: ''میں نے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکے کی بے حرمتی کی جائے گی۔ میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔'' جب روانہ ہولئے، راہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا، لکھا تھا، ''ذرا ٹھہریئے میں بھی آتا ہوں۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک خط ''امان اور واپس بلانے کا'' مانگا، انہوں نے لکھ دیا اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو واپس لانے کے لئے ساتھ کر دیا۔ دونوں حاضر آئے اور سر سے پاؤں تک گئے کہ واپس تشریف لے چلیں، مقبول نہ ہوا۔ فرمایا: '' میں نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے ایک حکم دیا گیا ہے، اس کی تعمیل کروں گا، سر جائے خواہ رہے۔'' پوچھا: ''وہ خواب کیا ہے؟'' فرمایا: ''جب تک زندہ ہوں کسی سے نہ کہوں گا۔'' یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔

الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی)

(... الکوفۃ

جب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی امام محمد بن حنفیہّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانگی امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر پہنچی ،طشت میں وضو فرما رہے تھے ۔اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھر دیا۔امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑی دور پہنچے ہیں کہ فَرَزْدَق شاعر کوفے سے آتے ملے ، کوفیوں کا حال پوچھا، عرض کیا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے جگر پارے !ان کے دل حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہیں اوران کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ، قضاآسمان سے اترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

ابن زیاد کی جانب سے ناکہ بندی

غرض ادھر توامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے ،ادھر ابن زیاد بد نہاد بانی فساد کو جب یہ خبر پہنچی، قادسیہ سے خفان وکوہ لعلع اور قطقطانہ تک فوج سے ناکہ بندیاں کرادیں اور قیامت تک مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کرنے اور کلیجوں میں گھاؤڈالنے کی بنیاد ڈال دی۔ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیس بن مسہر کواپنی تشریف آوری کی اطلاع دینے کوفے بھیجا۔جب یہ مرحوم قادسیہ پہنچے ،ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کرکے اس خبیث کے پاس لے گئے ۔اس مردود نے کہا: ''اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو اس چھت پرچڑھ کر حسین کوگالیاں

دو۔'' یہ سن کروہ خاندانِ نبوت کا فدائی اہلِ بیتِ رسالت کا شیدائی چھت پر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا: ''حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج تمام جہان سے افضل ہیں، رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں، مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے نور، دل کے سُرُور ہیں، میں ان کا قاصد ہوں، ان کا حکم مانو اور ان کی اطاعت کرو'' پھر کہا: ابنِ زیاد اور اس کے باپ پر لعنت۔ آخرِ کار اس مردک نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کئے جائیں۔ (الکامل فی التاریخ،ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ،)

زہیر بن قین بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تو راہ میں زہیر بن قین بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، وہ حج سے واپس آتے تھے اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ کدورت رکھتے تھے۔ دن بھر امام کے ساتھ رہتے، رات کو علیحدہ ٹھہرتے۔ ایک روز امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا بھیجا، بکراہت آئے، خدا عزوجل جانے کیا فرمادیا اور کس ادا سے دل چھین لیا کہ اب جو واپس آئے تو اپنا اسباب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسباب میں رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا: جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے ورنہ یہ ملاقات پچھلی ملاقات ہے، پھر اپنا سامان لے آنے

اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو جانے کا سبب بیان کیا کہ شہر بلنجر پر ہم نے جہاد کیا، وہ فتح ہوا، کثیر غنیمتوں کے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جب تم جوانانِ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سردار کو پاؤ تو ان کے ساتھ دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا۔'' اب وہ وقت آگیا، میں تم سب کو سپرد بخدا کرتا ہوں، پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا: ''گھر جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔
(الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ) ''

خداعزوجل جانے ان اچھی صورت والوں کی اداؤں میں کس قیامت کی کشش رکھی گئی ہے، یہ جسے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، وہ ہر طرف سے ٹوٹ کر انہیں کا ہو رہتا ہے۔ پھر یاروں سے یاری رہتی ہے نہ زن و فرزند کی پاسداری۔ آخر یہ وہی زہیر تو ہیں جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کدورت رکھتے اور رات کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ ٹھہرتے تھے، یہ انہیں کیا ہوگیا؟ اور کس کی ادا نے باز رکھا جو عزیزوں کا ساتھ چھوڑ، عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہو کر بے کسی سے جان دینے اور مصیبتیں جھیل کر شہید ہونے کو آمادہ ہو گئے۔

امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر

اب یہ قافلہ اور بڑھا تو ابن اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا، جو حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا۔ اس سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہکو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ چلئے۔ مسلم شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عزیزوں نے کہا: ''ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے، یا خونِ ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جا ملیں گے۔'' امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''تمہارے بعد زندگی بے کار ہے۔'' پھر جو لوگ راہ میں ساتھ ہولئے تھے ان سے ارشاد کیا: ''کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا، اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے، ہمیں کچھ ناگوار نہ ہوگا۔'' یہ اس غرض سے فرمادیا کہ لوگ یہ سمجھ کر ہمراہ ہوئے تھے کہ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ ایسی جگہ تشریف لیے جاتے ہیں جہاں کے لوگ داخلِ بیعت ہو چکے ہیں، یہ سن کر سوا ان چند بندگانِ خدا کے جو مکہ معظّمہ سے ہم رکاب سعادت مآب تھے، سب اپنی اپنی راہ گئے۔ پھر ایک عربی ملے، عرض کی کہ ''اب تیغ و سناں پر جانا ہے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہکو قسم ہے واپس جایئے۔'' فرمایا: ''جو خدا چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔' (الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ،)

حضرت حر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آمد

جس کے سپہ سالار حر ہیں ایک ہزار سواروں کا یہ لشکر امام رضی اللہ تعالٰی

عنہ کو ابن زیاد بد نہاد کے پاس لے جانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ مالکِ کوثر کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ '' انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔'' پانی پلایا گیا۔ جب ظہر کا وقت ہوا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا، پھر ان لوگوں سے فرمایا: '' تمہاری طرف میرا آنا اپنی مرضی سے نہ ہوا، تم نے خط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا۔ اب اگر اطمینان کا اقرار کرو تو میں تمہارے شہر کو چلوں ورنہ واپس جاؤں ۔'' کسی نے جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہا: تکبیر کہو۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر سے فرمایا: '' اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے ؟'' کہا: '' نہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں اور ہم سب مقتدی ہوں گے۔ بعدِ نماز حر اپنے مقام پر گئے۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ان لوگوں سے ارشاد کیا: '' اگر تم اللہ عزوجل سے ڈرو اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانو تو خدا تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ ہم اہلِ بیت ان ظالموں کے مقابلہ میں اولی الامر ہونے کے مستحق ہیں ۔ اگر تم ہمیں ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور اپنے خطوں اور قاصدوں کے خلاف ہمارے بارے میں رائے رکھنا چاہو تو میں واپس جاؤں۔ ''

حر نے عرض کی: '' واللہ ! ہم نہیں جانتے کیسے خط اور کیسے قاصد؟ امام رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے خط نکال کر سامنے ڈال دیئے۔ حر نے کہا: ''میں خط بھیجنے والوں میں نہیں، مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پاؤں تو کوفہ، ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں۔'' فرمایا: ''تیری موت نزدیک ہے اور یہ ارادہ دور۔'' پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ ''واپس چلیں۔'' حر نے روکا۔ فرمایا: ''تیری ماں تجھے روئے کیا چاہتا ہے؟'' کہا: ''سنئے! خدا کی قسم! آپ کے سوا تمام عرب میں کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو برابر سے کہتا۔ مگر واللہ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام پاک تو میں ایسے موقع پر لے ہی نہیں سکتا۔'' فرمایا: ''آخر مطلب کیا ہے؟'' عرض کی: ''ابن زیاد کے پاس حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لے چلنا۔'' فرمایا: ''تو خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ نہ چلوں گا۔'' کہا: ''تو خدا کی قسم! آپ کو نہ چھوڑوں گا۔''

جب بات بڑھی اور حُر نے دیکھا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں راضی نہ ہوں گے اور کسی گستاخی کی نسبت ان کے ایمان نے اجازت نہ دی تو یہ عرض کی کہ ''میں دن بھر تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ ہو نہیں سکتا۔ ہاں جب شام ہو تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے عورتوں کی ہمراہی کا عذر فرما کر علیحدہ ٹھہریئے اور رات میں کسی وقت موقع پا کر تشریف لے جایئے۔ میں ابن زیاد کو کچھ لکھ بھیجوں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ کوئی وہ صورت کرے کہ میں کسی معاملہ میں مبتلا

ہونے کی جرات نہ کرسکوں۔'' (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین...)

مزید معلومات کے ساتھ پھر حاضر ہونگے۔اپنی دعاوں میں ضرور یاد رکھیے گا۔

شہادت کے میدان کا بے دریغ سپاہی

امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے راہ میں ایک خواب دیکھا، جاگے تو ''انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین'' کہتے ہوئے اٹھے۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: '' اے میرے والد! میں آپ پر قربان، کیا بات ملاحظہ فرمائی؟'' فرمایا: ''خواب میں ایک سوار دیکھا، کہہ رہا ہے، لوگ چلتے ہیں اور ان کی قضائیں ان کی طرف چل رہی ہیں میں سمجھا کہ ہمیں ہمارے قتل کی خبر دی جاتی ہے۔'' حضرتِ عابد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: ''اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں۔'' فرمایا: ''ضرور ہیں۔'' عرض کی: ''جب ہم حق پر جان دیتے اور قربان ہوتے ہیں، تو کیا پرواہ ہے۔'' فرمایا: ''اللہ تعالٰی تم کو ان سب جزاؤں سے بہتر جزا دے جو کسی بیٹے کو کسی باپ کی طرف سے ملے۔'' (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین . . .)

نواسہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ کی شب میں روانگی

اب مشرقی کناروں سے اندھیرا بڑھتا آتا ہے اور بزمِ فلک کی شمعیں روشن ہوتی جاتی ہیں، فضائے عالم کے سیاح اور خدا عزوجل کی آزاد مخلوق پرند چھپا چھپا

کر خاموش ہوگئے ہیں ،زمانے کی رفتار بتانے والی گھڑی اور عمروں کا حساب سمجھانے والی جنتری حد تک پہنچادیا ہے ،کچھ اپنی دلکش ادائیں دکھا کر روپوش ہو گئی ،تاریکیوں کا رنگ اب اور بھی گہرا ہو گیا ہے۔ نگاہیں جو الجھتی بلکہ ناکام رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ نظر بھی آجاتا ہے تو رات کی سیاہ چلمن اسے صاف معلوم ہونے سے روکتی ہے۔ وقت کے زیادہ گزرنے اور بول چال کے موقوف ہوجانے نے سناٹا پیدا کر دیا ہے رات اور بھی بھیانک ہو گئی ہے ۔شب بیدار ستاروں کی آنکھیں جھکی پڑی ہیں ، سونے والے لمبیاں تانے سورہے ہیں ، نیند کا جادو زمانے پر چل گیا ہے، حر کے لشکر سے نفیرِ خواب بلند ہوئی ہے ۔امام جنت مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے اتنی رات اسی موقع کے انتظار میں جاگ جاگ کر گزاری ہے ، کوچ کی تیاریاں فرمارہے ہیں اسباب جو شام سے بندھا رکھا تھا بار کیا گیا اور عورتوں بچوں کو سوار کرایا گیا ہے۔اب یہ مقدس قافلہ اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہو گیا ہے کہ رات زیادہ ہے دشمن سوتے رہیں گے اور ہم ان سے صبح ہونے تک بہت دور نکل جائیں گے ،باقی رات چلتے اور سواریوں کو تیز چلاتے گزری ۔

میدانِ کربلا میں آمد

اب تقدیر کی خوبیاں دیکھئے کہ مظلوموں کو صبح ہوتی ہے تو کہاں ، کربلا کے میدان میں یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن ہے ۔عمرو بن سعد،

اپنا لشکر لے کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آگیا ہے۔ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا: ''اے ماموں! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرکے گناہ گار نہ ہو، اللہ کی قسم! اگر ساری دنیا تیری سلطنت میں ہو تو اسے چھوڑنا اس سے آسان ہے کہ تُو خدا عزوجل سے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہو کر ملے۔'' کہا: ''نہ جاؤں گا امامِ مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی

بند ہونا

عمرو بن سعد نے فرات کے گھاٹوں پر پانسو سوار بھیج کر، ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانی بند کیا۔ایک رات امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بُلا بھیجا، دونوں لشکروں کے بیچ میں حاضر آیا۔ دیر تک باتیں رہیں، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھایا کہ'' اہلِ باطل کا ساتھ چھوڑ۔'' کہا'' میرا گھر ڈھایا جائے گا۔'' فرمایا: ''اس سے بہتر بنوادوں گا۔'' کہا'' میری جائیداد چھن جائے گی ۔'' ارشاد ہوا: ''اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔'' (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین ...)

ابن سعد کا ابن زیاد کو مصلحت آمیز خط اور شمر کا امام کے خلاف ورغلانا

تین چار راتیں یہی باتیں رہیں۔ جن کا اثر اس قدر ہوا کہ ابن سعد نے ایک صلح

آمیز خط ابن زیاد کو لکھا کہ '' حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے ہیں یا تو مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو یا کسی اسلامی سرحد پر چلا جاؤں۔ اس میں تمہاری مراد حاصل ہے۔'' حالانکہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کے پاس جانے کو ہر گز نہ فرمایا تھا۔ ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا: ''بہتر ہے۔'' شمر ذِی الْجَوْشَن خبیث بولا: ''کیا یہ باتیں مانے لیتا ہے؟ خدا کی قسم! اگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تیری اطاعت کئے چلے گئے تو ان کے لئے عزت و قوت ہو گی اور تیرے واسطے ضعف و ذلت، یوں نہیں بلکہ تیرے حکم سے جائیں۔ اگر تُو سزا دے تو مالک ہے اور اگر معاف کرے تو تیرا احسان ہے میں نے سنا ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن سعد میں رات رات بھر باتیں ہوتی ہیں۔'' ابن زیاد نے کہا: ''تیری رائے مناسب ہے تُو میرا خط ابن سعد کے پاس لے جا اگر وہ مان لے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تُو سردارِ لشکر ہے اور ابن سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔'' پھر ابن سعد کو لکھا کہ ''میں نے تجھے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس لئے بھیجا تھا کہ تو ان سے دست کش ہو یا امید دلائے اور ڈھیل دے یا ان کا سفارشی بنے، دیکھ! حسین سے میری فرمانبرداری کے لئے کہہ، اگر مان لیں تو مطیع بنا کر یہاں بھیج دے ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر، اگر تو ہمارا حکم مانے گا تو تجھے فرماں برداری کا انعام ملے گا ورنہ ہمارا لشکر شمر کے لئے چھوڑ دے۔ ''

شمر کی ابن سعد کے پاس آمد

جب شمر نے ابن سعد کو ابن زیاد بد نہاد کا خط دیا، اس نے کہا: ''تیرا برا ہو، میرا خیال ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تحریر پر عمل کرنے سے پھیر کر کام بگاڑ دیا، مجھے صلح ہو جانے کی پوری امید تھی۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ہرگز اطاعت کو قبول کریں گے ہی نہیں خدا کی قسم! ان کے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل ان کے پہلو میں رکھا ہوا ہے۔'' شمر نے کہا: ''اب تو کیا کرنا چاہتا ہے؟'' بولا: ''جو ابن زیاد نے لکھا۔'' شمر نے عباس اور ان کے حقیقی بھائیوں کو بلا کر کہا: ''اے بھانجو! تمہیں امان ہے۔'' وہ بولے: ''اللہ کی لعنت تجھ پر اور تیری امان پر ماموں بن کر ہمیں امان دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امان نہیں۔

(... الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین) ''

نو محرم الحرام اور خواب میں جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تشریف آوری

یہ پنجشنبہ کی شام اور محرم ۶۱ ھ ہجری کی نویں تاریخ ہے اس وقت سردارِ جوانانِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں جہنمی لشکر کو جنبش دی گئی ہے اور وہ مے شہادت کا متوالا، حیدری کچھار کا شیر، خیمہ اطہر کے سامنے تیغ بکف جلوہ فرما ہے۔ آنکھ لگ گئی ہے خواب میں اپنے جدِ کریم علیہ الصلوۃ،

والتسلیم کو دیکھا ہے کہ اپنے لختِ جگر کے سینہ پر دستِ اقدس رکھے فرمارہے ہیں ''اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْراً وَّاَجْراً'' الٰہی! عزوجل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر واجر عطا کر۔ اورارشاد ہوتاہے کہ'' جوشِ مسرت میں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھل گئ ملاحظہ فرمایاکہ دشمن حملہ آوری کا قصد کررہے ہیں۔جمعہ کے خیال اور پسماندوں، کووصیت کرنے کی غرض سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات کی مہلت چاہی۔ابن سعد نے مشورہ لیا۔عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: ''اگر دیلم کے کافر بھی تم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تودینی چاہے تھی۔'' غرض مہلت دی گئ۔(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنۃاحدی وستین...)

جواں ہمت مردِ حق شیر خداکے شہزادے کی بدبختوں کی سرکوبی کے لیے تیاری یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کردیئے گئے۔خیموں کے پیچھے خندق کھودی۔خشک لکڑیوں سے بھردی۔اب مسلمان ان کاموں سے فارغ ہوکر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اورامام رضی اللہ تعالیٰ عنہااپنے اہل اور ساتھیوں سے فرمارہے ہیں: ''صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے،میں نے بخوشی تمام تم سب کواجازت دی،ابھی رات باقی ہے جہاں جگہ پاؤچلے جاؤاورایک ایک شخص میرے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ،اللہ عزوجل تم سب کو جزائے خیر دے،دیہات وبلاد میں متفرق ہوجاؤ یہاں

تک کہ اللہ تعالیٰ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہ کریں گے۔'' یہ سن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی: یہ ہم کس لئے کریں اس لئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد زندہ رہیں، اللہ'' عزوجل ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوں اور ہم باقی '' ہوں۔

مسلم شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائیوں سے فرمایا گیا: '' تمہیں مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہی کا قتل ہونا کافی ہے۔ میں اجازت دیتا ہوں، تم چلے جاؤ۔ '' عرض کی: اور ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں ؟ یہ کہیں کہ '' اپنے سردار، اپنے آقا، اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں۔ نہ ان کے ساتھ تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، نہ تلوار چلائی اور ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے چلے آنے کے بعد ان پر کیا گزری۔ خدا کی قسم ! ہم ہر گز ایسا نہ کریں گے بلکہ اپنی جانیں، اپنے بال بچے تمہارے قدموں پر فدا کر دیں '' گے، تم پر قربان ہو کر مر جائیں گے اللہ اس زندگی کا برا کرے جو تمہارے بعد ہو۔ اسی طرح اور سب ساتھیوں نے بھی گزارش کی۔ اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر دے۔ (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین...)

اللہ اکبر! آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بے ہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔جب ہوش آیا توفرمایا: ''اے بہن! رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ عزوجل سے ڈرو اور صبر کرو، جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے،اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو فنا ہے، میرے باپ، میری ماں، میرے بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی راہ چلنی چاہیئے۔ (الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین ...)

دس محرم الحرام اور اہلبیت پر ظلم وستم کا آغاز

روزِ عاشورا کی صبح جانگزا آتی اور جمعے کی سحر محشر زامنہ دکھاتی ہے۔امام عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خیمہ اطہر سے برآمد ہو کر اپنے بَہتّر ساتھیوں، بتیس سواروں، چالیس پیادوں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔ خندق کی لکڑیوں میں آگ دے دی جائے کہ دشمن ادھر سے راہ نہ پائیں۔

امام جنت مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائے اور ناقہ پر سوار ہو کر اتمامِ حجت کے لئے اشقیا کی طرف تشریف لے گئے قریب پہنچ کر فرمایا: ''لوگو! میری بات غور سے سنو اور جلدی نہ کرو اگر تم انصاف کرو تو سعادت پاؤ ورنہ اپنے ساتھیوں کو جمع کرو اور جو کرنا ہے کر گزرو، میں مہلت نہیں چاہتا

''میرا اللہ جس نے قرآن اتارا اور جو نیکوں کو دوست رکھتا ہے' میرا کارساز ہے۔
امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آواز ان کی بہنوں کے کان تک پہنچی بے اختیار ہو کر رونے لگیں امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاموش کرنے کے لئے بھیج کر فرمایا: '' خدا کی قسم! انہیں بہت رونا ہے۔'' پھر اشقیا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''ذرا میرا نسب تو بیان کرو اور سوچو تو میں کون ہوں؟۔۔۔۔۔۔اپنے گریبان میں منہ ڈالو، کیا میرا قتل تمہیں روا ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔۔۔ میری بے حرمتی تم کو حلال ہو سکتی ہے؟۔۔۔۔۔۔کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نواسہ نہیں؟۔۔۔۔۔۔کیا تم نے نہ سُنا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا: تم دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہو؟۔۔۔۔۔۔کیا اتنی بات تمہیں میری خوں ریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں؟۔۔۔۔۔۔''
زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے اور کہنے لگے: اے اہلِ کوفہ! عذابِ الٰہی عزوجل جلد آتا ہے۔ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ '' نصیحت کرے، ہم تم ابھی دینی بھائی ہیں، جب تلوار اٹھے گی تم الگ

گروہ ہوگے ہم الگ۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی اولادکے بارے میں آزمایا ہے کہ ہم تم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مدد کے لئے بلاتا اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد کی ''اطاعت سے روکنا چاہتا ہوں، تم اس سے ظلم وستم کے سوا کچھ نہ دیکھوگے۔

اب شقی ابن سعد نے اپنے ناپاک لشکر کو امامِ مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف حرکت دی۔ حرنے کہا: ''تجھے اللہ کی مار، کیا تو ان سے لڑے گا ؟'' کہا: ''لڑوں گا اورایسی لڑائی لڑوں گا، جس کا ادنٰی درجہ سروں کا اڑنا اور ہاتھوں کا گرنا ہے۔'' کہا: ''وہ تین باتیں جوانہوں نے پیش کی تھیں تجھے منظور نہیں ؟'' کہا: ''میرا اختیار ہوتا تومان لیتا۔'' (الکامل فی التاریخ،انضمام الحر...)

حضرت حررضی اللہ تعالٰی عنہ کی امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معذرت

حر مجبورانہ لشکرکے ساتھ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بڑھے مگریوں کہ بدن کانپ رہاہے اور پہلو میں دل کے پھڑکنے کی آواز بغل والے سن رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کران کے ایک ہم قوم نے کہا: ''تمہارا یہ کام شبہ میں ڈالتا ہے

میں نے کسی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہ دیکھی، مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمام، اہلِ کوفہ میں بہادر کون ہے ؟تو میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں ۔''بولے: ''میں سوچتا ہوں کہ ایک طرف جنت کے خوش رنگ پھول کھلے ہیں اور ایک جانب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور میں اگر پرزے پرزے کرکے جلا دیا جاؤں توجنت چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔'' یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑی دی اورامام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ پھر عرض کی: ''اللہ عزوجل مجھے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان کرے ۔۔اب میں تائب ہو کر حاضر آیا ہوں اوراپنی جان حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان کرنی چاہتا ہوں

مقابلے کا باقاعدہ آغاز

اس کے جواب میں ان خبیثوں نے حضرتِ حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پتھر پھینکنے شروع کئے، یہ واپس ہو کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے کھڑے ہوگئے ۔ لشکر اشقیا سے زیاد کاغلام یسار اورابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور اپنے مقابلہ کے لئے مبارز طلب کرنے لگے

حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوئی۔ دشمن کٹتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے، کثرت کی وجہ سے کچھ خیال نہ لاتے، یہاں تک کہ

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب پہنچ گئے اور تشنہ کاموں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کردیا، یہ حالت دیکھ کر حضرت حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا اور اپنے چہرے اور سینے کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر بنا کر کھڑے ہوگئے۔ دشمن کی طرف سے تیر پر تیر آرہے ہیں اور یہ کامل اطمینان اور پوری خوشی کے ساتھ زخم پر زخم کھا رہے ہیں۔اس وقت اس شرابِ محبت کے متوالے نے اپنے معشوق، اپنے دلربا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہکو پیٹھ کے پیچھے لے کر جنگِ احد کا سماں یاد دلایا ہے۔ غرض حضرت حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہاں تک تیر کھائے کہ شہید ہو کر گرپڑے، حضرت زہیر بن قینرضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑ کر شہید ہوگئے۔ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوگئے۔ اب اعدا نے چار طرف سے نرغہ کیا۔اس نرغے میں عون بن عبداللہ بن حضرت جعفر بن طیار اور عبدالرحمٰن و جعفر، پسرانِ عقیل نے شہادتیں پائیں۔ پھر حضرتِ قاسم، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد بن نفیل مردود کی تلوار کھا کر زمین پر گرے،امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چچا! کہہ کرآواز دی،امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر غضبناک کی طرح پہنچے، اور عمرو مردود پر تلوار چھوڑی،اس نے روکی، ہاتھ کہنی سے اڑ گیا۔ وہ چلایا، کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے اور گرد و غبار میں اسی کے ناپاک سینے پر گھوڑوں کی ٹاپیں پڑ گئیں۔

جب گرد چھٹی تو دیکھا، امام حضرت قاسم کی لاش پر فرمارہے ہیں: ''قاسم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے قاتل رحمتِ الٰہی عزوجل سے دور ہیں، خدا کی قسم! تیرے چچا پر سخت شاق گزرا کہ تُو پکارے اور وہ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکے۔'' پھر انہیں بھی اپنے سینے پر اٹھا کر لے گئے اور حضرتِ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر لٹادیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عباس اوران کے تینوں بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابو بکر اور سب بھائی بھتیجے رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہو گئے۔ اللہ عزوجل انہیں اپنی وسیع رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اب امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا رہ گئے، خیمے میں تشریف لا کر اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) گود میں اٹھا کر میدان میں لائے، ایک شقی نے تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہو گئے، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی: ''الٰہی! عزوجل اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے۔'' (الکامل فی التاریخ ،....)

آج صبح سے ہمراہیوں اور رفیقوں بلکہ گود کے پالوں کو ایک ایک کرکے جدا کرلیا گیا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے خون میں نہائے آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں ،ہری بھری پھلواڑی کے سہانے اور نازک پھول پتی پتی ہو کر خاک میں ملے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں ،پرواہ ہوتی تو کیوں ہوتی؟ کہ راہ دوست میں گھر لٹانے والے اسی دن کے لیے مدینہ سے چلے تھے۔

امام مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جو قدم آگے پڑتا ہے، ''یتیمی ''بچوں اور'' بے کسی'' عورتوں سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلقین ، امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہنیں جنھیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی ،اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں

اب چار طرف سے امام مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر، جنھیں شوقِ شہادتھ ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں اکیلا کرکے لایا ہے، نرغہ ہوا۔امام رضی اللہ تعالٰی عنہ داہنی طرف حملہ فرماتے تو دور تک سواروں اور پیادوں کا نشان نہ رہتا، بائیں جانب تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔

خدا کی قسم !وہ فوج اس طرح ان کے حملوں سے پریشان ہوتی جیسے بکریوں کے گلہ پر شیر ،آپڑتا ہے،لڑائی نے طول کھینچا ہے،دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں

ناگاہ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا گھوڑا بھی کام آگیا، پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔

جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا، لشکر کو للکارا: ''تمہاری مائیں تم کو بیٹھیں کیا انتظار کر رہے ہو حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قتل کرو۔'' اب چار طرف سے ظلمت کے ابر اور تاریکی کے بادل فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے چاند پر چھا گئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری، امام رضی اللہ تعالٰی عنہ تھک گئے ہیں....زخموں سے چور ہیں....زخم نیزے کے گھاؤ تلواروں کے لگے ہیں.... تیروں کا شمار نہیں....اٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں....اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا.... سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا: سر کاٹ لے۔ اس کا ہاتھ کانپا۔ سنان ولد الشیطان بولا: ''تیرا ہاتھ بے کار ہو'' اور خود گھوڑے سے اتر کر محمد رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جدا کر لیا۔ شہادت جو دلہن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبوؤں سے بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگھٹ اٹھا کر بے تابانہ دوڑی اور اپنے دولھا حسین شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی ......

اس پر بھی صبر نہ آیا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس مبارک اتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت علیہم الرضوان کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیور اتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔

اللہ عزوجل واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور در کنار اہل بیت کے سروں سے ڈوپٹے تک ....، اب بھی مردودوں کے چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا: ''کوئی ہے کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کردے؟'' ..... فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود کے پالے، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سینے پر کھیلنے والے، کے تنِ مبارک کو سموں سے روندا کہ سینہ و پشتِ نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں ..... (الکامل فی التاریخ

آہ صد آہ!!! جب جب ذکر حسین آتا ہے آنکھیں چھلک جاتی ہیں۔ حزن وملال کی بدلیاں چھا جاتی ہیں۔ کربلا کا نام سنتے ہیں انگ انگ جاگ اُٹھتا ہے رواں رواں کھڑا ہو جاتا ہے۔ یوں داستان حق اختتام کو پہنچی۔ عہد و وفا کے پیکر نے ناناجانؐ کے دین سے

وفا کا وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا کہ جب جب اسلام کے لیے شہادتیں ہوتی رہیں گیں ۔جب جب اسلام کو فتح و نصرت نصیب ہوتی رہے گی ۔ فلسفہ حسینیت ،جرت حسینیت شجاعت حسینیت کی کتاب ہی رہبر و رہنما ہو گی ۔۔

آج اس سربلند ہستی حضرت امام حسین کا مزار مبارک عراق کے شہر کربلا میں ہے۔

کربلا جانے کے دو راستے ہیں ایک تو بغداد سے براستہ موصل اور دوسرے نجف سے کربلا کیلیئے سڑک آتی ہے۔ جونہی کربلا شہر کے قریب پہنچتے ہیں تو دور سے ہی مزار کے مینار نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ موجودہ مزار کی بلندی 27 میٹر ہے جبکہ 1.25 میٹر کے فاصلے پر نیچے سے اوپر تک 12 کھڑکیاں ہیں۔ یہ دیواریں مکمل سونے کی اور بہت سے دروازے ہیں۔ جبکہ مزار کے اندر جہاں پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرمارہے ہیں۔ وہ جگہ 75 میٹر طویل اور 59 میٹر چوڑی ہے اور اس کے 10 دروازے ہیں۔

بیرونی دیوار میں دو مرکزی دروازے ہیں جن کے اندر 65 کمرے بنے ہوئے ہیں۔واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے مزار مبارک کی تاریخ بھی نشیب و فراز سے بھری پڑی ہے۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و عقیدت رکھنے والوں نے آپ کے مزار کو کب اور کن حالات میں تعمیر کروایا اور اس کی تزئین و آرائش کی یہ سلسلہ مختلف ادوار میں جاری رہا۔ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی آج بھی زبانِ حال سے بے اختیار جاری ہو جاتا ہے ۔

کربلا کے جاں نثاروں کو سلام
فاطمہ زہراء کے پیاروں کو سلام
یا حسین ابن علی مشکل کشا
آپ کے سب جانثاروں کو سلام
اکبر و اصغر پر جاں قربان ہو
میرے دل کے تاجداروں کو سلام
جو حسینی قافلے میں تھے شریک
کہتے ہیں عطار ساروں کو سلام
بے بسی میں حیاء باقی رہی
سب حسینی پرداروں کو سلام

محترم قارئین : کردار و گفتار سے ثابت کردیں کہ حسین کے ماننے والے حسینی کردار کے پاسبان بھی ہیں ۔پھر دیکھیں شرق و غرب ہمارا ہوگا۔ظلم کی یہ کالیاں بدلیاں چھٹ جائیں گیں ۔کامیابی وکامرانی کا سورج طلوع ہوگا۔فرحت و شادمانی ،رحت و سکوں بھری زندگی اور ایمان افروز موت ،رشک بھری آخرت ہمارا مقدر ہوگی۔

مایوسیوں کے جہاں میں امید و بقاء کی کرن بنو

مایوسیوں کے جہاں میں امید و بقاء کی کرن بنو! جیو اور جینے کی امید دو
ہو نہ جس میں انقلاب موت ہے وہ زندگی
رات کے ۲ ابج رہے ہیں۔ اچانک میسج کے موصول ہونے کی بیل بجی۔ پیشہ کے اعتبار سے صحافی اور ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے طبیعت میں محتاط رہنا اور ہر انہونی کے لیے تیار رہنے کی طبیعت کی وجہ سے جلدی سے اُٹھا۔ موبائل اُٹھایا۔اِن بوکس میں چیک کیا تو پتا چلا کہ عمران صادق نے دل ہلا دینے والا میسج کیا ہے۔''یہ میرا آخری میسج ہے۔اب یں تمہیں کبھی بھی نہیں ملوں گا'' ہیں؟ میں چونک گیا۔الہی ماجرا کیا ہے؟ بیلنس بھی نہیں تھا۔خیر صبح کی سفیدی کا انتظار کیا۔ بیلنس لوڈ کرواکر موصوف کو فون کیا۔ تو رندھی ہوئی مایوس آواز آئی۔ گذشتہ رات کے میسج کا ذکر کیا تو اس نے مایوسیوں کے وہ رونے روئے کہ اک لمحہ کے لیے میں بھی سکتہ میں آگیا۔یار بہت محنت کی ابھی تک خوار ہو رہا ہوں۔ گھر والوں نے بھی تنگ کر رکھا ہے۔جاب بھی نہیں ملتی۔ اگر مل جائے تو مناسب سیلری بھی نہیں دی،یار اب جینے کو دل نہیں کرتا۔ نفرت ہو گئی ہے رشتوں سے،لوگوں سے۔یں بڑی سنجیدگی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ادھر اذان ظہر

ہو گئی مسجد چلے گئے۔ نماز پڑھی۔ واپس نکلنے لگے تو میں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ پوچھا عمران! تمہیں مزدوری کی اجرت تو نہیں ملی۔ عمران: کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ تم نے نماز پڑھی۔ تو تمہیں فوراً سے کچھ ملا؟ عمران: تو کیا جنت نہیں ملے گی۔ نعمتیں ملیں گیں۔ آخرت سنور جائیگی۔ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اپنے جملوں پر غور کرو آپ نے ہر بات مستقبل میں بتائی ہے۔ حال میں کوئی بھی چیز نہیں بتائی۔ یار! ربّ جو ہر کام پر قدرت رکھتا ہے کُنْ فَیَکُوْن سے کایہ پلٹ سکتا ہے وہ تمہیں آج کی مزدوری کی اجرت آخرت میں عطا کرے گا تو ان دنیا والوں سے تم کیوں جلدی میں صلہ مانگتے ہو۔ یار! یہ ضروری نہیں زندگی آپ جس نظر سے دیکھو، آپ جو چاہو، آپ کے من میں جو ہو وہ سب ہو جائے ضروری نہیں۔ خیر طویل بات ہو گئی۔ محترم قارئین۔ اپنی بات سمجھانے کے لیے پروفیسر اشفاق احمد مرحوم کی خوبصورت تحریر سے اقتباس آپکے ذوق مطالعہ کی نظر کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں کہ کسان ہل جوتا ہے۔ کھاد ملاتا ہے۔ مٹی نرم کرتا ہے۔ بیج ڈالتا ہے، پانی دیتا ہے اور پھر پودے کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے۔۔۔۔ پھولوں کو پودوں سے زبردستی کھینچ کر نہیں نکالا جا سکتا۔ اس کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ خاموشی کے ساتھ اور جرئت کے ساتھ۔۔۔۔۔۔ اور محبت کے ساتھ!!۔

اللہ کی محبت کا بیج بھی ایسے ہی بویا جاتا ہے اور پھر اسی طرح روحانی مراد

کا بھی انتظار کیا جاتا ہے۔ خاموشی سے محبت سے، جرات سے! جو کوئی بھی اس میں بے چینی اور بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ مراد حاصل نہیں کرتا۔ بے صبری بار آوری کے لیے مناسب کھاد نہیں۔ ابدی پھولوں کے حصول کے لیے ابدی انتظار کی ضرورت ہے اور جو ابدی انتظار کا تہیہ کر لیتا اس کے لیے فٹ سے بھی دروازہ کھل جایا کرتا ہے۔ ہمارے اندر، اندر کی طاقت موجود ہے اور کافی مقدار میں موجود ہے۔ لیکن ہم بے صبری کے ساتھ اس کو گنوا دیتے ہیں۔ گدلے جوہڑ کے اندر اپنے چھکڑوں کو تیزے سے ہانکتے ہوئے گذارنا اور بھی گدلاہٹ پیدا کرتا ہے۔ آرام سے چلوگے تو سب گار بیٹھ جائے گی۔۔۔۔۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم محض شاہد بنیں۔ دیکھنے والے بنیں۔ ذہن خود بخود پاکیزہ ہو جائے گا۔ ہمیں ذہن کو پاکیزہ بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ساری گڑبڑ اس ذہن کو پاکیزہ بنانے سے پیدا ہوتی ہے۔ آرام سے کنارے پر بیٹھ کر نظارہ کریں اور پھر دیکھیں کیا نظارہ ابھرتا ہے۔

جی قارئین کرام: کیا خیال ہے آپ کا؟ امید ہے میری تمام گفتگو کا حاصل سمجھ گئے ہونگے کہ بیج لگانے کے فوربعد فصل کی امید ماورائے عقل بات ہے۔ اس بیج کے پھوٹنے سے لیکر بیل بننے تک کا ایک فطری مرحلہ ہے جس سے اسے گزرنا ہے۔ کیوں خلافِ فطرت باتیں کرتے ہیں۔ لہٰذا صبر کا دامن کو پکڑے رکھیں۔ حکمت و دانائی سے زندگی میں آنے والے مشکلوں کا مقابلہ کریں۔ بجائے کوسنے کے حل

تلاش کریں اور فطری انداز میں چلیں۔ حوصلہ اور امید زندگی کی کشتی کے وہ ناخدا ہیں۔
جو منجدھار میں ڈوبی زندگی کو بھی پار لگا دیتے ہیں ۔دوستو! جیو او جینے کی
امید دو۔مایوسیوں کے جہاں میں امید و بقاء کی کرن بنو۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آہ ! پھر شادی لیٹ ہو گئی

میں نے اپنے مشاہدات سے ایک نتیجہ اخذ کیا کہ انسان سن سن کر بہت سی باتوں کی شعوری تصدیق نہ ہونے کے باوجود مان لیتا ہے کیوں کہ ان باتوں کا تکرار اتنا ہو چکا ہوتا ہے ڈر لگنے لگتا ہے کہ کہیں اگر میں نے اس کے خلاف کر دیا تو یہ نہ ہو جائے یا وہ نہ ہو جائے یا لوگ کیا کہیں گے ۔ اتنے لوگ کرتے چلے آئے ہیں، کہتے چلے آئے ہیں ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ سب ہی کہ سب غلط کہہ رہے ہوں ۔ ان خوش فہمی سے بھرپور جوابات سے وہ خود کو مطمئن کرتا ہے اور بالآخر وہ بھی اس عقیدہ، زعم یا گمان یا معلومات پر یقین کر لیتا ہے ۔

آج میں بھی آپ کے سامنے معاشرہ میں پھیلے ہوئے ایسے ہی ایک غلط گمان کو رد کرنے کے لیے نکلا ہوا۔ یہ وہ گمان ہے کہ جس نے میرے دوست کی اچھی بھلی شادی کو موخر کر دیا۔ میں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر اس دن کا انتظار کیا جب شادی ہال میں طرح طرح کے کھانے لگے ہونگے ۔ اچانک اک آواز بلند ہو گی ۔ کھانا کھالیں۔ اور ہم ہیں پاکستانی ہم تو جیتیں گے بھائی جیتیں گے کا عملی مظاہرہ کریں گئے ۔ منگنی ہو گئی ۔ شادی کی ڈیٹ طے پانے لگی فلاں تاریخ ہونی چاہیے ۔ جواب ملا نہ بابا ۔ پاگل ہو کیا اس منحوس مہینہ صفر میں بچی کو بیاہ کر دو گے ۔ تمہیں

پتہ نہیں اس مہینہ میں شادی نہیں ہوتی ۔ محرم میں بھی شادی نہیں کرنی چاہیے ۔ بہت نقصان ہوسکتاہے ۔ صفر میں تو بلائیں نازل ہوتی ہیں ۔ یہ سب فلسفے ییں بڑی غور سے سن رہاتھا۔ میں چونکہ دوست کی حیثیت سے مدعو تھا۔ دوسری جانب دینی تعلیم کے طالب علم کی حیثیت سے ضمیر کی عدالت باربار یہ فیصلہ سنارہی تھی ۔ نہیں نہیں ۔ خیر میں نے نپے تلے الفاظ میں کہاایساکچھ نہیں ۔ لیکن چونکہ میں بچہ تھاوہ بچہ جس کی تھوڑی تھوڑی مونچھیں بھی تھیں اور تھوڑی تھوڑی داڑھی بھی سر اُٹھارہی تھی ۔ خیر انھوں نے وہ کیاکہ میرے دوست کو صفر سے نکال کرلمبے سفر میں ڈال دیا اور کہاکہ اب شادی کے لیے ربیع الاول کا مہینہ طے پایا۔

محترم قارئین : خوشی کی بات ہے کہ پیارامہینہ نصیب ہوا۔ لیکن دکھ کی بات بھی ہے کہ جس مہینہ کو دھتکارا وہ درست نہ تھاایساکچھ نہیں کہ وہ نحوست والاہے ۔ مناسب نہیں ۔۔ شادی منع ہے ۔۔ نقصان ہوجائے گا۔ ایساکچھ نہیں بلکہ سراسر حماقت و نادانی اور سنی سنائی پر تکیہ کرلینے کا نتیجہ یاپھر اندھی تقلید کا ثمر ہے ۔ صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے اسلام کے آنے سے پہلے بھی اس مہینے کا نام صفر ہی تھا۔ اسلام نے اس کے قدیم نام کو برقرار رکھا۔ اسلام سے پہلے لوگوں کا خیال تھاکہ اس مہینے میں آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں، لہذا وہ اس مہینے میں سفر وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اہل علم نے اس جہالت کے خاتمہ کے لیے اس ماہ کو نام صفرالمظفر(کامیابی

والا مہینہ)اور صفر الخیر (بھلائی والا مہینہ) سے بھی پکار ، لکھا۔

جوں جوں اسلامی تعلیمات سے دوری بڑھتی جارہی ہے۔ مسلمان قرآن و سنت کی تعلیمات کی بجائے رسوم و رواج اور شرک و بدعات کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں اور دین کے بنیادی احکامات تک کو چھوڑ کر چند من گھڑت چیزوں کو ہی اصل دین قرار دیا جارہاہے۔ صفر کے مہینے کے حوالے سے بھی بیشتر مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں لولے، لنگڑے اور اندھے جنات بڑی کثرت سے آسمان سے اترتے ہیں اور لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں،اسی وجہ سے بعض لوگ اس مہینے میں صندوقوں، اور درودیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح ہم ان ضرر رساں جنات کو بھگارہے ہیں اسی بناء پر بالخصوص خواتین اپنے چھوٹے بچوں کے معاملے میں بہت محتاط اور خوف زدہ رہتی ہیں کہ کہیں یہ جنات انہیں نقصان نہ پہنچادیں۔ بعض علاقوں میں صفر کے مہینے کے اختتام پر خواتین مکڑی کے جالے صاف کرتے ہوئے کہتی ہیں: اے صفر! دور ہوجا۔ان تمام باتوں کی بنیاد اس مہینے میں بکثرت جنات کے زمین پر اترنے اور لوگوں کو نقصان پہنچانے کے نظریے پر ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کی توہم پرستی ہے،جس سے اسلام اپنے پیروکاروں کو منع کرتاہے۔

صَفَرُ المُظَفَّر کی ابتدائی تیرہ تاریخوں کو انتہائی منحوس تصور کیا جاتا ہے اور ان دنوں میں نہ صرف یہ کہ شادی، بیاہ اور سفر وغیرہ سے گریز کیا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ پورے صفر کے مہینے کا نام ہی تیرہ تیزی رکھ دیا گیا ہے اور پورے مہینے کو منحوس سمجھ کر اس میں کسی بھی نئے کام کا آغاز نہیں کیا جاتا۔ اس کی بظاہر وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان تیرہ دنوں میں حضور اکرمؐ کے مرض الوفات میں شدت آ گئی تھی، لہٰذا صفر کے ابتدائی تیرہ دن اور ان کی وجہ سے پورا مہینہ منحوس اور ہر قسم کی خیر و برکت سے خالی ہے۔ حالانکہ اس بات کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ کتب بینی سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپؐکے مرض میں شدت صفر کے آخری ایام میں پیدا ہوئی تھی۔

لوگوں میں مشہور ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو حضور اکرمؐ کی بیماری میں افاقہ ہوگیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل صحت فرمایا تھا، پھر تفریح کے لیے گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے، اسی بناء پر بعض خواتین گھی، چینی یا گڑ کی روٹیاں پکا کر تقسیم کرتی ہیں اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرمؐ کی صحت یابی کی خوشی میں یہ عمل کیا تھا۔ بعض لوگ اس بدھ کو اہتمام سے سیر و تفریح کے لیے باغات اور پارکوں میں جاتے ہیں جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم رسالت مآبؐ کی صحت یابی کی خوشی میں یہ عمل کرتے ہیں۔ بعض علاقوں میں باقاعدہ تہوار منایا جاتا

ہے۔مزدور اور کاریگر اپنے مالکان سے اس دن کھانے اور مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔
محترم قارئین !میں زیادہ طوالت کی طرف نہیں جاؤں گا بس عرض یہ ہے کہ آج میں اور آپ جس ماحول میں سانس لے رہے ہیں ۔یہاں تو علم و دانش کے دریا بہہ رہے ہیں ۔روشنی وضوء وضیاء کا دور ہے پھر میں یہ حال وجہ کیا ہے ؟کیونکہ جہالت کو تو علم ختم کرتا ہے تو اتنا علم ،نت نئی ایجادات ،اُڑتی چڑیا کے پر گن لیں ۔سمندروں کی تھوں، فضاء کی بلندیوں کوانسان نے سر کرلیالیکن صفر کے مہینے پر اسے تشویش ہی رہ گئی ۔میں جہاں تک سمجھا ہوں اس کی اصل وجہ دین سے دوری ،دینی تعلیمات کی کمی ،علوم عصری کا غلبہ ،علوم اسلامیہ کو ثانوی حیثیت دینے کی وجہ سے ہے ۔دین کے ایک ادنی خادم کی حیثیت سے میرا یہ دعوی ہے کہ آپ دین اسلام کے سائبان تلے آئیں ،دین کو سیکھنے کی کوشش کریں ۔یہ دین آپ پر وہ وہ مخفی جہاں افشاں کردے گا جہاں شاید آپ کبھی بھی نہ پہنچ سکتے ۔
مجھے معلوم ہے میرا پیغام پڑھ کر آپ نے مجھے مولوی ،ملا کا خطاب تو ضرور دیا ہوگا۔لو بھائی ڈاکٹر صاحب چینی کے ریٹ بھی بتاتے ہیں تو اسلام کی روشنی میں ، کسی کی مداح و ذم کو بھی گھسیٹ کر اسلام کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں ۔کیا کروں۔جس نے اس دنیا کو بنایا، جس نے اس ذہین انسان کو بنایا، اسے اشرف

المخلوقات بنایا، دنیا کا راز اس کو سمجھایا، طاقت و قوت کا سرچشمہ عطافرمایا۔ اسی خالق و مالک ربّ نے فرمایا:

اِنَّ الدِّین عِنْدَ اللّٰہِ السلام

تو کیا خیال ہے۔ میری فلاسفی ٹھیک نہیں جو ربّ کی پسند وہ ہو سب کی پسند۔

ایک ڈاکو کی توبہ

محترم قارئین ۔۔۔۔آپ اور میں ہم سب جب تنہائی میں بیٹھتے ہیں تو جہاں اپنی اچھائیاں نظر آتی ہیں وہاں اپنے غلطیوں کی جانب بھی ذہن جاتا ہے ۔فلاں جگہ میں نے یہ کیا فلاں جگہ یہ ۔۔آہ !اب کیا ہوگا۔میری دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی ۔۔۔اف میرے مالک !!!!!اب میرا کیا ہوگا۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ ۔۔۔مانا کہ ایک طبقہ بالکل باغی ہوچکا ہے ۔جسے برائی برائی ہی نہیں لگتی بلکہ وہ اپنے زعم میں چالاک ، تیز اور ہوشیار ہے۔لیکن ایک وہ طبقہ بھی ہے جسے اپنے کیے پر ندامت و پشیمانی بھی ہے ۔اور اس پر کڑتے و گریہ وزاری بھی کرتے ہیں ۔ہم انہی کی بات کرتے ہیں ۔ایک مرتبہ درود پاک پڑھ لیجیے ۔۔تاکہ درود پاک کی برکت سے ہمارے سینہ کازنگ دور ہوجائے اور حق و صداقت کی بات ہمارے دل میں گھر کرجائے ۔چنانچہ سرکارِمدینہ ، راحتِ قلب وسینہ ، صاحبِ معطّرپسینہ صَلّی اللہ تَعالٰی علیہ وَالہٖ وَسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو ! بے شک بروزِ قیامت اسکی دَہشتوں اور حساب کتاب سے جلد نَجات پانے والا شخص وہ ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر دنیا کے اندر بکثرت دُرود شریف پڑھے ہوں گے ۔'' (فِردوسُ الاخبارج ۲ص ۳۷۵ حدیث ۸۲۱۰، دارالکتاب العربی بیروت)

صَلّو اعَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

: ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ترجمہ کنزالایمان : اور بیشک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے (ڈرتے رہو۔ (پ۵،النساء :)۱۳۱

قارئین کرام : خوفِ خدااک نعمت ہے۔جس میں بھلائی ہی بھلائی اور سکوں ہی سکوں ہے۔جس جس نے جرم تو کیا لیکن پھر اپنے کریم کی بارگاہ میں خوف سے حاضری دی ۔قبولیت کی معراج کو پہنچ گیا۔چنانچہ تنبیہ الغافلین میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مضافاتِ کوفہ سے گزر رہے تھے ۔ان کا گزر فاسقین کے ایک گروہ پر ہوا، جو شراب پی رہے تھے ۔ زاذان نامی ایک گویاڈھول پر ہاتھ مار مار کر انتہائی خوبصورت آواز میں گا رہا تھا۔آپ نے سن کر کہا : ''کتنی خوبصورت آواز ہےکاش !کہ یہ قرآن کریم کی تلاوت میں استعمال ہوتی ۔''اور سرپر چادر ڈال کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔زاذان نے جب آپکو دیکھا تو لوگوں سے پوچھا : یہ کون ہیں؟''لوگوں نے بتایا :'' حضور نبی رحمت اکے صحابی حضرت عبد اللہ بن'' مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔''اس نے پوچھا : ''انہوں نے کیا کہا۔''بتایا گیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ : ''کتنی میٹھی آواز ہے، کاش کہ قرات قرآن کے لیے ہوتی ۔''یہ بات سنتے ہی اس کے دل

پر رعب سا چھا گیا۔ اپنے بربط کو زمین پر پٹخ کر توڑ دیا۔ کھڑا ہوا اور جلدی سے انہیں جا لیا۔ اپنی گردن میں رومال ڈالا اور حضرت ابن مسعود کے سامنے رونے لگ گیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے گلے سے لگایا اور دونوں رونا شروع ہو گئے اور آپ نے فرمایا: ''میں ایسے شخص کو کیوں نہ محبوب سمجھوں جسے اللہ عزوجل نے محبوب بنا لیا ہو۔'' سیدنا زاذان نے گناہوں سے توبہ کی اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کر لی۔ قرآن کریم اور دیگر علوم سیکھے۔ حتی کہ علم میں امام بن گئے۔ (تنبیہ الغافلین، باب آخر من التوبۃ، ص ۶۳

جب خوف خدا انسان کو نصیب ہو جائے تو رحمت کے دریچے واہ ہو جاتے ہیں کامیابی و کامرانی بڑھ کر استقبال کرتی ہے۔ بگڑی سنور جاتی ہے۔ اس حقیقت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مختصر سی زندگی کے ایام گزارنے کے بعد ہر ایک کو اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ جس کے بعد رحمتِ الٰہی عزوجل ہماری طرف متوجہ ہونے کی صورت میں جنت کی اعلیٰ نعمتیں ہمارا مقدر بنیں گی یا پھر گناہوں کی شامت کے سبب جہنم کی ہولناک سزائیں ہمارا نصیب ہوں گی۔ (والعیاذ باللہ)

لہٰذا ! اس دنیاوی زندگی کی رونقوں، مسرتوں، اور رعنائیوں میں کھو کر حساب آخرت

کے بارے میں غفلت کا شکار ہو جانا یقینا نادانی ہے۔یاد رکھئے ! ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم ربِ کائنات عزوجل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کریں اور گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کریں۔اس مقصدِ عظیم میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دل میں خوفِ خدا عزوجل کا ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک یہ نعمت حاصل نہ ہو گناہوں سے فرار اور نیکیوں سے پیار تقریباً ناممکن ہے۔اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول ' میں کامیابی کی خواہش رکھنے والے ابھی اور اسی وقت رابطہ کرلیں اس کرم فرمانے والے رب سے جو اپنے بندوں سے پیار کرنے والا ہے۔آپ مجرم ہیں حقوق اللہ کہ تو لو لگا لیجے اپنی کریم سے اور رو رو کر اس سے اپنی بخشش کا بھیک مانگیے اور اگر مجرم ہیں حقوق العباد کے تو پھر اس کے بندوں سے معافی مانگ کر عظیم انسان ہونے کا ثبوت دیجیے ۔آپ عظیم ہیں کہ آپ نے معافی مانگ کر جہنم کی آگ سے بچنے اور جنّت کی بہاروں کا انتخاب کیا۔تو پھر آج ہی سے یہ عزم کرلیجے کہ ہمیشہ برائیوں سے بچتے رہیں گے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے رہیں گے۔اپنے کریم سے توبہ واستغفار کا رشتہ قائم رکھیں گے۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔۔

اللہ کے سفیر

میل کچیلے کپڑوں میں لتھڑے شخص کو دیکھ کر بچپن میں میں عار محسوس کیا کرتا تھا۔پاپا یہ دیکھیں ! کیسا آدمی ہے ،بال بکھرے ہوئے ہیں ، سلوٹ پڑے کپڑے ،ہاتھ میں تسبیح ، حق اللہ کی ضربیں ، مستانہ بابا کہ کر میں گزر جایا کرتا تھا۔ میرے والد مجھے بتایا کرتے تھے بیٹا !!!! جن کی اللہ سے دوستی ہو جاتی ہے وہ دنیا سے دور بھاگتے ہیں ۔ان کی زندگی کا مقصد اللہ اللہ اور اس کی چاہت ہوتی ہے ۔بس ۔۔پھر جب بالغ ہوا۔ مطالعہ کیا، سییر و تواریخ کی کتب بینی کی تو مجھے تاریخ کے افق پر ایسے بہتیرے دیوانے ، مستانے ،ربّ کے پیاروں کے متعلق معلوم ہوا۔ میری دل کی دنیا میں اک انقلاب برپا ہو گیا۔ ان اللہ کے پیاروں سے مجھے بھی پیار ہو گیا۔ پھر میرا محبوب مشغلہ بن گیا کہ میں بزرگوں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کرنے لگا۔جب قلم کی طاقت نصیب ہوئی تو ان نیک طینت ہستیوں کے متعلق لکھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ۔اپنے اس کالم میں ایسی ہی ہستی کی سیرت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ۔

محترم قارئین :

اللہ عزوجل نے دین ''اسلام'' کی سلامتی و خدمت کیلئے اپنے پیارے محبوب ، دانائے

غیوب مکی مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ایسے ایسے محترم و محاسن نایاب گوہر پیدا فرمائے۔ جنھوں نے دین متین کی خدمت کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کو وہ فیضان بخشا کہ مرجھائے ہوئے چہرے بھی کھل اٹھے !! الحمد للہ عزوجل !! ان بلند و کامل ہستیوں کی تعظیم و تکریم ان کی حیات ہی میں نہیں بلکہ ان کے عالم اسباب سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی عقیدت و احترام کے ساتھ ہوتی ہے اور ان شاء اللہ عزوجل تا قیامت ہوتی رہے گی۔ان ہستیوں سے آج بھی عالم افروز ہے !! کیونکہ یہ اللہ !! عزوجل کے ولی ہیں۔پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ہیں مسند ولایت پر براجمان ایسی ہی ایک باعمل، مبارک و محترم ہستی !!! جنھیں دنیا امامِ عاشقاں، آفتابِ ولایت، ماہتابِ ہدایت، عالَم پناہ، فانی فی اللہ حضرت حافظ سید حاجی وارث علی شاہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ولادت باسعادت یکم رَمَضَانُ الْمُبَارَک ۱۲۳۸ھ بمطابق 1822ء کو (دیوہ شریف (یو۔پی، بھارت) میں ہوئی ۔۔۔۔ (آفتابِ ولایت ص 46

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد کا نام گرامی سید قربان علی شاہ تھا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ابتدائی تعلیم

وتربیت گھر پر ہی ہوئی بعد ازاں مختلف اساتذہ سے کسبِ فیض کرتے ہوئے اپنے پیرومرشد حضرت حاجی خادم علی شاہ صاحب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعَالٰی عَلَیْہِ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مرشدِ کامل نے اس قدر لطف و کرم کی بارش فرمائی کہ گلشنِ ولایت میں بہار آ گئی، سلسلہ قادریہ میں بیعت فرماکر اجازت وخلافت سے نوازا۔۔۔۔۔ (آفتابِ ولایت ص 48)

حافظ سید حاجی وارث علی شاہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعَالٰی عَلَیْہِ آفتابِ ولایت تھے جس کی روشنی سے دنیا جگمگا اُٹھی، آپ کی ذات سے لاتعداد تاریک دل جگمگا کر چراغِ ہدایت بنے، آپ کی ذاتِ والا صفات سے رُشد وہدایت کا نور پھیلنے لگا، آپ نے زندگی کا ہر سانس اُمتِ مصطفٰے کے لئے وقف کردیا، خدمتِ دینِ متین کے لئے شب وروز ہمہ تن گوش رہے بغرضِ تبلیغ دینِ متین کئی ممالک کی سیاحت کی، شہر شہر، قریہ قریہ آپ نے دینِ اسلام کا، پیغام پہنچایا اور خرمنِ فیض لٹایا، اس آفتابِ عالم تاب کے نور سے جہاں میں اُجالا ہوا، ہزاروں بے دین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے غلام بن گئے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعَالٰی عَلَیْہِ تاحیات داستانِ محبت سناتے، عشق کا سبق پڑھاتے اور رُشد وہدایت کا فریضہ ادا فرماتے رہے۔ (ماخوذ از آفتابِ ولایت۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ (بمطابق مارچ 2001ئ)

برس کی عمر مبارک میں امامِ عاشقاں، آفتابِ ولایت، ماہتابِ ہدایت، عالَم 85 پناہ، فانی فی اللہ حضرت حافظ سید حاجی وارث علی شاہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یکم صَفَرُ الْمُظَفَّر ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ / بمطابق 1904ء ہیں اس دیارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا مزار پرانوار دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی (یو۔پی، ہند) میں ہے۔ (آفتابِ ولایت ص 170)

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا عرس شریف ہر صفر المظفر کی یکم تاریخ کو نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔۔آفتاب ولایت سے حرارت ایمان ! ! ماہتاب ہدایت سے دلوں کو منور کرنے کی غرض سے مزار امام عاشقاں پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدَقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

محترم قارئین : یہ اللہ کے سفری ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔آج ہم دور ہیں اس ایمان کی حلاوت سے، جذبہ دین کی حرارت سے، جو انھیں نصیب ہوا کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود آج بھی دلوں میں ایک عظیم یاد بن کر تابندہ ہیں۔دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی مقصود ہے تو پھر بنالیں اللہ کے پیاروں کو اپنا آئیڈیل۔ان شاء اللہ عزوجل ہماری بگڑی سنور جائیگی۔

بھٹ شاہ کا ایک درویش

یہ رب کا ہو جاتا ہے سب اس کا ہو جاتا ہے ۔ایک ایسا جملہ جو مجھ سے ناقص العقل کی سماعتوں سے ہوتا ہوا سطح دماغ پر اک محشر بپا کر دیتا کہ کیا مطلب ہے اس کا؟ کیا معنی ہیں اس کے ؟ کیا مراد ہے اس کی ؟ لیکن جوں ہی کتب و اہل کتب سے تعلق پیدا ہوا کافی الجھی ہوئی گتھیا سلجھنے لگیں ۔مجھے میرے سوالات کے جوابات مثبت اور احسن انداز میں ملنے لگے ۔چنانچہ مجھے اس سوال کا جواب بھی مل ہی گیا۔ میں معاشرے میں دیکھ رہا تھا کہ مسجد سے اعلان ہورہتا کہ فلاں بن فلاں کا انتقال ہوگیا ہے۔ جن کا نمازِ جنازہ اتنے بجے ہوگا۔ وغیرہ۔۔۔ایک عجب منظر پردہ چشم سے گزرتا کہ بعض جنازے ایسے دیکھے کہ ان میں چند افراد بامشکل ۲۵ سے ۳۰ افراد جبکہ بعض مرتبہ وہ منظر بھی دیکھے کہ کسی فرد کا انتقال ہوا تو چشم فلک نے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھا بلکہ عالم یہ کہ عشاق اپنے پیارے کی ایک جھلک کو ترسنے لگے ۔پروانے جوق در جوق قافلہ در قافلہ جنازہ گاہ کی جانب بڑھتے چلے جارہے ہیں ۔یہ وہ منظر کبھی نہیں بھلا سکتا جب ہم قائد ملت اسلامیہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے جنازہ میں گئے تو عشاق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ،آنکھوں سے رواں ،دیوانہ وار قافلوں کی آمد پتا دی رہی تھی کہ جو رب کا ہو جاتا ہے سب اس کا ہو جاتا ہے ۔مجھے میرے بہتیرے سوالوں کا جواب

مل گیا۔اس کالم میں بھی میں ایک عظیم ہستی جن کے فیضان سے چار دانگ روشنی ہوئی ۔جنھوں نے اپنے کا قیام کا مرکز باب الاسلام سندھ کو بنایا۔اک ویران ،بیاباں جگہ آکر آباد ہوگئے ۔اپنے ربّ سے دوستی کی توتاریخ کا روشن باب اور زمانہ ساز بن گئے۔وہ عظیم ہستی حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ ہیں ۔

سندھ اولیاء کی سرزمین ''پاکستان '' کاوہ خطہ ہے جہاں آج سے کم و بیش 300 سال قبل ۱۱۰۱ھ بمطابق ۱۶۸۹ء ہیں ہالاحویلی ضلع مٹیاری میں رہائش پذیر ایک معتبر وبر گزیدہ ہستی حضرت سید شاہ حبیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کے آنگن میں ایک ایسے بچے نے آنکھ کھولی جسے منجانب اللہ عزوجل دینِ متین کی سربلندی کیلئے خدمات انجام دینا تھی ۔۔حضرت سید شاہ حبیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہ نے اپنے فرزند کا نام سید شاہ عبداللطیف رکھا جنہوں نے تبلیغ اسلام کا علم بلند کرکے ولی کامل ،صوفی شاعر حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کے نام سے شہرت پائی۔۔

(تذکرہ صوفیائے سندھ،ص۱۷۸)

حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والدبزرگوار حضرت سید شاہ حبیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ

تَعَالٰی عَلَیْہ کے زیرِ سایہ ہوئی، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کو عربی، فارسی، ہندی پر بڑا عبور حاصل تھا، علوم پر گہری نظر رکھتے تھے، قرآن وحدیث کے اعلیٰ مضامین، تصوف کے معارف واصطلاح کو جس طرح سے آپ نے اپنی شاعری میں سمویا یہ آپ کے علم وفضل کے شاہد ہیں۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ، ص ۱۷۸)

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ہٹیاری کے ایک قریبی قصبے میں سکونت اختیار فرمائی جسے بھٹ کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن یہ علاقہ اب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کی نسبت سے بھٹ شاہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ یہیں سے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ نے علم وعرفان کے چشمے جاری کئے، رشد وہدایت کی شمع فروزاں کی جس سے دور دور تک دنیا روشن ہوئی، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی برکات سے ویرانے خوب آباد ہوئے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا مقصدِ حیات انسانی رشتے کو اللہ عزوجل سے جوڑنا، سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی محبت سے دلوں کو گرمانا، حسنِ اخلاق اور پاکیزہ کردار سے آراستہ کرنا، محبت وخلوص سے آشنا کرنا اور دکھی انسانیت کو محبت کا پیغام دینا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ نے اس مقصد کے لئے ان تھک کوشش کی اور اپنے اس پیغام کو اپنی روحانی شاعری کے ذریعے

عام کیااور لوگوں کی اصلاح کی،آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کی شاعری کا موضوعِ خاص خالق اور مخلوق کی محبت ہے،آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ نے اپنی شاعری سے محبت کا چراغ روشن کیا ہے، لوگوں کی زندگی میں ایک نئی امنگ اور ولولہ پیدا کیا ہے۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کے کلام کا مجموعہ ''شاہ جو رسالو'' کے نام سے مشہور ہے جو کہ نہایت عقیدت واخلاص کے ساتھ پڑھا اور سنا جاتا ہے۔(تذکرہ صوفیائے سندھ، ص۱۷۸)

حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ نے اپنی آخری سانس تک عوام الناس کے دلوں میں خوف خداعزوجل اورحب نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی شمع کوروشن رکھا۔۶۳برس کی عمر مبارک پاکر ۱۱۶۵ھ بمطابق ۱۷۵۲ء میں بھٹ شاہ ضلع مٹیاری (باب الاسلام سندھ) میں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ نے وصال فرمایااور وہیں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کا مزار پرانوار ہے۔ہر سال صفرالمظفر کی 12 تاریخ کو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی عَلَیْہ کا عرس مبارک نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔(تذکرہ صوفیائے سندھ، ص۱۷۸)

محترم قارئین :آپ کی خدمت میں گاہے گاہے مختلف عنوانات وتحقیقات کے ساتھ

حاضر ہوتا ہوں لیکن ان دنوں میرا قلم سیرت کے گوشوں کو بیاں کرنے کے لیے بے تاب ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم نے اچھوں کی صحبت ،اچھوں کی سیرت ،اچھوں کا کردار نہ صرف بھلادیا بلکہ جھٹلا بھی دیا۔ایک قلم کار ،ایک ملّت کے ادنٰی خادم کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری جانتے ہوئے ان ہستیوں کی سیرت ، کردار قارئین تک پہنچاوں جو مرنے کے بعد بھی امر ہو گئے۔جن کا نام سنّت ہیں۔سماعتوں کو فرحت محسوس ہوتی ہے۔زبان کو تازگی ملتی ہے۔جنھیں تاریخ کے اوراق سے نکالنے کی مکروہ کوشش بھی کی گئی تو نہ نکال سکیں گئے کیونکہ ان کا باکمال ہستیاں دلوں میں گھر کر گئی ہیں۔وہ رب کی بارگاہ میں مقبول ہیں رب تعالٰی نے انھیں اگلوں و پچھلوں سبھی میں ممتاز رکھا۔آپ بھی یہ کوشش کریں کہ ان لازوال ہستیوں کو اپنی زندگی کا آئیڈیل بنائیں۔بہت جلد آپ اس کے ثمرات محسوس کریں گئے۔اللہ عزوجل !ہمیں اپنے اچھوں کے طفیل اچھااور اپنانیک بندہ بنالے اور ہم سے وہ کام لے کہ ہمارا مرنا دوسروں کے لیے عبرت نہیں بلکہ تقلید کا باعث بن جائے۔جو رب کا ہو جاتا ہے۔سب اس کا ہو جاتا ہے۔۔

یاد مصطفیٰ باا ہتمام عشاق مصطفیٰ۔۔۔

مجھے آج کسی کی بہت یاد آرہی ہے بلکہ دن کے ہر پہر میں ان کی یاد ستاتی ہے۔لیکن میں اس قابل نہیں کہ ان کے رخ زیبا کہ جلوے لوٹوں۔ان نورانی مکھڑوں کی زیارت کی تاب نہ لاسکوں۔وہ میرے دل کے قریب ہیں۔میری روح کی تازگی ہیں۔میری زندگی کی رونق ہیں۔میری کامیابیوں کی معراج ہیں۔میری محبتوں و عقیدتوں کا جہاں ہیں۔میرا سب کچھ ان کے نام پر قربان۔میری پہچان ہیں وہ۔میری شان ہیں وہ۔وہ میری کل کائنات ہیں۔ان کی محبت میری بقاء کی ضمانت ہے۔مجھ حقیر پر تقصیر کی محبت تو ان کے پروانوں کے سامنے کچھ نہیں۔لیکن ان کی عنایتوں کی بھی عطا نہیں۔انہوں نے مجھے ایک طمغہ دیا ہے۔جسے میں نے سجالیا ہے۔جس پر مجھے فخر ہے۔مجھے بہت یاد آرہے ہیں۔اتنے یاد آرہے ہیں کہ بس میری آنکھوں سے اشک رواں ہیں کیا معلوم انھیں میری گناہوں سے زنگ آلود آنسو ہی پسند آجائیں۔مجھے قبول کرلیں۔ان کا قبول کرنا میرے لیے سب کامیابیوں سے بڑھ کر ہے۔سنا ہے ان کا دیدار ہوگا۔لیکن میں تو گنہگار ہوں۔بدکار ہوں۔بے مروت دنیا کی محبت میں گم ہوں۔ایک بات ہے میں جیسا بھی ہوں لیکن وہ مجھے بہت یاد آتے ہیں۔

محترم قارئین: مجھے وہ بہت یاد آتے ہیں۔اتنے یاد آتے ہیں کہ میں تنہائی میں میں زور زور سے کہتا ہوں

ڈاڈا ہاں غریب آقا کول میرے زر نہیں

اُڑکے میں کیویں آواں نال میرے پر نہیں

بات یاد سے چلی تھی تو آیئے !یاد کے متعلق بات کر لیتے ہیں۔

لفظ یاد کو لغت میں ملاحظہ کریں تو اس کے معنٰی حافظہ ،ذہن ،خیال، تسبیح ،یاد داشت کے ہیں ۔۔اسی طرح ہم کسی کی یاد مناتے ہیں یہ یاد ہے کیا اس کی حقیقت کیا ہے ؟

اس یاد میں نہ جانے کتنوں کی یادیں ہیں کہ ہر یاد اک یادگار بن کر تاریخ کا حصّہ بن گئی۔اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ قران مجید میں تین طرح کی آیات ہیں ایک وہ جن میں عقائد و اعمال ،ایک وہ جو آیات متشابہات اور تیسری آیات وہ جن میں گزشتہ قصص بیان کیے گئے ہیں۔یعنی قران میں بھی وہ واقعات رہتی دنیا تک کے لیے بشارت کے قصص بشارت کے لیے اور عبرت کے قصص عبرت کی یاد کرواتے رہیں۔

اگر غور کریں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ کسی کام ،سوچ و فکر کے پیچھے کوئی نہ کوئی یاد ہے جیسا کہ ۔۔۔نمازِ پنجگانہ اَنبیاء علیہم السلام کی یادگار ہے۔۔۔۔۔۔نمازِ فجر سیدنا آدم علیہ السلام کی یادگار ہے۔۔۔۔نمازِ ظہر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔۔۔۔۔نمازِ عصر سیدنا عُزیر علیہ السلام کی یادگار ہے۔۔۔۔نمازِ

مغرب سیدنا داؤد علیہ السلام کی یادگار ہے۔۔۔۔۔ نمازِ عشاء تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار ہے۔

اسی طرح اگر مناسک حج پر غور کریں تو

جملہ مناسکِ حج اَنبیاء علیہم السلام کی یادگار ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اِحرام انبیاء کرام عَلَیْهِمُ السّلام کے لباسِ حج کی یادگار ہے۔۔۔۔۔۔ تلبیہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پکار اور اس کے جواب کی یاد مناتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ طواف کرنا سنتِ انبیاء کی یاد مناتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے اَندازِ طواف کی یاد مناتا ہے۔

تقبیلِ حجرِ اَسود: حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادا دہرائی جاتی ہے۔۔۔۔ قیامِ مقامِ اِبراہیم سیدنا اِبراہیم علیہ السلام کی یاد دلاتا ہے۔۔۔ صفا و مروہ کی سعی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ہے۔

بات ابھی ختم نہیں ہوئی ان عظیم یادوں کی اک طویل فہرست ہے۔ جیسا کہ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی یادگار ہیں۔۔۔۔۔۔ عرفات ومزدلفہ میں ظہرین و مغربین کی ادائیگی سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔۔۔۔۔ قربانی ذبحِ اسماعیل علیہ السلام کی یاد ہے۔۔۔ قربانی کے جانور

شعائر اللہ ہیں۔۔۔۔۔۔کنکریاں مارنے کا عمل سنتِ ابراہیمی علیہ السلام ہے۔۔

قرآن مجید اللہ عزوجل کی لاریب کتاب جس میں ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں اسی کتاب نے کئی یادہ تازیں کیں جس میں ۔۔۔۔۔تذکرہِ انبیاء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تذکارِ انبیاء سنتِ الٰہیہ ہے۔۔۔۔۔۔یادِ انبیاء علیہم السلام ۔۔یادنامۂ آدم علیہ السلام۔۔۔۔۔۔۔یادنامۂ موسیٰ علیہ السلام۔۔۔۔یادنامہ ئ مریم علیہا السلام۔۔۔۔یادنامہ ئ یحیٰی علیہ السلام۔۔۔میلاد نامۂ عیسیٰ علیہ السلام۔۔۔۔یادنامہ ئ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۔۔۔یادنامہ انبیاء سے یادنامۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔۔۔۔۔۔۔جشن۔۔۔۔۔۔ نعمتوں پر خوشی منانا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔

یہ وہ یادیں تھیں جنھیں قران نے بھی بیان کیا۔یاد کیا۔جیساکہ اصحاف فیل کے واقعہ کو قران نے بیان کیایاد کروایابنی نوع انسانیت کو

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا O اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِىْ تَضْلِيْل O اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ
(فیل، 105 : 1 - 5)O فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْل O تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ O اَبَابِيْلَ

ترجمہ کنزالایمان:۔اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔۔کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔۔۔اور ان پر

پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔۔ کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔۔ تو انہیں کرڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

یادِ موسیٰ علیہ السلام منانے کی ہدایت

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودِ مدینہ کو یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور فرعون کو اس کے لاؤ لشکر سمیت غرقِ نیل کرتے ہوئے بنی اِسرائیل کو فرعون کے جبر و استبداد سے نجات عطا فرمائی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اس دن روزہ رکھا، لہٰذا ہم بھی اس خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : (ایک نبی ہونے کی حیثیت سے) میرا موسیٰ پر زیادہ حق ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہونے والی نعمتِ خداوندی پر اِظہارِ تشکر کے طور پر خود بھی روزہ رکھا اور اپنے تمام صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، 2 : 704، رقم : 1900)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ جب ایک یہودی نے ان سے پوچھا کہ

کیا آپ جس دن آیت۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ نازل ہوئی اس دن کو بطور عید مناتے ہیں؟ اگر ہماری تورات میں ایسی آیت اترتی تو ہم اسے ضرور یومِ عید بنا لیتے۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس دن اور جگہ کو جہاں یہ آیت اتری تھی خوب پہچانتے ہیں۔ یہ آیت یومِ حج اور یومِ جمعۃ المبارک کو میدانِ عرفات میں اتری تھی اور ہمارے لیے یہ دونوں دن عید کے دن ہیں۔ (. بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ

ان میں کئی یادیں انسانیت کے لیے عبرت اور کئی ایسی یادیں، جس میں انسانیت کے لیے فرحت و شادمانی کا ساماں ہے۔ صدیوں سے رائج جشن، خوشیاں و شادمانیوں کا ساماں لیے ایک یادگار دن۔ جس دن تاریک دنیا کو آفتاب ہدایت نے نور بخشا، ظلم و ستم کی طویل داستان اپنے انجام کو پہنچی، بلکتی سسکتی انسانیت کو مسیحا ملا۔ کفر و شرک کے باد چھٹ گئے۔ گری ہوئی انسانیت کو معراج مل گئی۔ بھٹکی ہوئی مخلوق۔ ماں، بہن، بیٹی جیسے مقدس رشتوں کو مقام ملا، عدل و انصاف، دیانت و امانت، اخلاق، اعلی کردار و گفتار کی شمع فروزاں ہوئی۔ فاران کی چوٹیوں سے اک نور طلوع ہوا۔ جس نے عرب کے صحراؤں، رہگزاروں کو رونق بخش دی۔ عرب کی عظیم خاتوں، عظیم ماں، سعادت و رفعتوں کو چھونے والی ممتا حضرت آمنا رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاں ایک عظیم ہستی، ایک باکمال شخصیت

ایک مقرب الہی ،انبیاء کی زینت ،انبیاء کے سردار ،رحمت عالم ،سرور کونین ،احمد، مجتبی محمد عربی ۱۲ربیع الاول ولادت باسعادت ہوئی ۔شاہِ ایران ''کسرٰی''کے محل پر زلزلہ آیا،چودہ کنگرے گرگئے ۔ایران کا جو آتش کدہ ایک ہزار سال سے شعلہ زن تھا وہ بجھ گیا،دریائے ساوہ خشک ہوگیا۔کعبے کو وجد آگیااور بت سر کے بل گرپڑے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کا جھکا

(تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گرگیا(حدائق بخشش

وہ یادگار دن جس دن دنیا کی بگڑی سنور گئی ۔یہ وہی عظمت و شان ،رفعت و بلندی والی ہستی ہیں ۔جن کے متعلق خصائص الکبرٰی میں روایت مذکور ہے ۔کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہاکہ یہاں ولادت کا وقت آیا تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم فرمایاکہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاکہ تمام فرشتے میرے سامنے حاضر ہوجائیں چنانچہ فرشتے ایک دوسرے کو بشارتیں دیتے ہوئے حاضر ہونے لگے ۔دنیاکے پہاڑ بلند ہوگئے اور سمندر چڑھ گئے اور ان کی مخلوقات نے ایک دوسرے کو بشارتیں دیں ۔چنانچہ تمام فرشتے حاضر ہوگئے ۔اور شیطان کو ستر زنجیریں پہنائیں گئیں ۔ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے میرے سامنے مشرق و مغرب منکشف فرمائے میں نے تین جھنڈے نصب کیے ہوئے دیکھے ۔ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت

(پ ر (الخصائص الکبریٰ

وہ ذی احترام تشریف لائے جن کی زبان نے جنبش پائی تو عرب کے بڑے بڑے فصحاء حیران رہ گئے۔ وہ جن کی زبان پر کلام الٰہی جاری ہوتا ہے۔ وہ جو فرمادیں وہ حق، وہ جو کرگئے وہ سیرت کا عظیم گوشہ اور انسانیت کے لیے مشعل راہ بن گیا۔ وہ جن کی آمد کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا۔ جسے قران نے بیان کیا: مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (پ ۲۸، سورۃ الصف، آیت نمبر ۶)

ترجمہ کنزالایمان: ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

صدیاں بیت گئیں، زمانے گزر گئے، نسلیں گزر گئیں، زمین کا نقشہ بدل گیا۔ لیکن سیدالانبیاء، امام الاصفیاء، حضور اکرم نور مجسمؐ کی شانِ اعلیٰ وارفع کے نغمے آج بھی عشاق کی زبانوں پر جاری ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اشعار پڑھے تو محبوب کریمؐ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ علیہ السلام مسکرائے، موتیوں کی طرح دندان مبارک نظر آنے لگے۔ (الوفاء باحوال مصطفیٰ)

یاد تو بہتیروں نے منائی لیکن میرے نبیؐ نے خود یاد منا کر رہتی دنیا تک کہ لیے اک درس ،اک سبق ،اک پیغام دے دیا کہ اچھوں کی یاد منانا قابل تحسین امر ہے چنانچہ:
اس کائناتِ انسانی پر اللہ رب العزت نے بے حد وحساب احسانات وانعامات فرمائے۔
انسان پر بے پایاں نوازشات اور مہربانیاں کیں اور یہ سلسلہ ابد الاباد تک جاری و ساری رہے گا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے ہمیں لاتعداد نعمتوں سے نوازا جن میں سے ہر نعمت دوسری سے بڑھ کر ہے لیکن اس نے کبھی کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔
اللہ تعالیٰ نے ہمیں لذت و توانائی سے بھرپور طرح طرح کے کھانے عطا کیے مگر اس کا کوئی احسان نہیں جتلایا، پینے کے لیے خوش ذائقہ مختلف مشروبات دیے، دن رات کا ایک ایسا نظام الاوقات دیا جو سکون و آرام فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ہماری ضروریاتِ زندگی کی کفالت کرتا ہے، سمندروں، پہاڑوں اور خلائے بسیط کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور ہمارے سر پر بزرگی و عظمت کا تاج رکھا، والدین، بہن، بھائی اور اولاد جیسی نعمتوں کی اَرزانی فرمائی، عالمِ اَنفس و آفاق کو اپنی ایسی عطاؤں اور نوازشوں سے فیض یاب کیا کہ ہم ان کا ادراک کرنے سے بھی قاصر ہیں لیکن ان سب کے باوجود اس نے بطور خاص ایک بھی نعمت کا احسان نہیں جتلایا کہ وہ رب العالمین ہونے کے اعتبار سے بلاتمیز مومن و کافر سب پر یکساں شفیق ہے

اور اس کا دامنِ عاطفت ہر ایک کو اپنے سایہ رحمت میں رکھے ہوئے ہے۔ لیکن ایک نعمت ایسی تھی کہ خدائے بزرگ و برتر نے جب اسے اپنے حریمِ کبریائی سے نوعِ اِنسانی کی طرف بھیجا تو پوری کائناتِ نعمت میں صرف اس پر اپنا اِحسان جتلایا اور اس کا اظہار بھی عام پیرائے میں نہیں کیا بلکہ اہلِ ایمان کو اس کا احساس دلایا۔ مومنین سے روئے خطاب کرکے ارشاد فرمایا :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (پ ۳، سورۃ آل عمران، آیت 164)

ترجمہ کنزالایمان : بے شک اللّٰہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

بے شک اللہ تعالٰی نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہی میں سے عظمت والا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا۔

اِسلام میں اللہ سبحانہ وتعالٰی کی نعمتوں اور اُس کے فضل و کرم پر شکر بجا لانا تقاضائے عبودیت و بندگی ہے، لیکن قرآن نے ایک مقام پر اس کی جو حکمت بیان فرمائی ہے وہ خاصی معنی خیز ہے۔ ارشاد فرمایا :

(لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ( ) (پ ۱۴، سورۃ ابراہیم، آیت 7

ترجمہ کنزالایمان : اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دونگا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے

نعمتوں پر شکر بجا لانا مزید نعمتوں کے حصول کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ پھر نعمتوں پر شکرانہ صرف اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی واجب نہیں بلکہ اُممِ سابقہ کو بھی اس کا حکم دیا جاتا رہا۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۴۷

ترجمہ کنزالایمان : اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کو وہ نعمت یاد دلائی گئی جس کی بدولت انہیں عالم پر فضیلت حاصل ہو گئی اور پھر اس قوم کو فرعونی دور میں ان پر ٹوٹنے والے ہول ناک عذاب کی طرف متوجہ کیا گیا جس سے رہائی ان کے لیے ایک عظیم نعمت کی صورت میں سامنے آئی۔ اس کے بعد فرمایا :

(وَاِذۡ نَجَّیۡنٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ (پ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۴۹

ترجمہ کنزالایمان : اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی

کہ تم پر بُرا عذاب کرتے تھے۔

حضور اکرم نور مجسمؐ کی یاد منانا عین شریعت ہے۔امور شریعت کا پاس رکھتے ہوئے یہ دن منانے والے سعید وسعادت مند ہیں۔بشارت ہے ان کے لیے۔کیونکہ ربّ تعالی اپنے محبوب کو نعمت کہ کر پکارتا ہے۔ارشاد فرماتا ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ ۳۰ (سورۃ الضحی،آیت ۱۱،

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو

وہ برکتوں و رحمتوں والا دن،جس کے متعلق خود سید الانبیاء احمد مجتبی محمد مصطفیٰؐ: ارشادفرماتے ہیں کہ

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں'' دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قران (اترا'' (مشکوۃ المصابیح

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ہمیشہ مسلمان ولادت پاک کے مہینہ میں محفل میلاد منعقد کرتے آئے ہیں اور دعوتیں کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں ہر قسم کا صدقہ کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں نیکی زیادہ کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں'' (رسائل

(میلاد مصطفیٰ، ص ۵۸۰، بحوالہ انور محمدیہ

سیرۃ النبوی میں حضرت سید احمد زینی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''میلاد شریف کرنا اور لوگوں کا اس میں جمع ہونا بہت اچھا ہے''

اے عشق مصطفیٰ کے متوالو!!!!! اے ناموس رسالت کے رکھوالو!!!!!!! اے محبت رسول کا دم بھرنے والو!!!!!!!!!!! اپنی قسمت پر رشک کرو۔۔ تمہیں محبت رسول سے حصّہ ملا ہے۔۔ دنیا بھر میں پیارے آقا مدینے والے مصطفیٰؐ کا دنیا نہایت ادب و احترام اور والہانہ عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جس میں آپؐ کی سیرت کی یاد ہے۔ اس لازوال کردار، بے مثل ہستی کی عظمت و شان بیان کرنے کا دن ہے۔ ربیع النور شریف کی آمد کا سنتے ہیں عشاق کے چہرے پر شادمانی آ جاتی ہے۔ بچے بوڑھے اور جوان مرد و عورت سبھی جشن عید میلاد النبی کی خوشیوں میں مسرور ہو رہے ہوتے ہیں۔ ہر، طرف موسم بہار آ جاتا ہے۔ مسجدوں سے درود و سلام کی آوازیں چار سو گونجنے لگتی ہیں۔ گلی گلی، محلّہ محلّہ نعت خوانی و سنّتوں بھرے اجتماعات سے زمین بقعۂ نور دکھائی دیتی ہے، علماو خطباء سراج منیر، انسانیت کی معراج، باعث تخلیق کائناتؐ کی سیرت بیان کرکے مردہ دلوں کو روح بخشتے ہیں۔ عید میلاد النبی (عربی: مَولِدُ آلنَّبِیِّ) ایک تہوار یا خوشی کا دن ہے جو اکثر مسلمان مناتے ہیں۔ یہ دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی ولادت کی مناسبت سے منایا جاتا ہے۔ یہ ربیع الاول کے مہینے میں آتا ہے جو اسلامی تقویم کے لحاظ سے تیسرا مہینہ ہے۔ ویسے تو میلاد النبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتا ہے لیکن خصوصا ماہِ ربیع الاول میں عید میلاد النبی کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں۔ علماء اکرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعراء اور ثناء خواںِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیہ گلہائے عقیدت اور درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ 12 ربیع الاول کو تمام اسلامی ممالک میں سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، کوریا، جاپان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے میلاد النبی اور نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

گویا ہر حقیقی مسلمان دل کی زبان سے بول اُٹھتا ہے۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول

سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

(ارشاد باری تعالیٰ ہوا: وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ (پ ۱۳، ابراہیم، آیت ۵

ترجمہ یٔ کنزالایمان : انہیں اللہ کے دن یاد دِلا

امام المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ (ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و معراج کے دن ہیں، ان کی یا (د قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے)۔ (تفسیر خزائن العرفان

(قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (پ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۵۸

ترجمہ یٔ کنزالایمان : تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ ۳۰ (سورۃ الضحی، آیت ۱۱،

ترجمہ یٔ کنزالایمان : اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو

خلاصہ یہ ہے کہ عید میلاد منانا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانا بھی ہے، اس کی نعمت عظمٰی کا چرچا کرنا بھی اور اس نعمت کے ملنے کی خوشی منانا بھی۔ اگر ایمان کی نظر سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذکر میلاد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ہے۔ اور رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی۔

رب ذوالجلال نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی محفل میں اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور فضائل کا ذکر فرمایا۔ گویا یہ سب سے پہلی محفل میلاد تھی جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا۔ اور اس محفل کے شرکاء صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کی چند محافل کا ذکر ملاحظہ فرمایئے۔

آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسجد نبوی میں منبر شریف پر اپنا ذکر ولادت فرمایا۔ (جامع ترمذی ج 2 ص 201) آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے منبر پر چادر بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھی، پھر آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 65) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بارگاہ رسالت میں ذکر میلاد پر مبنی اشعار پیش کیے (اسد الغابہ ج 2 ص،129)

امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 923ھ)فرماتے ہیں، (ربیع

الاول میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل منعقد کرتے رہے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے سارا سال امن سے گزرتا ہے۔ اور ہر مراد جلد پوری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہ میلاد کی ہر رات کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض و عناد (ہے)۔ مواہب الدنیہ ج 1، ص 27

اللہ نے سب سے پہلے نور محمدؐ پیدا فرمایا (مدارج النبوۃ) نبوت سے سرفراز کیا (۔ اشعتہ اللمعات) درودوں کا سلسلہ شروع ہوا فرشتے پیدا ہوئے تو وہ بھی درود وسلام میں شریک ہوگئے اور جب وہ نور دنیا میں آیا ( ) تو انسان بھی شریک ہوگئے ( ) اگر سمجھنے والے سمجھیں تو یہ بھی جشن کا ایک انداز ہے اللہ اکبر ! روز اول سے ذکر اذکار ہو رہے ہیں اور خوشیاں منائی جارہی ہیں اللہ کو اپنے پیاروں سے بڑی محبت ہے ان کی نشانیوں کو اپنی نشانیاں بنادیا ( ) اور تعظیم و تکریم کا حکم دیا ( ) ان کے یادگار دنوں کو اپنا یادگار دن بنادیا (۔ تفسیر خازن و مدارک) اور ارشاد فرمایا اورانہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ ( ) انبیاء علیہم السلام کا یوم ولادت بھی اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے سلامتی ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا ( ) حضور انورؐ اس جہان رنگ و بو میں پیر کے روز تشریف لائے آپ اظہار تشکر کے لئے پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے جب پوچھا گیا تو فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔

محبت کی فطرت ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کی تعریف و توصیف اور ذکر اذکار سننا پسند کرتا ہے بلکہ دل سے چاہتا ہے کہ ہر وقت اس کا ذکر ہوتا رہے کوئی ایسا عاشق نہ دیکھا جو محبوب کا ذکر کرنے والے سے الجھتا ہو اور اس کو برا بھلا کہتا ہو کیونکہ یہ محبت کی فطرت کے خلاف ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اصل خوشی منانا تو یہ ہے کہ ہر دن اور ہر آن ظاہر و باطن میں سنتوں پر عمل کریں پھر ہر سال محبوب رب العالمین ﷺ کی آمدآمد کی خوشی منائیں جس طرح ہمارے ان کے اکابر و اسلاف نے خوشی منائی جن کے دم سے اسلام کی رونق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کی ایسی سچی محبت عطا فرمائے کہ ہم خود بخود سنت کے سانچے میں ڈھلتے چلے جائیں اور ہمارا وجود دوسروں کے لئے مینارہ نور بن جائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمتہ اللعالمین ﷺ وآلہ واصحابہ وسلم

عید میلاد النبی ہے دل بڑا مسرور ہے

عید دیوانوں کی تو بارہ ربیع النور ہے

ہر ملک ہے شادماں خوش آج ہر اک حور ہے

ہاں مگر شیطان مع رفقاء بڑا رنجور ہے

محترم قارئین : یہ اک محبت کا اظہار تھا مومنین پر کرم فرمانے والا ربّ اس تحریر کا میرے لیے توشۂ آخرت بنادے اور آپ کے لیے نفع بخش بنادے۔ اللہ ہم

سب کا حامی و ناصر ہو۔۔

پڑھے لکھے جاہل

معاشرہ افراد کے ایک ایسے گروہ کا نام ہے جن کی ضرورتیں، مفادات، تہذیب و تمدن میں موافقت ہو۔اس ہیں بوڑھے بچے، جوان، مرد و عورت سبھی شامل ہیں اور ہر فرد کی اپنی ایک اہمیت ہے۔اس معاشرہ کا ایک اہم اور کارآمد پرزہ اہل علم و دانش ہیں۔جن کی وجہ سے اس معاشرے کا حسن اور اس معاشرے کی بقاء و ارتقاء وابستہ ہوتی ہے۔یہ طبقہ متحرک، معاملہ فہم اور وقت شناس ہوتا ہے اس کی فکر و بالغ نظری کی بدولت معاشرے ترقی کے زینے چڑھتے ہیں۔اسلام انہی باشعور اور قابل تقلید افراد کو علماء کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

محترم قارئین :ہیں دیکھ رہا ہوں کہ کتب تو عام ہو گئی لیکن کتب کے نقوش کی تاثیر و علم کی روح سے ہم بے بہرہ ہوتے چلے گئے۔ نتیجہ کیا نکلا کہ ایک نئی اصطلاح ایجاد ہو گئی ۔''پڑھے لکھے جاہل''۔مادیت پرستی کی وجہ علم کی قدریں مسمار ہونے لگی ہیں۔چنانچہ کتب و اہل کتب سے محبت سے وفا شعاری کو اپنی ذمہ داری جانتے ہوئے کچھ علمی نکات آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر کرتا ہوں۔کیا معلوم کسی کہ دل پر کوئی کام کی بات اثر کر گئی اور وہ راہ ہدایت پر گامزن ہوگیا تو میری بگڑی سنور جائیگی۔

: محترم قارئین

حضرتِ سَیِّدُنا زِر بِن حُبَیْش رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ سَیِّدُنا صَفوان بِن عَسّال رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ کے پاس موزوں پر مَسح کا حکم پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا: اے زِر کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی: علم کی تلاش میں، فرمایا، فرشتے طالبِ علم کے مقصد پر رِضا مندی کی وجہ سے اُس کے لئے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔ میں نے عرض کی، پاخانہ اور پیشاب کرنے کے بعد موزوں پر مَسح کرنے کے بارے میں میرے دل میں شُبہ پڑ گیا ہے، آپ صحابیِ رسول ہیں، اس لئے میں آپ سے معلوم کرنے آیا ہوں کہ کیا آپ نے حضورِ پاک صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتَعَلِّق کچھ سنا ہے؟ فرمایا: ''ہاں! نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ ''جب ہم حالتِ سفر میں ہوں تو جَنابَت کے علاوہ تین دن رات تک پیشاب، پاخانے یا نیند کی وجہ سے موزے نہ اتاریں۔'' میں نے پوچھا: کیا آپ نے مَحَبَّت کے بارے میں بھی نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کچھ سنا ہے؟ فرمایا: ہاں! ہم ایک سفر میں حضورِ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے۔ ایک اَعرابی نے آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بلند آواز سے پکارا، یامُحَمَّد (صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ! تو رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اتنی ہی بلند آواز سے جواب دیا کہ ''میں یہاں ہوں''۔ہم نے اُس اَعرابی سے کہا: تجھ پر افسوس ہے ! اپنی آواز پست کر، کیونکہ تو نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ہے اور تجھے اِس (بُلند آواز) سے منع کیا جاچکا ہے۔اُس نے کہا: خدا کی قسم ! میں اِپنی آواز پس: ت نہیں کروں گا۔پھراس اَعرابی نے نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! ایک آدمی کسی قوم سے مَحَبَّت کرتا ہے اور ابھی تک وہ اس سے ملا نہیں ؟اَعرابی کی یہ بات سن کر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

علامہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی عمدۃُ القاری یوں فرماتے ہیں علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں ۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو علم حاصل کرنے کے لئے چلا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کے راستے آسان فرما دیتا ہے اور ملائکہ

طالبِ علم کے لئے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور زمین و آسمان میں موجود ہر شئے اس کے لئے اِستِغفار کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر میں مچھلیاں ۔ ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ۔ نیز علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں اور انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام دِرہَم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں ۔ (عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل، ۲/۵۵، تحت الباب)

محترم قارئین : علم حاصل کریں اور اہل علم کی تعظیم و توقیر کو اپنا شعار بنائیں ۔ حضرتِ سَیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: "علم حاصل کرو کیونکہ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے علم سیکھنا خَشیَت، اسے تلاش کرنا عبادت، اس کی تکرار کرنا تسبیح اوراس کی جستجو کرنا جہاد ہے اور لاعلم کو علم سکھانا صَدَقہ ہے اور اسے اَہل پہ خرچ کرنا قُربت یعنی نیکی ہے کیونکہ علم حلال و حرام کی پہچان کا ذریعہ ہے اور اہلِ جنت کے راستے کا نشان ہے اور وَحشت میں باعثِ تسکین ہے اور سفر میں ہم نشین ہے اور تنہائی کا ساتھی ہے اور تنگدستی و خوشحالی میں راہنما ہے، دشمنوں کے مقابلے میں

ہتھیار ہے اور دوستوں کے نزدیک زِینت ہے ۔ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ذریعے سے قوموں کو بُلندی وبَرتَری عطا فرما کر بھلائی کے مُعاملہ میں قائد اور اِمام بنا دیتا ہے پھر اُن کے نشانات اور اَفعال کی پیرَوِی کی جاتی ہے اور اُن کی رائے کو حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے اور ملائکہ اُن کی دوستی میں رَغبت کرتے ہیں اور ان کو اپنے پَرَوں سے چھوتے ہیں اور اُن کے لئے ہر خشک و تر چیز اور سمندر کی مچھلیاں اور جاندار اور خشکی کے دَرِندے اور چوپائے اِستِغفار کرتے ہیں کیونکہ علم جہالت کے مقابلہ میں دلوں کی زندگی ہے اور تاریکیوں کے مقابلہ میں آنکھوں کا نور ہے، علم کے ذریعے بندہ اَخیار یعنی اولیا کی مَنازِل کو پالیتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلند مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور علم میں غور وفکر کرنا روزوں کے برابر ہے اور اسے سیکھنا سکھانا نماز کے برابر ہے ،اسی کے ذریعہ صِلہ رحمی کی جاتی ہے اور اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہ عمل کا اِمام ہے اور عمل اِس کے تابع ہے اور خوش بختوں کو علم کا اِلہام کیا جاتا ہے جبکہ بد بختوں کو اس سے محروم کردیا جاتا ہے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب جامع فی فضل العلم، ص۷۷، حدیث: ۲۴۰)

حضرتِ سَیِّدُنا ابو الدرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''قیامت کے دن عُلَما کی سیاہی اور شُہدا کے

خون کو تولا جائے گا۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب جامع فی فضل العلم، ص ۴۸، حدیث: ۱۳۹) ایک روایت میں ہے کہ '' علما کی سیاہی شہدا کے خون پر غالب آجائے گی۔'' (تاریخ بغداد، محمد بن الحسن، ۱۹۰/۲، حدیث: ۶۱۸

حضرتِ سَیِّدُنا ابواُمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: '' قیامت کے دن عالِم اور عبادت گزار کو اٹھایا جائے گا تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ جبکہ عالِم سے کہا جائے گا کہ جب تک لوگوں کی شفاعت نہ کر لو ٹھہرے رہو۔'' (شعب الایمان، باب فی طلب العلم، ۲۶۸/۲، حدیث: ۱۷۱۷

محترم قارئین: خوب خوب علم حاصل کریں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس علم کا وقار آپ پیشانی سے عیاں ہو۔آپ کا کردار اس کا امین ہو۔آپ کا کلام اس کا آئینہ دار ہو۔اس میں دنیا وآخرت کی بھلائیاں ہیں ۔اس کہ برعکس کہیں ایسا نہ ہو کہ کردار ''گفتار دیکھ کر کوئی یہ کہہ دے۔اُو!!! پڑھے لکھے جاہل،

قرآن اور تعارف انسان

( ) فلسفہ اسلام اور مقام انسانیت ( )

اسلام دین فطرت ہے۔اس کا ہر قانون ،ہر ضابطہ فطرت کا عظیم نمونہ ہے۔جب ،جہاں اور جیسے انسان کی فلاح مقصود تھی اسی ترتب کے ساتھ قوانین کی وضاحت گئی۔اسی اعتبار سے زندگی گزارنے کا سلیقہ سِکھایا گیا۔اسلام کی نظر یں ایک انسان فقط راست قامت چلنے ،پھرنے اور بولنے والا انسان ہی نہیں بلکہ اس کی رفعت و معراج کو قران اپنی شان و عظمت کے مطابق بیان فرمایا۔اس نہایت حساس ،اہم اور قابل فکر عنوان پر چند جملے یا سطریں کفایت نہ کریں گیں۔اسلام افراط و تفریط سے پاک دین ہے۔جس میں نہ تو شدت ہے اور نہ ہی انسانِ کو مکمل چھوٹ ہے بلکہ معاملہ بین بین ہے۔یعنی اعتدال کی عظیم نظیر ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّنے اپنی لاریب کتاب میں جہاں اپنی مخلوق جس کے سر اس نے اشرف المخلوقات کا تاج سجایا،جہاں اس کی تعریف و توصیف کو ذکر کیا وہاں اس کی مذمت پر بھی اپنی صفت قہاری کا اظہار فرمایا۔جہاں اسے زمین و آسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے۔وہاں اسے جانوروں سے پست تر بھی دکھایا گیا ہے۔آیئے تعارف انسانی قران کی زبانی جانتے ہیں۔

( ) کائنات عالم میں انسان کا مقام ( )

قرآن کی عالی ترین تعریفیں بھی انسان کے بارے میں ہیں اور سخت ترین مذمت بھی۔ جہاں اسے زمین وآسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے وہاں اسے جانوروں سے پست تر بھی دکھایا گیا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ قوائے عالم کو مسخر کر سکتا ہے اور فرشتوں سے بھی کام لے سکتا ہے لیکن اس کے برعکس وہ اپنے برے اعمال کی پاداش میں اسفل السافلین میں بھی گر سکتا ہے یعنی انسان کا کردار اس کی بقاء اور اس کی منزل کے حصول میں ایک اہم محرک ہے۔

( )انسانی اقدار ( )

اللہ عزوجل نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا۔ جسے دیکھ کر اس کی عظمت و شان کا پتا چلتا ہے۔ جب خالق ارض و سمٰوٰت نے انسان کو پیدا فرمایا منصب و مسند سے نواز تو پھر اس کی جانچ پڑتال، اس کے احتساب اور اس کی فکری، شعوری، مذہبی و ملی تربیت کے لیے ایک منظم نظام عطا فرمایا۔ اپنے پیغام، اپنے احکام کی بجاآوری کے لیے انسان کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا اس شان و عظمت سے نوازا۔ بلند مرتبہ، بلند شان انسان کے حصّہ میں آئی۔

( ) ربّ تعالیٰ کا خلیفہ ( )

مومنین پر کرم فرمانے والے خدائے احکم الحاکمین نے انسان کو اپنا خلیفہ

: بنا کر مبعوث فرمایا۔ جس کا ذکر اس نے اپنی ذیشان کتاب میں فرمایا

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا ( ) وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ( ) (سورہ بقرہ، آیت ۳۰)۔ ترجمۂ کنزالایمان : اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں ۔ بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے ۔

تفسیر خزائن العرفان: خلیفۂ احکام واوامر کے اجراء و دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے ۔ یہاں خلیفہ سے حضرت آدم عَلَیہِ السَّلام مراد ہیں۔ اگرچہ اور تمام انبیاء بھی اللہ تعالٰی کے خلیفہ ہیں ۔ حضرت داوٗد عَلَیہِ السَّلام کے حق میں فرمایا '' یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ '' فرشتوں کو خلافت آدم کی خبر اس لئے دی گئی کہ وہ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی حکمت دریافت کرکے معلوم کرلیں اور ان پر خلیفہ کی عظمت و شان ظاہر ہو کہ اُن کو پیدائش سے قبل ہی خلیفہ کا لقب عطا ہوا اور آسمان والوں کو ان کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔

( ) مرتبہ کا احساس ( )

مراتب و درجات سے نوازا تو ربّ تعالیٰ نے احساس ذمہ داری کا بھی احساس دلایا: ( ) وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ وَ رَفَعَ بَعۡضَکُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىکُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیۡعُ الۡعِقَابِ ۫ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ( ) (سورہ انعام ،آیت ۱۶۵)۔ترجمہ کنزالایمان :اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر خزائن العرفان: کیونکہ سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّم خاتَم النّبیین ہیں۔آپ صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی اُمّت آخرُ الاُمَم ہے اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرُّف کریں۔شکل و صورت میں ، حسن و جمال میں ، رزق و مال میں ، علم و عقل میں ، قوت و کمال میں ۔یعنی آزمائش میں ڈالے کہ تم نعمت و جاہ و مال پا کر کیسے شکر گزار رہتے ہو اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے سلوک کرتے ہو۔

( )انسان کی علمی استعداد دوسری تمام مخلوقات کی ممکنہ استعداد سے زیادہ ہے۔( )

ربّ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں انسان کو دیگر مخلوق پر صاحب شرف رکھا۔ علم ایک نعمت اور بے نظیر دولت ہے۔اس معاملہ میں بھی ربّ نے انسان کو دیگر مخلوق سے بلند مرتبہ فرمایا: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ( ) (پ ۱، سورہ بقرہ آیت ۳۱)۔ترجمہ ٔ کنزالایمان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشادفرمایا: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ( ) پ ۱، سورہ بقرہ، آیت ۳۲)۔ترجمہ ٔ کنزالایمان: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم ( ) نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

( )اعلیٰ مراتب کے لیے سخت امتحانات سے واسطہ ( )

روایتی زندگی پر غور کریں تو ہم اگر کسی کی اہمیت کو بیان، کسی کی علمی

استعداد کسی کی اہلیت کی تعریف بیاں کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں تو پہلے۔قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ () (پ ا، سورہ بقرہ، آیت ۳۳)۔ترجمہ ئ کنزالایمان :فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

تفسیر خزائن العرفان: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء و جملہ مسمیات پیش فرما کر آپ کو ان کے اسماء و صفات و افعال و خواص و اصول علوم و صناعات سب کا علم بطریق الہام عطا فرمایا۔یعنی اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ میں کوئی مخلوق تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں گا اور خلافت کے تم ہی مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ کیونکہ خلیفہ کا کام تصرف و تدبیر اور عدل و انصاف ہے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خلیفہ کو ان تمام چیزوں کا علم ہو جن پر اس کو متصرف فرمایا گیا اور جن کا اس کو فیصلہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے کا سبب علم ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ علمِ اسماء خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے

افضل ہے۔اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں

۔

() انسان فطرت خدا کی آشنائی ہے ()

انسان کی فطرت خدا کی آشنائی ہے اور وہ اپنی فطرت کی گہرائی میں خدا کو پہچانتا ہے اور اس کے وجود سے آگاہ ہے : وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ () (سورہ اعراف آیت ۱۷۲)۔ترجمۂ کنزالایمان : اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے انکی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

تفسیر خزائن العرفان : حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذُرِّیَّت نکالی اور ان سے عہد لیا۔آیات و حدیث دونوں پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذُرِّیَّت نکالنا اس سلسلہ کے ساتھ تھا جس طرح کہ دنیا میں ایک دوسرے سے پیدا ہوں گے اور انکے لئے ربوبیت

اور وحدانیت کے دلائل قائم فرما کر اور عقل دے کر ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت طلب فرمائی ۔ارشاد باری تعالیٰ : فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ( ) (سورہ روم آیت ۴۳) ۔ترجمہٴ کنزالایمان : تو اپنا منھ سیدھا کر عبادت کے لئے قبل اس کہ وہ دن آئے جسے اللّٰہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن الگ پھٹ جائیں گے ۔

تفسیر خزائن العرفان : یعنی دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، روزِ قیامت ۔یعنی حساب کے بعد متفرق ہو جائیں گے جنّتی جنّت کی طرف جائیں گے اور دوزخی دوزخ کی طرف ۔ قابل غور امر یہ ہے کہ انسان کی پیدائش اتفاقی نہیں بلکہ ایک مقررہ طریقے پر ہوئی ہے اور وہ خدا کا برگزیدہ اور منتخب کیا ہوا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ: ثُمَّ اجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (سورہ طٰہٰ، آیت ۱۲۲) ۔ترجمہ یٔ کنزلایمان : پھر اسے اس کے رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

انسان آزاد اور مستقل شخصیت کا مالک ہے۔ وہ خدا کا امانت دار اور اس کو

دوسروں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔اس سے یہ بھی چاہا گیا ہے کہ وہ اپنے کام اور کوششوں سے زمین کو آباد کرے اور سعادت و شقاوت کے راستوں میں سے ایک کو اپنی مرضی سے اختیار کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ :اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ( ) (پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت ۷۲)

۔ترجمہ کنزالایمان : بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ( ) نَّبۡتَلِیۡہِ فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ( ) (پ ۲۹، سورہ دہر آیت ۲،۳)۔بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

( )انسان ذاتی شرافت اور کرامت کا مالک ہے ( )

خدا نے انسان کو دیگر بہت سی مخلوقات پر برتری بخشی ہے لیکن وہ اپنی حقیقت کو خود اسی وقت پہچان سکتا ہے جب کہ وہ اپنی ذاتی شرافت کو سمجھ لے اور اپنے آپ کو پستی ذلت اور شہوانی خواہشات اور غلامی سے بالاتر سمجھے۔وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰)۔ترجمہ ٔ کنزالایمان :اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اوران کو خشکی اورتری میں سوار کیا اوران کو ستھری چیزیں روزی دیں،اوران کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

تفسیر خزائن العرفان: عقل و علم و گویائی ، پاکیزہ صورت ، معتدل قامت اور معاش و معاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلا و تسخیر عطا فرما کر اور اس کے علاوہ اور بہت سی فضیلتیں دے کر۔جانوروں اور دوسری سواریوں اور کشتیوں اور جہازوں وغیرہ میں ۔لطیف خوش ذائقہ حیوانی اور نباتی ہر طرح کی غذائیں خوب اچھی طرح پکی ہوئی کیونکہ انسان کے سوا حیوانات میں پکی ہوئی غذا اور کسی کی خوراک نہیں۔حسن کا قول ہے کہ اکثر سے کل مراد ہے اور اکثر کا لفظِ کل کے معنٰی میں بولا جاتا ہے قرآنِ کریم میں بھی ارشاد ہوا : وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ اور يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا

۔میں اکثر بہ معنٰی کل ہے لہٰذا ملائکہ بھی اس میں داخل ہیں اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحائے بشر عوام ملائکہ سے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبول ہیں یہی ان کی سرشت ہے، ان میں عقل ہے شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت و عقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے۔

انسان اپنی فطری قوت سے ہر نیک و بد کو پہچان لیتا ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ( ) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ( ) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (سورہ شمس آیات ۹،۷)

۔ترجمہ کنزالایمان : اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔۔بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

( ) قلبی اطمینان ( )

انسان کے لئے اطمینان قلب کے حصول کا واحد ذریعہ یاد خدا ہے اس کی خواہشات لامتناہی ہیں لیکن خواہشوں کے پورا ہو جانے کے بعد وہ ان چیزوں سے بے زار

ہو جاتا ہے مگر یہ کہ وہ خدا کی لامتناہی ذات سے مل جائے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (سورہ رعد آیت ۲۸)

۔ترجمہ کنزالایمان : وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

( ) اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے ( )

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ( ) ترجمہ ٔ کنزالایمان : اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف یقینی دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا (پ ۳۰، سورہ انشقاق آیت ٦

( ) زمین کی تمام نعمتیں انسان کے لئے ہیں ( )

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ( ) ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىہُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَ ہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ( ) (پ ا، سورہ بقرہ آیت ۲۹) ۔ترجمہ ٔ کنزالایمان : وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استواء (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان: : یعنی کانیں سبزے جانور دریا پہاڑ جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ نے تمہارے دینی و دنیوی نفع کے لئے بنائے دینی نفع اس طرح کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت ہو اور دنیوی منافع یہ کہ کھاؤ پیو آرام کرو اپنے کاموں میں لاؤ تو ان نعمتوں کے باوجود تم کس طرح کفر کروگے مسئلہ کرخی وابوبکر رازی وغیرہ نے خلق لکم کو قابل انتفاع اشیاء کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ یعنی یہ خلقت وایجاد اللہ تعالیٰ کے عالم جمیع اشیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی پر حکمت مخلوق کا پیدا کرنا بغیر علم محیط کے ممکن و متصور نہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا کافر محال جانتے تھے ان آیتوں میں ان کے بطلان پر قوی برہان قائم فرمادی کہ جب اللہ تعالیٰ قادر ہے علیم ہے اور ابدان کے مادے جمع وحیات کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو موت کے بعد حیات کیسے محال ہوسکتی ہے پیدائش آسمان وزمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کو اور زمین میں جنات کو سکونت دی جنات نے فساد انگیزی کی تو ملائکہ کی ایک جماعت بھیجی جس نے انہیں پہاڑوں اور جزیروں میں نکال بھگایا۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ( ) (پ ۲۵، سورہ جاثیہ، آیت ۱۳) ۔ترجمۂ کنزالایمان : اور تمہارے لئے کام میں لگائے

جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین ہیں اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

() بندے کا کام بندگی ہے ()

خدا نے انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ دنیا میں صرف اپنے خدا کی عبادت اور اس کے احکام کی پابندی کرے پس اس کی ذمہ داری امر خدا کی اطاعت ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ () (سورہ حشر آیت ۱۹)۔

ترجمہ کنزالایمان : اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔

انسان خدا کی عبادت اور اس کی یاد کے بغیر اپنے آپ کو نہیں پا سکتا اگر وہ خدا کو بھول جائے تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کس لئے ہے؟ اور یہ کہ وہ کیا کرے؟ اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور کہاں جانا چاہئے؟

انسان جونہی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اس کی روح کے چہرے سے جسم کا پردہ جو کہ روح کے چہرے کا حجاب ہے اٹھ جاتا ہے تو اس وقت اس پر ایسے بہت سے

حقائق ظاہر ہوتے ہیں جو دنیا میں اس سے پوشیدہ رہتے ہیں: لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ( ) (پ۲۶، سورہ ق، آیت ۲۲)۔ترجمہ ئ کنزالایمان : بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

انسان دنیا میں ہمیشہ مادی مسائل کے حل کے لئے ہی کوششیں نہیں کرتا اور اس کو صرف مادی ضرورتیں ہی متحرک نہیں کرتیں بلکہ وہ بعض اوقات کسی بلند مقصد کے حصول کے لئے بھی اٹھتا ہے اور ممکن ہے کہ اس عمل سے اس کے ذہن میں سوائے رضائے خداوندی کے حصول کے اور کوئی مقصد نہ ہو۔ارشاد باری تعالیٰ: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ( ) ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ( ) (پ۳۰، سورہ فجر آیات ۲۸،۲۷) ۔ترجمہئ کنزالایمان :اے اطمینان والی جان ۔اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

(انسانیت کی اصلاح)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (پ۱۰، سورۃ التوبۃ،آیت: ۷۳)۔ترجمہ ئ کنزالایمان :اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد

فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

( ) فکر انگیز بات ( )

انسان خداوند تعالیٰ کی طرف سے منتخب شدہ ہستی ہے۔ وہ زمین پر اس کا خلیفہ اور جانشین ہے وہ روحانی اور مادی عناصر کا مرکب خدا آشنا فطرت کا مالک آزاد اور مختار پیغام خداوندی کا امین دنیا کا اور اپنا ذمہ دار اور نیکی اور بدی کو سمجھنے والا ہے۔ اس کی زندگی کا آغاز کمزوری سے ہوتا ہے اور قوت اور کمال کی طرف بڑھتا ہے لیکن جب وہ حالت رشد وہدایت کی تمیز کو پہنچتا ہے تو اسے صرف اسی صورت میں سکون قلب ملتا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اس کی یاد میں مشغول ہو جائے اس کی علمی اور عملی استعداد لامحدود ہے۔ وہ ذاتی شرافت اور کرامت کا حامل ہے اس کی خواہشات پر کسی طرح کا مادی اور طبیعی رنگ نہیں چڑھتا اس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے جائز فائدہ اٹھائے لیکن وہ اپنے خدا کے سامنے اپنے فرائض کی انجام دہی کا ذمہ دار بھی ہے۔

( ) نادان انسان ( )

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ

الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسٰنُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا () (پ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۷۲)۔ترجمہ کنزالایمان : بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں، اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

تفسیر خزائن العرفان: حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔ حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہنے فرمایا کہ امانت نمازیں ادا کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج، سچ بولنا، ناپ اور تول میں اور لوگوں کی ودیعتوں میں عدل کرنا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ تمام اعضاء کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عَنْہُما نے فرمایا: کہ امانت سے مراد

لوگوں کی ودیعتیں اور عہدوں کا پورا کرنا ہے۔ تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ کافِر معاہد کی، نہ قلیل میں نہ کثیر میں، اللہ تعالیٰ نے یہ امانت اعیانِ سمٰوٰت وارض و جبال پر پیش فرمائی پھر ان سے فرمایا کیا تم ان امانتوں کو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا ذمہ داری کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا، انہوں نے عرض کیا نہیں اے ربّ ہم تیرے حکم کے مطیع ہیں نہ ثواب چاہیں نہ عذاب اور ان کا یہ عرض کرنا براہِ خوف و خشیت تھا اور امانت بطورِ تخییر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوت و ہمّت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں، اس کا اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔ کہ اگر ادا نہ کر سکے تو عذاب کئے جائیں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ امانت آدم عَلَیْہِ السَّلام کے سامنے پیش کی اور فرمایا کہ میں نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی تھی وہ نہ اٹھا سکے کیا تو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھا سکے گا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے اقرار کیا۔

() رب چھوٹ دیتا ہے موقع دیتا ہے ()

وَّاَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَکُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ

(ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ( ) (پ ١٧، سورۃ الحج ،آیت ٤٤
ترجمۂ کنزالایمان : اور مدین والے اور موسٰی کی تکذیب ہوئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔
تفسیر خزائن العرفان: یعنی حضرت شعیب کی قوم ۔یہاں موسٰی کی قوم نہ فرمایا کیونکہ حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کی قوم بنی اسرائیل نے آپ کی تکذیب نہ کی تھی بلکہ فرعون کی قوم قبطیوں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ، ان قوموں کا تذکرہ اور ہر ایک کے اپنے رسول کی تکذیب کرنے کا بیان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تسکینِ خاطر کے لئے ہے کہ کُفار کا یہ قدیمی طریقہ ہے پچھلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے ۔اور ان کے عذاب میں تاخیر کی اور انہیں مہلت دی ۔اور ان کے کفر و سرکشی کی سزا دی ۔آپ کی تکذیب کرنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے انجام کو سوچیں اور عبرت حاصل کر

( ) جلد بازی انسان کی فطرت ہے ( )

انسان جب انسان سے معاملہ کرتا ہے ، کوئی کام سر انجام دیتا ہے تو ان کے جلد سے جلد ثمرات کا متقاضی ہوتا ہے ۔یہی معاملہ وہ بارگاہ الٰہی میں بھی برتا ہے کہ ادھر دعا مانگی ادھر قبول ہو جائے ،ادھر عرض کیا ادھر تعبیر ہو جائے اسی جلدباز فطرت کا تذکرہ رب تعالٰی نے بھی پیش کیا۔ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ

بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ وَكَانَ الْاِنْسٰنُ عَجُوْلًا ( ) ۔(پ ۱۵، سورہ اسرائیل، آیت ۱۱)۔ترجمہ کنزالایمان : اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو لیٹے بیٹھے اور کھڑے پکارنے لگتا ہے پھر جب اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو پھر وہ اپنی پہلی حالت میں آ جاتا ہے گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کو دور کرنے کے لئے اس نے کبھی ہم کو پکارا ہی (نہ تھا۔ (سورہ یونس آیت ۱۲

( ) مرض کی تشخیص اور علاج ( )

اللہ کریم نے انسان کی شان بیان فرمائی اس کے ساتھ ساتھ میں پائے جانے والے امراض سے بھی مطلع فرمایا اور اپنے کرم سے رہتی دنیا تک کے لیے اس کا علاج بھی ارشاد فرمادیا جیسا کہ انسان کی کنجوسی اور راہ خدا عزوجل میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکنے پر ارشاد باری تعالیٰ : وَكَانَ الْاِنْسٰنُ قَتُوْرًا ( ) (سورہ اسراء آیت ۱۰۰)۔ترجمہ کنزالایمان : آدمی بڑا کنجوس ہے۔

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ( ) (پ

۱۵، سورہ کہف ،آیت ۲۴)۔ترجمہ ٔ کنزالایمان : مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی
یاد کرجب تو بھول جائے اور یوں کہہ کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس سے نزدیک
تر راستی کی راہ دکھائے۔

یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لے ۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا جب تک اس مجلس میں رہے۔ اس آیت کی تفسیروں میں کئی قول ہیں بعض
مفسّرین نے فرمایا معنٰی یہ ہیں کہ اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرے۔
بخاری و مسلم) بعض عارفین نے فرمایا معنٰی یہ ہیں کہ اپنے ربّ کو یاد کرجب تو)
اپنے آپ کو بھول جائے کیونکہ ذکر کا کمال یہی ہے کہ ذاکر مذکور میں فنا ہو جائے۔
اِنَّ الۡاِنۡسٰنَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ( ) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ( ) وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ( ) ترجمہ
کنزالایمان : بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص۔جب اسے برائی پہنچے تو سخت
گھبرانے والااور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے وال ۔ وہ کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔

سورہ معارج آیات ۲۱،۱۹)۔جب اس کو برائی پہنچے تو وہ مضطرب ہو جاتا ہے اور جب)
(اس کو بھلائی پہنچے تو وہ بخل کرنے لگتا ہے۔(پ ۲۹، سورہ معارج آیات۔۱۹تا۲۱
() حسین یا بدصورت ()

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا انسان قرآن حکیم کی نظر میں بدصورت مخلوق بھی اور حسین مخلوق بھی ہے وہ بھی بہت حسین اور بہت بدصورت؟ کیا وہ دو طرح کی فطرتوں کا حامل ہے یعنی اس کی آدھی فطرت نور ہے اور آدھی ظلمت؟ اور ایسا کیوں ہے کہ قرآن حکیم اس کی بہت زیادہ تعریف بھی کرتا ہے اور بے انتہا مذمت بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تعریف اور مذمت اس سبب سے نہیں کہ وہ دو فطرتوں کا حامل ہے گویا اس کی ایک فطرت قابل تعریف اور دوسری قابل مذمت۔ قرآن حکیم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان اپنی استعدادی قوت کی بناء پر تمام کمالات کا حامل ہے اور اس کا لازم ہے کہ وہ ان کمالات کو قوت سے فعل میں لائے اور یہ خود انسان ہی ہے جو اپنی ذات کا معمار ہے۔انسان کے ان کمالات تک پہنچنے کی اصل شرط ایمان ہے۔ ایمان ہی سے اس میں تقویٰ نیک عمل اور راہ خدا میں کوشش کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ایمان ہی کے ذریعے سے علم نفس امارہ کے ہاتھ میں ناجائز ہتھیار کی صورت سے نکل کر مفید ہتھیار کی صورت اختیار کرتا ہے۔ پس حقیقی انسان جو کہ خلیفۃ اللہ ہے مسجود ملائکہ ہے دنیا کی ہر چیز اسی کے لئے ہے اور وہ تمام انسانی کمالات کا حامل ہے وہ انسان باایمان ہے نہ کہ انسان بے ایمان اور ناقص ہے۔ ایسا انسان حریص اور خونریز ہے وہ بخیل اور خسیس ہے وہ کافر ہے اور حیوان سے پست تر۔ قرآن حکیم میں ایسی بھی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کون سا انسان ہے جس کی تعریف کی گئی ہے؟ اور

وہ کون سا انسان ہے جس کی مذمت کی گئی ہے؟ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا انسان حقیقی نہیں ہے اگر انسان اس حقیقت یگانہ سے تعلق قائم کرلے جس کی یاد سے دل آرام پاتا ہے تو وہ کمالات کا حامل ہے اور اگر وہ اس حقیقت یگانہ یعنی خدا سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ ایک ایسے درخت کی مانند ہے جو اپنی جڑوں سے جدا ہو چکا ہے۔اس موضوع پر ہم ذیل میں آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں: وَالْعَصْرِ ( ) اِنَّ الْاِنْسٰنَ لَفِیْ خُسْرٍ ( ) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ( )۔ترجمہ ئ کنزالایمان :اس زمانۂ محبوب کی قسم۔بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔(پ ۳۰، سورۃ العصر

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ( )ترجمہ ئکنزالایمان :اور بے شک ہم نے جہنّم کے لئے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں

اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ (پ ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۷۹)

محترم قارئین کرام : یہ اس کتاب میں احقر نے حتی الوسع یہ کوشش کی کہ اللہ عزوجل کا عطا کردہ انسانی تعارف پیش کیا جائے تاکہ اس ظلم و ستم ڈھانے والے، اس نفرتوں و عداوتوں کو رواج دینے والے، قوم پرستی، تعصب کی بھینٹ چڑھنے والے، انا و خود پسندی میں رچ بس جانے والے، اللہ اور اللہ کے رسول کی رسی کو چھوڑنے والے، ذاتی مفاد، ابن الوقت مزاج کو اپنانے والے، اپنوں و بیگانوں کی تمیز کو پس پشت ڈالنے والے، علم کو جہالت کی کمان بنانے والے، معاش و معاشرت کی دھجیاں بکھیرنے والے مذہب کو ثانوی حیثیت دینے والے، وحشیوں کی سی زندگی گزانے والے انسان کو، بتاسکوں کہ تیرا منصب، تیرا تعارف، تیرا وقار، تیری عظمت، تیری شان، تیری ذمہ داری اور تیری پہچان کیا تھی اور تونے کدھر کی راہ لی۔ تو اس شاہراہ پر چل پڑا جس کا انجام حماقت، ضلالت و نقصان ہی نقصان ہے۔ آپ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تعصب، انانیت کی عینک اتار کر قران کا مطالعہ کیجیے۔ ترجمہ و تفسیر دنیا کی کئی زبانوں میں موجود ہیں مفاہم تک رسائی آسان ہے جہاں دقت، مشکل محسوس کریں علماء، اہل علم و دانش سے رجوع کرکے فراخ دلی سے حق و صداقت کو جاننے کی کوشش کریں تو

ان شاء اللہ عزوجل مجھے اپنے کریم رحمٰن و رب سے کامل یقین ہے کہ جس جس کے حق میں رشد و ہدایت مقرر ہوگی اسے مل ہی کر رہے گی۔اللہ کریم ہمیں علم نافع کی دولت سے بہر مند فرمائے۔آمین

( ) فلسفہ اسلام اور مقام انسانیت ( )

اسلام دین فطرت ہے۔اس کا ہر قانون ،ہر ضابطہ فطرت کا عظیم نمونہ ہے۔جب ،جہاں اور جیسے انسان کی فلاح مقصود تھی اسی ترتب کے ساتھ قوانین کی وضاحت گئی۔اسی اعتبار سے زندگی گزارنے کا سلیقہ سِکھایا گیا۔اسلام کی نظر میں ایک انسان فقط راست قامت چلنے ،پھرنے اور بولنے والا انسان ہی نہیں بلکہ اس کی رفعت و معراج کو قران اپنی شان و عظمت کے مطابق بیان فرمایا۔اس نہایت حساس ،اہم اور قابل فکر عنوان پر چند جملے یا سطریں کفایت نہ کریں گیں۔اسلام افراط و تفریط سے پاک دین ہے۔جس میں نہ تو شدت ہے اور نہ ہی انسانِ کو مکمل چھوٹ ہے بلکہ معاملہ بین بین ہے۔یعنی اعتدال کی عظیم نظیر ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی لاریب کتاب میں جہاں اپنی مخلوق جس کے سر اس نے اشرف المخلوقات کا تاج سجایا ،جہاں اس کی تعریف و توصیف کو ذکر کیا وہاں اس کی مذمت پر بھی اپنی صفت قہاری کا اظہار فرمایا۔جہاں اسے زمین و آسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے۔وہاں اسے جانوروں سے پست تر بھی دکھایا گیا ہے۔آیئے تعارف انسانی قران کی زبانی جانتے ہیں۔

() کائنات عالم میں انسان کا مقام ()

قرآن کی عالی ترین تعریفیں بھی انسان کے بارے میں ہیں اور سخت ترین مذمت بھی۔ جہاں اسے زمین و آسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے وہاں اسے جانوروں سے پست تر بھی دکھایا گیا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ قوائے عالم کو مسخر کر سکتا ہے اور فرشتوں سے بھی کام لے سکتا ہے لیکن اس کے برعکس وہ اپنے برے اعمال کی پاداش میں اسفل السافلین میں بھی گر سکتا ہے یعنی انسان کا کردار اس کی بقاء اور اس کی منزل کے حصول میں ایک اہم محرک ہے۔

() انسانی اقدار ()

اللہ عزوجل نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا۔ جسے دیکھ کر اس کی عظمت و شان کا پتا چلتا ہے۔ جب خالق ارض و سمٰوٰت نے انسان کو پیدا فرمایا منصب و مسند سے نوازا تو پھر اس کی جانچ پڑتال، اس کے احتساب اور اس کی فکری، شعوری، مذہبی و ملی تربیت کے لیے ایک منظم نظام عطا فرمایا۔ اپنے پیغام، اپنے احکام کی بجاآوری کے لیے انسان کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا اس شان و عظمت سے نوازا۔ بلند مرتبہ، بلند شان انسان کے حصہ میں آئی۔

() ربّ تعالیٰ کا خلیفہ ()

مومنین پر کرم فرمانے والے خدائے احکم الحاکمین نے انسان کو اپنا خلیفہ بناکر مبعوث فرمایا۔ جس کا ذکر اس نے اپنی ذیشان کتاب میں فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا ( ) وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ( ) (سورہ بقرہ، آیت ۳۰)۔ ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر خزائن العرفان: خلیفہ احکام واوامر کے اجراء و دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے۔ یہاں خلیفہ سے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلام مراد ہیں۔ اگرچہ اور تمام انبیاء بھی اللہ تعالٰی کے خلیفہ ہیں۔ حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلام کے حق میں فرمایا '' یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ '' فرشتوں کو خلافت آدم کی خبر اس لئے دی گئی کہ وہ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی حکمت دریافت کرکے معلوم کرلیں اور ان پر خلیفہ کی عظمت و شان ظاہر ہو کہ اُن کو پیدائش سے قبل ہی خلیفہ کا لقب عطا ہوا اور آسمان والوں کو ان کی

پیدائش کی بشارت دی گئی۔

() مرتبہ کا احساس ()

مراتب و درجات سے نوازا تو ربّ تعالیٰ نے احساس ذمہ داری کا بھی احساس دلایا: () وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ﳲ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ () (سورہ انعام ،آیت ۱۶۵)۔ترجمہ کنزالایمان :اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر خزائن العرفان: کیونکہ سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّم خاتَم النبیّین ہیں۔آپ صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی اُمّت آخرُ الاُمَم ہے اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرُّف کریں ۔شکل و صورت میں ، حسن و جمال میں ، رزق و مال میں ، علم و عقل میں ، قوت و کمال میں ۔یعنی آزمائش میں ڈالے کہ تم نعمت و جاہ و مال پا کر کیسے شکر گزار رہتے ہو اور باہم ایک دوسرے کے

ساتھ کس قسم کے سلوک کرتے ہو۔

( )انسان کی علمی استعداد دوسری تمام مخلوقات کی ممکنہ استعداد سے زیادہ ہے۔( )

ربّ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں انسان کو دیگر مخلوق پر صاحب شرف رکھا۔علم ایک نعمت اور بے نظیر دولت ہے۔اس معاملہ میں بھی ربّ نے انسان کو دیگر مخلوق سے بلند مرتبہ فرمایا: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ( ) (پ ا، سورہ بقرہ،آیت ۳۱)۔ترجمہ ٔ کنزالایمان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشادفرمایا: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ( ) پ ا، سورہ بقرہ،آیت ۳۲)۔ترجمہ ٔ کنزالایمان: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

( )اعلیٰ مراتب کے لیے سخت امتحانات سے واسطہ ( )

روایتی زندگی پر غور کریں تو ہم اگر کسی کی اہمیت کو بیان، کسی کی علمی

استعداد کسی کی اہلیت کی تعریف بیاں کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں تو پہلے۔قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ فَلَمَّاۤ اَنۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ () (پ ا، سورہ بقرہ، آیت ۳۳)۔ترجمہ ئ کنزالایمان :فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

تفسیر خزائن العرفان: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء و جملہ مسمیات پیش فرما کر آپ کو ان کے اسماء و صفات وافعال و خواص واصول علوم وصناعات سب کا علم بطریق الہام عطا فرمایا۔یعنی اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ میں کوئی مخلوق تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں گا اور خلافت کے تم ہی مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ کیونکہ خلیفہ کا کام تصرف وتدبیر اور عدل وانصاف ہے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خلیفہ کو ان تمام چیزوں کا علم ہو جن پر اس کو متصرف فرمایا گیا اور جن کا اس کو فیصلہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے کا سبب علم ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ علم اسماء خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے

افضل ہے۔اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں

۔

() انسان فطرت خدا کی آشنائی ہے ()

انسان کی فطرت خدا کی آشنائی ہے اور وہ اپنی فطرت کی گہرائی میں خدا کو پہچانتا ہے اور اس کے وجود سے آگاہ ہے : وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ () (سورہ اعراف آیت ۱۷۲)۔ترجمۂ کنزالایمان :اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے انکی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

تفسیر خزائن العرفان: حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذُرِّیَّت نکالی اور ان سے عہد لیا۔آیات و حدیث دونوں پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذُرِّیَّت نکالنا اس سلسلہ کے ساتھ تھا جس طرح کہ دنیا میں ایک دوسرے سے پیدا ہوں گے اور انکے لئے ربوبیت

اور وحدانیت کے دلائل قائم فرما کر اور عقل دے کر ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت طلب فرمائی ۔ارشاد باری تعالیٰ : فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ( ) (سورہ روم آیت ۴۳)۔ترجمۂ کنزالایمان : تو اپنا منھ سیدھا کر عبادت کے لئے قبل اس کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں اس دن الگ پھٹ جائیں گے ۔

تفسیر خزائن العرفان : یعنی دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو، روزِ قیامت ۔یعنی حساب کے بعد متفرق ہو جائیں گے جنّتی جنّت کی طرف جائیں گے اور دوزخی دوزخ کی طرف ۔ قابل غور امر یہ ہے کہ انسان کی پیدائش اتفاقی نہیں بلکہ ایک مقررہ طریقے پر ہوئی ہے اور وہ خدا کا برگزیدہ اور منتخب کیا ہوا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (سورہ طٰہ، آیت ۱۲۲)۔ترجمہ یٔ کنزلایمان : پھر اسے اس کے رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

انسان آزاد اور مستقل شخصیت کا مالک ہے۔ وہ خدا کا امانت دار اوراس کو

دوسروں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔اس سے یہ بھی چاہا گیا ہے کہ وہ اپنے کام اور کوششوں سے زمین کو آباد کرے اور سعادت و شقاوت کے راستوں میں سے ایک کو اپنی مرضی سے اختیار کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ :اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسٰنُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ( ) (پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت ۷۲)

۔ترجمہ کنز الایمان : بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسٰنَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ( ) نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ( ) (پ ۲۹، سورہ دہر آیت ۲،۳)۔بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کردیا۔

( )انسان ذاتی شرافت اور کرامت کا مالک ہے ( )

خدا نے انسان کو دیگر بہت سی مخلوقات پر برتری بخشی ہے لیکن وہ اپنی حقیقت کو خود اسی وقت پہچان سکتا ہے جب کہ وہ اپنی ذاتی شرافت کو سمجھ لے اور اپنے آپ کو پستی ذلت اور شہوانی خواہشات اور غلامی سے بالاتر سمجھے۔وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰)۔ترجمہ ئ کنزالایمان :اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اوران کو خشکی اورتری میں سوار کیااوران کو ستھری چیزیں روزی دیں،اوران کواپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

تفسیرخزائن العرفان: عقل و علم و گویائی ،پاکیزہ صورت ، معتدل قامت اور معاش و معاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلا و تسخیر عطافرما کراور اس کے علاوہ اور بہت سی فضیلتیں دے کر۔جانوروں اور دوسری سواریوں اور کشتیوں اور جہازوں وغیرہ میں ۔لطیف خوش ذائقہ حیوانی اور نباتی ہر طرح کی غذائیں خوب اچھی طرح پکی ہوئی کیونکہ انسان کے سواحیوانات میں پکی ہوئی غذااور کسی کی خوراک نہیں۔حسن کا قول ہے کہ اکثر سے کل مراد ہے اور اکثر کا لفظِ کل کے معنٰی میں بولا جاتا ہے قرآنِ کریم میں بھی ارشاد ہوا :وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ اور مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا

۔ میں اکثر بہ معنٰی کل ہے لہٰذا ملائکہ بھی اس میں داخل ہیں اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحائے بشر عوام ملائکہ سے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبول ہیں یہی ان کی سرشت ہے ، ان میں عقل ہے شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت و عقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے ۔

انسان اپنی فطری قوت سے ہر نیک و بد کو پہچان لیتا ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ( ) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ( ) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (سورہ شمس آیات ۹،۷)

۔ترجمہ کنزالایمان : اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

( ) قلبی اطمینان ( )

انسان کے لئے اطمینان قلب کے حصول کا واحد ذریعہ یاد خدا ہے اس کی خواہشات لامتناہی ہیں لیکن خواہشوں کے پورا ہو جانے کے بعد وہ ان چیزوں سے بے زار

ہو جاتا ہے مگر یہ کہ وہ خدا کی لامتناہی ذات سے مل جائے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (سورہ رعد آیت ۲۸)

۔ترجمہ کنزالایمان : وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللّٰہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللّٰہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

() اللّٰہ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے ()

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ()ترجمہ ئ کنزالایمان :اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف یقینی دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا (پ ۳۰، سورہ انشقاق آیت ٦

() زمین کی تمام نعمتیں انسان کے لئے ہیں ()

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا () ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىہُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَ ہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ () (پ ا، سورہ بقرہ آیت ۲۹)۔ترجمہئ کنزالایمان : وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استواء (قصد)فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان: : یعنی کانیں سبزے جانور دریا پہاڑ جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ نے تمہارے دینی و دنیوی نفع کے لئے بنائے دینی نفع اس طرح کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت ہو اور دنیوی منافع یہ کہ کھاؤ پیو آرام کرو اپنے کاموں میں لاؤ تو ان نعمتوں کے باوجود تم کس طرح کفر کرو گے مسئلہ کرخی و ابوبکر رازی وغیرہ نے خلق لکم کو قابل انتفاع اشیاء کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ یعنی یہ خلقت و ایجاد اللہ تعالیٰ کے عالم جمیع اشیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی پر حکمت مخلوق کا پیدا کرنا بغیر علم محیط کے ممکن و متصور نہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا کافر محال جانتے تھے ان آیتوں میں ان کے بطلان پر قوی برہان قائم فرمادی کہ جب اللہ تعالیٰ قادر ہے علیم ہے اور ابدان کے مادے جمع و حیات کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو موت کے بعد حیات کیسے محال ہو سکتی ہے پیدائش آسمان و زمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کو اور زمین میں جنات کو سکونت دی جنات نے فساد انگیزی کی تو ملائکہ کی ایک جماعت بھیجی جس نے انہیں پہاڑوں اور جزیروں میں نکال بھگایا۔

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ( ) (پ ۲۵، سورہ جاثیہ، آیت ۱۳) ۔ترجمۂ کنزالایمان : اور تمہارے لئے کام میں لگائے

جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین ہیں اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

() بندے کا کام بندگی ہے ()

خدا نے انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ دنیا میں صرف اپنے خدا کی عبادت اور اس کے احکام کی پابندی کرے پس اس کی ذمہ داری امر خدا کی اطاعت ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ () (سورہ حشر آیت ۱۹)۔

ترجمہ کنزالایمان : اور ان جیسے نہ ہو جو اللّٰہ کو بھول بیٹھے تو اللّٰہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔

انسان خدا کی عبادت اور اس کی یاد کے بغیر اپنے آپ کو نہیں پا سکتا اگر وہ خدا کو بھول جائے تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کس لئے ہے؟ اور یہ کہ وہ کیا کرے؟ اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور کہاں جانا چاہئے؟

انسان جونہی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اس کی روح کے چہرے سے جسم کا پردہ جو کہ روح کے چہرے کا حجاب ہے اٹھ جاتا ہے تو اس وقت اس پر ایسے بہت سے

فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

( ) فکر انگیز بات ( )

انسان خداوند تعالیٰ کی طرف سے منتخب شدہ ہستی ہے۔ وہ زمین پر اس کا خلیفہ اور جانشین ہے وہ روحانی اور مادی عناصر کا مرکب خدا آشنا فطرت کا مالک آزاد اور مختار پیغام خداوندی کا امین دنیا کا اور اپنا ذمہ دار اور نیکی اور بدی کو سمجھنے والا ہے۔ اس کی زندگی کا آغاز کمزوری سے ہوتا ہے اور قوت اور کمال کی طرف بڑھتا ہے لیکن جب وہ حالت رشد وہدایت کی تمیز کو پہنچتا ہے تو اسے صرف اسی صورت میں سکون قلب ملتا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اس کی یاد میں مشغول ہو جائے اس کی علمی اور عملی استعداد لامحدود ہے۔ وہ ذاتی شرافت اور کرامت کا حامل ہے اس کی خواہشات پر کسی طرح کا مادی اور طبیعی رنگ نہیں چڑھتا اس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے جائز فائدہ اٹھائے لیکن وہ اپنے خدا کے سامنے اپنے فرائض کی انجام دہی کا ذمہ دار بھی ہے۔

( ) نادان انسان ( )

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسٰنُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ( ) (پ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۷۲)۔ترجمہ کنزالایمان : بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں، اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

تفسیر خزائن العرفان: حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔ حضرت ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امانت نمازیں ادا کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج، سچ بولنا، ناپ اور تول میں اور لوگوں کی ودیعتوں میں عدل کرنا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ تمام اعضاء کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ امانت سے مراد

لوگوں کی ودیعتیں اور عہدوں کا پورا کرنا ہے۔ تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ کافِرِ معاہد کی، نہ قلیل میں نہ کثیر میں، اللہ تعالیٰ نے یہ امانت اعیانِ سمٰوٰت وارض و جبال پر پیش فرمائی پھر ان سے فرمایا کیا تم ان امانتوں کو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھاؤگے؟ انہوں نے عرض کیا ذمہ داری کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا، انہوں نے عرض کیا نہیں اے ربّ ہم تیرے حکم کے مطیع ہیں نہ ثواب چاہیں نہ عذاب اور ان کا یہ عرض کرنا براہِ خوف و خشیت تھا اور امانت بطورِ تخییر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوت و ہمّت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کردیں، اس کا اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔ کہ اگر ادا نہ کرسکے تو عذاب کئے جائیں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وہ امانت آدم عَلَیْہِ السَّلام کے سامنے پیش کی اور فرمایا کہ میں نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی تھی وہ نہ اٹھاسکے کیا تو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھاسکے گا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے اقرار کیا۔

() رب چھوٹ دیتاہے موقع دیتاہے ()

وَّاَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَکُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ

(ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ( ) (پ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۴۴

ترجمۂ کنزالایمان : اور مدین والے اور موسٰی کی تکذیب ہوئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔

تفسیر خزائن العرفان : یعنی حضرت شعیب کی قوم ۔ یہاں موسٰی کی قوم نہ فرمایا کیونکہ حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کی قوم بنی اسرائیل نے آپ کی تکذیب نہ کی تھی بلکہ فرعون کی قوم قبطیوں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ، ان قوموں کا تذکرہ اور ہر ایک کے اپنے رسول کی تکذیب کرنے کا بیان سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تسکینِ خاطر کے لئے ہے کہ کُفار کا یہ قدیمی طریقہ ہے پچھلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے ۔ اور ان کے عذاب میں تاخیر کی اور انہیں مہلت دی ۔ اور ان کے کفر و سرکشی کی سزا دی ۔ آپ کی تکذیب کرنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے انجام کو سوچیں اور عبرت حاصل کر

( ) جلد بازی انسان کی فطرت ہے ( )

انسان جب انسان سے معاملہ کرتا ہے ، کوئی کام سرانجام دیتا ہے تو ان کے جلد سے جلد ثمرات کا متقاضی ہوتا ہے ۔ یہی معاملہ وہ بارگاہ الٰہی میں بھی برتا ہے کہ ادھر دعا مانگی ادھر قبول ہو جائے ، ادھر عرض کیا ادھر تعبیر ہو جائے اسی جلد باز فطرت کا تذکرہ رب تعالیٰ نے بھی پیش کیا۔ وَيَدْعُ الْاِنْسٰنُ

بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ وَكَانَ الْاِنْسٰنُ عَجُوْلًا ( ) ۔(پ ۱۵، سورہ اسرائیل، آیت ۱۱)۔ترجمہ کنزالایمان : اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو لیٹے بیٹھے اور کھڑے پکارنے لگتا ہے پھر جب اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو پھر وہ اپنی پہلی حالت میں آ جاتا ہے گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کو دور کرنے کے لئے اس نے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ (سورہ یونس آیت ۱۲)

( ) مرض کی تشخیص اور علاج ( )

اللہ کریم نے انسان کی شان بیان فرمائی اس کے ساتھ ساتھ میں پائے جانے والے امراض سے بھی مطلع فرمایا اور اپنے کرم سے رہتی دنیا تک کے لیے اس کا علاج بھی ارشاد فرمادیا جیساکہ انسان کی کنجوسی اور راہ خدا عزوجل میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکنے پر ارشاد باری تعالیٰ : وَكَانَ الْاِنْسٰنُ قَتُوْرًا ( ) (سورہ اسراء آیت ۱۰۰)۔ترجمہ کنزالایمان : آدمی بڑا کنجوس ہے۔

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ( )

پ)

۱۵، سورہ کہف ،آیت ۲۴)۔ترجمہ ئ کنزالایمان : مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی
یاد کرجب تو بھول جائے اور یوں کہہ کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس سے نزدیک
تر راستی کی راہ دکھائے۔

یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لے ۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا جب تک اس مجلس میں رہے ۔ اس آیت کی تفسیروں میں کئی قول ہیں بعض
مفسّرین نے فرمایا معنٰی یہ ہیں کہ اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرے ۔
بخاری و مسلم) بعض عارفین نے فرمایا معنٰی یہ ہیں کہ اپنے ربّ کو یاد کرجب تو)
اپنے آپ کو بھول جائے کیونکہ ذکر کا کمال یہی ہے کہ ذاکر مذکور میں فنا ہو جائے ۔
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ( )اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ( ) وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ( )ترجمہ
کنزالایمان : بے شک آدمی بنایا گیا ہے.بڑا بے صبرا حریص۔جب اسے.برائی پہنچے تو سخت
گھبرانے والااور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے وال ۔ وہ کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔
سورہ معارج آیات ۲۱،۱۹)۔جب اس کو.برائی پہنچے تو وہ مضطرب ہو جاتا ہے اور جب)
(اس کو بھلائی پہنچے تو وہ بخل کرنے لگتا ہے۔(پ ۲۹، سورہ معارج آیات۔۱۹تا۲۱
() حسین یا بدصورت ()

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا انسان قرآن حکیم کی نظر میں بدصورت مخلوق بھی اور حسین مخلوق بھی ہے وہ بھی بہت حسین اور بہت بدصورت؟ کیا وہ دو طرح کی فطرتوں کا حامل ہے یعنی اس کی آدھی فطرت نور ہے اور آدھی ظلمت؟ اور ایسا کیوں ہے کہ قرآن حکیم اس کی بہت زیادہ تعریف بھی کرتا ہے اور بے انتہا مذمت بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تعریف اور مذمت اس سبب سے نہیں کہ وہ دو فطرتوں کا حامل ہے گویا اس کی ایک فطرت قابل تعریف اور دوسری قابل مذمت۔ قرآن حکیم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان اپنی استعدادی قوت کی بناء پر تمام کمالات کا حامل ہے اور اس کا لازم ہے کہ وہ ان کمالات کو قوت سے فعل میں لائے اور یہ خود انسان ہی ہے جو اپنی ذات کا معمار ہے۔انسان کے ان کمالات تک پہنچنے کی اصل شرط ایمان ہے۔ ایمان ہی سے اس میں تقویٰ نیک عمل اور راہ خدا میں کوشش کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ایمان ہی کے ذریعے سے علم نفس امارہ کے ہاتھ میں ناجائز ہتھیار کی صورت سے نکل کر مفید ہتھیار کی صورت اختیار کرتا ہے۔ پس حقیقی انسان جو کہ خلیفۃ اللہ ہے مسجود ملائکہ ہے دنیا کی ہر چیز اسی کے لئے ہے اور وہ تمام انسانی کمالات کا حامل ہے وہ انسان باایمان ہے نہ کہ انسان بے ایمان اور ناقص ہے۔ ایسا انسان حریص اور خونریز ہے وہ بخیل اور خسیس ہے وہ کافر ہے اور حیوان سے پست تر۔ قرآن حکیم میں ایسی بھی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کون سا انسان ہے جس کی تعریف کی گئی ہے؟ اور

وہ کون سا انسان ہے جس کی مذمت کی گئی ہے؟ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا انسان حقیقی نہیں ہے اگر انسان اس حقیقت یگانہ سے تعلق قائم کرلے جس کی یاد سے دل آرام پاتا ہے تو وہ کمالات کا حامل ہے اور اگر وہ اس حقیقت یگانہ یعنی خدا سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ ایک ایسے درخت کی مانند ہے جو اپنی جڑوں سے جدا ہو چکا ہے۔اس موضوع پر ہم ذیل میں آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں: وَالْعَصْرِ () اِنَّ الْاِنْسٰنَ لَفِیْ خُسْرٍ () اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ()۔ترجمہ یٔ کنزالایمان :اس زمانۂ محبوب کی قسم۔بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔(پ۳۰، سورۃ العصر

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ () ترجمہ ئکنزالایمان :اور بے شک ہم نے جہنّم کے لئے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں

اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ (پ ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۷۹)

محترم قارئین کرام: یہ اس کتاب میں احقر نے حتی الوسع یہ کوشش کی کہ اللہ عزوجل کا عطا کردہ انسانی تعارف پیش کیا جائے تاکہ اس ظلم و ستم ڈھانے والے، اس نفرتوں و عداوتوں کو رواج دینے والے، قوم پرستی، تعصب کی بھینٹ چڑھنے والے، انا و خود پسندی میں رچ بس جانے والے، اللہ اور اللہ کے رسول کی رسی کو چھوڑنے والے، ذاتی مفاد، ابن الوقت مزاج کو اپنانے والے، اپنوں و بیگانوں کی تمیز کو پس پشت ڈالنے والے، علم کو جہالت کی کمان بنانے والے، معاش و معاشرت کی دھجیاں بکھیرنے والے مذہب کو ثانوی حیثیت دینے والے، وحشیوں کی سی زندگی گزارنے والے انسان کو، بتاسکوں کہ تیرا منصب، تیرا تعارف، تیرا وقار، تیری عظمت، تیری شان، تیری ذمہ داری اور تیری پہچان کیا تھی اور تو نے کدھر کی راہ لی۔ تو اس شاہراہ پر چل پڑا جس کا انجام حماقت، ضلالت و نقصان ہی نقصان ہے۔ آپ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تعصب، انانیت کی عینک اتار کر قرآن کا مطالعہ کیجیے۔ ترجمہ و تفسیر دنیا کی کئی زبانوں میں موجود ہیں مفاہم تک رسائی آسان ہے جہاں دقت، مشکل محسوس کریں علماء، اہل علم و دانش سے رجوع کرکے فراخ دلی سے حق و صداقت کو جاننے کی کوشش کریں تو

ان شاء اللہ عزوجل مجھے اپنے کریم رحمٰن و رب سے کامل یقین ہے کہ جس جس کے حق میں رشد وہدایت مقرر ہو گی اسے مل ہی کر رہے گی۔اللہ کریم ہمیں علم نافع کی دولت سے بہرمند فرمائے۔آمین

حریص کی دنیا بے چین اور اطمینان و سکوں کی مہک سے محروم ہوتی ہے

معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور افراد میں اچھے ،برے ، ذہین ، غبی ، گورے ،کالے سبھی ہوتے ہیں ۔مل جل کر رہتے ہیں ۔ان رہنے میں یکسانیت ہے ۔ان کی ضرورتوں میں یکسانیت ہے ۔ان تہذیب میں یکسانیت ہے تو پھر رونا کس چیز کا؟پریشانی کیوں ؟انسان انسان کو زیر کرنے کے درپے ہیں ۔دوسرا اسے زہر آلود نظروں سے دیکھتا ہے ۔اس کی اچھائی کو بھی کمال مہارت سے اس طرح بیان کرتا ہے کہ وہ کمال اس زاویہ سے زوال دکھائی دیتا ہے ۔معاشرے میں آلودہ فضاء کے بہت سے محرک ہیں ان میں ایک محرک حرص بھی ہے ۔ایک ایسا مرض کہ جس کی تشخیص دنیا کا کوئی معالج کرنے سے عاجز ہے ۔سب سے پہلے تو ہم یہ جان لیتے ہیں کہ حرص کہتے کسے ہیں ؟

مراۃ المناجیح جلد ۴ ، صفحہ نمبر ۶۸ پر مفتی احمد یار خان نعیمی نقل فرماتے ہیں :''کسی چیز سے جی نہ بھرنے اور ہمیشہ زیادتی کی خواہش رکھنے کو حرص اور حرص رکھنے والے کو'' حَرِیص'' کہتے ہیں۔ یہ بہت بری خصلت ہے ۔حرص و لالچ انسان کو بے شمار مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ لالچی شخص کسی مقام پر بھی مطمئن نہیں ہوتا اور لالچ بے شمار گناہوں کا سرچشمہ ہے دوسروں کی دولتوں اور نعمتوں کو دیکھ دیکھ کو خود بھی اس کو حاصل کرنے کے چکر میں

پریشان حال رہنا اور غلط و صحیح ہر قسم کی تدبیروں میں دن رات لگے رہنا حریص شخص کا مزاج بن جاتا ہے۔

محترم قارئین : عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حرص حِرْص صِرْف ''مال و دولت '' کے ساتھ ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ حِرْص تو کسی شے کی مزید خواہش کرنے کا نام ہے اور وہ چیز کچھ بھی ہو سکتی ہے، چاہے مال ہو یا کچھ اور ! چنانچہ، مزید مال کی خواہش رکھنے والے کو ''مال کا حریص'' کہیں گے تو مزید کھانے کی خواہش رکھنے والے کو ''کھانے کا حریص '' کہا جائے گا اور نیکیوں میں اِضافے کے تمنائی کو ''نیکیوں کا حریص '' جبکہ گناہوں کا بوجھ بڑھانے والے کو ''گناہوں کا حریص '' کہیں گے ۔ لالچ اور حِرْص کا جذبہ خوراک ، لباس، مکان، سامان، دولت، عزت، شہرت الغرض ہر نعمت میں ہوا کرتا ہے۔ ایسا نہیں کہ کسی ایک چیز میں ہو۔ انسان و جمیع مخلوق کو پیدا فرمانے والے خدائے احکم الحاکمین اپنی مخلوق کے عادات و اطوار سے شناسا رکھنے کے لیے انھیں بیان بھی فرمایا ہے ۔ اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ اس نے اچھائی و برائی کے پیمانے سامنے رکھتے ہوئے دونوں کے انجام سے واقف بھی کر دیا ہے ۔ انسان کو جس نہج پر تخلیق کیا ہے ۔ پیارے اللہ کریم نے اسے بیان فرمادیا :

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (پ ۱۵ ،

بنی اسرائیل: ۱۰۰)۔ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔

آپ آیت پڑھیں اور غور کریں کہ قران نے قدم قدم پر کتنے پیارے انداز میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ اعصابی امراض کی وضاحت بھی فرمادی۔انسان کی اس فطرت کو بھی بیان فرمادیا۔حقیقت ہے کہ ہم معاشرے پر نظر دوڑائیں بلکہ پوری دنیا میں دیکھیں تو انسان کی اکثریت مال و متاع کو ذخیرہ کرنے میں جتی ہوئی ہے۔ بلاحلال وحرام کی تمیز کیے۔وہ مال جو انھیں کفایت کرجاتاہے اس کے باوجود مزید سے مزید تر کی تلاش میں سرگرداں میں اور جب کسی کو حاجت پیش آئے تو اپنے مال سے خرچ کرتے ہوئے ،اپنی دولت سے صرف کرتے ہوئے ،اپنے اثاثوں سے نکالتے ہوئے جان جاتی ہے۔ذہن پر کندہ یہ عبارت کہ مال کم ہوجائیگا۔دولت کم ہو جائیگی۔اس کے پاس کار بنگلہ ہے۔اس کے پاس بینک بیلنس ہے۔اس کے پاس یہ ہے اس کے پاس وہ ہے ۔میرے پاس کیوں نہیں۔اگر ہے تو اس سے پیٹ تو بھر جاتا ہے آنکھیں نہیں بھرتیں۔

محترم قارئین: تحدیثِ نعمت کے لیے عرض کرتا چلوں کہ مجھے میرے کریم نے حرص کے مرض سے محفوظ رکھا۔اس میں دینی بصیرت ، علماء کی صحبت ، صوفیاء کی عنایت

اور نیک طینت والدین کی تربیت شامل ہے۔لیکن میں نے اپنے گرد ایک ایسی تعداد کو بھی جانتا ہوں کہ جو دن رات کمانے کی دھن میں سنوار ہیں۔چہرے زرد پڑ گئے ہیں ۔نیند پوری نہیں ہو رہی ، طرح طرح کہ مرض لگ گئے ہیں۔جب حقائق کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ موصوف کہ پاس گزر بسر سے بڑھ کر مال ہے۔لیکن وہ پہلے مال سے خرچ کرنا مناسب نہیں جانتے اور مزید سے مزید تر کی پیاس بجھتی نہیں۔اسی طرح ہمارے ہاں ایک طبقہ ایسا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو آسائش و زیبائش میں تلاش کرتا ہے۔وہ اس کی بساعت سے بڑھ کی بھی ہوتی ہیں لیکن حرص و طمع اس میں اس قدر راسخ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہم عصر کے پاس موجود تمام نعمتوں کا حصول چاہتا ہے۔حالانکہ اگر وہ حرص نہ کرتا تو وہ پر سکوں زندگی گزار لیتا۔اب نہ سکھ نہ چین۔بلکہ ہر وقت بے چین۔پریشان ۔چنانچہ حرص کی اس دوڑ میں معاشرے میں ایک مقابلہ کی فضاء پیدا ہوتی ہے یہ ایسی سمت کا انتخاب ہوتا ہے کہ جس کا اختتام شاہراہ ظلم و جبر،استحصال سے ہوتا ہوا ملک بغاوت و نافرمانی سے انارکی و نفرتوں و عداوتوں ،چوری چکاری ،دھوکہ و دغہ بازی کی دہلیز پر ہوتا ہے۔مال کی مذموم حِرْص بھی یقیناایک باطنی بیماری ہے جو محتاج علاج ہے، سرکارِ مدینہ، صاحبِ معطر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عنقریب میری اُمت کو پچھلی اُمتوں کی بدترین بیماری پہنچے گی جو کہ تکبر، کثرتِ مال کی حِرْص، دنیوی معاملات میں کینہ رکھنا، باہم ایک دوسرے سے بغض رکھنا اور حسد کرنے پر مشتمل) ہے ، یہاں تک)

کہ وہ سرکشی اختیار کرلے گی۔ (مستدرک حاکم، کتاب البر والصلة، باب داء الامم ۔۔۔۔۔۔الخ، ۲۳۴/۵، حدیث :۷۳۹۱)

دنیامیں جو بھی مرض ہے اس کا علاج ضرور موجود ہے اس کی تحقیق و تشخیص میں تاخیر ضرور ہو سکتی ہے ایسانہیں کہ اس کا علاج موجود نہ ہو۔چنانچہ حرص جیسے مرض کی جب ہم نے نشاندہی کہ اب اس کے علاج کے حوالے سے بھی چند نکات آپ کے ذوقِ مطالعہ کی نظر کرتا چلوں کہ

۱)صبر و قناعت کرنا چاہئے یعنی جو کچھ اللہ عزوجل کی طرف سے بندے کو مل جائے اس پر راضی ہو کر خدا کا شکر بجا لائے ۔ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اس وقت فرشتہ خداکے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے انسان کی عمر، انسان کی روزی، انسان کی نیک نصیبی، انسان کی بد نصیبی یہی انسان کا نوشہ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا

۲)انسان اپنی آسائشوں کو ضرورت نہ بنائے ۔ اخراجات کو گھٹا کر کم سے کم حد تک لے آئے پر تکلف اور ہمیشہ مرغن کھانوں کی بجائے سادہ غذا کو ترجیح دینی چاہئے اور بہت زیادہ عمدہ لباس کی بجائے سادہ لباس زیب تن کریں کیونکہ اس طرح کی چیزیں بغیر لالچ اور حرص کے بھی میسر آ سکتی ہیں ۔

۳) ظاہر اور باطن میں اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے ۔ امیر ہو یا فقیر خرچ میں میانہ روی اختیار کرے اور غم ہو یا خوشی ہر حال میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے بے نیاز

کر دیتا ہے۔

۴) اگر آدمی طمع نہ کرے گا اور صبر نہ کرے گا اس پر اسے گراں تو شاید گزرے گا) لیکن ذلیل و رسوانہ ہو گا لیکن اگر طمع کرے گا اور صبر نہ کرے گا تو یہ پریشانی اٹھانے کے علاوہ ذلیل و خوار بھی ہوگا اور لالچ کے باعث لوگوں کی ملامت کا نشانہ بھی بنے گا اور پھر عذاب آخرت میں بھی مبتلا رہنے کا اندیشہ رہے گا.برخلاف اس کے کہ اگر صبر کا مظاہرہ کرے گا تو اس کی بدولت اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور لوگوں میں بھی تحسین اور احترام حاصل ہوگا۔

محترم قارئین : میں تو یہی سمجھا ہوں کہ حریص کی دنیا،اطمینان و سکوں کی مہک سے محروم ہوتی ہے۔ میں نے مرض کی نشاندہی اور اس کا حل بھی آپ کی خدمت میں پیش کردیااب یہ آپ پر ہے کہ آپ عملی زندگی میں کیسے اپناتے ہیں ۔اللہ ہمیں عقل سلیم ذوق عبادت اور عظیم و نفع بخش رفاقت عطافرمائے ۔لالچ ،حرص و طمع جیسے امراض، سے محفوظ فرمائے ۔آمین

مزاج انسانی کے معاشرے پر اثرات

لفظ مزاج جسے انگریزی میں temperament یا temper کہتے ہیں ۔چار حروف پر مشتمل یہ لفظ ایک وسیع معانی و مفہوم کا حامل ہے۔میں دیکھ رہا ہوں کہ معاشرے میں بدلتے رویے اور مزاج معاشرے کے لیے ناسور بنتے چلے جارہے ہیں۔توجہ طلب بات یہ ہے کہ یہ مزاج بدلنے کے محرک کیا ہے۔یوں تو کئی محرکات ہیں لیکن مختصر سی تحریر میں سب کا احاطہ ممکن نہیں ۔وہ اہم چیزیں جو مزاج کی ساکھ کو گزند یا مزاج بدلتی ہیں ۔ان پر قلم دوست رویے کے پیشِ نظر رائے عامہ ہموار کرنے اور بیدارء امت کے جذبہ سے کچھ قلمبند کرنا اپنا فرض جانتے ہوئے حاضر خدمت ہوں ۔

محترم قارئین :آج معاشرے میں پنپنے والے سینکڑوں مسائل کا محرک مزاج بنتا ہے ۔اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ہم بس میں سفر کرتے ہیں ۔ہمارے ساتھ کھڑا شخص ہمیں کہتا ہے کہ بھائی جان ساتھ ہو جائیے ۔تو ہم اس کی مجبوری سمجھے بغیر اسے انا کا مسئلہ بنا کر اس زہر میں بجھے الفاظوں سے حملہ کر دیتے ہیں نوبت ہاتھا پائی تک آ جاتی ہے ۔یعنی مزاج میں ترشی ، خشکی نہ ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی ۔اب غور طلب یہ امر ہے کہ مزاج کی تبدیلی میں کیا عناصر کارفرما ہوتے ہیں ۔

معاشرے میں جب مقصود پر ضرورتوں کو ترجیح جاتی ہے تو ان معاشروں میں مزاج میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز اپنے مقام پر رکھتی اچھی لگتی ہے۔ ضرورت ،ضرورت رہے اور اہداف و مقصود ،اہداف و مقصود رہیں۔ اسی طرح مزاج کی تبدیلی میں موسمی تبدیلی بھی ہے۔ سب سے پہلی تربیت گاہ ماں کی گود۔ اگر والدین اولاد کی تربیت میں کاہلی سے کام لیں گئے۔ گھر کے ماحول میں تلخیاں ہوں گی تو بچہ ان معاملات کو سمجھ تو نہیں رہا ہوتا لیکن اس کے مضر اثرات غیر محسوس انداز میں قبول ضرور کرتا ہے۔ جو کہ بتدریج اس کی شخصیت کا حصہ بنتے چلے جاتے ہیں۔ باالاخر یہی بچہ ،بڑا ہو کر اپنے ترش لہجے تنگ مزاج کی وجہ سے اپنا مقام کھوجاتا ہے اور دوسروں کے لیے درد سر بن جاتا ہے۔۔
مادیت کی دوڑ میں جب مقابلہ کی سمت شان و شوکت اور اعلی منصب مال و ثروت کا حصول بن جاتا ہے یعنی اعصاب پر زیادہ سے زیادہ دولت کا حصول اودوسروں کو نیچا دکھانے کی فکر عام ہونے لگے تو مزاج میں بہت تلخی آجاتی ہے۔ یعنی معلوم ہوا کہ مزاج کو بدلنے میں اعصاب کا قلیدی کردار ہے۔ جتنی نفیس فکر ہوگی مزاج بھی ویسا ہی ہوگا۔ ہمارے ہاں ایک بہت ،بڑا سانحہ ہے کہ ہماری ترجیحات کچھ ایسی بنتی چلی جارہی ہیں کہ خطاء فکر کی وجہ سے رویہ مزاج اپنی حقیقی اقدار سے گرتا چلا جارہا ہے۔ ایک درسگاہ کی مثال لے لیجے۔ کہ ہماری

ترجیحات میں ہے کہ میں پڑھوں، اچھے نمبر آئیں۔اعلیٰ تعلیم کے بعد اعلی منصب مل جائے۔اس فکر کی ابتدا سے انتہا تک ایک بنیادی اور اہم آلہ استاد اسے ہم خاطر میں نہیں لاتے۔ادب و تعظیم، لب و لہجے کی نرمی، خوش مزاج ماند پڑتی چلی جارہی ہے کہ استاد کی تذلیل عام ہوتی چلی جارہی ہے۔مزاج میں یہ لاابالی پن اس لیے آیا کہ ہماری ترجیحات واہداف ایسے تھے کہ جس کے بدلے میں ایسا تو ہونا تھا۔استاد کی ثانی اہمیت ہو گئی۔اس آلہ علم کے معمار تراشے تو مضبوط عمارات کی بجائے مٹی کا مجسمہ تعبیرپایا۔

رویہ، مزاج انسانیت شخصیت کا آئینہ ہے جس میں اصل چہرہ نظر آتا ہے۔شخصیت کا ادراک ہوتا ہے۔چھوٹی چھوٹی باتوں پر گردنیں سر تن سے جدا ہو جاتی ہیں۔عام سی اختلاف رائے پر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ذرا سے تکلیف پر عبرتناک سبق سیکھا دیا جاتا ہے۔یہ سب کیا ہے یہ مزاج ہے لوگوں کا، یہ رویہ ہے لوگوں کا۔گالم گلوچ اور حد ادب سے گری ہوئی گفتگو، فحاشی و عریانی کی نحوست سے بھرپور جملے، طعن و تشنیع میں لتھڑے قول، یہ سب رویوں کی مختلف کیفیتیں ہیں۔اسی وجہ سے آج ہر شخص پریشان ہے۔باپ کی بیٹے سے اور بیٹے کی باپ سے توقعات ختم ہو گئی ہیں۔ہمدردی، رواداری کی کلیاں سوکھ گئی ہیں۔عجیب حالات ہیں

اسی فکر میں غنچے زرد ہوئے

اسی سوچ میں کلیاں سوکھ گئیں
آئینِ گلستاں کیا ہوگی
دستورِ بہاراں کی ہوگا
محترم قارئین:

انسانی شخصیت کی تعمیر میں یقیناً رویے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔اگر آپ کے رویے مثبت ہیں تو بقول شخصے آپ ایک ہر دلعزیز شخصیت کی مالک کہلائیں گی اور اگر آپ کے رویے منفی ہیں تو بقول شخصے جسمانی، جذباتی اور عقلی اعتبار سے آپ ایک کمزور شخصیت سمجھی جائیں گی۔اپنی شخصیت کو ایسے سجائیے جیسے پرفیوم کی بھینی بھینی خوشبو لوگوں کو آپ کے معطر وجود کا احساس دلاتی رہتی ہے۔اسی طرح آپ کا مثبت رویہ بھی انھیں آپ کے ہونے کا احساس دلاتا رہے گا۔باعث زحمت بننے سے کہیں اچھا ہے کہ باعث رحمت بنا جائے اور اپنے حصے کی نیکیاں حاصل کی جائیں۔اک اہم اور قابل غور بات وہ یہ کہ دوسروں کو بدلنے اور اپنی امیدوں پر پورا اتروانے کی بجائے خود معاشرے میں اپنے اچھے اور مثبت رویے کا کردار واضح کیجئے کیونکہ کسی بھی معاشرے کے لوگوں کا رویہ ہمیشہ ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔

منفی ذہنیت کے لوگ دوسروں سے صرف اور صرف منفی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔

وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہر شخص انہیں دھوکہ دینے کے لئے کمربستہ ہے۔) یہ منفی) ذہنیت بسا اوقات اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ ایک اچھا خاصا مثبت طرز فکر رکھنے والا شخص بھی ان کا شکار ہو جاتا ہے۔ منفی ذہنیت والے افراد نہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کو کچھ کرتا دیکھ سکتے ہیں۔ منفی ذہنیت کے پیچھے جسمانی، جذباتی اور عقلی اعتبار سے ایک کمزور شخصیت ہوتی ہے۔اسی اعتبار سے اس کے الفاظ، اس کی گفتگو، اس کا رویہ

ہوتا چلا جاتا ہے نتیجتاً اسے ندامت و پشیمانی ہی ہوتی ہے۔وہ دوسروں سے کٹنے لگتا ہے حالانکہ وہ معاشرتی حیوان ہے۔ہر حیوان سے اس کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہے۔

محترم قارئین: مثبت طرز عمل ہی زندگی کی ضمانت ہے! اگر طائرانہ نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں گئے کہ ہمارے معاشرے میں لوگوں کی اکثریت منفی رویوں کے محدود خول میں بند رہ کر زندگی گزارتی ہے۔ ایسے لوگ ان بند پنجروں سے باہر جھانکنے اور نکلنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کرتے۔ وہ مثبت رویوں کی نشاط انگیز اور فرحت بخش قوت سے لطف اندوز ہونے سے زندگی بھر محروم رہتے ہیں۔ جو لوگ ہمیشہ مثبت رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ مثبت سوچ اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بار بار ملنا چاہتے ہیں، ان سے ہمیشہ مثبت توقعات رکھی جاتی ہیں اور اس کے برعکس جو لوگ ہمیشہ منفی رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ منفی سوچ اور شخصیت کے مالک بن جاتے ہیں اور اپنے حلقہ احباب

میں اچھی شہرت کے حامل نہیں رہتے۔اپنے مزاج ،رویے ،کردار و گفتار سے دلوں کو مسخر کرنے کا ہنر سیکھیے ۔سب دنیا آپ کی تابع ہو جائے گی۔جی ہاں !آج اور ابھی سے یہ عہد کر لیجیے کہ اپنے مزاج و رویے میں تلخی نہیں لائیں گے ۔مثبت فکر اور مثبت رویہ کو اپناتے ہوئے ملک و ملّت کے لیے سرمائیہ افتخار بنیں گے۔

بدمعاش کی توبہ

اسلام دین فطرت ہے۔اس میں ہمارے لیے نفع اور بھلائی کا تمام ساماں موجود ہے ۔آج جو ہم برائیوں، حماقتوں کی دلدل میں پھنستے چلے جارہے ہیں۔اس کی دیگر وجوہات کے ساتھ ایک اہم وجہ ہم نے اپنا محاسبہ اور دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا چھوڑ دی۔حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ( )۔ترجمۂ کنزالایمان : اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔'' (پ ۴، سورۃ آل عمران،آیت: ۱۰۴) قران مجید کا یہ لاثانی پیغام ایک عظیم درس،اک عظیم مشن اور اک عظیم عزم ہے ۔آہ!افسوس صد افسوس !!!! یہ احساس ذمہ داری،اپنا احتساب ،شریعت کا پاس، سبھی کچھ ہمارے دامن سے نکلتا چلا جارہا ہے۔بے راہ روی عام ہوتی چلی جارہی ہے ۔شہر تو شہر،گاؤں ،دیہاتوں میں جہاں طرز زندگی انتہائی سادہ ہوا کرتا تھا۔جہاں اہل علم و دانش کو پیشوا مقتداء جانا جاتا تھا۔جہاں ادب کی بے نظیر مثال قائم تھی ۔جہاں فیشن پرستی ،رقص و سرور کا رجحان کم سے کم تھا۔بزرگوں

کی عزت کا پاس تھا۔ لحاظ تھا۔ لیکن ثقافتی یلغار نے ماحول ہی بدل کر رکھ دیا۔ فحاشی و عریانی، فیشن پرستی، رقص و سرور کی محافل وہاں بھی ایسی جمنے لگی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ علم کی کمی اور اچھوں کی صحبت کے فقدان کی وجہ سے جہالت کے چھائے بدل ماحول کو بھیانک سے بھیانک بناتے چلے جارہے ہیں۔ دیہات میں نمو پانے والا بچہ بھی دل میں یہ خواہشیں وامنگیں لیے جوان ہوتا ہے کہ میں بڑا ہو کر ایکٹر بنوں گا، ڈانسر بنوں گا، شہرت حاصل کروں گا، معاشرے کے بدلتے ہوئے رویے اسے بدمعاش بنادیتے ہیں۔ ایک نرم طبع شخص بھی بدمعاش اور حقوق تلف کرنے والا بن جاتا ہے۔ پھر اس بدمعاشی پر گھمنڈ کرتا پھرتا ہے۔ وہ اس منزل اور اس مقصد کے حصول میں اپنا سبھی کچھ صرف کر دیتا ہے۔ حتی کے زندگی کے نادر لمحے اسی طرح گزرتے چلے جاتے ہیں۔

شہروں کی تو حالت ہی بگڑ گئی۔ فحاشی و عریانی، اسلام کش رویے اور نظریے اور نہ جانے کیا کیا۔

ندامت سے گناہوں کا ازالہ کچھ تو ہوجاتا ہمیں رونا بھی تو آتا نہیں ہائے ندامت سے

لیکن حالات کی مشکلیں دیکھ کر، برائیوں کا سد باب کرنے کی بجائے، ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھنا بھی یا اس میں سدھار لانے سے رک جانا، یہ اہل علم و دانش کا طریقہ نہیں اور نہ ہی یہ تعلیمات اسلام ہیں بلکہ تعلیمات اسلام میں تو ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں اور دوسروں پر انفرادی کوشش

کرتے چلے جائیں۔ آج کے اس پرفتن دور میں اس کی مثالیں ملیں گیں۔ جنھوں نے گناہوں کی دلدل میں دھنستے معاشرے میں سنّتوں کی بہاریں عام کیں۔ نیکی کی دھومیں مچائیں۔ اسلاف کے کردار کی یاد تازہ فرمادی کہ جن کی دین کی کڑھن، فکر آخرت کی بدولت ہزاروں نہیں لاکھوں کی زندگیاں سنور گئیں۔ سیر و تواریخ کی کتب میں ایسے بیش بہا واقعات ملتے ہیں کہ جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن جب ربّ تعالٰی کی رحمت غالب آئی۔ توفیق کے دروازے کشادہ ہوئے تو کایہ ہی پلٹ گئی۔ بگڑی سنور گئی۔ جیسا کہ تذکرۃ الاولیاء میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بدمعاش نوجوان حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کا ہمسایہ تھا۔ لوگ اس سے بہت پریشان رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ سے اس کے مظالم کی شکایت کی تو آپ نے اس کے پاس جا کر سمجھایا لیکن اس نے گستاخی کے ساتھ پیش آتے ہوئے کہا کہ '' میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخیل ہونے کی ضرورت نہیں۔'' آپ نے جب اس سے فرمایا کہ '' میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا۔'' تو اس نے جواب دیا: '' وہ بہت ہی کریم ہے میرے خلاف وہ کسی کی بات نہیں سنے گا۔'' آپ نے فرمایا کہ '' اگر وہ نہیں سنے گا تو میں اللہ عزوجل سے عرض کروں گا۔'' اس نے کہا کہ وہ بادشاہ سے بھی زیادہ کریم ہے۔ یہ سن کر آپ واپس آ گئے لیکن کچھ دنوں بعد جب اس کے ظالمانہ افعال حد سے زیادہ ہو گئے تو

لوگوں نے پھر آپ سے شکایت کی اور آپ پھر نصیحت کرنے جا پہنچے لیکن غائب سے آواز آئی کہ '' میرے دوست کو مت پریشان کرو۔'' آپ کو یہ آواز سن کر بہت حیرانی ہوئی اور اس نوجوان سے کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستہ میں سنی ہے۔اس نے کہا کہ '' اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت راہ خدا میں خیرات کرتا ہوں۔'' اور پورا سامان خیرات کرکے نامعلوم سمت چلا گیا۔ اس کے بعد سوائے حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کے کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔ آپ نے بھی مکہ معظّمہ میں اس حالت میں دیکھا کہ بہت ہی کمزور اور مرنے کے قریب تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدا نے مجھے اپنا دوست فرمایا ہے میں اس کے احکام پر جان و دل سے نثار ہوں اور مجھے علم ہے کہ اس کی رضا صرف عبادت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آج سے میں اس کی رضا کے خلاف کام کرنے سے تائب ہوں۔'' یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیا، باب چہارم ، ذکر مالک دینار، ج ا، ص ۵۰

محترم قارئین: زندگی بے حد مختصر ہے۔ہم لمحہ بہ لمحہ موت کے قریب ہوتے چلے جارہے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم قبر و آخرت کی تیاری کریں اور خوب خوب علم دین

حاصل کرکے اس عظیم مدنی مقصد کو دوسروں تک عام کریں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اخلاص
کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

انوکھا خط

حضرت علی بن حسین علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی بہت زیادہ عبادت گزار تھا۔ وہ اس قدر نمازیں پڑھا کرتا کہ اس کے قدم سوج جاتے اور اتنا روتا کہ اس کی بینائی کمزور ہو گئی۔ ایک مرتبہ اس کے گھر والوں اور لوگوں نے مل کر اسے شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ سن کر اس نے ایک کنیز خرید لی۔ یہ کنیز نغمہ سرائی کی شوقین تھی لیکن اس عابد کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ ایک دن عابد اپنی عبادت گاہ میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ کنیز نے بلند آواز میں گانا شروع کر دیا۔ گانے کی آواز سن کر عابد بے چین ہو گیا۔

اس نے عبادت میں لگے رہنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخرِ کار کنیز اس سے کہنے لگی، '' میرے آقا! تمہاری جوانی ڈھلنے کو ہے، تم نے عین جوانی میں دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیا، اب تو مجھ سے کچھ فائدہ اٹھا لو۔'' یہ بات سن کر عابد عبادت چھوڑ کر اس کے ساتھ لذتوں میں مشغول ہو گیا۔ جب اس کے بھائی کو یہ بات پتہ چلی تو اس نے اپنے بھائی کو (نیکی کی دعوت پر مشتمل) ایک خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

یہ خط ایک مشفق وناصح اور طبیب دوست کی طرف سے اس شخص کی طرف ہے جس سے حلاوتِ ذکراورتلاوتِ قرآن کی لذت سلب ہو گئی ، جس کے دل سے خشوع اور اللہ عزوجل کا خوف جاتا رہا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک کنیز خریدی ہے جس کے بدلے اپنا،''حصہ آخرت '' بیچ دیا ہے ،۔تم نے کثیر کو قلیل کے بدلے اور قرآن کو نغمات کے بدلے بیچ دیا،۔۔۔ میں تمہیں ایسی شے سے ڈراتا ہوں جو لذّات کو توڑنے والی ، شہوتوں کو ختم کرنے والی ہے ،۔۔جب وہ آئے گی تو تیری زبان گنگ ہوجائے گی ، اعضاء کی مضبوطی رخصت ہوجائے گی اور تجھے کفن پہنایا جائے گا ،۔۔۔ تیرے اہل وعیال اور پڑوسی تجھ سے وحشت کھائیں گے ،۔۔۔۔ میں تمہیں اس چنگھاڑ سے ڈراتا ہوں ۔جب لوگ بادشاہ جبار کی ہیبت سے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے ۔۔ میرے بھائی ! میں تمہیں اللہ عزوجل کے غضب سے ڈراتا ہوں ۔ پھر یہ خط لپیٹ کر اس کے پاس بھیج دیا ۔جب اس عابد کو یہ خط ملا وہ رقص وسرور کی محفل میں تھا ۔ یہ خط پڑھتے ہی اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا ۔ وہ ساری لذت بھول کر اس محفل سے اٹھا اور شراب وغیرہ کے برتن توڑ دیئے ۔کنیز کو آزاد کرنے کے بعد قسم کھائی کہ اب نہ کھانا کھائے گا اور نہ ہی سوئے گا ۔جب اس کا انتقال ہوگیا تو خط لکھنے والے بھائی نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ۔''،

اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' تو اس نے جواب دیا، ''اللہ عزوجل نے مجھے اس کنیز کے بدلے ایک جنتی کنیز (یعنی حور) عطا فرمائی ہے جو مجھے شرابِ طہور یہ کہہ کر پلاتی ہے کہ یہ اس کے بدلے میں پی لو جو تم نے دنیا میں چھوڑی تھی۔'' (کتاب التوابین، ص ۲۵۸)

محترم قارئین: یہ داستان فقط سنانے یا لکھنے یا سننے تک محدود رہ گئیں۔ اے کاش! ان ماضی میں بیتے واقعات سے ہم درس حاصل کرنے والے بن جائیں تو کچھ بعید نہیں کہ زندگی کو چار چاند لگ جائیں۔ اپنے حصّہ کا چراغ روشن کیجیے! مت دیکھیے دوسروں کو کہ وہ کیا کر رہے ہیں بلکہ یہ دیکھیے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

شادی خانہ آبادی یا خانہ بربادی

اَلحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شادی ایک اہم فریضہ۔ایک اہم رشتہ۔لیکن ہم نے اسے ایک تفریح کا ساماں بنالیا۔نتائج و ثمرات بھی ہمیں ویسے ہی موصول ہونے لگے۔شادی خانہ آبادی کیوں بن جاتا ہے خانہ بربادی۔پڑھیے اور سوچیے گا ضرور!!!!!!!!!

ایک مرتبہ حضرت سیدنا سُفْیان بِنْ عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے ابو محمد! میں آپ سے فُلاں عورت (یعنی اپنی بیوی) کی شکایت کرنے کے لیے آیا ہوں۔اور کہنے لگا کہ میں اس کے نزدیک بہت ذلیل، حقیر اور گھٹیا ہوچکا ہوں۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ نے تھوڑی دیر کے لئے اپنا سر جھکالیا پھر سر اٹھایا اور فرمایا: شاید تو اس (سے نکاح) کی طرف اس لئے راغب ہوا تھا کہ تیری عزت میں اضافہ ہوجائے۔اس نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ نے فرمایا: جو

بھی (نکاح کے ذریعے) عزت حاصل کرنے جاتا ہے اسے ذلت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔اور جو (نکاح کے ذریعے) حصولِ مال کی طرف جاتا ہے اسے فقر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔اور جو شخص دین کی طرف جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دین کے ساتھ ساتھ عزت اور مال بھی جمع فرما دیتا ہے۔(حلیۃ الاولیاء، سفیان بن عیینۃ،۷/۳۴۰) اسی ضمن میں حضرت سیدنا سُفْیَان بِنْ عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے:

دلچسپ آپ بیتی

ہم چار بھائی تھے، ایک کا نام محمد ایک کا عمران ایک کا ابراہیم تھا اور ایک میں خود۔ محمد نے جب شادی کا ارادہ کیا تو حسب و نسب میں رغبت کے سبب اُس نے ایسی عورت سے شادی کی جو خاندان میں اس سے بڑھ کر تھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کو ذلت میں مبتلا کر دیا۔اور عمران نے مال کی رغبت میں ایسی عورت کا اِنْتِخاب کیا جو اس سے زیادہ مالدار تھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے فقر و تنگدستی میں مبتلا کر دیا۔ میں ان دونوں کے معاملے میں حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔ ہمارے پاس معمر بن راشد رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ تشریف لائے تو میں نے انہیں اپنے بھائیوں کا قصہ بیان کیا اور ان سے اس کے بارے میں مشورہ لیا تو انہوں نے مجھے حضرتِ سَیِّدُنا یحییٰ بن جعدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا سے مروی احادیث بیان کیں۔ چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا یحیٰی بن جعدہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ کی حدیث یہ ہے کہ نبی پاک، صاحب لولاک صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: چار وجوہات کی بنا پر عورت سے شادی کی جاتی ہے۔ دین، حسب نسب، مال اور خوبصورتی لیکن تو دین والی عورت کو ترجیح دے تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (جمع الجوامع، حرف التاء المثناة، ۱۱۷/۴، حدیث ۱۰۶۳۴) اور حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا سے مروی روایت یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے: برکت کے اعتبار سے سب سے عظیم عورت وہ ہے جس سے نکاح) میں بوجھ کم ہو۔ (مسند امام احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۴۷۸/۹، حدیث:) ۲۵۱۷۳)

پس میں نے رسول اکرم صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی حدیث پر عمل کرنے کی غرض سے اپنے لیے دین اور کمر کی آسانی (یعنی بوجھ کی کمی) کو اختیار کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دین کے ساتھ ساتھ میرے لیے عزت و مال بھی جمع کر دیا۔ (حلیۃ الاولیاء، سفیان بن (عیینۃ، ۳۴۰/۷

محترم قارئین کرام: یقیناً نکاح کرنا انسانی زندگی کے معاملات میں سے ایک اہم ترین معاملہ ہے لہذا شادی سے پہلے اور بعد کے معاملات میں شادمانیوں اور کامیابیوں کے حُصُول کے لئے قرآن و حدیث پر عمل کرنا اور دین کے معاملے

کو فوقیت دینا ہی مُفید ہے جیسا کہ حضرتِ سَیِّدُنا سُفیان بِن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ نے دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ خود فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دین کے ساتھ ساتھ میرے لیے عزت اور مال بھی جمع کر دیا ہے۔

بد قسمتی سے آج کل ہمارے معاشرے کا اچھا خاصا طبقہ دین سے تعلق رکھنے والی بہنوں کو پسند نہیں کرتا۔اے کاش! ہم سب مل کر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو جائیں جس میں والدین اپنے لڑکے کی شادی کے لیے دین دار اور مذہبی لڑکی ہی کے انتخاب کو مطمحِ نظر بنائیں، نیکی، پرہیزگاری اور پردے کے معاملے انتہائی محتاط لڑکی ہی نکاح کے قابل سمجھی جائے۔اسی طرح لڑکی کے والدین بھی ایسا لڑکا تلاش کریں جو سنتوں کا پیکر اور باعمل عاشقِ رسول ہو۔جب میاں بیوی اس قدر نیک و پارسا ہونگے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اولاد بھی نیک و پرہیزگار ہوگی اور یوں ہمارے معاشرے میں ہر طرف سنتوں کی بہار آ جائے گی۔مگر یاد رکھیں! اتنا بڑا انقلاب لانے کے لئے ہمیں سب سے پہلے معاشرے میں پائی جانے والی بنیادی خرابیوں کو دور کرنا پڑے گا۔

هم برباد کیوں ہوئے؟

افسوس صد کروڑ افسوس! آج کل ہمارے یہاں تقریباً ہر مُعاملہ میں یَہود و نَصارٰی کی نَقل کی جاتی ہے۔شادی یقیناً میٹھی میٹھی سُنَّت ہے مگر آجکل شادی جیسی سنّت بَہت سارے گناہوں میں گِھر چکی ہے،افسوس کہ اِس عظیم سُنَّت کی اَدائیگی میں دِیگر مقدّس سُنّتوں بلکہ مُتَعَدَّد (مُ۔تَ۔عَدْ۔دَدْ) فرائض تک کا خُون کر دیا جاتا ہے! افسوس! صد کروڑ افسوس! بے ہُودہ رُسومات اس کا جُزوِ لاینفک بن چکی ہیں،مَعاذاللہ عَزَّوَجَلَّ حالات اس قدر ابتر ہو چکے ہیں کہ جب تک بہت سارے حرام کام نہ کر لئے جائیں اُس وقت تک اب شادی کی سنّت ادا ہو ہی نہیں سکتی۔مَثَلًا منگنی ہی کی رِسم لے لیجئے اِسمیں لڑکا اپنے ہاتھ سے لڑکی کو انگوٹھی پہناتا ہے حالانکہ یہ حرام اور جہنَّم میں لے جانے والا کام ہے۔شادی میں مرد اپنے ہاتھ مہندی سے رنگتا ہے یہ بھی حرام ہے، مردوں اور عورتوں کی مخلوط دعوتیں کی جاتی ہیں، یا کہیں برائے نام بیچ میں پردہ ڈال دیا جاتا ہے مگر پھر بھی عورتوں میں غیر مرد گھس کر کھانا بانٹتے، خوب وڈیو فلمیں بناتے ہیں اس دوران مرد اور عورتیں جی بھر کر بدِ نگاہی کرتے ہیں' خوب آنکھوں کا زِنا ہوتا ہے' نہ خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ نہ شرمِ مصطفٰے صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلّم۔ سنو سنو! رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلّم کا فرمان عبرت نشان ہے،''آنکھوں کا زِنا دیکھنا اور کانوں کا زِنا سننا اور زَبان کا زِنا بولنا اور ہاتھوں کا زِنا پکڑنا ہے''۔ (مُسلِم، ص

۴۲۸احدیث۲۶۵۷) یاد رکھیئے ! غیر مرد غیر عورَت کو دیکھے یا غیر عورت غیر مرد کو شہوت سے دیکھے یہ حرام اور دونوں کیلئے یہ جہنَّم میں لے جانے والے کام ہیں۔ نیز شوقیہ تصویریں بنانے اوِر بنوانے والوں کو عذابِ خداوندی سے ڈر جانا چاہیۓ۔

رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صَلّی اللہ تعَالیٰ علیہ وَالہٖ وَسلّم فرماتے ہیں، ہر تصویر بنانے والا جہنَّم میں ہے اور ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی اللہ عَزَّوَجَلَّایک مخلوق پیدا کریگا جو (اسے عذاب کریگی '' ۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۱/ ۴۲۷ رضا فاؤنڈیشن مرکزالاولیاء لاہور

آپ غور تو فرمایئے کہ آج ''شادی خانہ آبادی'' ہوتی کس کی ہے ؟شادی کے بعد عُمُوماً ہر کوئی ''خانہ بربادی'' کا شِکار نظر آ رہا ہے ! کہیں ایسا تو نہیں کہ شادی جیسی پاکیزہ اور میٹھی سُنَّت میں غیر شَرعی رُسومات کی دُنیا ہی میں سزا دی جارہی ہو !اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب ناک ہُوا تو آخرت کی سزا کس قدر ہولناک ہوگی۔

نافرمان کا انجام

فلمی ریکارڈنگ کے بِغیر آج کل شاید ہی کہیں شادی ہوتی ہو۔ اگر کوئی سمجھائے

تو بعض اوقات جواب ملتا ہے ' واہ صاحِب ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہلی بچّی کی خوشی دکھائی ہے اور گانا باجانہ کریں، بس جی خوشی کے وقت سب کچھ چلتا ہے۔ (معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ) ارے نادانو ! خوشی کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا جاتا ہے کہ خوشیاں طویل ہوں، نافرمانی نہیں کی جاتی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نافرمانی کی نُحُوست سے اِکلَوتی بیٹی دلہن بننے کے آٹھویں دن روٹھ کر میکے آ بیٹھے اور مزید آٹھ دن کے بعد تین طَلاق کا پرچہ آ پہنچے اور ساری خوشیاں دُھول میں مل جائیں۔ یا دھوم دھام سے ناچ گانوں کی دھما چوکڑی میں بیاہی ہوئی دلہن 9 ماہ کے بعد پہلی ہی زچگی میں موت کے گھاٹ اتر جائے۔ آہ ! صدہزار آہ ! شادی کی خوشی میں گانے بجانے کا گناہ کرنے والے کان کھول کر سنیں ! حدیثِ پاک میں ہے، ''دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے، (1) نِعمت کے وقت باجا (2) مصیبت کے وقت چِلّانا۔ (کنز العمال، ۱۵/۹۵، حدیث ۴۰۶۵۴ (دار الکتب العلمیہ بیروت) (ماخوذ از گانے باجے کی ہولناکیاں،

محترم قارئین: شادی بیاہ کی تقاریب کو اس طرح سرانجام دیں کہ وہ رضاالٰہی کا باعث بنیں۔ اللہ کریم ہمیں دینی بصیرت و بصارت سے بہر مند فرمائے اور ہمیں خلاف شرع امور سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین

راہب کا قبول اسلام اور اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت

ایمان کی دولت تمام دولتوں سے بڑھ کر ہے۔ جس کو یہ نعمت مل گئی اس کی بگڑی سنور گئی۔ حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ والہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ''تم جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ۔ (صحیح مسلم ،کتاب الایمان ، باب ان افشاء السلام سبب لحصولھا)

یعنی کامیابی کو ناکامی کا معیار ایمان ہے۔ جسے ایمان کی دولت نصیب ہو گئی وہ کامیاب ہوگیا۔ منقول ہے کہ ابوالقاسم حضرت سیّدُنا جنید رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ اور صوفی فقراء کا ایک قافلہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں کچھ دنوں کے بعد پانی ختم ہو گیا۔ قافلے نے ایک پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ کیا ہوا تھا، آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک مرید سے کہا: ''یہ مشکیزہ لو اور اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پاک مٹی لے آؤ تاکہ ہم اس سے تیمّم کریں، کیونکہ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔'' اس نے حسبِ حکم مشکیزہ لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر مشکیزے میں مٹی ڈالنے لگا۔ اچانک اس نے ایک آواز سنی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو گرجا گھر میں ایک راہب نظر آیا۔ راہب نے پوچھا: '' اس مٹی کا کیا کرو

گے؟''اس نے جواب دیا: ''ہم اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلٰوۃ والسلام کے لوگ ہیں۔ جب پانی نہیں ملتا تو ہم مٹی سے تیمم کر لیتے ہیں۔'' راہب بولا: میرے ہاں ایک صاف و شفاف کنواں ہے، تم اس سے پانی بھی پی لو اور وضو بھی کر لو۔'' اس مرید نے کہا: پہاڑ کے نیچے ہمارا ایک قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔''راہب نے کہا: ''تم جاؤ اور سب کو بُلا لاؤ۔''وہ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور راہب کے متعلق بتایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا: '' جا کر اُسے کہو، ہم ستر افراد ہیں، کیا اس کھنڈر میں آ جائیں گے؟''وہ مرید دوبارہ گیا اور راہب کو جا کرِ ساری بات بتائی تو اس نےِ کہا: '' اگر چہ ایک ہزار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اورآپ کی امت کی قدر کرتا اور ان سے محبت کرتا ہوں۔''جب مرید نے واپس جا کر آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کو بتایا تو آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ سارے قافلے کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ راہب نے اس کھنڈر کا دروازہ کھول دیا۔ سبھی نے خوب سیر ہو کر اس کنوئیں سے پانی پیا اور وضو کرکے نماز ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو راہب نے سب کو ایک ایک بڑی پلیٹ پیش کی جس میں طرح طرح کے کھانے تھے۔ سب نے کھانا کھایا۔ پھر ایک طشت اور لوٹا حاضر کیا، سب نے اپنے ہاتھوں کو دھو کر مُشک لگائی۔ جب راہب نے مہمان نوازی کر لی تو پوچھا: ''کیا تم میں سے کوئی اس مناسبت سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا ہے؟ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے ایک

: مرید کو اشارہ کیا تو اس نے اس آیتِ کریمہ کی تلاوت شروع کی

() اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ (پ ۱۷، سورۃ الانبیائ،آیت 101

آیتِ مبارکہ سن کر راہب کی چیخیں نکل گئیں اور کہنے لگا: ''ربِ کعبہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم نے صلح کر لی۔''جب قاری نے قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کی تو اس نے پھر کہا: '' میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی اچھا شعر کہنے والا ہے؟ کیونکہ میں سماع کو پسند کرتا ہوں۔'' آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید کی طرف اشارہ کیا تو اس نے چند اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے: ''اس نے طویل عرصہ تک دُوریوں کو برقرار رکھا، تو اسے معلوم ہوا کہ عذر خواہی کے راستے کیسے ہیں، پھر بھی دوری برقرار رکھنے کو اس نے پسند کیا اور فراق کے سمندر میں غوطہ زن رہا۔ اور وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وفا کے ساتھ ناانصافی کے زخم اگرچہ ختم بھی ہو جائیں تب بھی ان کے نشانات نہیں مٹتے۔'' ان اشعار کو سن کر راہب کافی دیر تک روتا رہا، پھر بولا: ''مزید اشعار سنایئے۔

''

مرید نے دوبارہ اسی طرح کا شعر پڑھا، جس کا مفہوم یہ ہے: '' میں حاضر ہوں، اے وہ جو اَزل سے مجھے اپنی طرف بُلاتا رہا اور اپنے پوشیدہ لُطف و کرم سے بار بار اپنی بارگاہ کی طرف میری رہنمائی فرماتا رہا (لیکن میں اس سے رُو گردانی کرتا رہا)۔'' راہب نے پھر چیخ ماری اور کہا: '' میں حاضر ہوں، اے میرے مالک! میں حاضر ہوں، اے میرے مالک عَزَّوَجَلَّ! تُو نے مجھے اپنی رحمت کی طرف بُلایا ہے، ''اَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَّاۤاِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔'' زُنّار کو توڑ دیا، عیسائیوں کا لباس اُتار دیا۔ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو گدڑی پہنائی اور آپ اور آپ کا قافلہ اس کے اسلام لانے اور اس کی گردن جہنم سے آزاد ہونے پر بہت مسرور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہزار دینار نکال کر اس کو دیئے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جمع تھے۔ پھر وہ راہب اپنے گرجا گھر وغیرہ کو چھوڑ کر چہرہ چھپائے ہوئے کہیں چلا گیا، نہیں معلوم کہ وہ کس سمت گیا۔

جب حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قافلہ مکہ مکرّمہ پہنچا اور حرم پاک میں داخل ہوا اور طواف کرکے جب سب ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو ایک

شخص کو کعبۃ اللہ شریف کے غلاف سے لپٹا ہوا دیکھا، وہ کہہ رہا تھا: '' اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ ! تو نے مجھ پر اپنا پردہ اُٹھا دیا حتیٰ کہ میں نے تیری وحدانیت کی گواہی دی، تُو نے مجھے اپنی بارگاہ میں بُلایا تو میں ''لَبَّیْکَ'' کہتے ہوئے حاضر ہو گیا، اے وہ ذات جس نے مجھے عرفان کی دولت عطا فرمائی تو مجھے اس کی معرفت حاصل ہو گئی ! مجھے اپنی رضا کے لئے حج کرنے کی توفیق عطا فرما۔ حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید سے فرمایا: ''دیکھو! یہ کلام کرنے والا کون ہے؟'' وہ مرید اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ یہ تو وہی راہب ہے۔ جب اسے حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کہا گیا تو راہب نے کہا: ''اے بھائی ! حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ میں نے آپ کو اپنے پاس ٹھہرایا اور کھانا بھی حاضر کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی اور عزت کے لباس سے نوازا، یہاں تک کہ میں احرام باندھ کر حرم پاک میں داخل ہو گیا ہوں، اب میری عزّت وذلت اسی کے پاس ہے۔'' چنانچہ، مرید لوٹا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے متعلق بتایا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے، اور اسے سینے سے لگا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا: '' اے میرے دوست ! آپ کو قربِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی لذت کیسے نصیب ہوئی؟'' اس نے جواب دیا: ''اے میرے سردار ! جب میں نے کھنڈرات کو

چھوڑا اور سفر اختیار کئے تو مجھ پر قبولیت کی ہوائیں چلنے لگیں، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی بارگاہ تک پہنچنے کا دروازہ کھول دیا، جس سے میرے لئے اپنے مقصود تک رسائی حاصل کرنا ممکن ہو گیا۔'' پھر اس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آیا۔جب ہم نے دیکھا تو اس کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو چکی تھی۔ (حکایتیں اور نصیحتیں

میرا ہر عمل بس تیرے واسطے ہو

! کر اخلاص ایسا عطا یا الٰہی عَزَّوَجَلَّ

سبحان اللہ عَزَّوَجَلَّ !جب کفر و شرک کی تاریکیوں سے نجات ملی ۔تو گویا کامیابی وکامرانی کا سفر شروع ہو گیا۔ حقیقت یہی ہے کہ ایمان کی دولت سب دولتوں سے بڑی دولت ہے وہ دولت جس کا کوئی بدل نہیں ۔ حقیقی دولت یہی ہے جس میں دارین کی سرفرازیاں ہیں ۔جس کے پاس ایمان نہیں اس کے پاس کچھ نہیں بلکہ وہ راہ ضلالت و گمراہی کے راستہ پر ہے جس کا انجام سوائے ہلاکت کے کچھ نہیں ۔اک شرف ہے اک سعادت ہے ۔کامیابیوں وکامرانیوں کا اک جہاں ہے ۔اللہ عزوجل اور اس کے رسولؐ کی پہچان آخرت پر یقین ، شریعت کے احکام کی بجاآوری انسانیت کا حسن اور دین سے وفاشعاری، ہے ۔لیکن جو فضیلت و سعادت سے محروم ہے کفر و شرک کی کالی گھٹاہوں میں درست اور راہ ہدایت سے بھٹکے رہتے ہیں ۔لیکن جب اللہ عزوجل کا فضل وکرم ہو جائے تو زندگی میں بہار آجاتی ہے ۔جب توفیق و

ہدایت کے دروازے کھل جائیں تو سعادتوں کی خوشبو عام ہو جاتی ہے۔ کفر کی دلدل سے نکل کر ایمان کے سبزہ زاروں میں پہنچ کر زندگی کی بہاریں لوٹ آتی ہیں۔ بیتے لمحوں پر اشک ندامت کی لڑی پرو جاتی ہے۔ ندامت و پشیمانی کے آنسو تو تھمتے ہی نہیں۔ بزرگان دین کی تبلیغ دیں کی کوششوں سے کفر و شرک کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کی دولت ایماں نصیب ہو گئی۔ اس کے اس دور میں بھی ہم آئے دن سنتے ہیں کہ فلاں یہودی نے مسلمانوں کی زندگی کے اس پہلو سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ کسی نے جیل میں موجود مسلمانوں کے صبر اور اپنے دین سے وفاشعاری کے مناظر دیکھ کر قبول اسلام کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کفر و شرک کی دنیا کو خیر آباد کہہ دیا۔

میری معلومات کے مطابق لندن میں برطانیہ کی مسلم کمیونٹی کہ جس کا نام مسلم ورلڈ یوتھ آرگنائزیشن نے لندن اولمپکس کا بھرپور موقع کا فائدہ اٹھا کر مسلم کمیونٹی نے غیر مسلم کھلاڑیوں اور وہاں آنے والے شائقین میں اسلام کی تبلیغ کرنا شروع کر دی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ جس سے 60 لوگوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا اور مشرف با اسلام ہو گئے۔ مسلم ورلڈ یوتھ آرگنائزیشن کے عہدیداروں نے اس کے علاوہ مختلف سٹالز پر اسلامی پمفلٹس اور دعوتی ویڈیوز تقسیم کرنا شروع کر دی ہیں۔ اس اولمپک کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس میں مختلف ممالک کہ جس میں امریکہ، کینیڈا، یورپ، ایشیا اور افریقہ سے آئے ہوئے اولمپک کی تقریبات دیکھنے والوں کو اسلام کے متعلق معلومات

فراہم کی جارہی ہیں اور اس میں بہت لوگ بڑی دلچسپی سے اسلام سے متعلق معلومات کو پرھتے ہیں قبول اسلام کے معاملات بھی سامنے آئے ۔ مسلم ورلڈ یوتھ آرگنائزیشن نے اپنا دائرہ کار صرف اولمپک تک محدود نہیں رکھا بلکہ ملک کے دوسرے حصوں میں اپنے ورکرز کو چوکنا رکھا ہوا ہے ۔ اولمپکس کی گرما گرمی میں اور رمضان کی پابرکت گھڑیوں میں اس مہم کو اور بھی قوت ملی اور اس کو اور بھی اثر انداز کر دیا ہے اور اس مہم کا آغاز اولمپکس کے آغاز سے ہی کر دیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ اس مہم کو شہر کے مختلف سیاحتی اور ثقافتی مرکزوں میں بھی اس مہم کا دائرہ کار بڑھایا گیا ہے ۔ اس تنظیم نے اپنی ان ساری سرگرمیوں کی دیکھ بھال کے لیے لندن کے شہر گرینٹس کی ایک مسجد میں رکھا ہے ۔ اس تنظیم نے اپنی مہم کا لوگو کا نام اسلام ایک ثقافتی، مذہبی اور اجتماعی دین ہے رکھا ہے اور اس ہی حوالے سے پمفلٹس اور اشتہاری مواد چھاپا ہے ۔ اس میں اس تنظیم نے سب سے اہم کام یہ کیا جو مواد چھاپا اس کو مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا تاکہ اس اولمپکس میں آئے ہوئے مختلف زبانوں کے جس میں انگلش ، پولش ، فرنچ اور جرمنی میں لکھے گئے مختلف پمفلٹس اور پوسٹر شائع کیے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسلام کی معلومات کو پڑھ سکیں اور اس مواد کو سپورٹس گاڑیوں ، شائقین کی نشستوں اور پبلک مقامات پر بھی بانٹا گیا ہے اور رپورٹ

کے مطابق روزانہ 20 ہزار لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس تنظیم نے لندن کی کئی کارپوریٹ کمپنیوں سے معاہدہ بھی کیا ہے کہ جس کا مقصد اس مہم کا دائرہ کار زیادہ سے زیادہ بڑھانا ہے۔ یہ سب اسلام کی حقانیت، اسلام کی شان اور رفعت کی معراج ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں بھی دین متین پر استقامت کی دولت عطا فرمائے۔

قدر والی رات اور انور ربانی

مسلمان جوق در جوق مسجد کی جانب بڑھ رہے ہیں۔دیوانہ وار بڑھے چلے جارہے ہیں۔رات گئے تک سال کی اس رات کو مسجدوں سے حمد،نعت و درود سلام کی صدائیں عالم دنیا کو مسخر کیے ہوئے ہوتی ہیں۔

محترم قارئین: اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبیؐ کی پیاری امت کو جہاں دیگر خصوصیات سے نوازا ہے وہیں ایک خصوصیت'' شب قدر'' بھی ہے۔۔۔۔۔۔خصوصیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ رات پہلے کسی دوسری امت کو عطا نہیں کی گئی۔۔۔۔۔۔باری تعالیٰ نے یہ خاص فضل وکرم صرف اُمت مصطفیٰ پر فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔ویسے تو اس کا کرم ہر آن ،ہر گھڑی جاری وساری ہے۔۔۔۔۔۔اس کا کرم نہ ہو تو کائنات ویران ہو جائے مگر کریم مولی عزوجل کی نوازشوں کا جو انداز شب قدر میں ہوتا ہے وہ کسی اور رات میں نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔۔۔برکت ورحمت سے بھرپور اس رات میں باری تعالیٰ نے اپنا بے مثل کلام نازل فرمایا۔۔۔۔۔۔اس نعمت سے کتنی ہی نعمتوں کے دروازے کھل گئے۔۔۔۔۔۔زبانِ خلق کلام باری سے مشرف ہوئی۔۔۔۔۔۔قلب انسانی کتاب رحمانی کا محافظ بن گیا۔۔۔۔۔۔سینہ بشریت ملکوتی ولاہوتی اسرار کا محرم راز بن گیا اور پیکر انسانی وحی الہی کے فانوس سے جگمگا اٹھا۔۔۔۔۔۔اس رات

کے عبادت گزاروں پر غروب آفتاب سے صبح چمکنے تک نور و رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔۔۔۔۔۔اور یہ منظر دیکھنے کے لئے فرشتے آسمانوں سے قطار در قطار اترتے ہیں۔

: سلام ومصافحہ کی ایمان افروز حقیقت

لاکھوں سال عبادت کرنے والے فرشتے اور امام الملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام اس ایک رات میں عبادت کرنے والوں پر سلام بھیجتے ہیں اور ان سے مصافحہ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔تفاسیر میں ہے کہ شب قدر میں عبادت کرنے والے بندے کو جب حضرت جبریل امین علیہ السلام آکر سلام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ مصافحہ فرماتے ہیں تو اس پر خوف وخشیت کی ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے، آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور اس کے جسم کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''فرشتوں کا سلام امن وسلامتی کی ضمانت ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر صرف سات فرشتوں نے سلام بھیجا تو ان پر نارِ نمرود ٹھنڈی وسلامتی والی ہو گئی اور شب قدر کے عبادت گزاروں پر تو بے شمار فرشتے سلام بھیجتے ہیں تو کیوں نہ امید کی جائے کہ ان پر نار جہنم امن وسلامتی والی ہو جائے گی۔'' (تفسیر کبیر، ج۱۱، ص۲۳۶

: قدر والی رات

اس رات کو شب قدر کہنے کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں: (1) لفظ قدر کا ایک معنی مرتبہ'' ہے، اس رات کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ سال کی باقی راتوں کے '' مقابلے میں یہ زیادہ بلند پایہ اور عظیم مرتبے والی رات ہے۔ (2) یا اس لئے کہ اس رات میں عبادت کی قدر و منزلت باقی راتوں کی نسبت ہزار مہینوں کی راتوں سے بھی زیادہ ہے۔ (3) یا اس سبب سے کہ اس رات میں عبادت کرنے والوں کی قدر باری تعالیٰ کے ہاں باقی راتوں میں عبادت کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ (4) قدر کا لفظ'' قضا و قدر'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، چونکہ فرشتوں کو اس رات انسان کی ایک سال کی تقدیر کا قلمدان سونپ دیا جاتا ہے اس لیے اس رات کو شب قدر کہتے ہیں۔ (4) قدر کا ایک معنی '' تنگی '' بھی ہے، چونکہ فرشتے اس رات میں بڑی کثرت سے زمین پر اترتے ہیں حتی کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، اس وجہ سے بھی اس (رات کو شبِ قدر کہتے ہیں۔ (ماخوذ از مقالاتِ سعیدی، ص ۳۶۵

: شب قدر عطیہ خداوندی

بنی اسرائیل میں ایک نیک خصلت بادشاہ تھا۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہزار لڑکے عطا فرمائے۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے ایک شہزادے کو اپنے مال کے ساتھ لشکر کے لئے تیار کرتا اور اسے راہِ خدا میں مجاہد بنا کر بھیج دیتا۔۔۔۔۔۔ وہ ایک مہینے تک جہاد کرتا اور شہید ہو جاتا پھر دوسرے شہزادے کو تیار کر کے بھیجتا اور ہر ماہ ایک شہزادہ شہید ہو جاتا۔ اِس کے ساتھ ساتھ بادشاہ خود بھی

رات کو قِیام کرتا اور دِن کو روزہ رکھا کرتا۔ایک ہزار مہینوں میں اس کے ہزار شہزادے شہید ہوگئے۔پھر خود آگے بڑھ کر جہاد کیا اور شہید ہوگیا۔لوگوں نے کہا کہ اِس بادشاہ کا مرتبہ کوئی شخص نہیں پا سکتا۔تو خالق کائنات نے یہ آیتِ مبارکہ نازِل فرمائی: ''لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ(ترجمہ: شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے)یعنی اس بادشاہ کے ہزار مہینوں سے جو کہ اِس نے رات کے قِیام، دِن کے روزوں اور مال جان اور اولاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرکے گزارے اس سے بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی، ج ۲۰، ص ۱۲۲)

ایک بار حضور نبی رحمت، شفیع اُمتؐ نے یہ تذکرہ فرمایا کہ '' حضرت شمعون (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ہزار ماہ اس طرح عبادت کی کہ رات کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے اور ساتھ ساتھ راہِ خدا میں کافروں سے جہاد بھی کرتے۔ ''حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان جو کہ دن رات حصولِ عبادت اور بھلائیوں میں سبقت کے لئے کوشاں رہتے تھے ،انہوں نے جب ان طویل عبادتوں کا قصہ سنا تو ان کو حضرت شمعون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک ہزار سال کی عبادت اور جہاد پر بڑا رشک آیا اور وہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ ''یارسول اللہ ! ہمیں تو بہت تھوڑی عمریں ملی ہیں ۔اس میں سے بھی کچھ حصہ نیند میں گزرتا ہے تو کچھ طلب معاش میں، کھانے پکانے میں اور دیگر امور میں بھی کچھ وقت صرف

ہو جاتا ہے، لہذا ہم تو اس طرح کی عبادت کر ہی نہیں سکتے اور یوں بنی اسرائیل ہم سے عبادت میں بڑھ جائیں گے۔''اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃِ قدر نازل فرما کر تسلی دی کہ ''اے محبوب ہم نے آپ کی امت کو ہر سال میں ایک ایسی رات عطا فرمادی ہے کہ اگر وہ اس رات میں میری عبادت کریں گے تو حضرت شمعون (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی بڑھ جائیں گے۔ (تفسیر عزیزی، ج ۴، ص ۴۳۴)

۔۔۔۔۔۔گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتادیا: '' تمہاری عمر نہیں بڑھ سکتی اجر تو بڑھ سکتا ہے، ہزار ماہ کی طویل عمر نہ سہی ہم تمہیں ایک ہی رات میں ہزار ماہ کا اجر دے دیتے ہیں۔''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم

محترم قارئین: مزید مفید معلومات کے ساتھ پھر حاضر ہونگے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

قدر والی رات اور عبادت و ریاضت کی بہاریں

یوں تو ہم بہت سے مذہبی ایام مناتے ہیں لیکن ان دنوں کو منانے کا حق تو ہمارے اسلاف نے منایا۔انھوں نے روشن کردار،سیرت کے اعلیٰ معیار پر رہتی دنیا تک کے لیے وہ نقوش رقم کردیے کہ جن کی بھینی بھینی خوشبو پژمردہ انسانیت کو جلا بخشتی ہے چنانچہ :

جب رمضان کریم کے آخری دس دِن آتے تو حضور رحمۃ للعالمینؐ عبادت پر کمربستہ ہوجاتے،ان میں راتوں کو شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی شب بیداری کرواتے۔(سنن ابن ماجہ، ج ۲ ص ۳۵۷)۔۔۔۔۔۔اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:''تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے، جس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا ،گویا تمام کی تمام بھلائی سے محروم رہ گیااوراس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقت میں محروم ہو۔''(سنن ابن ماجہ،ج۲،ص۲۹۸)۔۔۔۔۔۔نیز ہم گناہگاروں کی ترغیب و تحریص کے لئے ارشادفرمایا:''جس نے اِس رات میں ایمان اوراِخلاص کے ساتھ قیام کیا تو اس کے عمر بھر کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے ۔'' (صحیح بخاری، ج ا، صفحہ ۶۶۰)۔۔۔۔۔۔اگر پوری رات قیام نہ کرپائیں تو کم از کم عشاء وفجر باجماعت ادا کرلیجئے کہ حضور نبی رحمتؐ نے ارشاد فرمایا:''جس

نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اُس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔'' (صحیح مسلم، ص۳۲۹،الحدیث: ۶۵۶)۔۔۔۔۔۔اور ایک موقع پر تو واضح طور پر ارشاد فرمادیا:''جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی تحقیق اُس نے شب قدر سے اپنا حصہ پالیا۔'' (الجامع الصغیر، ص ۵۳۲ الحدیث: ۸۷۹۶)۔۔۔۔۔۔مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ آخری عشرے کی ہر رات میں دو رکعت نفل شب قدر کی نیت سے پڑھا کرتے تھے۔ نیز بعض حضرات سے منقول ہے کہ جو ہر رات دس آیات اِس نیت سے پڑھ لے تو اس کی برکت اور ثواب سے محروم نہ '' ہوگا۔'' (روح البیان، ج۱۰، ص ۴۸۳)

: حکمتوں و سعادتوں بھری ساعتیں

اللہ تعالیٰ اور حضور رسول کریمؐ نے واضح طور پر شب قدر کو متعین نہیں فرمایا اور اس مقدس رات کو مخفی و پوشیدہ رکھا، اس کی درج ذیل وجوہات و حکمتیں ہوسکتی ہیں: (1) ۔۔۔۔۔۔شب قدر کو اس لیے آشکارا نہیں کیا تاکہ اُمت میں ذوق تجسس اور گرمی عمل برقرار رہے۔ (2)۔۔۔۔۔۔اگر لیلۃ القدر کو ظاہر کیا جاتا تو لوگ عام طور پر اسی رات کی عبادت پر اکتفا کرلیتے اور راہ عمل مسدود ہوجاتی (3)۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل کو اپنے بندوں کا جاگنا اور اسے یاد کرنا زیادہ محبوب ہے، عدم تعیین کے سبب لوگ شب قدر کی تلاش میں متعدد راتیں جاگ کر

گزاریں گے ،اس لیے اسے مخفی رکھا۔(4)۔۔۔۔۔۔امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: اگر شب قدر کو معین کردیا جاتا تو جس طرح اس رات میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت جتنا ہوتا اس طرح اس میں گناہ بھی ہزار درجہ بڑھ جاتا۔لہذا اللہ تعالٰی نے اس رات کو پوشیدہ رکھا تاکہ اگر کوئی شخص اس رات کو پا کر عبادت کرے تو اسے ہزار ماہ کی عبادتوں کا ثواب مل جائے لیکن اگر کوئی شخص غفلت اور جہالت سے اس رات میں کوئی گناہ کر بیٹھے تو تعین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی عظمت مجروح کرنے کا گناہ اس کے ذمہ نہ آئے۔

(ملخص از مقالاتِ سعیدی، ص ٣٦٧)

: دعاوں و التجاوں کا رات

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔حضرت فقیہ ابوالیث سمرقندی حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے)

ارشادفرمایا: ''شب قدر کی نفل نماز کم از کم دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعت ہے اور درمیانہ درجہ دو سو رکعت ہے اور ہر رکعت میں درمیانے درجہ کی قرات یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورہ قدر اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور سلام کے بعد حضور امام المرسلین ، شفیع المذنبینؐ پر درود شریف بھیجے اور پھر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ اپنا دو سو رکعت کا یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کا جو ارادہ

کیا ہو پورا کرے تو ایسا کرنا قرآن وسنت میں وارد اس شب کی جلالتِ قدر اور قیام کے
(لئے اسے کفایت کرے گا۔'' (روح البیان ، ج۱۰، ص ۴۸۳
۔۔۔)۔۔۔۔۔ایک روایت میں ہے کہ'' جو شب قدر میں اخلاص کے ساتھ نوافل)
(پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' (المرجع السابق ، ص ۴۸۰
(مذکورہ روایت میں گناہ سے مراد صغائر ہیں ، کبائر کی تلافی تو توبہ سے ہوتی ہے =)
۔۔۔)۔۔۔۔۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے)
ہیں :''جو شخص شب قدر میں سورۂ قدر (اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ، پوری سورت) سات
بار پڑھتا ہے اللہ تعالٰی اسے ہر بلا سے محفوظ فرما دیتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے
جنت کی دعاء کرتے ہیں اور جو کوئی (سال بھر میں جب کبھی) جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے
پہلے تین بار سورۂ قدر پڑھتا ہے اللہ ربّ العزت اس روز کے تمام نماز پڑھنے والوں
''کی تعداد کے برابر اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے۔
(نزہۃ المجالس ،ج ا، صفحہ ۲۲۳)
۔۔۔)۔۔۔۔۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بارگاہِ)
رسالت میں عرض کی :''یارسول اللہ !اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو کیا پڑھوں ؟''
حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: یہ دعاء مانگو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ
عَنِّیترجمہ: اے اللہ ! بے شک تُو

معاف فرمانے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہذا مجھے بھی معاف فرمادے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، ص ۳۰۶)

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔شب قدر میں بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں)

سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص ۱۵ بار پڑھے اور سلام کے بعد

ستر بار استغفار (اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الْعَظِیْمَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ) پڑھے تو اللہ تعالیٰ نبیوں کی سی عبادت

(کاثواب عطا فرمائے گا۔ (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔دو رکعت اس طرح پڑھے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین تین)

باراور سورہ ٔاخلاص پانچ پانچ بار پڑھے اور سلام کے بعد سورۂ اخلاص ۲۷ بار پڑھ کر

گناہوں کی مغفرت طلب کرے اللہ تبارک وتعالیٰ گناہ معاف فرمائے گا۔ (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

(تَعَالیٰ

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔ستائیسویں شب دو دو کرکے چار رکعت اس طرح پڑھے کہ سورۂ)

فاتحہ کے بعد سورۂ تکاثر ایک بار اور سورہ ٔاخلاص تین تین بار پڑھے اللہ رب العزت

(اس کی برکت سے موت کی سختیاں آسان فرمائے گا۔ (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ ٔالم نشرح)

ایک بار اور سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھے پھر سلام کے بعد ۲۷ بار سورۂ قدر

پڑھے اللہ عزوجل اپنی رحمت سے بے پناہ ثواب عطا فرمائے گا۔ (اِنْ شَآءَ

(اللہُ تعالیٰ

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔چار رکعات اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین تین بار اور سورۂ اخلاص پچاس پچاس بار پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر ایک بار یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کے بعد جو بھی دینی یا دنیاوی جائز حاجت طلب کرے وہ پوری ہوگی۔ (اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ)

۔۔۔)۔۔۔۔۔۔ستائیسویں رات سورۂ ملک ۷ بار پڑھنے والے کے لیے مغفرت کی بشارت ہے (ماخوذاز'' بارہ ماہ کے فضائل واعمال''، مصنف: مفتی فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ)

محترم قارئین: ستائیسوں کی بہاریں تو ہو چلی۔اب بھی رحمت الٰہی منتظر ہے۔رمضان المبارک کے ان چند گنتی کے بقیہ دنوں میں خوب خوب اپنے ربّ کو راضی کرنے کی کوشش کیجیے۔جس سے ربّ ناراض ہوگیا اس کی بگڑی سنور جائیگی اور جس سے وہ ناراض ہوگیا اس کے لیے سراسر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

دعا: اے میرے پیارے اللہ! تو رحیم ہے۔ کریم ہے۔ میں تیری عدالت میں اقبال جرم کرتا ہوں۔ میں گنہگار ہوں، بدکار ہوں جیسا بھی ہوں تیرے پیارے کی امت

میں سے ہوں۔ میری عرضی سن لے مجھے معاف فرمادے۔ مجھے وہ عطافرما جو میرے حق میں بہتر ہے۔ مجھے سکرات کی سختیوں سے بچانا۔ عالم برزخ کی سخت گھاٹیوں میں اپنے فضل کا سائبان عطافرمانا۔ میرے پیارے اللہ ! توبندوں سے پیار کرتا ہے اپنے پیاروں کے طفیل مجھے بھی اپنا پیارا بنالے۔ دنیا بھر میں تیرے کلمہ گو تختہ مشق بنے ہیں انکی مدد فرما۔ باطل قوتوں کو برباد فرما۔ آمین

قدرت کے انمول کرشمے

تحریر: ڈاکٹر ظہور احمد دانش

(فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰانِ)

( ) تو اے جن و انس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے (

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو عظیم، محمود، کریم، مقصود، قدیم اور موجود ہے ۔ جس نے اہلِ حقیقت کے لئے آسمانِ توفیق کے کناروں سے سعادت کے ستارے ظاہر فرمائے اور آراستہ وجود کو درجہ شہود کے آئینوں میں چمکایا۔ تو جس نے مطلوب کو سمجھا وہ مقصود کو پہنچا۔ اس نے موسمِ بہار کو درختوں کے نئے پتوں کے ذریعے مزین کیا کہ وہ خوبصورت وعمدہ پوشاک میں ، نرم و نازک ٹہنیوں کے ساتھ جھومتے ہیں۔ اوران کے پتوں میں خوبصورت آواز والے پرندوں کو درختوں کے منبروں پر ٹھہرایا کہ سحر کے وقت مالک و معبود عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اُس نے عقل کو جملہ دلائل میں سے انسانی اعضاء اور آنکھوں پر حاکم بنایا اور عقل نے انہیں اللہ تعالٰی کی تخلیقات کے عجائبات میں غور و فکر کا حکم دیا۔ چنانچہ، انسان نے انگور اور گندم کے دانوں کے خوشوں کا مشاہدہ کیا تو غور و فکر کے بعد بنانے والے کی قدرت پر حیرت زدہ ہیں کہ کس طرح اُس نے

سرکش ومنکرین (کو سمجھانے) کے لئے مختلف موجودات کو پیدا فرمایا اور قطعی دلائل قائم فرمائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ
حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ
() مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

ترجمہ یٔ کنزالایمان :اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اُگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے نکالی سبزی جس میں سے دانے نکالتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے سے پاس پاس گچھے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی بات میں الگ اس کا پھل دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے

اے کریم : تیری کس کس نعمت کا شکر ادا کریں۔ہم نے خطاؤں پر خطائیں کیں تو نے عطاؤں پر عطائیں۔

قران مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :مَثَلُ الَّذِيْنَ

يُنفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (پ ۳، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۱

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

سبحان تیری قدرت !!!! یوں تو اس آیت مبارکہ کا پیغام راہِ خدا میں خرچ کرنے کی برکتیں اور اس کی ترغیب ہے لیکن ضمناً گندم کا ذکر اور پھر اس کی پیدائش کی مثال ایک قابل توجہ امر اور خالق ارض و سمٰوات کی تخلیق کا پتا دیتی ہے، کہ اس نے ایک گندم کے دانے کو کس حکمت سے پیدا فرمایا کہ ایک دانہ زمین میں بونے سے بالی نکلتی ہے اور اس بالی سے سو سو دانے۔ جو بنی نوع انسانیت کے لیے خوراک ہے۔ غذا ہے۔ جسے کھا کر وہ زندگی کی لذتوں، ذائقوں سے محظوظ ہوتا ہے۔ جسم کو تقویت و راحت میسر آتی ہے۔ طاقت و توانائی میسر آتی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ بالی کا دانا تو انسان کی خوراک بنا لیکن چوپایوں کی خوراک کا بھی اہتمام فرمادیا۔ یہی گندم کا دانہ پس کر آٹا بنتا ہے۔ اسی سے جو اور نہ جانے کتنی ہی قسم کی چیزیں بن کر انسانی غذا کا حصہ بنتی ہیں۔

گندم دنیا بھر میں اگائی جانے والی فصل ہے۔ غذائی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔ جس کی رو سے یہ مکئی اور چاول کے بعد دنیا میں پیدا ہونے والی بڑی فصلوں میں سے ایک ہے۔ گندم کا بیج خوراک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اسے پیس کر آٹا تیار ہوتا ہے، جس سے روٹی، ڈبل روٹی، بسکٹ، کیک، دلیہ، پاستہ، نوڈل وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔ گندم کے بیج کے خمیر سے نشاستہ،اور حیاتیاتی ایندھن بھی تیار کیا جاسکتا ہے۔ گندم کے پودوں کا استعمال پالتو جانوروں کے چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ہم تیرے عاجز بندے ہیں ! سر سے پاؤں تک صحت وعافیت، بلاؤں سے حفاظت، کھانے کا ہضم، فُضلات کا دفع، خون کی روانی، اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، بے حساب کرم بے مانگے بے چاہے عطائیں ۔اے کریم !!! ہم تیری کس کس نعمت کا شکر ادا کریں ۔تو کریم ہے، تو عظیم ہے ۔تو رحیم ہے ہمیں اپنا شاکر بندہ بنا۔آمین

۷ ستمبر قادیانیوں کی شعوری و فکری موت

وقت اپنی رفتار سے ہی گزرتا ہے لیکن اس میں چند لمحے ایسے بھی گزرتے ہیں جو صدیوں کے لیے درس بن جاتے ہیں انہی اہم اور تاریخ ساز دنوں میں ایک دن 7 ستمبر بھی ہے۔ 7 ستمبر 1974ء ارض پاکستان کی سنہری تاریخ کا وہ یادگار دن ہے کہ جب ملک خداد کی قومی اسمبلی نے منکرین ختم نبوت کی دونوں شاخوں ربوہ اور لاہوری قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ میں نہیں زمانہ گواہ ہے کہ اس عظیم کام کرنے میں میرے قائد قائد ملت اسلامیہ کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہے جنھوں نے 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی جس کا متن یوں تھا کہ

''ہر گاہ کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد مصطفیؐ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا نیز ہر گاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکامات کے خلاف غداری تھی۔''

محترم قارئین : یہ وہ سامراجی قوتیں ہیں جو ہمیشہ مسلمانوں کے لیے زہر قاتل

ہی ثابت ہوئیں ۔اس قرارداد میں مختلف طرق سے معاملہ کی وضاحت کی گئی کہ کہیں یہ شبہ نہ رہ جائے کہ یہ مسلکی تعصب یا مذہبی منافرت ہے بلکہ براہین و دلائل سے یہ واضح کیا گیا کہ حقیقت ہے اور اسے تسلیم کرلینا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح مذہبی رہنما کسی بھی صورت گردانتے ہوں دائرہء اسلام سے خارج ہیں۔یہ شر انگیز عناصر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر اساس اسلام کو دیمک کی طرح چاٹتے چلے جا رہے ہیں ۔

تاریخ کی بالکونی سے حالات کو ملاحظہ کریں تو مزید اس دن کی اہمیت کے متعلق تاریخ حوالے پیش کرنا اشہد ضروری ہیں ۔ مسلم ممالک کی بنائی ہوئی تنظیم رابطہ العالم الاسلامی کے زیر انتظام 6 اور 10 اپریل 1974ء کے درمیان کانفرنس منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی ،متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت ،اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔اس بات پر سبھی متفق ہوئے جس کے بعد قادیانیوں کا مکروہ چہرہ سامنے آگیا۔یوں اس تحریک ختم نبوت کو مزید تقویت ملی ۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اسمبلی میں اہل علم وحکمت ،زعماء اہلسنت نے براہین کی روشنی میں یہ ثابت کردیا کہ قادیانی مسلمان کہلانے کے اہل نہیں بلکہ سراسر کافر

ہیں ۔ان کے کفر میں ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں ۔

حالات تیزی کے ساتھ پینترا بدل رہے تھے ۔بیرونی طاقتوں کو بھی یہ سب درست معلوم نہ ہو رہا تھا وہ اپنی حماقت و ضلالت پر مبنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے ۔لیکن یہ دستور ہے کہ سچ کا بول بالا ہوتا ہے ۔فخر اہلسنّت شہزادئ سفیر اسلام ،بے باک و باہم قائد ،حضرت علامہ شاہ احمد نورانی ختم نبوت مشن میں اول دستہ میں رہے اور اپنی فقاہت سے سبھی کو چاروں شانے چت کر دیا۔چنانچہ اس محنت کا ثمر ملنے کا دن آ ہی گیا۔ قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے قرار داد اسمبلی میں پیش کی ۔ قادیانیوں کے چاروں طبق روشن ہوگئے ۔قادیانیوں کو بھی اپنی صفائی کا موقع دیا گیا۔ بالآخر 7 ستمبر 1974ء کا وہ مبارک دن آ گیا جب مسئلہ کھل کر سامنے آ چکا تھا، اسمبلی اور سینیٹ کے اراکین کو فیصلہ دینے میں کوئی عذر باقی نہ رہا اور وزیر اعظم پاکستان نے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے فیصلے سنائے کہ مرزا غلام قادیانی کے ماننے والی دونوں جماعتیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دی گئی ہیں۔وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی تقریر میں کہا کہ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ پوری قوم کی خواہشات کا آئینہ دار ہے اس مسئلے کو دبانے کے لئے 1952ء میں ظالمانہ طور پر طاقت استعمال کی گئی۔حکومت کے فیصلے کے مطابق آئین پاکستان میں بعض ضروری ترامیم کی گئیں جن کی رو سے قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا، پاکستان میں قادیانیوں کی کسی بھی طریقے سے

تبلیغ، اسلامی شعائر کے استعمال اور ملکی اداروں کے کلیدی عہدوں پر تعیناتی پرپابندی عائد کردی گئی مگر ہماری حکومتوں، عدلیہ اور مقننہ کی کوتاہی کے باعث قادیانی آج بھی ملکی قوانین کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں اور اپنا فرض سمجھ کر قانون کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں، آج بھی مرزا قادیانی ملعون کی غلیظ تصنیفات، قادیانی اخبارات، جرائد ورسائل اور دیگر ارتدادی لٹریچر دھڑلے کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، یہ لوگ کھلے عام اسلامی شعائر کو مسخ کر رہے ہیں، مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول اور اس کی ہفوات کو وحی، اس کی خرافات کو احادیث، اس کی بیوی کو ام المومنین، اس کے ساتھیوں کو صحابہ اور اس کے خاندان کو اہل بیت اور اس کے شہر قادیان کو مکہ اور مدینہ کہا جا رہا ہے۔ حالانکہ قادیانیوں کی انہی ریشہ دوانیوں کے باعث علماء کرام کی کاوشوں سے 1984ء میں جنرل (ر) ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد کی امت کے ہر فرد خواہ اس کا تعلق ادیانی گروہ سے ہو یا لاہوری سے وہ خود کو احمدی کہیں یا کسی اور لقب سے پکاریں، آرڈیننس کی دفعات 298 سی کے تحت درج ذیل امور کو فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس آرڈیننس کی اہم شکیں :

آرڈیننس کی دفعات 298 سی کے تحت درج ذیل امور کو فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے۔

الف۔ خود کو براہ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرنا اور اپنے مذہب کو اسلام کا نام دینا۔

ب۔ اپنے عقیدے کی تشہیر یا تبلیغ کرنا یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دینا یا کسی بھی طرز عمل اور رنگ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کرنا۔

ج۔ اپنی عبادت کو نماز کہنا اور لوگوں کو اذان پڑھ کر اپنی عبادت کے لئے بلانا۔

د۔ اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھنا یا کسی طریق سے ظاہر کرنا۔

ح۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو امیرالمومنین، خلیفۃ لمومنین یا خلیفۃ المسلمین یا صحابی کہنا، نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات کے سوا کسی اور عورت کو ام المومنین کے نام سے زبانی یا تحریری کسی بھی ذریعہ اظہار سے ملقب کرنا، رسول اللہؐ کے افراد خاندان کے سوا کسی دوسرے شخص کو اہل بیت کا نام کسی اظہار بیان سے کرنا۔

مندرجہ بالا اموریں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی کرنے والا کسی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ہوگا۔

محترم قارئین: آج بھی نت نیئے فتنے اُٹھ رہے ہیں لیکن ہم خواب غفلت میں ہیں ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا ہوگا۔ علمی اقدامات سے گلشن اسلام کا دفاع کرنا ہوگا۔۔۔۔۔۔اے کاش ہماری فکر بن جائے۔

خون دل دے کے نکھاریں گئے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

اسلامی طریقہ ذبح پر سائنسی تحقیق

دنیا میں بیشمار کام ہوتے ہیں۔ جنھیں اگر اسلام کا حسین لبادہ اُڑا دیا جائے تو اسے نہ صرف حسن بلکہ اسے چار چاند لگ جاتے ہیں کیونکہ اسلام انسان کا تراشہ ہوا دین یا اسلام کے تغیر و تبدل سے وقوع پذیر ہونے والا دین نہیں بلکہ یہ اللہ عزوجل کا عطا کردہ دین ہے۔ جس کے ہر ہر امر میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔ آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا ہوگا کہ دنیا میں جانوروں کا گوشت کاٹے جاتے ہیں۔ ان کے گوشت سے مختلف ڈشیں تیار کی جاتی ہیں۔ ہم جس موضوع کی طرف اپنی تحقیق کی سمت کا تعین کررہے ہیں وہ ہے ناخلف اور معترضین چہروں کا اسلام کے انداز ذبیحہ پر داغے گئے اعتراضات کا کافی و شافی جواب ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے انداز ذبح سے جانور کو انتہائی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً گردن پر چھری چلانا، چند رگوں کو یعنی آدھی گردن کو کاٹ کر چھوڑ دینا، جانور کا سلسل کچھ دیر تک تڑپتے رہنا اور پھر اس کی جان کا نکلا۔۔ وغیرہ وغیرہ!!

اس غیر سنجیدہ، تعصب سے پر اور بلا تحقیق لب کشائی کے بعد جرمنی کے ایک مسلم

ڈاکٹر نے اسلامی ذبیحہ پر کئے جانیوالے اعتراض کہ '' مسلمان جانوروں کو اذیت دیتے ہیں ''کی اصل حقانیت اور صداقت کو دنیا بھر کے سامنے لانے کیلئے تحقیق کا عزم مصمم کیا۔۔اور دنیا بھر میں رائج جانوروں کو ذبح کرنے کا طریقہ کار اپناتے ہوئے۔ایک EEG مشین کا سہارا لیا جس کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی کہ آیا جانور کو کس طرح سے کاٹنے پر تکلیف اور اذیت کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔

سب سے پہلے ایک جانور کو EEG مشین کے کچھ آلات لگا کر جھٹکے سے کاٹا گیا اور مشین EEG مشین کے نے یہ واضح کیا کہ جانور انتہائی اذیت کے ساتھ ہلاک ہوا ہے۔۔پھر CBP آلات لگا کر جانور کو (کیپٹو بولٹ پسٹل)کے ذریعے جانور کو ہٹ کیا گیا تو وہی نتیجہ سامنے آیا کہ جانور انتہائی اذیت کے ساتھ جان سے گیا۔۔اس کے بعد اسلامی طریقہ کار تسمیہ اور تزکیہ'' تسمیہ یعنی اللہ کا نام لے کر جانور کو قبلہ رو لٹانااور تزکیہ یعنی'' جانور کو خون سے پاک کرنا کے تحت EEG مشین کے آلات لگا کر ذبح کیا گیا تو حیرت انگیز طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ جانور پر بے ہوشی طاری ہونا شروع ہو گئی اور اس کا دل پوری قوت سے خون کو پمپ کرنے لگا اور کٹی ہوئی گردن سے انتہائی تیزی کے ساتھ خون کا فوارہ جاری ہوگیا اور جانور کے ٹھنڈے ہونے تک جسم کا تمام خون باہر آگیا،سب سے اہم بات کہ مشین نے بھی رپورٹ پیش کردی کہ جانور کو کوئی اذیت نہیں پہنچی ۔۔۔

معترض کا یہ اعتراض کہ اگر جانور کو ذبح کرنے کے بعد تکلیف نہیں ہوتی تو پھر یہ تڑپتا کیوں ہے؟؟

EEG مشین کی رپورٹ یہ کہتی ہے کہ جب جانور کی رگیں کٹتی ہیں تو خون کا بہاؤ باہر کی جانب تیزی سے ہوتا ہے اور اس کے جسم میں مختلف اجزاء مثلاً کیلشیم، پوٹاشیئم وغیرہ کی کمی واقع ہوتی ہے جس کی بناء پر جانور کے پٹھے اکڑنا شروع ہو جاتے ہیں اسی بناء پر جانور اپنے جسم کو زور زور سے حرکت دیتا ہے جو کہ بظاہر ہمیں جانور کا تڑپنا محسوس ہوتا ہے۔

اس تحقیق کے بعد مسلم ڈاکٹر نے اعلانیہ کہا کہ ! ! جانوروں کے ذبح کا درست طریقہ وہی ہے جو ہمیں اسلام نے دیا ہے۔ اسلامی طریقے سے ذبح جانور سے حاصل ہونیوالا گوشت نہ صرف حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہوتا ہے بلکہ اس میں دیگر طریقوں کی نسبت تقویت کے عوامل مکمل پائے جاتے ہیں۔۔

محترم قارئین: اسلام تابندہ دین ہے۔ جس کی حقانیت تا قیامت تابندہ رہے گی۔ دین فطرت کا ہر حکم اور ہر کام حکمت و دانائی کے ہزار ہا راز سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ کہیں اس تک عقل انسانی کو رسائی ہوتی ہے تو کہیں ناقص ادراک نہ کرکے اس کی

تنکیر میں بے لگام ہو جاتی ہے۔آیئے ذرا اس کا تحقیقی جائزہ لیں کہ اسلامی ذبیحہ کیسے

ہوتا ہے !!!

ذبح سے پہلے جانور کو کھانا اور پانی مہیا کرکے کچھ دیر بعد جانور کو گرا کر الٹے پہلو قبلہ رو لٹانا۔۔اس کے بعد تیز دھار چھری کی مدد سے ''نام الٰہی یعنی بسم اللہ اللہ اکبر'' کے مبارک الفاظ کے ساتھ اس کے گردن کی چند رگوں کو کاٹ کا چھوڑ دینا۔۔

جرمن مسلم ڈاکٹر کے علاوہ اسی طرح کی تحقیق پاکستان کے ایک تحقیق دان ڈاکٹر نے بھی کی ہے جن کے مطابق جانور کو اگر بھوکا ذبح کر دیا جائے تو اس کے جگر اور جسم کا وزن کم ہو جاتا ہے۔جانور کے بھوکے ہونے کے باعث اس کے جسم کے پٹھوں میں نشاستہ کی ایک مقدار تحلیل نہیں ہو پاتی جس کی وجہ سے گوشت میں توانائی اور ذائقے کا معیار کم ہو جاتا ہے۔۔جبکہ یہ بھی درست ہے کہ کسی جانور کو کسی اور جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے کیونکہ جانور کا ذہن بھی ظلم و وحشت کو پہچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔وقت ذبح ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح کرنا درست نہیں بلکہ یہ عمل ظالمانہ

ہے، کیونکہ جانور انتہائی دہشت کے باعث اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے اور اس کے جسم میں (ہارمون ڈیسوڈر) رونما ہونے لگتے ہیں جو کہ انسانی جسم کیلئے نقصان دہ ہیں اور اس سے گوشت

میں موجود توانائی ،اس کا معیار اور ذائقہ برقرار نہیں رہ پاتا۔۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الحمدللہ عزوجل !! غیر مسلموں کا جانوروں کو ٹھنڈا کرنے کا طریقہ کار اور ہے جبکہ دین ''اسلام'' میں ایک عمدہ طریقے سے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے جس سے تمام تر کراہیت اور خون سے پاک صحت مند گوشت حاصل ہوتا ہے جو کہ تمام جہات سے کھانے والے کیلئے تقویت کا ضامن ہے۔۔۔

تو مان لیجیے !کہ اسلام ہی دین حق ہے اور کامیابی و کامرانی کے تمام راستے ادھر ہی سے ہو کر گزرتے ہیں ۔اللہ کریم ہمیں دین متین پر استقامت کی دولت سے بہرہ مند فرمائے۔

اسلام کی زبانی داستانِ قربانی

اسلام کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے اور اسلام اپنے ماننے والوں کو اس کی تلقین و ترغیب بھی دیتا ہے تاکہ یہ تابندہ اصول تاقیامت جاری و ساری رہے ۔ سرفروشوں کی داستانیں رقم ہوتی رہیں ۔ عشق و محبت کے پیکروں کے تاریخ ساز کارنامہ تاریخ کو شرف بخشتے رہیں ۔ چنانچہ سنّت ابراہیمی کے لیے تمام عالم میں بندگان خدا اپنے کریم کے مقرب کی ادا کو محبت و عقیدت سے ادا کرتے ہیں ۔

محترم قارئین ! چونکہ قربانی ایک اہم امر ہے ۔ ہمارے ہاں علم کی کمی کے باعث بہت سے خلاف شرع کام سرزد ہوتے ہیں اور بدقسمتی کہ پھر زندگی بھر اس پر کاربند رہتے ہیں جو کہ سراسر حماقت ہے ۔ چنانچہ چند اہم مسائل آپ قارئین کے مطالعہ کی نظر کرتا ہوں ۔

۱ ۔ ہر عاقل بالغ مُقیم مسلمان مرد و عورت مالکِ نصاب پر قربانی واجِب ہے ۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۲ کوئٹہ)

۲ ۔ عام طور پر یہ رَواج ہے کہ پورے گھر کی طرف سے ایک بکرا قربان کردیا جاتا ہے حالانکہ صاحِبِ نصاب ہونے کی بِناء پر گھر کے کئی افراد پر قربانی

واجِب ہوتی ہے ان سب کی طرف سے الگ الگ قربانی کی جائے ۔ (ازافادات: فتاوی رضویہ جدیدج ۲۰ ص ۳۶۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

۳۔ گائے (بھینس) اور اُونٹ میں سات قربانیاں ہو سکتی ہےں۔ (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۴ کوئٹہ)

۴۔ نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں مگر کر دینا بہتر ہے اور اجازت بھی ضروری نہیں ۔بالغ اولاد یا زَوجہ کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اُن سے اجازت طلب کرے اگر ان سے اجازت لئے بِغیر کردی تو ان کی طرف سے واجِب ادا نہیں ہوگا۔ (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۴ کوئٹہ ، بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۳۴ مدینۃ المرشد بریلی شریف) اجازت دو طرح سے ہوتی ہے۔ (۱) صَراحۃً مَثَلًا ان میں سے کوئی واضح طور پر کہہ دے کہ میری طرف سے قربانی کر دو (۲) دَلالۃً انڈر اسٹوڈ ہو کہ مَثَلًا یہ اپنی زَوجہ یا اولاد کی طرف سے قربانی کرتا ہے اور اُنہیں اس کا علم ہے اور وہ راضی ہیں (فتاوی اہلسنت غیر مطبوعہ)

۵۔ قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازِم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی مَثَلًا بجائے قربانی کے بکرا یااس کی قیمت صَدَقہ کر دی جائے یہ ناکافی ہے۔ (فتاوی عالمگیری ج۵ ص ۲۹۳)

۶۔ قربانی کے جانور کی عمر: اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکرا (اس میں بکری دنبہ ، دنبی، بھیڑ اور بھیڑی شامل ہے)ایک سال کا۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں، زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ ہاں دُنبہ یا بَھیڑ

کا چھ مہینے کا بچّہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دُور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے (دُرِّمختار ج۹ ص ۵۳۳ دارالمعرفۃ بیروت) یاد رکھئے! مطلقاً چھ ماہ کے دنبے کی قربانی جائز نہیں اس کا اتنا فربہ اور قد آور ہونا ضروری ہے کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا لگے۔اگر 6 ماہ بلکہ سال میں ایک دن بھی کم عمر کا دُنبے یا بَھیڑ کا بچّہ دُور سے دیکھنے میں سال بھر کا نہیں لگتا تو اس کی قربانی نہیں ہو گی۔

۷۔ قربانی کا جانور بے عَیب ہونا ضَروری ہے اگر تھوڑا سا عیب ہو (مَثَلاً کان چِرا ہوا ہو یا کان میں سُوراخ ہو) تو قربانی مکروہ ہو گی اور زیادہ عیب ہو تو قربانی نہیں ہو گی۔

(درمختار معہ ردالمحتار ج۹ ص۵۳۶، بہارِ شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۴۰)

۸۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اُس کی قربانی جائز ہے اور اگر پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو، اُس کی قربانی ناجائز ہے۔

(فتاوٰی عالمگیری ج۵ ص ۲۹۷ کوئٹہ)

۹۔ ایسا پاگل جانور جو چَرتا نہ ہو، اتنا کمزور کہ ہڈّیوں میں مَغز نہ رہا، اندھا یا ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہِر ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری ظاہِر ہو، ایسا لنگڑا جو خود اپنے پاؤں سے قُربان گاہ تک نہ جاسکے، کان، دُم یا چکّی ایک تہائی (۱/۳) سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں ناک کٹی ہوئی ہو، دانت نہ ہوں، تھن کٹے ہوئے ہوں، یا خشک ہوں ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔

بکری میں ایک تھن کا خشک ہونا اور گائے، بھینس میں دو کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لئے کافی ہے۔

(دُرِمُختار مَعَہ، رَدُّالمُحتار ج۹ ص۵۳۵، بہارِ شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۴۰)

۱۰۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے جبکہ اچّھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچّھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو ذبح کرنے کا حکم دے مگر اِس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقتِ قربانی وہاں حاضِر ہو۔

(فتاوٰی عالمگیری ج۵ ص۳۰۰ کوئٹہ)

۱۱۔ قربانی کی اور اس کے پیٹ میں سے زندہ بچّہ نکلا تو اسے بھی ذبح کر دے اور اسے کھایا جاسکتا ہے اور مرا ہوا بچّہ ہو تو اسے پھینک دے کہ مُردار ہے (بہارِ شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۴۶ المدینۃُ المرشد بریلی شریف) (مرا ہوا بچّہ نکلا تب بھی قربانی ہو گئی اور گوشت (میں بھی کسی قسم کی کراہیت نہیں

۱۲۔ دوسرے سے ذبح کروایا اور خود اپنا ہاتھ بھی چُھری پر رکھ دیا کہ دونوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں پر بِسْمِ اللّٰہ کہنا واجِب ہے۔ایک نے بھی جان بوجھ کر اللہ عزوجل کا نام ترک کیا یا یہ خیال کرکے چھوڑ دیا کہ دوسرے نے کہہ لیا ہے مجھے کہنے کی ضَرورت (نہیں دونوں صُورَتوں میں جانور حلال نہ ہوا۔ (در مختار ج۹ ص۵۵۱ دارالمعرفۃ بیروت

اللہ عزوجل ہمیں دین متین کی سمجھ عطافرما۔آمین

چمنستان جہاں کی حقیقی رہبری

مغرب کے مکّار ذہن نے علمی تردید کی بجائے عورت کے حقوق، انسانی حقوق، NGOS، ماڈرن ازم، وسعتِ قلبی، سائنس اور ضروریاتِ زمانہ کے نام استعمال کر کے اپنا کام دکھایا جبکہ مسلمانوں نے ایسی مکار تنظیمیں قائم کرنے کی بجائے ردِّ عیسائیت اور ردِّ قادیانیت وغیرہ کے نام سے علمی کورس کرانا شروع کر دیے۔ علم بڑی اچھی چیز ہے اور یہ کورس فائدے سے خالی نہیں، لیکن مغربی تخریب کاری کا علاج صرف علم سے نہیں بلکہ مناسب لائحہ عمل سے کرنا ضروری ہے۔

(۔۔۔۔) دعوت وارشاد کا کامیاب ترین طریقہ اسلامی حکومت کا قیام ہے تاکہ مکمل وسائل کے ساتھ ذمہ دارانہ دعوت وارشاد ممکن ہو۔ نیز بعض مواقع پر فاروقی ڈنڈے کا استعمال بھی کیا جاسکے۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے متعدد علماء سرگرمِ عمل ہیں اور فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

جب تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی، علماء پر لازم ہے کہ خرابیوں کے تدارک کے لیے حکومت کے متوازی نہایت سنجیدگی سے تبلیغِ دین کا کام جاری وساری رکھیں۔

چنانچہ تنظیم المدارس کے علماءِ کرام نے تعلیم کا ایک زبردست

نصاب تجویز کر رکھا ہے جو ملک بھر کے مدارس میں رائج ہے۔ انہی علماء کرام کے لیے مناسب ہے کہ مذکورہ بالا فتنوں کی اصلاح کے لیے نہایت سنجیدہ لائحہ عمل وضع فرمائیں۔ خصوصاً ہر شہر کے ذمہ دار علماء اپنے شہر کے خطیبوں، مدرسوں اور نعت خوانوں کی اصلاح کی طرف نہایت دردمندانہ توجہ فرمائیں اور مذکورہ اصلاحات کی حد تک ایک حکومت کی طرح کام کریں۔ تمام علماء اور تعلیمی ادارے ان علماء کی اطاعت کریں۔ مدارس کے مہتممین، خطیب حضرات اور نعت خوان حضرات سے درخواست اور پرزور اپیل ہے کہ علماء کی طرف سے ملنے والی اصلاح کو بسر و چشم قبول فرمائیں۔ اسی میں ان کی بہتری ہے اور اخروی کامیابی پوشیدہ ہے۔

۔۔۔۔) اپنے اپنے علاقوں میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر دور میں علماء و مشائخ کام) کرتے رہے ہیں اور اسی سے دین پھیلا ہے اور صحیح ترقی کی ہے۔ آج بھی علماء و مشائخ اپنے اپنے وسائل اور استعداد کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔ علماء نے اپنے طور پر مدارس کھول رکھے ہیں اور کامل مشائخ نے اپنے اپنے آستانوں پر بیعت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ مزاراتِ اولیاء اور خانقاہوں پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اور بعض مقامات پر بغیر کسی اعلان اور اشتہار کے اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ بڑی بڑی تنظیمیں اتنا آدم جمع کر کے نہیں دکھا سکتیں۔ اگرچہ ان مشائخ کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں اور ان کی محنت اور کاوش

بظاہر غیر منظم نظر آتی ہے مگر نتیجے کے طور پر دینِ اسلام کا بے پناہ کام جاری و ساری ہے۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عرسوں کے موقع پر عوام کے ہجوم سے فائدہ اٹھایا جائے اور انہیں مناسب وعظ اور نصیحت کی جائے۔

اس کے علاوہ بعض تنظیمیں بھی اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں۔ نیز تاجروں، سیاحوں اور مبلغین وغیرہ کے ذریعے اتفاقی طور پر یا منظم طریقے سے ہر طرح دین کی تبلیغ و ترویج جاری ہے۔ یہ سب کچھ جاری رہنا چاہیے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دین کی تبلیغ کے خدائی بندوبست ہیں۔

محترم قارئین کرام:

آج کے دور میں ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر زبردست فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔ اگر مسلمانوں کو پوری دنیا کی سطح پر کنٹرول حاصل ہو جائے تو بلاشبہ میڈیا کی خرابیوں کی اصلاح کر دی جائے اور ناقابلِ اصلاح اجزاء کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے۔ لیکن آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان حالات میں علماء کو کسی بھی میڈیا پر دین کی تبلیغ کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے ورنہ یہ میدان کفار مار لیں گے اور فحاشی کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ ہر قسم کے میڈیا پر علماء و مشائخ انفرادی اور تنظیمی طریقے سے کام کر رہے ہیں فرضِ کفایہ،

کی ادائیگی جاری ہے اور علماء کو ایسی انفرادی کوششیں جاری رکھنی چاہییں۔

۔۔۔۔)۔ دین کا درد رکھنے والے ذمہ دار علماء کو چاہیے کہ اپنے اپنے وسائل کی حد) تک اپنے اپنے علاقوں میں ان موضوعات پر لوگوں کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

۔۔۔۔) علماء کے لیے لازم ہے کہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کریں اور اپنے علم کے) مطابق عمل کی طرف توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَا یَنْتَفِعُ بِعِلْمِہٖ یعنی قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے شریر آدمی وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا (دارمی، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ واضح رہے کہ علم، تقریر، تدریس، تصنیف اور مناظرے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہی اللہ کریم کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ ترین مرض ہے۔ لہٰذا علماء پر لازم ہے کہ اپنے زمانے میں کسی اہل شخصیت سے تربیت حاصل کرنے اور اپنی روحانی اصلاح کرانے کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ یعنی خبردار بے شک سب سے بڑا شر شریر علماء ہیں اور سب سے بڑی بھلائی اچھے علماء ہیں (رواہ الدارمی، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ عالم کی پہچان یہی

ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۸) اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ جاہل ہے۔ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ چھوڑ دے اور نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہ چھوڑ دے اور اپنے علم کے ذریعے دنیا کمانا نہ چھوڑ دے۔ (دارمی المستند صفحہ ۱۰۰)۔ عالم کی شناخت کے لیے یہی پیمانہ ہے۔،

۔۔۔۔)۔ثانوی تعلیم کے طور پر اہلیت رکھنے والے طلباء کو صرف و نحو کے بنیادی قواعد) اور ''المستند'' پڑھا دی جائے تو کافی ہے۔ کسی خطیب یا پیر کے پاس کم از کم اس قدر تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔

۔۔۔۔)۔اعلیٰ تعلیم کے لیے مروجہ درسِ نظامی پاس کرنا ضروری ہے۔ اس نصاب میں) ضروریاتِ زمانہ کے تحت خود علمائے کرام ردوبدل کر سکتے ہیں لیکن ہر کس و ناکس اور خصوصاً حکومت کو اس میں انگشت زنی کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔

ممکن ہے کہ میری کئی باتیں آپ کو نئی لگیں اور آپ کی فکر سے قدرے قریب نہ ہوں لیکن ان پر غور ضرور فرمایئے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھیڑ چال میں اپنی

آئندہ نسلوں کو اسلام پر شب خون مارنے والے درندوں کی نظر کردیں۔یہ بار مجھے اور آپ ہی کو اُٹھانا ہے یہ مطلع ،یہ ابر آلود فضاؤں کو ہمیں ہی فلٹر کرنا ہے ۔ہوشیار ہو جایئے اور اپنے حصّے کا کام کر گزریئے۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

چمنستان جہاں کی حقیقی رہبری

میں جب دنیا کے بدلتے ہوئے حالات ،بلکتی سسکتی انسانیت ، مرجھائے ، بکھرے چہروں کو دیکھتا ہوں ، عالمی تخریبی کاریوں ،فریب کاریوں کو دیکھتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے ۔جس جانب دیکھو مسلمان آزمائش میں ہے ۔اسلامی ممالک ہی سفاک و بدترین دشمنوں کی زہر گولتی سازشوں کا شکار ہیں ۔ میں بھی تبصرے کرتا ہوں آپ بھی اس پر اب کشائی میں کچھ عار محسوس نہیں کرتے لیکن سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آیا ۔ہم نے عقل و فہم و ادارک کے سرعت سے دوڑنے والے گھوڑے پر سوار ہونے کی بجائے ،تعصب ، نسل پرستی ،اقربا پروری ، قیاس آرائیوں کی دلدل میں دھنسا گوارا کیا ۔

جبکہ مغرب کے مکّار ذہن نے علمی تردید کی بجائے عورت کے حقوق ، انسانی حقوق ، NGOS، ماڈرن ازم ، وسعتِ قلبی ، سائنس اور ضروریاتِ زمانہ کے نام استعمال کر کے اپنا کام دکھایا جبکہ مسلمانوں نے ایسی مکار تنظیمیں قائم کرنے کی بجائے ردِّ عیسائیت اور ردِّ قادیانیت وغیرہ کے نام سے علمی کورس کرانا شروع کر دیے۔ علم بڑی اچھی چیز ہے اور یہ کورس فائدے سے خالی نہیں ، لیکن مغربی تخریب کاری کا علاج صرف علم سے نہیں بلکہ مناسب لائحہ عمل سے

کرنا ضروری ہے۔

اس صدی میں زوال و تنزلی کے دیگر محرکات میں ایک اہم محرک ہر شخص قائد بننے کا متمنی اور قوم کو ہانکنے کے عملی فن کا مظاہرہ کرنے کا خواہش مند ہے۔ جس کی وجہ سے ہم سمٹنے کی بجائے دور ہوتے چلے گئے۔ تبلیغ دین کے نام پر بھی ہم نے ایک دوسرے کو تختہ مشق بنایا۔ چند اہم چیزیں جو نفع ہر خاص و عام کے لیے آپ قارئین کے ذوق مطالعہ کی نظر کرنا، مذہبی، ملی، معاشرتی ذمہ داری جانتا ہوں۔

۔۔۔۔) تبلیغ دیں واحیائے سنّت کا کامیاب ترین طریقہ اسلامی حکومت کا قیام ہے تاکہ) مکمل وسائل کے ساتھ ذمہ دارانہ دعوت وارشاد ممکن ہو۔ نیز بعض مواقع پر جرت فاروقی کا بھی بطریقہ احسن استعمال بھی کیا جاسکے۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے متعدد علماء سرگرم عمل ہیں اور فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

جب تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی، علماء پر لازم ہے کہ خرابیوں کے تدارک کے لیے حکومت کے متوازی نہایت سنجیدگی سے تبلیغِ دین کا کام جاری و ساری رکھیں۔ چنانچہ تنظیم المدارس کے علماءِ کرام نے تعلیم کا ایک زبردست

نصاب تجویز کر رکھا ہے جو ملک بھر کے مدارس میں رائج ہے۔ انہی علماء کرام کے لیے مناسب ہے کہ مذکورہ بالا فتنوں کی اصلاح کے لیے نہایت سنجیدہ لائحہ عمل وضع فرمائیں۔ خصوصاً ہر شہر کے ذمہ دار علماء اپنے شہر کے خطیبوں، مدرسوں اور نعت خوانوں کی اصلاح کی طرف نہایت درد مندانہ توجہ فرمائیں اور مذکورہ اصلاحات کی حد تک ایک حکومت کی طرح کام کریں۔ تمام علماء اور تعلیمی ادارے ان علماء کی اطاعت کریں۔ مدارس کے مہتممین، خطیب حضرات اور نعت خوان حضرات سے درخواست اور پر زور اپیل ہے کہ علماء کی طرف سے ملنے والی اصلاح کو بسر و چشم قبول فرمائیں۔ اسی میں دارین کی فلاح و کامرانی ہے۔

۔۔۔۔)علاقائی سطح پر میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر دور میں علماء و مشائخ کام) کرتے رہے ہیں اور اسی سے دین پھیلا ہے اور صحیح ترقی کی ہے۔ آج بھی علماء و مشائخ اپنے اپنے وسائل اور استعداد کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔ علماء نے اپنے طور پر مدارس کھول رکھے ہیں اور کامل مشائخ نے اپنے اپنے آستانوں پر بیعت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ مزاراتِ اولیاء اور خانقاہوں پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اور بعض مقامات پر بغیر کسی اعلان اور اشتہار کے اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ بڑی بڑی تنظیمیں اتنا آدم جمع کر کے نہیں دکھا سکتیں۔ اگرچہ ان مشائخ کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں اور ان کی محنت اور کاوش بظاہر غیر منظم نظر آتی ہے مگر نتیجے کے طور پر دینِ اسلام کا بے پناہ کام

جاری و ساری ہے۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عرسوں کے موقع پر عوام کے ہجوم سے فائدہ اٹھایا جائے اور انہیں مناسب وعظ اور نصیحت کی جائے۔

اس کے علاوہ بعض تنظیمیں بھی اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں۔ نیز تاجروں، سیاحوں اور مبلغین وغیرہ کے ذریعے اتفاقی طور پر یا منظم طریقے سے ہر طرح دین کی تبلیغ و ترویج جاری ہے۔ یہ سب کچھ جاری رہنا چاہیے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دین کی تبلیغ کے خدائی بندوبست ہیں۔

محترم قارئین کرام:

آج کے دور میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے زبردست فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔ اگر مسلمانوں کو پوری دنیا کی سطح پر کنٹرول حاصل ہو جائے تو بلاشبہ میڈیا کی خرابیوں کی اصلاح کر دی جائے اور ناقابلِ اصلاح اجزاء کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے۔ لیکن آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان حالات میں علماء کو کسی بھی میڈیا پر دین کی تبلیغ کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے ورنہ یہ میدان کفار مار لیں گے اور فحاشی کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ ہر قسم کے میڈیا پر علماء و مشائخ انفرادی اور تنظیمی طریقے سے کام کر رہے ہیں فرضِ کفایہ کی ادائیگی جاری ہے اور علماء کو ایسی انفرادی کوششیں جاری رکھنی ،
چاہییں۔ اس سلسلہ کی

ایک کڑی ہم نے اپنی کوشش سے اس سیلاب کے سامنے بند تو نہیں البتہ اپنے حصّہ کی آڑ باندھے کی کوشش کی چنانچہ ہم نے 2010 میں میڈیا ریسرچ انسٹیوٹ '' کی بنیاد رکھی تاکہ یہاں سے حقیقی صحافت کا پرچار کیا جائے اور میدان صحافت میں دیانت دار صحافی اپنے حصّہ کا کام کرسکیں۔جس میں اللہ کریم نے ہمیں سرخرو بھی فرمایا۔

----)۔ دین کا درد رکھنے والے ذمہ دار علماء کو چاہیے کہ اپنے اپنے وسائل کی حد) تک اپنے اپنے علاقوں میں ان موضوعات پر لوگوں کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

----) علماء کے لیے لازم ہے کہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کریں اور اپنے علم کے) مطابق عمل کی طرف توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهٖ یعنی قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے شریر آدمی وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا (دارمی ، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ واضح رہے کہ علم ، تقریر ، تدریس ، تصنیف اور مناظرے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہی اللہ کریم کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ ترین مرض ہے۔ لہٰذا علماء پر لازم ہے کہ اپنے زمانے میں کسی اہل شخصیت سے تربیت حاصل کرنے اور اپنی

روحانی اصلاح کرانے کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَآءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَآءِ یعنی خبردار بے شک سب سے بڑا شر شریر علماء ہیں اور سب سے بڑی بھلائی اچھے علماء ہیں (رواہ الدارمی ، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ عالم کی پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸) اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ جاہل ہے۔ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ چھوڑ دے اور نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہ چھوڑ دے اور اپنے علم کے ذریعے دنیا کمانا نہ چھوڑ دے۔ (دارمی ، المستند صفحہ ۱۰۰)۔ عالم کی شناخت کے لیے یہی پیمانہ ہے۔

۔۔۔۔)۔ثانوی تعلیم کے طور پر اہلیت رکھنے والے طلباء کو صرف و نحو کے بنیادی قواعد) اور ''المستند'' پڑھا دی جائے تو کافی ہے۔ کسی خطیب یا پیر کے پاس کم از کم اس قدر تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔

۔۔۔۔)۔اعلیٰ تعلیم کے لیے مروجہ درسِ نظامی پاس کرنا ضروری ہے۔ اس نصاب میں) ضروریاتِ زمانہ کے تحت خود علمائے کرام ردوبدل کر سکتے ہیں لیکن ہر کس و ناکس اور خصوصاً حکومت کو اس میں انگشت زنی کی اجازت نہیں دی جا سکتی

کہ یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔
ممکن ہے کہ میری کئی باتیں آپ کو نئی لگیں اور آپ کی فکر سے قدرے قریب نہ ہوں لیکن ان پر غور ضرور فرمایئے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھیڑ چال میں اپنی آئندہ نسلوں کو اسلام پر شب خون مارنے والے درندوں کی نظر کر دیں۔ یہ بار مجھے اور آپ ہی کو اُٹھانا ہے یہ مطلع، یہ ابر آلود فضاؤں کو ہمیں ہی فلٹر کرنا ہے۔ ہوشیار ہو جایئے اور اپنے حصّے کا کام کر گزریئے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

(سردی، سردردی نہیں انعامِ ربانی ہے (قسط اوّل

میں جب دنیا کے کام دھندوں سے تھکا ہارا بستر پر لیٹتا ہوں تو دل و دماغ راحت و سکوں کا گہوارہ بن جاتے ہیں۔ایسے میں دنیا کی الجھنوں ،رزق روزگار کے مصروفیت و دیگر کاموں کی کوفت سے آزاد پر ان لمحوں کو غنیمت جانتے ہوئے عالم دنیا کے تخیلات میں نظارے کرتا ہوں اور مظاہرِ عالم پر غور و فکر کے گھوڑے دوڑاتا ہوں۔ان دنوں سردی سردی کی سی سی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔میں خود بھی ایسی ہی آوازیں بلا قصد نکال رہا تھا۔چینل سے چھٹی کرنے کے بعد جب لیاقت لائبریری تک پیادہ جاتا ہوں تو سردی کی ضدی ہوا میری ٹانگوں کی ایسی ٹکھور کرتی کے بس پھریوں لگتا گویا میں اب وائیبریشن پر ہوں۔سردی جسے ہم نے سردی سے سردری سمجھ رکھا ہے

۔ایسا سمجھنا میری معلومات اور تجزیہ کے مطابق درست نہیں۔بلکہ کے سردی انعام ربانی ہے۔آیئے میں آپ کو اپنے دعوے پر دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں امید ہے کہ عقل سلیم اس بات کی تصدیق کرے گی کے ڈاکٹر ظہور احمد دانش نے نفع بخش معلومات ہمارے ذوق مطالعہ کی نظر کی۔

محترم قارئین!!

موسم سرما قدرت کی عطا کردہ 4 موسموں میں سے ایک خوبصورت موسم ہے۔ اس موسم میں دن چھوٹے ہو جاتے ہیں اور راتیں لمبی۔ درجہ حرارت گر جاتا ہے۔ پاکستان میں موسم سرما نومبر سے فروری تک رہتا ہے۔ 1 دسمبر کو سال کی سب سے لمبی رات ہوتی ہے اور دن سب سے چھوٹا۔ موسم سرما کو سردی، پالا اور جاڑا بھی کہتے ہیں۔

سردی و گرمی کے آنے کی ایک ظاہری علامت ہے ایک باطنی ۔ظاہری علامت تو سورج کی گردش وزمین کا سورج سے قُرب وبُعد ہے زمین کا جو حصہ سورج سے قریب ہوتا ہے وہ گرم اور جو حصہ سورج سے دور ہوتا ہے وہ سرد ہوتا ہے۔ باطنی سبب جھنم کا سانس لینا ہے اس کے ایک بار سانس لینے سے گرمی ہوتی ہے جب کہ دوسری بار سانس لینا سردی کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم نے اپنے رب سے عرض کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب؛ میرے ایک حصے نے دوسرے کو کھا لیا، لہٰذا اللہ تعالی نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی، ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں، اسطرح تمھیں جو گرمی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے اور جو سخت سردی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کے زمھریر کی وجہ سے ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے: جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرکے پڑھو،، ۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے

ان دونوں حدیثوں سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ سردی و گرمی کے اس ظاہر سبب کے علاوہ جو لوگوں کو معلوم ہے اسکا ایک باطنی اور حقیقی سبب بھی ہے اور وہ ہے جہنم کے دو سانس ، یعنی جہنم جب اپنا سانس باہر کرتی ہے تو موسم گرم ہو جاتا ہے اور جب وہی سانس جہنم اندر کرتی ہے تو سردی آجاتی ہے۔ نیز ان حدیثوں سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ جنت و جہنم مخلوق ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں، البتہ اسکا مکانِ وجود کہاں ہے یہ اللہ تعالی کو معلوم ہے۔ سردی کا موسم لوگوں کے لباس و ہیئت پر اثر انداز ہوتا ہے، ہر شخص اپنی اپنی حیثیت و وسعت اور علاقے کے مطابق گرم کپڑے و لحاف کا انتظام کرتا ہے، حتی کہ بازاروں اور سڑکوں پر بھی موسم سرما کی آمد کے آثار پائے جاتے ہیں، ایسے موقعہ پر لوگ اپنی بساط، مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے مختلف رجحان رکھتے ہیں کوئی سردی سے کبیدہ خاطر ہوتا ہے تو کوئی لطف اندوز۔ کسی کے لئے موسم سرما باعثِ رنج ہے تو کسی کے لئے وجہ مسرت۔ لیکن یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ سردی کو بُرا کہنا یا کُوسنا درست نہیں کیونکہ سردی و گرمی اللہ تعالی کی مخلوق ہیں، ان میں سختی و گرمی بحکم الہی ہے لہذا انھیں گالی دینا اور برا بھلا کہنا درست نہیں ، حدیث قدسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالی

فرماتا ہے :یُؤْذِیْنِی ابْنُ آدَمَ یَسُبُّ الدَّھْرَ وَاَنَا الدَّھْرُ اُقَلِّبُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

آدم کا بیٹا مجھ کو دکھ دیتا ہے ، اسطرح کہ وہ زمانے کا گالی دیتا ہے ، حالانکہ میں زمانہ ہوں ، رات ودن کو میں ہی پھیرتا ہوں ۔یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوااور اس طرح کی دیگر فطری اور بحکم الہی آنے جانے والی چیزوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ، کیونکہ علی سبیل المثال ہوا حکم الہی کے تابع ہو کر چلتی ہے ، اب اسے برا کہنا گویا اسکے خالق اور اسمیں مُتَصَرِّف ذات کو برا کہنا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص سخت یا تیز و تند ہوا دیکھے تو برا بھلا کہنے کے بجائے یہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالی سے دعا کرے کہ اللہ تعالی اسے اس ہوا کے شر سے محفوظ رکھے اور اس کا خیر عطا فرمائے۔

اس شرعی قاعدے کے تحت ہر مسلمان کو چاہیے کہ جہاں وہ سردی سے بچنے کے لئے ظاہری اسباب اختیار کرے وہیں اس موسم میں خیر کے پہلو بھی تلاشے۔ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتاہے۔اور اسی نے رات و دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا ، اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا اردہ رکھتا ہو (الفرقان)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ دو شخصوں

کو دیکھکر اللہ تعالی ہنس دیتا ہے، ایک وہ شخص جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اٹھکر وضو کرتا ہے، پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالی فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت کا امید وار ہے اور آپ کے عذاب سے خائف ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہو میں نے اسکی امیدیں پوری کردیں اور جس چیز سے خوف کھا رہاہے اس سے امن دے دیا۔ (طبرانی شریف)

سردی کا موسم اپنے اندر پیغام عبرت بھی رکھتا ہے آج دنیا کی سردی یہ برداشت نہیں ہوتی جھنم کی سردی کس طرح برداشت ہوگی۔جی ہاں! جھنم میں صرف آگ کا عذاب ہی نہیں بلکہ سردی کا عذاب بھی ہے حدیث شریف میں سرکارؐ کا فرمان ہے '' جب سخت گرمی ہوتی ہے تو بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ آج بڑی گرمی ہے اے اللہ! مجھے جھنم کی گرمی سے پناہ دے۔اللہ تعالی دوزخ سے فرماتا ہے '' میرا بندہ مجھ سے تیری گرمی سے پناہ مانگ رہاہے میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے تیری گرمی سے پناہ دی''۔ اور جب سخت سردی ہو تو بندہ کہتا ہے۔لا الہ الا اللہ آج کتنی سردی ہے۔اے اللہ! مجھے جھنم کی زمھریر سے بچا۔اللہ تعالی جھنم سے کہتا ہے '' میرا بندہ مجھ سے تیری زمھریر سے پناہ مانگ رہاہے میں نے اسے تیری زمھریر سے پناہ دی۔ صحابہ کرام نے عرض کی جھنم

کی زمھریر کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک گڑھا ہے جس میں کافر کو پھینکا جائے گا تو سخت سردی
سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔اے رب ہمارے ! ہمیں دنیا میں بھی سردی
کے عذاب سے بچا اور آخرت میں بھی۔

سردی کا موسم اللہ کی عبادت کا شوق رکھنے والوں کے لئے ایک انعام ہے،خدا سے محبت
رکھنے والوں کے لئے غنیمت ہے نبی کریمؐ فرماتے ہیں: سردی مسلمان کے لئے غنیمت
ہے اس کی رات طویل ہوتی ہے تو وہ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے اس کا دن چھوٹا
ہوتا ہے وہ اس میں روزہ رکھتا ہے۔ایک روایت میں ہے: رات لمبی ہے، سو کر چھوٹی
نہ کر۔دن روشن ہے گناہ کرکے ماند نہ کر (تنبیہ الغافلین)

مزید نفع بخش معلومات اگلی تحریر میں آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔

بہت جلد

(سردی، سردردی نہیں انعامِ ربانی ہے (قسط دوم

قارئین ذی قدر ! !

سردی سرد ہواؤں کا موسم، سردی پہاڑوں کا سفید لباس اوڑھ لینے کا موسم، سردی دن کے چھوٹے اور راتیں لمبی ہوجانے کا موسم،

لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔سردی آتی کہاں سے ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن سردی جاتی کہاں

ہے۔۔۔۔

لیکن شرعی اعتبار سے موسم سرما سے متعلق ایک مومن کا موقف کیا ہونا چاہئے اس سے عمومی طور پر لوگ غفلت میں ہیں ، لہذا موسم سرما کی مناسبت سے خیر کے طالب مسلمانوں بھائیوں کے لئے چند ہدایات رکھی جارہی ہیں

سردی کا اصل سبب :

اس دنیا میں کسی بھی چیز کے وجود کا اللہ تبارک وتعالی نے ایک سبب رکھا ہے جسکا علم عام طور پر لوگوں کو ہے ،مثلا بارش کا ایک سبب ہے گرمی کا ایک سبب ہے اسی طرح رات و دن کی آمد کا ایک سبب ہے لیکن بسا اوقات کسی چیز کے وجود کا ایک باطنی سبب بھی ہوتا ہے جسکا علم صرف عالم الغیب ولشہادہ کے پاس ہے ، البتہ اگر وہ چاہتا ہے تو اپنے مخصوص بندوں کو ان میں سے بعض چیزوں کا

علم دے دیتا ہے، چنانچہ اس دنیا میں سردی و گرمی کا ایک محسوس سبب ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے اور پہچانتے ہیں جیسے سورج کی گردش، موسم سرمایا گرما کا داخل ہونا اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ، لیکن اسکا ایک باطنی سبب بھی ہے جسکا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ملا ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اشتکت النار الی ربہا فقالت: یارب اکل بعضی بعضا، فاذن لہا نفسین نفسا فی الشتاء ونفسا فی الصیف، فاشد ماتجدون من الحر من سموم جہنم واشد ماتجدون من البرد من زمہریر جہنم (صحیح بخاری: 537 المواقیت، صحیح مسلم: 617 المساجد،بروایت ابوہریرہ)

جہنم نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب؛ میرے ایک حصے نے دوسرے کو کھا لیا، لہذا اللہ تعالی نے اسے دو سانس کی اجازت دے دی، ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں، اسطرح تمہیں جو سخت گرمی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے اور جو سخت سردی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کے زمہریر کی وجہ سے ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے: اذا اشتد الحر فابردوا بالصلاۃ فان شدۃالحر من فیح جہنم (صحیح البخاری: 534 المواقیت، صحیح مسلم: 615 المساجد،بروایت ابوہریرہ)

جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرکے پڑھو،، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ سردی و گرمی کے اس ظاہر سبب کے علاوہ جو لوگوں کو معلوم ہے اسکا ایک باطنی اور حقیقی سبب بھی ہے اور وہ ہے جہنم کے دو سانس، یعنی جہنم جب اپنا سانس باہر کرتی ہے تو موسم گرم ہوجاتا ہے اور جب وہی سانس جہنم اندر کرتی ہے تو موسم میں سردی چھا جاتی ہے۔ نیز ان حدیثوں سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے مطابق جنت و جہنم مخلوق اور اس وقت بھی موجود ہیں، البتہ اسکا مکان وجود کہاں ہے یہ صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے

: فطری وطبعی چیزوں کو برا بھلا مت کہو۔

چونکہ سردی وگرمی اللہ تعالی کی مخلوق ہیں، ان میں سختی وگرمی بحکم الہی ہے لہذا انھیں گالی دینا اور برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے : یوذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر اقلب اللیل و النہار۔ (صحیح البخاری : 4826 بدء الخلق، صحیح مسلم : 2246 الادب بروایت (ابوہریرہ

،آدم کا بیٹا مجھ کو دکھ دیتا ہے، اسطرح کہ وہ زمانے کا گالی دیتا ہے

حالانکہ میں زمانہ ہوں، رات ودن کو میں ہی پھیرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوااور اس طرح کی دیگر فطری اور بحکم الہی آنے جانے والی چیزوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا، کیونکہ علی سبیل المثال ہوا حکم الہی کے تابع ہو کر چلتی ہے، اب اسے برا کہنا گویا اسکے خالق اور اسمیں متصرف ذات کو برا کہنے کے ہم معنی ہے لہذا اگر کوئی شخص سخت یا تیز و تند ہوا دیکھے تو برا بھلا کہنے کے بجائے یہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالی سے دعا کرے کہ اس ہوا کے شر سے اسے محفوظ رکھے اور اسمیں جو خیر کا پہلو ہو اس سے محروم نہ کرے۔ (سنن ابو داود: 5097 الادب، (سنن ابن ماجہ : 3727 الادب بروایت ابوہریرہ

اسی شرعی قاعدے کے تحت ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاں وہ سردی سے بچنے کے لئے ظاہری اسباب اختیار کرے وہیں اس طرف بھی توجہ دے کہ اس موسم میں ہمارے لئے خیر کے پہلو کیا ہیں؟ کیونکہ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: وھو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر اواراد شکورا (الفرقان: 62) اور اسی نے رات ودن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا، اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا اردہ رکھتا ہو

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ دو شخصوں کو دیکھکر اللہ تعالی ہنس دیتا ہے، ایک وہ شخص جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اٹھکر وضو کرتا ہے، پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالی فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت کا امید وار ہے اور آپ کے عذاب سے خائف ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہو میں نے اسکی امیدیں پوری کردیں اور جس چیز سے خوف کھا رہا ہے اس سے امن دے دیا۔ (الطبرانی: صحیح الترغیب 402/1 علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن حکما مرفوع ہے۔

عن النبیؐ انہ قال: "الشتاء غنیمۃ المومن طال لیلہ فقامہ وقصر نھارہ فصامہ۔ وفی روایۃ اخری: اللیل طویل فلا تقصر بمنامک والنھار مضی فلا تکدر باثامک

!!! محترم قارئین

میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ آپ احباب ذی قدر کے لیے تحقیقی مواد پیش کرتا رہوں ۔جو میرے لیے توشہ ئ آخرت اور آپ کے لیے علم میں اضافے کا باعث بنے اس معاملہ میں کہاں تک کامیاب رہا یہ آپ کے پیش کردہ تاثرات ہی مجھے بتائیں گے۔ ہماری ویب اشاعت وترویج کا ایک بہترین پلیٹ فارم ہے۔ میں دعاگو ہوں ان ٹیم

کے ارکین کے لیے جنھوں نے ایک قابل تحسین پلیٹ فارم ترتیب دیا۔

نیک خواہشات کے ساتھ آپ کی دعا کا طالب

آؤ تمہیں بتاؤں چاول کی کہانی

قران مجید فرقان حمید کا عظیم پیغام :فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پ ۲۷،الرحمٰن ،آیت ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے جن و انس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ! جو مالک ہے ! ہر خشک و ترکا۔جو خالق ہے بحر و برکا۔مَظاہِرِ عالم کو دیکھ کر آنکھیں حیراں و خیرہ رہ جاتی ہیں اور زبان سے بے اختیار نکلتا ہے۔سبحان تیری قدرت !! سبحان تیری قدرت۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بے شمار نعمتیں ساری کائنات کے ذرے ذرے پر بارش کے قطروں کی گنتی سے بڑھ کر، درختوں کے پتوں سے زیادہ، دنیا بھر کے پانی کے قطروں سے زیادہ، ریت کے ذروں سے زیادہ ہر لمحہ ہر گھڑی بن مانگے طوفانی بارشوں سے تیز تر برس رہی ہیں۔ جن کو شمار کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس کا اعلان خود خدائے حنان ومنان عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے کلام قرآن پاک میں اس طرح فرمایا ہے:

ترجمہ: کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔ (پارہ14، سورۃ النحل:18)

پھر اس کائنات میں جو شرف وفضیلت انسان کو حاصل ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ بندہ کسی بھی وقت، کسی بھی لمحے، کسی بھی حالت میں بلکہ کسی بھی صورت میں اپنے خالق ومالک عزوجل کی بے حد وبے شمار نعمتوں سے بے تعلق نہیں ہو سکتا۔ اس کا اندازہ محض ایک لقمے سے لگایا جاسکتا ہے جو نہ صرف خود ایک نعمت ہے بلکہ اس کے دامن میں بے حد وبے حساب نعمتیں موجود ہیں۔ کن کن مراحل سے گزر کر وہ لقمہ اس قابل بنتا ہے کہ اس سے غذا حاصل ہو سکے۔ ان پر غور کیجئے!

کائناتِ عالم میں جو کچھ ہے اللہ عزوجل کی تخلیق ہے۔ جسے دیکھ کر عقلِ انسان حیراں رہ جاتی ہے۔ ایک مثال ہی سے سمجھ لیجیے کہ لقمہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے، روٹی اور سالن، روٹی بنتی ہے۔ آٹے سے، آٹا بنتا ہے گندم سے اور سالن سبزی اور گوشت سے تیار ہوتا ہے۔ جن جانوروں کے گوشت سے سالن بنایا جاتا ہے۔ ان کی نشوونما گھاس وغیرہ سے ہوتی ہے۔ سبز اور گھاس کی پیداوار زمین سے ہوتی ہے۔ المختصر روٹی اور سالن کا حصول زرعی پیداوار پر موقوف ہے اور زرعی پیداوار میں زمین اور آسمان کا بڑا دخل ہے۔ کیونکہ اناج اور سبزیوں اور ان کے ذائقوں کے لیے سورج کی حرارت۔۔۔۔۔۔ چاند کی کرنوں۔۔۔۔۔۔

ہواؤں۔۔۔۔۔۔ بادلوں۔۔۔۔۔۔ بارشوں۔۔۔۔۔۔ دریاؤں۔۔۔۔۔۔اور سمندروں کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ سمندروں سے بخارات اٹھتے ہیں۔۔۔۔۔۔ بادل بنتے ہیں۔۔۔۔۔۔ ان سے بارش برستی ہے۔۔۔۔۔۔ وہ کھیتیوں کو سیراب کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ کھیتیاں پک کر تیار ہوتی ہیں۔۔۔۔۔۔ پھر انہیں کاٹا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور ہیوی مشینری سے چاول کو چھلکے سے علیحدہ کیاجاتا ہے۔۔ گندم کے چھلکے کو علیحدہ کیاجاتاہے۔۔۔۔۔۔ پھر اسے پینے کے لیے ٹرکوں وغیرہ کے ذریعے چکیوں اور فلور ملز تک پہنچایاجاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور گندم پینے کے لیے لوہے کی مشینوں اور سالن پکانے کے لیے برتنوں نیز ایندھن کی ضرورت پڑتی ہے۔۔۔۔۔۔ خدائے مہربان عزوجل نے زمین میں لوہے کے معدنیات رکھے۔۔۔۔۔۔ ایندھن کے حصول کے لیے زمین میں کوئلہ رکھا۔۔۔۔۔۔ قدرتی گیس اور تیل پیدا کیا۔۔۔۔۔۔ جنگلات میں درخت اگائے۔

الغرض ! زمین وآسمان ، چاند و سورج ، ستارے و بادل ، سمندر و دریا، بارشیں و ہوائیں اور اناج وسبزیاں سب چیزیں اس ایک لقمہ کی تیاری میں اپنا اپنا کردار ادا کررہی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہوتو زرعی پیداوار بند ہوجائے۔ پھر بندہ اس لقمہ کو منہ میں رکھتا ہے تو اس سے لطف اندوزی کے لیے زبان میں ذائقہ کی حس پیدافرمائی۔ زبان میں ایک ایسا لعاب رکھا جو اس کو ہضم کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ اسے چبانے کے لیے دانت بنائے۔

سُبْحَانَ اللّٰہ ! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ! کی کس کس نعمت کا شکر اداکیاجائے

۔یوں تو اللہ عزّوجلّ کی بیش نعمتیں ہیں ۔انہی بے پایاں عظیم نعمتوں میں ایک نعمت کہتے ہیں ۔''rice'' چاول '' جسے انگریزی میں ''

چاول ایک دالیہ بیج ہے جو کہ گھاس کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ توانائی کا بڑا ذریعہ ہے اور عالم انسانی میں وسیع پیمانے پر استعمال ہونے والی غذا ہے۔ خاص طور پر مشرقی، جنوبی، جنوب مغربی ایشیاء ، مشرق وسطیٰ اور لاطینی امریکہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ مکئی کے بعد دنیا میں دوسری عظیم پیداواری فصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

چونکہ مکئی کی پیداوار انسانی استعمال کی بجائے کئی دوسرے مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے اس لیے ایک اندازے کے مطابق چاول انسانی خوراکی ضروریات اور توانائی کے حصول میں سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ انسان اپنی تمام تر توانائی کی ضروریات کا پانچواں حصہ چاول سے پورا کرتے ہیں۔

افریقہ میں یہ روایتی خوراکی پودے کی حیثیت رکھتا ہے جس کی بنیاد پر خوراک کی کمی، خوراکی ضرورت اور دیہی علاقوں کی ترقی میں چاول کو کلیدی کردار عطا ہوا ہے۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر چند سال سے افریقہ میں بڑے پیمانے پر چاول کو اہمیت دی جارہی ہے۔

چاول عام طور پر سال میں ایک بار کاشت کیا جاتا ہے۔ چاول کا پودا اپنی قسم اور مٹی کی خاصیت کی بنیاد پر 1 سے 1 اعشاریہ 8 میٹر بلند ہو سکتا ہے۔

چاول کی پیداوار ان ممالک میں زیادہ منافع بخش ثابت ہوتی ہے۔ جہاں افرادی قوت سستی اور سالانہ بارشوں کا تناسب زیادہ ہو۔ افرادی قوت اور پانی اس کی دو بنیادی ضروریات ہیں جو کہ انتہائی لاگت کی حامل ہیں۔ گو چاول جنوبی ایشیاء اور افریقہ کی مقامی پیداوار ہے لیکن یہ کہیں بھی اگایا جاسکتا ہے۔ صدیوں سے جاری اس پر تحقیق اور تجارت نے اسے عالمی اہمیت دلائی ہے اور یہ تقریباً دنیا میں پہچانا اور استعمال کیا جاتا ہے۔

روایتی طریقہ کاشت میں چاول کے کھیتوں میں بڑے پیمانے پر آبپاشی کی جاتی ہے جس کے بعد اس کی پنیری کاشت ہوتی ہے۔ سادہ ترین طریقوں میں اس کی کاشت کے دوران پانی کی فراہمی اور طریقہ کاشت نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جنگلی بوٹیوں اور کیڑوں کے حملوں سے بچاؤ کے لیے بھی بعض اقدامات نہایت اہم ہیں۔

(چاول کی کاشت کا موسم)

خریف: اِس سے مراد موسم گرما کی فصلیں ہیں جن کی کاشت موسم گرما کے آغاز میں مارچ تا جون جبکہ کٹائی موسم گرما کے اختتام اور خزاں میں اگست تا نومبر ہوتی

ہے۔

(خریف کی اہم فصلیں)

کپاس، جُوار، دھان (چاول)، باجرہ، مُونگ پھلی، مکئی، کماد (یعنی گنّا) اور سورج مُکھی خریف کی اہم فصلیں ہیں دالوں میں دال مونگ، دال ماش اور لوبیا خریف میں کاشت ہوتی ہیں۔

چاول بلڈ پریشر میں مفید ہیں: ''فِشارُالدّم'' یعنی ہائی بلڈ پریشر، دل کے مرض اور مِعدہ کی خرابی کے دو ہزار مریضوں پر ڈاکٹروں نے دس سال تک تجرِبات کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ ان اَمراض میں ''چاول کی غذا'' بہترین علاج ہے۔ بِالخصوص بلڈ پریشر کے مرض کے آغاز میں چاول زِیادہ مفید ہیں۔

چاول سے جہاں بریانی، پلاؤ، کھیر پکائی جاتی ہے وہاں اس سے بننے والی بیسیوں مصنوعات پاکستان اور پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں تیار اور استعمال کی جارہی ہیں۔ جن کے استعمال کرنے والے صارفین کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔

سُبحٰنَ اللّٰہ! ایک چھوٹا سا دانا چاول پھر اس کی کاشت، کاشت سے لیکر اس کی کٹائی صفائی کے مراحل سے گزر کر صارف تک پہنچنے والے تمام مرحلے،

رزق کی بے قدر

چاول بھی ایک نعمت ہے جس سے ہم غذائی فائدہ اُٹھاتے ہیں جو ہماری صحت و تندرستی طاقت و توانائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہم اس نعمت کی ٹھیک سے قدر، نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے منّوں ٹنوں یہ خوراکِ انسانی کچرا کا ڈھیر بن جاتی ہے۔ جو کسی طور پر بھی کام کے قابل نہیں رہتی۔ اس ضیاع کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

۱) جب چاول کاشت کے بعد کٹائی کیا جاتا ہے اس وقت بے احتیاطی کی وجہ سے دھان) کے دانے نیچے گرتے رہتے ہیں۔ جنھیں انسان کی خوارک بننا تھا اب وہ پاؤں تلے روندھے جارہے ہیں۔ اگر ایک کھیت میں ۲ کلو دھان بھی ضائع ہوں تو آپ خود حساب کر سکتے ہیں۔ ہزاروں میلوں پر مشتمل خطہ کاشت پر کتنا چاول ضائع ہوتا ہوگا۔

۲) دھان صفائی کے بعد چاول کی صورت میں آتا ہے تو ایسے میں بوریوں میں ڈالتے) وقت غیر ذمہ دارانہ انداز کی وجہ سے کئی دانے نیچے گرتے ہیں۔ جنھیں بعد میں صفائی کرتے ہوئے کچرے ہیں پھینک دیا جاتا ہے جو کہ ایک قابل تشویش امر ہے۔ کہ قحط کے دنوں میں جس نے قحط دیکھا ہو اس سے پوچھیے کہ وہ ایک ایک بوند پانی اور ایک ایک ذرہ رزق کے لیے ترستے ہیں۔

۳) افسوس ! مختلف واسطوں سے ہوتے ہوئے چاول جب دوکاندار کے پاس پہنچتا ہے تو)

وہاں بھی تولتے ہوئے ۔گاہک کو دیتے ہوئے کچھ دانے نیچے گر جاتے ہیں ۔جس غافل لوگ اُٹھانا بھی گوارانہیں کرتے اور وہ دانے پھر جھاڑو کے ساتھ دھکیل کر کچرا کی نظر کر دیے جاتے ہیں ۔نہ جانے کتنے اسی دانے کی حسرت لیے قحط و فاقہ کی وجہ سے اس دنیاسے چل بستے ہیں ۔ہمیں خیال بھی آیا؟

۴) چاول جب گھروں میں پکانے کے لیے گھروں میں استعمال ہوتے ہیں تو عام مشاہدہ ہے کہ دھوتے ہوئے بے احتیاطی کی وجہ سے دانے پانی کے ساتھ گندی نالی میں جاگرتے ہیں ۔

۵)آہ !افسوس صد افسوس !سادگی و عاجزی تو ہماری زندگی سے روٹھ ہی گئی ۔جب تک ہم سادگی و عاجزی کو اپنائے رکھا۔قناعت سے کام لیتے رہے ۔زندگی آسان تھی ۔آج لاکھوں کما کر کر بھی تنگی کارونارویاجاتاہے ۔ہمارے دستر خوانوں پر کھانے کے ذرات گرے رہتے ہیں ۔کبھی گوارہ نہیں کرتے کہ صاف کرکے کھالیں ۔

۶) پلیٹوں ، تھالیوں میں اپنی بھوک سے زیادہ کھاناڈال لیتے ہیں ۔جسے نہ ختم کرنے پر ڈسٹ بن میں ڈال دیتے ہیں ۔اپنے ہی ہاتھوں رزق کی بے حرمتی کر رہے ہوتے ہیں ۔

۷) شادی بیاہ کی تقاریب میں تو حد کردی جاتی ہے کہ ڈھیروں ڈھیر کھانا ضائع ہوتاہے۔بد قسمتی سے ایک یہ فیشن بھی چل پڑاہے کہ تھالی یا پلیٹ میں زیادہ کھانا،یاکم ہی ڈالنالیکن اس میں سے کچھ باقی چھوڑدینا،شرفاء نے اپنا طریقہ بنالیاہے ۔جوکہ سراسر قابل مذمت ہی نہیں قابل تشویش بھی ہے کہ جس شادی ہال

میں شرفاء مرغن کھانوں،بریانی وپلاؤکے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں اسی سے علاقہ میں کئی غریبوں کے چولہے سرد پڑے ہوتے ہیں۔تقاریب کے اختتام پر وہ کھانا،ضائع ہو جاتا ہے۔

۸) کچن جہاں کھانے پکائے جاتے ہیں اور ریستورانوں میں بھی اس کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا۔وافر مقدار میں پکنے والے بریانی،پلاؤ وغیرہ کو پانی میں بھگوتے وقت دھوتے وقت چاولوں کے کثیر دانے گھر جاتے ہیں جنھیں اُٹھانے کی زحمت نہیں کی جاتی،

۔

۹) محافل واجتماعات میں کھانا تقسیم کرنے والے بھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے وہ اس طور پر کہ وہ زیادہ کھانا برتن ڈال دیتے ہیں یا پھر تقسیم کرتے ہوئے جلدی میں ذرات زمین پر گر جاتے ہیں۔جنھیں اُٹھانے کی کوئی زحمت نہیں کرتا۔یوں رزق کا کافی حصّہ ضائع ہو جاتا ہے۔جو کسی کے حلق سے اُتر جاتا تو اس کے لیے باعث تقویت ہوتا۔کسی بھوکے کی بھوک مٹا سکتا تھا۔

ایسے ہی بہت سے مواقع ہیں۔جہاں رزق کی ناقدری کی یا ہو جاتی ہے۔

ہمیں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ یہ اجناس اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمتیں ہیں ۔جو ہمارے لیے پیدا کی گئیں ہم ان کی قدر نہیں کریں گے تو یہ رزق کی فراوانی تنگدستی فقر وفاقہ میں بھی بدل سکتی ہے۔

سبحان تیری قدرت۔۔یہی غذائیں جب انسان خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے اور جب لقمہ حلق سے اُتارتا ہے تو اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے انسانی جسم کے نظام پر غور کریں تو عقل حیران ہوجاتی ہے۔اسی لقمہ یا غذا کو معدہ لقمے کو پیتا ہے۔۔۔۔۔۔ جگر اس سے خون بناتا ہے۔۔۔۔۔۔ فضلہ انتڑیوں اور مثانے میں چلا جاتا ہے اور یوں اس لقمے سے انسان کے جسمانی اعضاء کی نشوونما ہوتی ہے۔آنکھ، ناک، ناک، ہاتھ اور پیر سب کو اسی سے غذائیت ملتی ہے۔اسی سے چربی بنتی ہے۔اسی سے گوشت بنتا ہے۔اسی سے ہڈیاں بنتی ہیں۔اسی سے خون بنتا ہے اور انسان زندہ رہتا ہے۔۔اس قدر نعمتوں کے ہجوم کا تقاضا ہے کہ بندے کی ہر ساعت، ہر سانس رب تعالیٰ کے لیے صرف ہو کھائے تو رب تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔۔ پئے تو رب تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔۔ چلے تو رب تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔۔ دیکھے تو رب تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔۔ سنے تو رب تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔۔ بولے تو رب تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔۔ سوئے تو رب تعالیٰ کے لیے

الغرض! اس کا جینا اور مرنا اپنے کریم رب تعالیٰ کے لیے ہو۔

(قران مجید فرقان حمید کا عظیم پیغام :فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پ ۲۷،الرحمٰن ،آیت ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان : تو اے جن وانس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ہمیں چاہیے کہ ہر ہر لمحہ اپنے رب کی رحمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں اپنے شاکر بندہ بنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

گلستان زندگی کو یہ تعفن آلودہ کردے گا

تمام تعریفیں اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں جس نے اشیا کو اپنی قدرتِ لطیف کے لطائف اور صنعتِ بدیع سے انتہائی خوبی کے ساتھ پیدا فرمایا،۔۔۔۔ اس نے موجودات کو بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کیا اور اِس تخلیق میں اُس کا کوئی شریک نہیں،۔۔۔۔۔۔ اس نے مختلف اقسام کے لطیف وکثیر جواہر کو جمع فرمایا تاکہ اس کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے اور بنی ہوئی اشیاء سے بنانے والے کے وجود پر دلیل قائم کی جاسکے۔۔۔۔ سچے ربّ نے اپنے بندوں کو بھی سچ کا پرچار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔اخلاق رزیلہ سے بچتے رہنے کا فرمان جاری فرمایا۔۔ انسان کو اپنی تخلیق کا عظیم مظہر پیدا فرمایا اور اسے تاج اشرف المخلوقات سے بہرہ مند فرمایا۔

محترم قارئین!

ہم اپنے معاشرے میں ہیجانی کیفیت دیکھ رہے ہیں ۔چہروں پر بے چینی ،رشتوں میں تشنگی ،اخلاق میں خفگی نظر آرہی ہے ۔بے اعتمادی ،عدم تحفظ کی کیفیت پروان چڑھ رہی ہے۔ والدین اولاد کے رویہ ،مزاج سے بہت پریشان ہیں ۔ان پریشانیوں میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں ان میں ایک عامل "جھوٹ" بھی ہے۔ والدین کی ذمہ داری اور تربیت اولاد کے حوالے سے آج ہم جھوٹ کی قباحتوں اور

اس کے محرکات اور نقصانات کے حوالے سے بات کریں گے۔ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے
۔سب سے پہلے جھوٹ کی تعریف جانتے ہیں کہ جھوٹ کہتے کسے ہیں۔

تعریف:

خلاف واقعہ بات کو " جھوٹ " کہتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں جھوٹ کا مرض بہت تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔معاذاللہ برائی ہی تصور نہیں کیا جاتا۔ایسے حالات میں بچوں کا اس سے بچنا بہت دشوار ہے۔ہمیں چاہیے کہ بچپن ہی سے جھوٹ کے خلاف نفرت بٹھادیں۔تاکہ وہ بڑے ہو کر سچ بولنے کے عادی ہوجاءیں اور اپنی اچھی عادت پر قائم رہیں۔

قابل توجہ امر:

اللہ عزوجل جب اولاد کی نعمت سے مالامال فرماتا ہے تو والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد سب سے نمایاں ہوں، ممتاز ہو، کردار و گفتار کا شاہکار ہو۔لیکن والدین کے لیے وہ بڑا اذیت ناک اور دکھ بھرا لمحے ہوتے ہیں جب وہ اپنے بچوں کی اچھی مثبت تربیت کے لیے اپنی تمام تر اچھی صلاحیات اور وسائل کا استعمال کرنے کے بعد اور اپنے طور پر ان کی اچھی تربیت کرنے کے بعد دیکھیں کہ ان کے بچے یا بچوں میں سے کوئی جُھوٹ بولتا ہے،،،، لیکن ایسے اکثر والدین یہ نہیں جانتے کہ ان کی اس اذیت اور دُکھ کے اسباب کیا ہیں

اور اس لاعلمی کی بنا پر وہ اپنی صلاحیات اور وسائل کسی مثبت نتیجے کے حصول کی ،
کوشش میں خرچ کرتے رہتے ہیں لیکن مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں کرپاتے ،چنانچہ کسی
بھی کام کو روکنے کے لیے اُس کام کے ہونے کے اسباب جاننا بہت ضروری ہے ، اور اُن
اسباب کو ختم کرنا ہی ایک ایسا واحد ذریعہ ہے جو اس کام کو مکمل طور پر ختم کرنے والا
ہوتا ہے۔جس کی بنیاد پر صحت افزا ثمرات موصول ہوتے ہیں ۔

: جھوٹ بولنے کی وجوہات یا جو جھوٹ جیسے مرض میں مبتلا کرنے کے محرک ہیں

سزا کا ڈر یا بے جا جھڑک (۱)

بچوں کے جھوٹ بولنے کے محرکات میں سے ایک محرک سرپرست یا اہل خانہ کی جان
سے بچوں کی غلطیوں پر ان کو شدید سزائیں دی جاتی ہوں ، خواہ بدنی ہوں یا نفسیاتی ۔
بات بات پر ممانعت ، پوچھ گچھ ، ڈانٹ ڈپٹ اور بسا اوقات مار پیٹ بھی ۔ایسے حالات
میں پلنے والے بچے خود کو قیدی سمجھ بیٹھتے ہیں ۔وہ ہر وقت کی ممانعت ،پوچھ گچھ
ڈانٹ ڈپٹ، اور مار وغیرہ سے بچانے کے لیے جُھوٹ کا سہارا لینا شروع کرتے ہیں،
تاکہ وہ اپنی ذات کو محفوظ رکھ سکیں یوں بتدریج جُھوٹ بولنا ان کی عادت بن جاتاہے،
۔

:بڑوں کی عادات کو اختیار کرنا (۲)

بچہ یا بچی اپنے گردونواح سے سیکھ سیکھ کر اسے اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ جو کچھ اپنے بڑوں کو کرتا دیکھتا ہے وہ اس کی نقالی کرتا ہے۔ جب وہ اپنے بڑوں اور بالخصوص اپنے والدین کو مختلف کاموں کے بارے میں جُھوٹ بولتے دیکھتا ہے کہ اس کے والد یا والدہ اپنی شخصیات کے بارے میں، اپنے مال و جائداد کے بارے میں اور دیگر کئی معاملات میں جُھوٹ بولتے رہتے ہیں، بچہ والدین کی ایسی حرکات دیکھ کر ان حرکات کو اچھا اور فائدہ مند سمجھنے لگتا ہے اور ان کا شکار ہو جاتا ہے۔

: والدین کا جھوٹ بلوانا (۳)

کبھی والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک یا کوئی اور بڑا اپنے آپ کو کسی ممکنہ پریشانی یا ناپسندیدہ کام سے بچانے کے لیے اپنے پاس موجود بچوں کو جُھوٹ بولنے کا کہتا ہے، مثلاً کسی مہمان کی آمد کے وقت جسے یہ ملنا نہ چاہتا ہو بچے سے کہلوانا کہ فُلاں گھر پر نہیں وغیرہ۔

جھوٹا کہہ کر پکارنا (۴)

کسی بچے کو کبھی کبھار جُھوٹ بولنے کے سبب بڑوں کی طرف سے جُھوٹا ہی کہے جاتے رہنے کی وجہ سے وہ بچہ غصہ میں آ کر انتقامی طور پر واقعتاً جُھوٹ بولنے لگتا ہے۔

یا کبھی والدین بچے کو اس کی کسی پسندیدہ جگہ لے جانے کے نام پر کسی ناپسندیدہ جگہ لے جاتے ہیں، مثلاً پارک وغیرہ لے جانے کے نام پر ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ یا کبھی بچے سے کسی خاص کام کرنے کی صورت میں کوئی انعام دینے کا وعدہ کرنا اور وہ انعام نہ دیا جانا، وغیرہ۔ تو ایسے میں یہ بچہ انتقامی طور پر جھوٹ کی روش اختیار کرتا ہے۔

ایک زہر آلود فکر (۵)

بچوں اور بعض اوقات بڑوں کے جھوٹے بننے کے بڑے اسباب میں سے ایک یہ سبب بھی ہے کہ معاشرے میں سچے لوگوں کے لیے عام طور پر یہ غلط نظریہ پایا جاتا ہے کہ یہ صاف دِل اور سیدھے سادھے لوگ ہوتے ہیں، اس لیے مضبوط طور پر کاروبار نہیں کر سکتے اور نہ ہی لوگوں سے معاملات نمٹا سکتے ہیں، یعنی ٹھیک طرح پبلک ڈیلنگ نہیں کر سکتے، اور اب اس زمانے میں اس طرح سچ بولنے کا وطیرہ فائدہ مند تو کیا نُقصان دہ ہے کیونکہ لوگ تو یہاں اپنی ذہانت اور عقلی بُہادری کے ذریعے طرح طرح کی باتیں کر، کے دوسرے لوگوں سے ہر قسم کے فائدے حاصل کرتے ہیں اور یہ سچ بولنے والے اکثر نقصان ہی اٹھاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ نہ صرف یہ بلکہ اگر غور کرتے چلے جائیں تو ہمیں اس کے بہت سے محرکات نظر آتے چلے جائیں گے۔

: جھوٹ بولنے والے کی حرکات اور نفسیات

ہم اس معاشرے کا حصہ ہیں بہت سی چیزوں کو سیکھنے کے لیے ہمیں کسی ماہر استاد یا کسی ضخیم کتاب کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ سماج، معاشرے سے غیر محسوس انداز میں سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والوں کی بعض حرکات جنھیں ماہرین نفسیات نے قلمبند کیا نفع عام اور اشاعت دین کی نیت سے آپ کی خدمت میں بھی پیش کرتا چلوں۔ جھوٹ بولنے گفتگو کے دوران ہاتھ اور بازوں کی حرکت اور چہرے کے تاثرات سچ اور جھوٹ ظاہر کر دیتے ہیں۔ کیونکہ جھوٹے شخص کے چہرے پر تناؤ ہوتا ہے اور ہاتھوں اور بازوں کی حرکت اس کی گفتگو کا ساتھ نہیں دے رہی ہوتی۔ جھوٹا شخص آنکھ ملا کر بات کرنے سے کتراتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا غیر ارادی طور پر اپنے چہرے، گردن اور منہ پر ہاتھ پھیرتا رہتا ہے اور ناک یا کان کو کھجاتا نظر آتا ہے۔آپ صرف مسکراہٹ دیکھ کر ہی یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ آپ کا مخاطب سچ بول رہا ہے یا سچ کو چھپا رہا ہے۔ کیونکہ انسانی جذبات جھوٹ کا ساتھ نہیں دیتے۔ اگر کوئی شخص اپنی گفتگو میں مسرت، دکھ یا محبت کا اظہار کر رہا ہو اور وہ اپنے اظہار میں سچا نہ ہو تو اس چہرے پر تاثرات تاخیر سے ظاہر ہوں گے اور اچانک غائب ہو جائیں گے۔ جب کہ سچے جذبات اظہار سے پہلے چہرے پر آجاتے ہیں اور دیر تک برقرار رہتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے کئی افراد اپنی باتوں کا یقین دلانے اور نارمل نظر آنے کے لیے مسکراہٹ کا سہارا لیتے

ہیں۔ حقیقی مسکراہٹ میں چہرے کے سارے اعصاب حصہ لیتے ہیں اور دیکھنے والے کو پورا چہرہ کھلا ہوا سا دکھائی دیتا ہے۔ سچی مسکراہٹ دیر تک قائم رہتی ہے اور آہستہ آہستہ تحلیل ہوتی ہے۔ جب کہ زبردستی کی مسکراہٹ صرف ہونٹوں اور اس کے آس پاس کے اعصاب تک محدود رہتی ہے۔ مصنوعی مسکراہٹ کے دوران گال اور آنکھوں کی بھوئیں اپنی نارمل حالت میں رہتی ہیں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ جھوٹا شخص گفتگو میں دفاعی انداز اپناتا ہے جب کہ سچے کا رویہ عموماً جارحانہ ہوتا ہے۔ جھوٹے سے اگر کچھ پوچھا جائے تو اس پر گھبراہٹ طاری ہوجاتی ہے، جسے وہ چھپانے کے لیے اپنے سر اور گردن کو بار بار حرکت دیتا ہے۔

یعنی ہم نے جھوٹ کے محرکات پر کافی حد تک غور کرلیا کہ کن کن مقامات پر اس جھوٹ کے تعفن کو پھیلانے میں ہمارا ہاتھ ہے اور کہاں کہاں ہمارے مدنی منّوں ومنّیوں کے ذہن جھوٹ سے آلودہ ہورہے ہیں ۔جب مرض کا معلوم ہوگیا۔تو اب اس کے علاج و اسباب کے لیے کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

والدین یہ دو باتیں ذہن نشین کرلیں۔کافی حد تک کام آسان ہوجائیگا۔

(1) بچے کو جُھوٹ بولنے کے اسباب سے محفوظ رکھنا ،

(2) اگر وہ کبھی جُھوٹ بولے تو اس کو اُس سے منع کرنا اور جُھوٹ کے دینی اور دنیاوی اور اُخروی نُقصانات کے بارے میں سمجھانا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم پر اللہ عزوجل کا کتنا کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت عطافرمائی ہمیں اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ قران مجید فرقان حمید جیسا عظیم تحفہ عطافرمایا۔ جس میں سچ کو پسند فرمانے والے رب عزوجل نے ارشاد فرمایا :

" لعنۃ اللہ علی الکذبین "

یعنی اللہ عزوجل نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے ۔مزید عبرت کے مدنی پھول حاصل کرنے کے لیے صادق و امین آ قا ﷺ کی زبان اطہر سے جھوٹ کی مذمت پر وعیدات سنیے اور عبرت حاصل کیجیے ۔

فرشتے کا اظہار حقارت

جھوٹ کتنی بری چیز ہے ۔اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ جھوٹ بولتاہے توفرشتہ اس کی بدبو سے ایک میل دور ہو جاتاہے ۔ (سنن الترمذی ۔کتاب البر و الصلۃ، ج ۳، ص ۳۹۲)

جھوٹ نفاق کی نشان ہے :

پیارے آ قامدینے والے مصطفیٰ ﷺ نے جھوٹ کو نفاق کی علامت ارشاد فرمایا ہے ۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں ۔ (۱)جب بات کرے تو جھوٹ بولے

جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت (۲) کرے۔ اگرچہ وہ نمازی ہو، روزے رکھنے والا ہو، خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۳ پر ہے نقل فرماتے ہیں کہ "جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے" الامان والحفیظ

اللہ کے ہاں کذاب کہلانا:

حدیث: حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اس میں خوب کوشش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ عزوجل کے ہاں اسے کذّاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے (بخاری، کتاب الاداب۔ ج ۴، ص ۱۲۵، الحدیث ۶۰۹۴

رزق کی تنگی

حدیث: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جھوٹ رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔ (مساوی الاخلاق للخرائطی، باب ماجائی الکذب، ص ۷۰، حدیث ۱۱۷

جھوٹے کے لیے ہلاکت ہے۔

حدیث: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو ہنسائے۔ اس کے لیے ہلاکت ہے۔ اس کے لیے ہلاکت ہے۔ (سنن ابی داءود، کتاب الادب، باب فی التشدید فی

(الکذب، ج ۴، ص ۳۸۷، الحدیث ۴۹۹۰

سیرت و تواریخ کی کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں جس میں جھوٹوں کے بدترین انجام کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ ایسی ہی ایک سبق آموز حکایت سنیے اور درس حاصل کیجیے !

حکایت

مروی ہے کہ حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام ایک سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص ملا جس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ۔ اے اللہ کے نبی میں آپ کی صحبت میں رہ کر آپ علیہ السلام کی خدمت کرنا اور علم شریعت حاصل کرنا چاہتا ہوں، مجھے بھی اپنے ساتھ سفر کی اجازت عطا فرمادیجئے۔ پس آپ علیہ السلام نے اسے اجازت عطا فرمادی اور یوں یہ دونوں ایک ساتھ سفر کرنے لگے۔۔ چلتے چلتے راستے میں ایک نہر کے کنارے پہنچے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''آؤ کھانا کھالیں'' دونوں کھانا کھانے لگے، آپ علیہ السلام کے پاس تین روٹیاں تھیں جب دونوں ایک ایک روٹی کھا چکے تو آپ علیہ السلام نہر سے پانی نوش فرمانے لگے، پیچھے سے اس شخص نے تیسری روٹی چھپالی، جب آپ علیہ السلام پانی پی کر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ تیسری روٹی غائب ہے، آپ علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا ''تیسری روٹی کہاں گئی ؟'' اس نے جھوٹ بولتے

ہوئے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ آپ علیہ السلام خاموش ہو رہے، پھر تھوڑی دیر بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا آؤ آگے چلیں۔

دورانِ سفر آپ علیہ السلام نے راستے میں ایک ہرنی کو اپنے دو خوبصورت بچوں کے ساتھ کھڑے دیکھا تو ہرنی کے ایک بچے کو اپنی طرف بلایا، وہ آپ علیہ السلام کا حکم پاتے ہی فورا حاضر خدمت ہوگیا۔ آپ علیہ السلام نے اسی ذبح کیا، بھونا اور دونوں نے مل کر اس کا گوشت کھایا۔ گوشت کھانے کے بعد آپ علیہ السلام نے اس کی ہڈیاں ایک جگہ جمع کیں اور فرمایا۔ قم باذن اللہ، یعنی اللہ عزوجل کے حکم سے کھڑا ہوجا۔ تو یکایک ہرنی کا وہ بچہ زندہ ہوگیا، اور پھر اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا۔ تجھے اس اللہ عزوجل کی قسم جس نے مجھے یہ معجزہ دکھانے کی قدرت عطا کی، سچ سچ بتا وہ تیسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا مجھے نہیں معلوم۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

چلو آؤ آگے چلیں۔

چلتے چلتے ایک دریا پر پہنچے تو آپ علیہ السلام نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور پانی کے اوپر چلتے ہوئے دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گئے، اب پھر آپ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا، تجھے اس اللہ عزوجل کی قسم جس نے مجھے یہ معجزہ دکھانے کی قدرت عطا کی سچ سچ بتا وہ تیسری روٹی کہاں گئی؟ اس بار،

بھی اس نے یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ آؤ! آگے چلیں۔

چلتے چلتے ایک ریگستان میں پہنچ گئے جہاں ہر طرف ریت ہی ریت تھی۔ آپ علیہ السلام نے کچھ ریت جمع کی اور فرمایا۔ اے ریت اللہ عزوجل کے حکم سے سونا بن جا، تو وہ ریت فوراً سونا بن گئی۔ آپ علیہ السلام نے اس کے تین حصے کیے اور فرمایا، ایک حصہ میرا، دوسرا تیرا اور تیسرا اس کا جس نے وہ روٹی لی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص جھٹ بول اُٹھا۔ '' وہ روٹی میں نے ہی لی تھی'' یہ معلوم ہونے کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا یہ سارا سونا تم ہی لے لو، بس میرا اور تیرا اتنا ہی ساتھ تھا۔

اتنا کہنے کے بعد آپ علیہ السلام اس شخص کو وہیں چھوڑ کر آگے روانہ ہوگئے، وہ اتنا زیادہ سونا مل جانے پر بہت خوش تھا، جب سارا سونا ایک چادر میں لپیٹ کر واپس گھر کو لوٹنے لگا تو راستے میں اسے دو شخص ملے جنھوں نے اس کے پاس اتنا سونا دیکھ کر اسے قتل کرکے سارا سونا چھین لینے کا ارادہ کرلیا۔

چنانچہ جب وہ اسے قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو وہ شخص جان بچانے کی خاطر بولا تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ اگر سونا لینا چاہتے ہو تو ہم اس کے تین حصے کرلیتے ہیں، اور ایک ایک حصہ آپس میں بانٹ لیتے ہیں، وہ

دونوں اس پر راضی ہوگئے، پھر وہ شخص بولا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی تھوڑا سا سونا لے کر قریب کے شہر میں جائے اور کھانا خرید لائے تاکہ کھاپی کر سونا تقسیم کریں۔

بس ان میں سے ایک آدمی شہر پہنچا، کھانا خرید کر واپس ہونے لگا تو اس نے سوچا، بہتر یہ ہے کہ میں کھانے میں زہر ملا دوں تاکہ وہ دونوں کھا کر مر جائیں اور سارا سونا میں ہی لے لوں۔ یہ سوچ کر اس نے زہر خرید کر کھانے میں ملادیا، ادھر ان دونوں نے یہ سازش کی کہ جیسے ہی وہ کھانا لے کر آئے گا ہم دونوں مل کر اس کو مار ڈالیں گے اور پھر سارا سونا آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔ چنانچہ جب وہ شخص کھانا لے کر آیا تو دونوں اس پر بل پڑے اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد خوشی خوشی کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو زہر نے اپنا کام کر دکھایا اور یہ دونوں بھی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہوگئے اور سونا جوں کا تُوں پڑا رہا۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا واپسی میں وہاں سے گزر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ سونا وہیں موجود ہے اور ساتھ میں تین لاشیں بھی پڑی ہیں تو یہ دیکھ کر آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھ موجود لوگوں سے فرمایا ''دیکھ لو ! دنیا کا یہ حال ہے، پس تم پر لازم ہے کہ اس سے بچتے رہو۔

محترم قارئین ! دیکھا آپ نے کہ اس شخص کو جھوٹ اور مالِ دنیا کی محبت نے برباد کردیا اور نہ اسے دولت ملی اور نہ ہی جھوٹ سے کوئی فائدہ ہوا بلکہ جان سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ دنیاوآخرت کا نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ (اتحاف السادۃالمتقین،ج ۹ص ۸۳۵)

نہ مجھ کو آزما دنیا کا مال وزر عطا کرکے
عطا کر اپنا غم اور چشمِ گریاں یارسول اللہ

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے انسان کامیاب لوگوں کا طرز زندگی اختیار کرتا ہے ۔چنانچہ ہمارے لیے سب سے کامیاب ترین ہستی ۔ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہمارے دل کا چین ۔سرورکونین حضرت محمد ﷺ ہیں ۔جن کی زندگی قیامت تک کے انسانوں یعنی ۔بچے ،جوان ،بوڑوں سبھی کے لیے یکساں مشعل راہ ہے۔جیسا کہ قران مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔(پ21،الاحزاب:21

آج کون سا درد رکھنے والا دل ہے جو مسلمانوں کی موجودہ پستی اور ان کی

موجودہ ذلت وخواری اور ناداری پر نہ دکھتا ہو اور کون سی آنکھ ہے جوان کی غربت، مفلسی، بیر رزگاری پر آنسو نہ بہاتی ہو، حکومت ان سے چھنی دولت سے یہ محروم ہوئے، عزت ووقار ان کا ختم ہوچکا زمانہ کی ہر مصیبت کا شکار مسلمان بن رہے ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر دوستو فقط رونے اور دل دکھانے سے کام نہیں چلتا بلکہ ضروری ہے کہ اس کے علاج پر خود مسلمان قوم غور کرے علاج کے لئے چند چیزیں سوچنا چاہیں۔

اوّل یہ کہ اصل بیماری کیا ہے دوسرے یہ کہ اس کی وجہ کیا؟ کیوں مرض پیدا ہوا؟ تیسرے یہ کہ اس کا علاج کیا ہے چوتھے یہ کہ اس علاج میں پرہیز کیا ہے۔؟ اگر ان چار ....باتوں کو غور کرکے معلوم کرلیا گیا تو سمجھو کہ علاج آسان ہے۔

اسلام مکمل نظام حیات ہے جس میں سیاسی، ثقافتی، انفرادی، اجتماعی اخلاقی، مذہبی، ملی، تربیت کا ساماں موجود ہے۔ اسی نظام تربیت پر ہمیں ایسے ادارے، اور گنی چنی تنظیمات نظر آرہی ہیں جن کا معاشرتی کردار بہرحال نظر آرہا ہے جنھیں ہمیں صدق دل سے قبول کرنا چاہیے۔ جیسا کہ دعوت اسلامی، سیلانی ویلفیر ٹرسٹ وغیرہ۔

دنیا بھر میں اصلاح امّت و فکر آخرت کا یہ کاروان رواں دواں ہے۔ اس عظیم کاروان میں آپ بھی شامل ہو جائیں تاکہ نہ صرف ہم بلکہ ہماری نسلیں اسلام کے شجرہ کی آبیاری میں کوشاں رہیں اور دارین کی فلاح و کامرانی ہماری مقدر بن جائے۔ اللہ کریم ہمیں نفع بخش اور سچا انسان بنائے۔ آمین

(فلسفہ اسلام اور مقام انسانیت (قسط اوّل

اسلام دین فطرت ہے ۔ اس کا ہر قانون ، ہر ضابطہ فطرت کا عظیم نمونہ ہے ۔جب ، جہاں اور جیسے انسان کی فلاح مقصود تھی اسی ترتب کے ساتھ قوانین کی وضاحت گئی ۔ اسی اعتبار سے زندگی گزارنے کا سلیقہ سِکھایا گیا۔اسلام کی نظر میں ایک انسان فقط راست قامت چلنے ، پھرنے اور بولنے والا انسان ہی نہیں بلکہ اس کی رفعت و معراج کو قران اپنی شان و عظمت کے مطابق بیان فرمایا۔اس نہایت حساس ،اہم اور قابل فکر عنوان پر چند جملے یا سطریں کفایت نہ کریں گیں ۔اسلام افراط و تفریط سے پاک دین ہے۔ جس میں نہ تو شدت ہے اور نہ ہی انسانِ کو مکمل چھوٹ ہے بلکہ معاملہ بین بین ہے ۔یعنی اعتدال کی عظیم نظیر ہے ۔اللہ عَزَّوَجَلَّنے اپنی لاریب کتاب میں جہاں اپنی مخلوق جس کے سر اس نے اشرف المخلوقات کا تاج سجایا ،جہاں اس کی تعریف و توصیف کو ذکر کیا وہاں اس کی مذمت پر بھی اپنی صفت قہاری کا اظہار فرمایا۔ جہاں اسے زمین و آسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے ۔وہاں اسے جانوروں سے پست تر بھی دکھایا گیا ہے۔آیئے تعارف انسانی قران کی زبانی جانتے ہیں ۔

)(کائنات عالم میں انسان کا مقام)(

قرآن کی عالی ترین تعریفیں بھی انسان کے بارے میں ہیں اور سخت ترین مذمت بھی۔ جہاں اسے زمین و آسمان اور فرشتوں سے برتر پیش کیا گیا ہے وہاں اسے جانوروں سے پست تر بھی دکھایا گیا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں انسان میں یہ قوت ہے کہ وہ قوائے عالم کو مسخر کر سکتا ہے اور فرشتوں سے بھی کام لے سکتا ہے لیکن اس کے برعکس وہ اپنے برے اعمال کی پاداش میں اسفل السافلین میں بھی گر سکتا ہے یعنی انسان کا کردار اس کی بقاء اور اس کی منزل کے حصول میں ایک اہم محرک ہے۔

)(انسانی اقدار)(

اللہ عزوجل نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار بنایا۔ جسے دیکھ کر اس کی عظمت و شان کا پتا چلتا ہے۔جب خالق ارض و سمٰوٰت نے انسان کو پیدا فرمایا منصب و مسند سے نوازا تو پھر اس کی جانچ پڑتال ،اس کے احتساب اور اس کی فکری ، شعوری ،مذہبی و ملی تربیت کے لیے ایک منظم نظام عطا فرمایا۔ اپنے پیغام ،اپنے احکام کی بجاآوری کے لیے انسان کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا اس شان و عظمت سے نوازا۔ بلند مرتبہ ،بلند شان انسان کے حصہ میں آئی۔

)(ربّ تعالیٰ کا خلیفہ)(

مومنین پر کرم فرمانے والے خدائے احکم الحاکمین نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ جس کا ذکر اس نے اپنی ذیشان کتاب میں فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا ()
() وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔" (سورہ بقرہ، آیت ۳۰)۔

)(مرتبہ کا احساس)(

مراتب و درجات سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سرفراز فرمایا پھر اس منصب کی ذمہ داری کا بھی احساس دلایا۔ اللہ عزوجل اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ () "اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ

تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورہ انعام ،آیت ۱۶۵)۔

مذکورہ آیت کے تفسیر خزائن العرفان میں مفسِر بیان فرماتے ہیں کہ: کیونکہ سیدِ عالَم صَلّی اللّٰہ علیہ وَسَلّم خاتَم النبّیین ہیں۔آپ صَلّی اللّٰہ علیہ وَسَلّم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی اُمّت آخرُ الاُمَم ہے اس لئے ان کو زمین میں پہلوں کا خلیفہ کیا کہ اس کے مالک ہوں اور اس میں تصرُّف کریں۔شکل و صورت میں ، حسن و جمال میں ، رزق و مال میں ، علم و عقل میں ، قوّت و کمال میں ۔یعنی آزمائش میں ڈالے کہ تم نعمت و جاہ و مال پا کر کیسے شکر گزار رہتے ہو اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے سلوک کرتے ہو۔''

)(انسان کی علمی استعداد دوسری تمام مخلوقات سے بڑھ کر ہے)(

ربّ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں انسان کو دیگر مخلوق پر صاحب شرف رکھا۔علم ایک نعمت اور بے نظیر دولت ہے ۔اس معاملہ میں بھی ربّ نے انسان کو دیگر مخلوق سے بلند مرتبہ فرمایا: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ

اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ ہٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ( ) ’’اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔‘‘ (پ ا سورہ بقرہ آیت ۳۱)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ( ) ’’بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔‘‘ (پ ا، سورہ بقرہ، آیت ۳۲)

)(اعلیٰ مراتب کے لیے سخت امتحانات سے واسطہ)(

روایتی زندگی پر غور کریں تو ہم اگر کسی کی اہمیت کو بیان، کسی کی علمی استعداد کسی کی اہلیت کی تعریف بیان کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں اللہ عزوجل اعلی مرتبہ و علمی مقام کو ارشاد فرمایا: قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۙ وَ اَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَ مَا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ ( )۔ ’’فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو

(کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔" (پ ا، سورہ بقرہ،آیت ۳۳
تفسیر خزائن العرفان: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء و جملہ مسمیات پیش فرما کر آپ کو ان کے اسماء و صفات و افعال و خواص و اصول علوم و صناعات سب کا علم بطریق الہام عطا فرمایا۔یعنی اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ میں کوئی مخلوق تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں گا اور خلافت کے تم ہی مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ کیونکہ خلیفہ کا کام تصرف وتدبیر اور عدل و انصاف ہے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خلیفہ کو ان تمام چیزوں کا علم ہو جن پر اس کو متصرف فرمایا گیا اور جن کا اس کو فیصلہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے کا سبب علم ظاہر فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ علمِ اسماء خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے ۔اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

) (انسان فطرت خدا کی آشنائی ہے) (

انسان کی فطرت خدا کی آشنائی ہے اور وہ اپنی فطرت کی گہرائی میں خدا کو پہچانتا ہے اور اس کے وجود سے آگاہ ہے : وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی

اَنۡفُسِہِمۡ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی شَہِدۡنَا اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ ہٰذَا غٰفِلِیۡنَ ()۔ ''اور اے محبوب یاد کروجب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے انکی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا،کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔'' (سورہ اعراف آیت ۱۷۲)

انسان آزاد اور مستقل شخصیت کا مالک ہے۔ وہ خدا کا امانت دار اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔اس سے یہ بھی چاہا گیا ہے کہ وہ اپنے کام اور کوششوں سے زمین کو آباد کرے اور سعادت و شقاوت کے راستوں میں سے ایک کو اپنی مرضی سے اختیار کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ :اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ()۔ ''بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے ۔'' (پ ۲۲، سورہ احزاب، آیت ۷۲)

)(انسان ذاتی شرافت اور کرامت کامالک ہے)(

انسان اپنی حقیقت کو خود اسی وقت پہچان سکتا ہے جب کہ وہ اپنی ذاتی شرافت کو سمجھ لے اور اپنے آپ کو پستی ذلت اور شہوانی خواہشات اور غلامی سے بالاتر سمجھے۔ وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا۔ ''اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اوران کو خشکی اور تری میں سوار کیا اوران کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔'' (پ ۱۵ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰

مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبول ہیں یہی ان کی سرشت ہے، ان میں عقل ہے شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اورآدمی شہوت و عقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے۔

محترم قارئین: اس عنوان پر مزید عمدہ اور مفید معلومات آئندہ تحریر میں آپ

کے ذوق مطالعہ کی نظر پیش کیا جائے گی۔

(فلسفہ اسلام اور مقام انسانیت (قسط دوم

() انسان اپنی فطری قوت سے ہر نیک و بد کو پہچان لیتا ہے ()

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰیہَا () فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰیہَا () قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰیہَا۔ ”اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔“ (سورہ شمس آیات ۹،۷)

() قلبی اطمینان ()

انسان کے لئے اطمینان قلب کے حصول کا واحد ذریعہ یاد خدا ہے اس کی خواہشات لامتناہی ہیں لیکن خواہشوں کے پورا ہو جانے کے بعد وہ ان چیزوں سے بے زار ہو جاتا ہے مگر یہ کہ وہ خدا کی لامتناہی ذات سے مل جائے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ۔ ”وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔“ (سورہ رعد آیت ۲۸)

)(اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا ہے)(

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ( ) ''اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف یقینی دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا'' (پ ۳۰، سورہ انشقاق آیت ٦)

)(زمین کی تمام نعمتیں انسان کے لئے ہیں)(

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ( ) ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ( )۔'': وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استواء (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔'' (پ ا (سورہ بقرہ آیت ۲۹،

یعنی معدنیات، سبزے جانور دریا پہاڑ جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالٰی نے انسان کے دینی و دنیوی نفع کے لئے بنائے دینی نفع اس طرح کہ زمین کے عجائبات دیکھ کرانسان اللہ تعالٰی کی حکمت و قدرت کی معرفت ہو اور دنیوی منافع یہ کہ کھاؤ پیو آرام کرو اپنے کاموں میں لاؤ۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

مِّنۡهُ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ( ) ”اور تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔“ (پ۲۵، سورہ جاثیہ، آیت ۱۳)۔

)(بندے کا کام بندگی ہے)(

خدا نے انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ دنیا میں صرف اپنے خدا کی عبادت اور اس کے احکام کی پابندی کرے پس اس کی ذمہ داری امر خدا کی اطاعت ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ( ) (سورہ حشر آیت۱۹)

اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں۔

انسان خدا کی عبادت اور اس کی یاد کے بغیر اپنے آپ کو نہیں پا سکتا اگر وہ خدا کو بھول جائے تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کس لئے ہے؟ اور یہ کہ وہ کیا کرے؟ اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور کہاں جانا چاہئے؟

انسان جونہی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اس کی روح کے چہرے سے جسم کا پردہ جو کہ روح کے چہرے کا حجاب ہے اٹھ جاتا ہے تو اس وقت اس پر ایسے بہت سے حقائق ظاہر ہوتے ہیں جو دنیا میں اس سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ( )۔ ''بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔'' (پ۲۶، سورہ ق، آیت ۲۲

انسان دنیا میں ہمیشہ مادی مسائل کے حل کے لئے ہی کوششیں نہیں کرتا اور اس کو صرف مادی ضرورتیں ہی متحرک نہیں کرتیں بلکہ وہ بعض اوقات کسی بلند مقصد کے حصول کے لئے بھی اٹھتا ہے اور ممکن ہے کہ اس عمل سے اس کے ذہن میں سوائے رضائے خداوندی کے حصول کے اور کوئی مقصد نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ( ) ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ( ) ''اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔'' (پ۳۰، سورہ فجر آیات ۲۷،۲۸)

)(انسانیت کی اصلاح)(

يَآيُّهَا النَّبِيُّ جٰهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰيهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ ''اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔'' (پ ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت: ۷۳)۔

)(فکرانگیز بات)(

انسان خداوند تعالیٰ کی طرف سے منتخب شدہ ہستی ہے۔ وہ روحانی اور مادی عناصر کا مرکب خدا آشنا فطرت کا مالک آزاد اور مختار پیغام خداوندی کا امین دنیا کا اور اپنا ذمہ دار اور نیکی اور بدی کو سمجھنے والا ہے۔ اس کی زندگی کا آغاز کمزوری سے ہوتا ہے اور قوت اور کمال کی طرف بڑھتا ہے لیکن جب وہ حالت رشد وہدایت کی تمیز کو پہنچتا ہے تو اسے صرف اسی صورت میں سکون قلب ملتا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اس کی یاد میں مشغول ہو جائے اس کی علمی اور عملی استعداد لامحدود ہے۔ وہ ذاتی شرافت اور کرامت کا حامل ہے اس کی خواہشات پر کسی طرح کا مادی اور طبیعی رنگ نہیں چڑھتا اس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے جائز فائدہ اٹھائے لیکن وہ اپنے خدا کے سامنے اپنے فرائض کی انجام دہی کا ذمہ دار بھی ہے۔

)(نادان انسان)(

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا () ''بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔'' (پ ۲۲، سورہ احزاب آیت ۷۲)

)(رب چھوٹ دیتا ہے موقع دیتا ہے)(

() وَاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ

اور مدین والے اور موسٰی کی تکذیب ہوئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر انہیں'' پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔'' (پ ۱۷، سورۃ الحج ،آیت ۴۴)

)(جلد بازی انسان کی فطرت ہے)(

انسان جب انسان سے معاملہ کرتا ہے ،کوئی کام سرانجام دیتا ہے تو ان کے جلد سے جلد ثمرات کا متقاضی ہوتا ہے۔یہی معاملہ وہ بارگاہ الٰہی میں بھی برتا ہے کہ ادھر دعا مانگی ادھر قبول ہوجائے ،ادھر عرض کیا ادھر تعبیر ہوجائے اسی

جلد باز فطرت کا تذکرہ رب تعالیٰ نے بھی پیش کیا۔ وَیَدۡعُ الۡاِنۡسٰنُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالۡخَیۡرِ وَکَانَ الۡاِنۡسٰنُ عَجُوۡلًا ( ) ۔ ”اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی (بڑا جلد باز ہے۔ (پ ۱۵، سورہ اسرائیل، آیت ۱۱

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو لیٹے بیٹھے اور کھڑے پکارنے لگتا ہے پھر جب اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو پھر وہ اپنی پہلی حالت میں آ جاتا ہے گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کو دور کرنے کے لئے اس نے کبھی ہم کو پکارا ہی (نہ تھا۔ (سورہ یونس آیت ۱۲

)(حسین یا بدصورت)(

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا انسان قرآن حکیم کی نظر میں بدصورت مخلوق بھی اور حسین مخلوق بھی ہے وہ بھی بہت حسین اور بہت بدصورت؟ کیا وہ دو طرح کی فطرتوں کا حامل ہے یعنی اس کی آدھی فطرت نور ہے اور آدھی ظلمت؟ اور ایسا کیوں ہے کہ قرآن حکیم اس کی بہت زیادہ تعریف بھی کرتا ہے اور بے انتہا مذمت بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تعریف اور مذمت اس سبب سے نہیں کہ وہ دو فطرتوں کا حامل ہے گویا اس کی ایک فطرت قابل تعریف اور دوسری قابل مذمت۔ قرآن حکیم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان اپنی استعدادی قوت کی بناء پر تمام

کمالات کا حامل ہے اور اس کا لازم ہے کہ وہ ان کمالات کو قوت سے فعل میں لائے اور یہ خود انسان ہی ہے جو اپنی ذات کا معمار ہے۔انسان کے ان کمالات تک پہنچنے کی اصل شرط ایمان ہے۔ ایمان ہی سے اس میں تقویٰ نیک عمل اور راہ خدا میں کوشش کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ایمان ہی کے ذریعے سے علم نفس امارہ کے ہاتھ میں ناجائز ہتھیار کی صورت سے نکل کر مفید ہتھیار کی صورت اختیار کرتا ہے۔پس حقیقی انسان جو کہ خلیفۃ اللہ ہے مسجود ملائکہ ہے دنیا کی ہر چیز اسی کے لئے ہے اور وہ تمام انسانی کمالات کا حامل ہے وہ انسان باایمان ہے نہ کہ انسان بے ایمان اور ناقص ہے۔ ایسا انسان حریص اور خونریز ہے وہ بخیل اور خسیس ہے وہ کافر ہے اور حیوان سے پست تر۔قرآن حکیم میں ایسی بھی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کون سا انسان ہے جس کی تعریف کی گئی ہے؟ اور وہ کون سا انسان ہے جس کی مذمت کی گئی ہے؟ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا انسان حقیقی نہیں ہے اگر انسان اس حقیقت یگانہ سے تعلق قائم کرلے جس کی یاد سے دل آرام پاتا ہے تو وہ کمالات کا حامل ہے اور اگر وہ اس حقیقت یگانہ یعنی خدا سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ ایک ایسے درخت کی مانند ہے جو اپنی جڑوں سے جدا ہو چکا ہے۔اس موضوع پر ہم ذیل میں آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں: وَالْعَصْرِ ( )اِنَّ الْاِنْسٰنَ لَفِیْ خُسْرٍ ( )اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ( ) ”اس زمانہ محبوب کی

قسم ۔بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔"(پ ۳۰ (سورۃ العصر،

ایک اور مقام پر اللہ کریم اپنے بندوں کا تعارف ارشادفرماتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ( ) "اور بے شک ہم نے جہنّم کے لئے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔"

(پ ۹، سورہ اعراف ،آیت ۱۷۹)

محترم قارئین کرام :اس عنوان پر احقر نے حتی الوسع یہ کوشش کی کہ اللہ عزوجل کا عطا کردہ انسانی تعارف پیش کیاجائے تاکہ اس ظلم وستم ڈھانے والے ،اس نفرتوں و عداوتوں کو رواج دینے والے، قوم پرستی ،تعصب کی بھینٹ چڑھنے والے ،انا و خود پسندی میں رچ بس جانے والے ،اللہ اور اللہ کے رسول کی رسی کو چھوڑنے

والے ،ذاتی مفاد ،ابن الوقت مزاج کو اپنانے والے ،اپنوں و بیگانوں کی تمیز کو پس پشت ڈالنے والے ، علم کو جہالت کی کمان بنانے والے ، معاش و معاشرت کی دھجیاں بکھیرنے والے ،مذہب کو ثانوی حیثیت دینے والے ، وحشیوں کی سی زندگی گزانے والے انسان کو بتاسکوں کہ تیرا منصب ، تیرا تعارف ، تیرا وقار، تیری عظمت ، تیری شان ، تیری ذمہ داری اور تیری پہچان کیا تھی اور تونے کدھر کی راہ لی۔تو اس شاہراہ پر چل پڑا جس کا انجام حماقت ،ضلالت و نقصان ہی نقصان ہے۔آپ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں ، کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ۔تعصب ،انانیت کی عینک اتار کرقران کا مطالعہ کیجیے۔ترجمہ و تفسیر دنیا کی کئی زبانوں میں موجود ہیں مفاہم تک رسائی آسان ہے جہاں دقت ، مشکل محسوس کریں علماء ،اہل علم و دانش سے رجوع کرکے فراخ دلی سے حق و صداقت کو جاننے کی کوشش کریں تو ان شاءاللہ عزوجل مجھے اپنے کریم رحمن و رب سے کامل یقین ہے کہ جس جس کے حق میں رشد وہدایت مقرر ہوگی اسے مل ہی کر رہے گی۔اللہ کریم ہمیں علم نافع کی دولت سے بہر مند فرمائے۔آمین

سمندر خالق کائنات کا عظیم شاہکار ہے

چرند پرند حیوانات ، نباتات ،جمادات سبھی کچھ اللہ عزوجل کی تخلیق کا شاہکار ہیں ۔اس کریم رب نے طرح طرح کی نعمتیں پیدا فرمائیں۔

دنیا میں بے شمار نعمتیں ہیں۔ مطعومات کی کمی ہے نہ مشروبات کی، ملبوسات کا شمار ممکن ہے نہ باقی اسباب زندگی کا اور اس کے علاوہ موسموں کی نیرنگی، پھولوں کی خوشبو، دریاؤں کا زیروبم، آبشاروں کا گرنا، چشموں کا ابلنا، تودوں کا پگھلنا، گھنگھور گھٹاؤں کا جھوم کر اُٹھنا، پربت پر چھائی ہوئی بادلوں کی چھاؤنی، چیڑوں کے گڑے ہوئے جھنڈے، سرسوں کے پھولے ہوئے کھیت، مسکراتی ہوئی کشت زعفران، گندم کی فصل۔ ایسی بے شمار نعمتیں اللہ نے انسان کے لیے پیدا کر رکھی ہیں لیکن ان سب کا تعلق حیاتِ انسانی سے ہے۔ جو انسان کے لیے ہیں ۔

ان بیش بہا نعمتوں میں ایک نعمت پانی ہے ۔جس کی بوند بوند انسان کے لیے نعمت ہے ۔چشمہ ،آب شاریں ،دریا، سمندر یہ سبھی قدرت کے عظیم شاہکار ہیں ۔آیئے ۔زمین کے سینہ پر خطہ کائنات کے وسیع مقام پر موجود سمندر کے بارے میں

جانتے ہیں۔

:سمندر کی پیدائش کی حکمتیں

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: وَھُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡہُ لَحۡمًا طَرِیًّا ( ) (پ ۱۴، سورۃ النحل،آیت: ۱۴)

ترجمہ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو۔

خدا تعالٰی نے سمندر کو پیدا فرمایااور اس کے کثیر منافع اور فوائد کی وجہ سے اس کو بہت وسیع کیا اور زمین کے اطراف و جنوب میں اس طرح پھیلا دیا کہ زمین کا خشک حصہ اور پہاڑ وغیرہ۔ گویا ایک چھوٹا سا جزیرہ نما بلند حصہ ہو جو ہر طرف سے پانی میں گھرا ہوا اور اسی نسبت سے زمین کے جانور ہیں ان جانوروں کی نسبت سے جو خدا نے سمندر میں بنائے ہیں یعنی سمندر میں رہنے بسنے اسلے جانور خشکی کی جانوروں سے کئی حصہ زائد ہیں اور سمندر میں خدا نے بڑے بڑے عجائبات پیدا کیے ہیں۔ جن کو دیکھ کر خالق کی قدرت نظر آتی ہے، سمندر میں حیانات جواہرات اور خوشبو دار اشیاء اس کثرت سے ہم کو ملتی ہیں کہ زمین پر اتنی افراط سے نہیں پائی جاتی اور ایسے ایسے عظیم الجثۃ جانور پانی میں پائے جاتے ہیں۔ اگر وہ کسی وقت اپنی پشت کا ایک حصہ پانی سے بلند کردیں۔ تو

اس پر کسی وسیع ٹیلہ یا پہاڑ کا شبہ ہونے لگتا ہے اور جس طرح خشکی میں انسان پرندے گھوڑے اور گائے وغیرہ مختلف انواع واقسام کے حیوانات ہیں اسی طرح اس سے کئی حصہ زائد پانی میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ جتنی اقسام کے جانور پانی میں پائے جاتے ہیں۔ خشکی میں تو دکھائی بھی نہیں دیتے پھر خدا نے عجیب قدرت وحکمت سے ان کی ضروریات کو بنایا ہے کہ اگر ان تمام باتوں کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کے لیے ضخیم کتابوں کی ضرورت ہوگی۔ خدا نے کسی خوبی اور حکمت سے موتی کو سیپی کے اندر محفوظ طریقہ سے پانی میں رکھا ہے اور مرجان کو پانی کے اندر پتھر کی چٹان کی تہ میں کس طرح محفوظ کیا ہے خدا نے بندوں پر امتناناً فرمایا ہے۔

(یَخْرُجُ مِنْہُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (پ ۲۷، سورۃ الرحمٰن، آیت: ۲۲

ترجمہ کنزالایمان: ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے

اس مرجان کے متعلق جس کا قرآن کی اس مذکورہ آیت میں ذکر ہے بعض حکماء نے کہا ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا موتی ہے جو لولو سے زیادہ اور رقیق اور چھوٹا ہوتا ہے اور اس احسان اور انعام کے ذکر کے بعد خدا فرماتا ہے۔

(فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پ ۲۷، سورۃ الرحمٰن، آیت: ۱۳

ترجمہ کنزالایمان: تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

اس آیت میں اٰلَآءِ سے مراد خدا کے انعامات و احسانات ہیں۔ اسی طرح عنبر اور دیگر قیمتی چیزوں کو دیکھو جن کو خدا نے اپنے کمالِ حکمت سے سمندر میں پیدا فرمایا۔ پانی کی سطح پر بڑے بڑے جہاز اور کشتیوں کی روانی پر نظر کرو کہ بندوں کی کتنی ضرورتیں اور کشتیوں اور جہازوں کی آمدورفت سے پوری ہوتی ہیں۔ خدا نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

(وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ۔ (پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۶۴

ترجمہ کنزالایمان: اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے۔

خدا نے کس طرح سے انسان کو سمندر پر قدرت و اختیار دیا ہے کہ وہ اس کے سینے پر مال سے لدے ہوئے کیسے بڑے بڑے جہاز ادھر سے ادھر ایک ملک سے دوسرے ملک کو لے جاتا ہے۔ اگر انسان کے پاس باربرداری کے لیے یہ سامان نہ ہو تو اس کے لیے بڑی بڑی دشواری پیدا ہو جائے اور ایک ملک کا مال اتنی کافی مقدار میں دوسرے ملک پہنچانا ناممکن ہو جائے اور اس میں کافی زیر باری مشقت پیدا ہو جائے گی۔

خدا نے اپنے بندوں پر بڑا کرم فرمایا ہے کہ اس نے لکڑی ایسی ہلکی اور مضبوط چیز بنائی جو پانی پر اتنے بوجھ کو لے کر قائم رہ سکے اور خدا نے اپنی رحمت سے انسان کو کشتیاں اور جہاز تیار کرنے کی حکمت اور سمجھ عطا فرمائی پھر

ہواؤں کو اس اندازے سے چلایا کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جہازوں اور کشتیوں کو لے جائیں اور انسان کو ہواؤں کے چلنے کے اوقات اور اس کا علم عطا فرمایا ان تمام نعمتوں کے لیے ہمیں خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

خدا کی اس قدرت کو دیکھ کر کہ اس نے پانی کیسا سیال متصل الاجزاء پتلا لطیف بنایا ہے گویا کہ تمام پانی ایک بڑا جسم ہے اور اتصال و انفصال کو جلد قبول کرلیتا ہے، کہ جلد ہی دوسرے پانی سے مل کر ایک متصل جسم ہو جاتا ہے جس میں تصرف کرنا آسان ہوتا ہے اور پانی کی روانی اور لطافت جیسی خوبیوں کی بدولت اس پر کشتی اور جہاز آسانی سے رواں ہو سکتے ہیں۔

اس کی عقل پر افسوس کرنا پڑتا ہے جو خدا کی اتنی نعمتوں اور بخششوں پر نظر نہ کرے اور غافل بنا رہے حالانکہ ان تمام چیزوں میں خدا کی قدرت و حکمت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

وفی کل شی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد

یہ تمام کمالات قدرت زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اے انسان اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ چاک کردے اور دل کی آنکھوں سے دیکھ کہ میں نے کیسی کیسی گوناگوں نعمتیں اور مفید چیزیں بنائی ہیں، کیا ان کے بنانے والا

کوئی دوسرا ہے جس کو میرے ساتھ تو شریک ٹھہراتا ہے ؟ بلکہ یہ صرف اسی واحد قادر اور حکیم کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے فائدے کے لیے بنائی ہیں۔

☆۔☆۔☆

پانی کی پیدائش کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

(وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ( ) (پ ١٧، سورۃ الانبیائ،آیت : ٣٠

ترجمہ کنزالایمان : اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ ( )

(پ ١٧، سورۃ الانبیائ،آیت : ٣٠)

ترجمہ کنزالایمان : تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں۔

خدا نے پانی جیسی ضروری چیز کو اتنی افراط سے پیدا فرما کر بندوں پر کتنا

بڑا احسان فرمایا ہے انسان حیوان نباتات سب کی زندگی کے لیے پانی کا ہونا لازمی ہے شدت پیاس میں اگر پانی میسر نہ آئے تو ایک گھونٹ پانی کے لیے ۔۔۔۔۔۔

انسان ۔۔۔۔۔۔ بڑی سے بڑی دولت دینے کے لیے آمادہ ہوگا اس وقت انسان کو پانی کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ خدا کی اتنی مفید نعمت سے ہم غفلت میں ہیں اور اس کی اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔

پھر خدا کی بڑی حکمت یہ ہے کہ اس نے اتنی ضروری چیز کو کیسی فراوانی اور افراط سے پیدا فرمایا کہ ہر انسان و حیوان ادنیٰ سی طلب کے بعد پانی حاصل کر کے اگر پانی دوسری اشیاء کی طرح ایک محدود مقدار میں ہوتا تو زندگی میں بڑی دشواریاں پیدا ہو جاتیں بلکہ نظام عالم ہی منتشر ہو جاتا ہے۔

پانی کی لطافت اور رقت پر نظر کیجئے کہ جوں ہی آسمان سے برس کر زمین پر آتا ہے درختوں کی جڑوں میں پہنچ کر ان کی غذا بن جاتا ہے اور سورج کی حرارت سے بخارات کی شکل میں اوپر کی طرف چلا جاتا ہے اور اپنی لطافت ہی کی وجہ سے غذا کو معدے میں باآسانی لے جا کر ہضم میں مدد دیتا ہے پیاس کے وقت اس کے پینے میں کیسی لذت محسوس ہوتی ہے اور اس کو پی کر ہم تمام تھکان اور بے چینی کو بھول جاتے ہیں اور جسم میں ایک راحت کو محسوس کرنے لگتے ہیں، غسل کرنے میں ہم اس کو استعمال کرتے ہیں بدن اتمام میل اس سے غسل کرکے دور

کرتے ہیں اپنے میلے اور گندے کپڑے اسی سے دھو کر صاف کرتے ہیں پانی مٹی میں آسانی سے مل جاتا ہے ہمارے مکان بنانے میں کام آتی ہے اور ہر سوکھی اور خشک چیز کو ہم پانی کے ذریعہ نرم اور تر کرلیتے ہیں طرح طرح کی مشروبات پانی ملا کر ہی تیار ہوتے ہیں۔بڑی بڑی آگ لگنے پر ہم پانی کی مدد سے اس پر قابو پالیتے ہیں اور پانی چھڑکتے ہی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ جاتے ہیں۔

اسی طرح جب انسان انتہائی غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو پانی کے دو گھونٹ پی کر اس کا غصہ دور ہوجاتا ہے اور آتش غضب سرد ہوجاتی ہے اور نزع کے عالم میں جب سکرات کی تکلیف ہوتی ہے۔ تو پانی پی کر اس میں کمی ہوتی ہے ایک مزدور دن بھر کی سخت مشقت کرکے جب پانی سے غسل کرتا ہے اور ایک گلاس پیتا ہے۔تو وہ تمام دن کی مشقت کو بھول جاتا ہے اور ہمارے تمام کھانوں میں اس کا استعمال ضروری ہے۔ اسی سے ہمارے کھانے تیار ہوتے ہیں پینے کی وہ تمام چیزیں جو مرطوب ہیں مگر بغیر پانی کے تیار نہیں ہوسکتی پس خدا کی اس بیش بہا نعمت کو دیکھ کر اس نے کسی افراط سے اس کو پیدا کیا ہے کہ آسانی سے ہم اس کو حاصل کرلیتے ہیں اور اگر اتنی افراط اور آسانی سے یہ بہم نہ ہوسکتا تو زندگی میں بڑی تنگی ہوجاتی اور ہمارا تمام عیش و راحت مکدر ہوجاتا ہے۔پس خدا کا ہزار شکر ہے کہ اس نے پانی کو پیدا فرما کر ہمیں اتنے کاموں میں استعمال کرنے کی قدرت دی اور اس سے بے شمار فائدے پہنچا کر ہماری زندگی میں بڑی سہولت عطا

فرمائی خدا کے ان انعامات کو ہم شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے۔
محترم قارئین : حدیث مبارکہ میں ہے۔
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) سرکار دو عالمصلی اللہ علیہ وسلمکا گزر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہوا جب کہ وہ وضو کر رہے تھے (اور وضوء میں اسراف بھی کر رہے تھے)آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) فرمایا "اے سعد! یہ کیا اسراف (زیادتی ہے)؟حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں! اگرچہ تم نہر جاری ہی پر (کیوں نہ وضو کر رہے) ہو۔"۔۔۔(مسند احمد بن حنبل، ابن ماجہ)
ان احادیث سے واضح ہوا کہ وضو کرتے وقت بھی پانی کے اسراف سے بچنا لازم ہے اور بے شک وضو دریا کے کنارے کیا جائے مگر افسوس صد افسوس کہ ہم لوگ وضو کرتے وقت بھی بہت زیادہ پانی ضائع کرجاتے ہیں۔
: کبھی غور کیا آپ نے کہ ہم کہاں کہاں پانی ضائع کررہے ہوتے ہیں
وضو سے پہلے مسواک کرتے وقت پانی کا نَل (ٹوٹی) کھلی رکھنا۔ایک عضاء (ہاتھ، منہ، بازو، پاؤں) دھوتے وقت پانی کا ضرورت سے زیادہ بہانا۔ بعض صابن سے ہاتھ اور منہ دھوتے ہیں تو صابن لگاتے وقت پانی کھُلا رکھنا۔ غسل کرتے وقت جب

صابن لگایا جاتا ہے تو نَل کھُلا رکھنا۔ گھروں میں خواتین بھی پانی ضائع کرتی ہیں۔ برتن دھوتے وقت پانی کا اسراف کرنا۔ کپڑے دھوتے وقت پانی کا بلا وجہ اسراف کرنا۔ گھر کی صفائی کے وقت پانی بہت زیادہ پانی استعمال کیا جاتا ہے۔

محترم قارئین ! ! ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے ۔پانی لوٹا میں یا کسی اور برتن میں ڈال کر وضو کیا جائے تو پانی ضائع نہیں ہوتا۔ اگر نَل پر ہی وضو کرنا ہے تو نَل اُسی وقت کھولیں جب کسی عضو کو دھونا ہو اور جب دھل جائے تو نَل بند کردیں۔ مسواک اور سر کا مسح کرتے وقت نَل کو بند رکھیں۔ وضو کرتے ہوئے اگر صابن لگانا ہے تو صابن لگاتے وقت نَل کو بند رکھیں۔ گھر کی صفائی ہمیشہ بالٹی میں پانی ڈال کر کریں نَل کے ساتھ پائپ لگا کر صفائی کرنے سے پانی بہت زیادہ ضائع جاتا ہے۔ برتن دھوتے ہوئے ہمیشہ کا اصول بنانا جائے کہ صابن لگاتے اور برتن کو مانجھتے وقت نَل کو بند رکھیں۔ اور یہی اصول کپڑے دھوتے وقت بھی اپنایا جائے تو پانی کے اسراف سے بچا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مواقع ہیں کہ جہاں ہم پانی کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں ۔جو سراسر غفلت ہے۔

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا (پ ۱۴، سورۃ

النحل، آیت: ۱۸)۔ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔
اللہ ہم سب کو اپنی نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق دے اور نعمتوں کی ناقدری کرنے اور اس کو ضائع کرنے سے بچائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

کون کون کامیاب ہونا چاہتا ہے؟

کامیابی کا لفظ مجھے یاد پڑھتا ہے کہ میں شاید پرائمری کا طالب علم تھا تو یہ لفظ میری سماعتوں سے گزرا تھا۔ والد محترم اکثر کہا کرتے تھے۔ آپ کو کامیاب ہونا تھا۔ ان دنوں اس کامیابی سے یہی سمجھ میں آتا تھا کہ پی این ایس کارساز اسکول سے سالانہ امتحان میں امتیازی نمبروں پر پاس ہونا ہے اور ٹرافی لانی ہے۔ لیکن جوں جوں بلوغت کی دہلیز پر پہنچا تو کامیابی لفظ کے کئی دریچے اور واہ ہوئے اور یوں لگا کامیابی تو اک جہان ہے اک دنیا ہے۔ اس دنیا میں جینے والا ہر فرد اپنے محور میں کامیابی کی خواہش رکھتا ہے۔ یہ صرف میری تمنا یا قلبی آرزو نہیں۔ بلکہ بہتیرے اس کی طلب میں خاک چھان رہے ہیں۔

میں چونکہ ایک انسٹیٹیوٹ بھی چلارہا ہوں۔ جہاں اکثر طلباء مجھ سے پوچھتے ہیں کہ سر کامیابی کیسے حاصل کی جائے تو میں انھیں اپنے تجربہ اور مشاہدہ اور مطالعہ کی بنیاد پر جو جو معلومات ہوتی ہے ان کی سماعتوں کی نظر کردیتا ہوں۔ ان دنوں میں اپنے حلقہ احباب میں دوستوں کو بہت خوف زدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں جو شاید مایوسی کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ ایک نفع بخش عنوان جس پر کچھ کہنے کی حاجت بھی ہے اور اس میں نفع عام بھی ہے۔ لہٰذا کامیابی کے عنوان پر رقمطراز ہوں۔

ہم باہمی رشتوں، نظریوں اور ضرورتوں، تہذیبوں کی صورت میں ایک زنجیر میں پروئے ہوئے ہیں :

اس کائنات عالم میں جینے کے لیے جہاں ہوا پانی اور آگ انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں وہاں اسے کائنات میں ارتقائی مراحل سے گزرنے کے لیے انسان کی معیت، رفاقت اور تعاون کی حاجت ہے۔ وہ بنا اس کے اس دنیا میں نمو نہیں پا سکتا۔ نمو سے میری مراد ترقی کے مدارج ہیں۔ ہمیں اپنی پیدائش سے لے کر موت تک دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو، ہماری کامیابی کا زینہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یاد رکھیے، "اکیلے پھول سے کبھی بھی گلدستہ تشکیل نہیں دیا جا سکتا۔" یعنی کامیابی کے حصول میں پہلی چیز انسانوں سے تعلقات استوار کرنا ہے۔ کیوں کہ جس منزل کا حصول ہے اس کا تعلق بھی انسانوں کی دنیا ہی سے تعلق ہے۔

جہد مسلسل :

یہ ایک آفاقی قانون ہے کہ ہم کچھ کیے بغیر کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ زندگی میں کامیابی کی قیمت، مسلسل جدوجہد کی صورت میں ادا کرنا پڑتی ہے۔ صرف اور صرف ایک صحت مند جسم ہی بے پناہ توانائی کے ساتھ کام کر سکتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی کی تین بنیادی ضروریات یعنی کھانا، ازدواجی تعلقات اور سونے میں افراط و تفریط سے کام لیں تو اس سے ہماری صحت اور ذہنی سکون بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ یاد رکھیے کہ "کامیابی کا 1% انحصار آپ کے جذبہ عمل اور 99% انحصار آپ کی مسلسل جدجہد سے تعلق ہوتا ہے۔

: تفکر وتدبر کی اہلیت

اللہ تعالی نے ہم میں سے ہر ایک کو بے پناہ تخلیقی قوت ، فکر و نظر کی دولت عطا کی ہے۔ مگر یہ قوت ہماری شخصیت کی کسی گہرائی میں پائی جاتی ہے۔ جس طرح ایک نگینہ ساز کو اپنے اوزاروں کی مدد سے پتھر کو تراش کر اس کے اندر سے ایک قیمتی پتھر برآمد کرنا پڑتا ہے، بالکل اسی طرح ہمیں اپنی تخلیقی صلاحیت کو دریافت کرنے کے لئے اپنی شخصیت کی تراش خراش کرکے روایتی طرز فکر سے نجات حاصل کرنا پڑتی ہے۔ یہاں ایک نکتہ عرض کرتا چلوں کہ اگر آپ وہی کچھ کرر ہے ہیں جو آپ معمول کے مطابق کرتے ہیں تو پھر آپ وہی کچھ ہی حاصل کرپائیں گے جو آپ اس وقت حاصل کر رہے ہیں۔

:اعتماد کامیابی کا زینہ ہے

ایک چیز میرے مشاہدے میں آئی کہ ہماری اک تعداد ہے جو اپنے زعم میں بہت کچھ کر گزرنے کا عزم رکھتی ہے لیکن وہ اپنے عزم کو شرمندہ تعبیر کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے کیوں؟ کبھی غور کیا۔؟ایک ایسا باصلاحیت شخص جس میں خود اعتمادی کی کمی ہو، اس کار کی طرح ہے جس میں اسپارک پلگ نہ لگے ہوئے ہوں۔ خود اعتمادی ایسا کشتہ ہے جو ہماری توانائی کو کئی گنابڑھا دیتا ہے۔یاد رکھیے، "وہی شخص کامیاب ہوتا ہے جو یہ سمجھتا ''ہے کہ وہ واقعتاً کچھ کر سکتا ہے۔

: قادرالکلام

جس جس کو قدرت نے قوت گویائی عطافرمائی ہے ۔یقینا وہ بولتا ہے، گفتگو کرنا ہے اپنا مافی الضمیر دوسرے تک پہنچاتا ہے ۔ لیکن ہر کلام کا اثر اور اس کے ثمرات جدا جدا ہوتے ہیں ۔ بعض لوگ کوئی بات کرتے ہیں لیکن کوئی ان کی بات پر کان نہیں دھرتا لیکن اسی بات کو کوئی ایک قادر الکلام شخص کہتا ہے جو گفتگو کے گُر کو جانتا ہے جو الفاظ کی ترتیب اور بات کرنے کے سلیقہ سے واقف ہے ۔اس کی بات کو نہ صرف سنا جاتا ہے بلکہ اس پر عمل درآمد بھی کیاجاتا ہے اور ایک اچھاتاثر بھی باقی رہتا ہے ۔یہ وہ ہنر ہے جس کی بدولت آج دنیا میں لوگ ترقی کے زینے طے کر رہے ہیں ۔ معاشرے میں مقام حاصل کر رہے ہیں ۔اسی فن کی بدولت آپ کے پاس دوسروں کو قائل کرنے کی صلاحیت آ جاتی ہے۔ یاد رکھیے کہ "خوبصورت آواز رکھنے والا پیدائشی طور پر اس نعمت سے مالا مال ہوتا ہے ۔ لیکن ایسا نہیں کہ جس کی آواز ویسی نہیں وہ فن ترنم سے محروم رہ جائے گابلکہ جستجواور محنت کی بدولت اس فن کا حصول بھی ممکن ہے ۔ جو سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس الفاظ کا چناو درست نہیں، لہجہ میں کمی ہے ۔بات بات پر رکاوٹ محسوس ہوتی ہے وہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور درست اور پرتاثیر کلام کرنے والوں کی معیت اختیار کریں ۔ جلد ہی اپنے اندر بہتری محسوس کریں گے ۔ میں اپنی ہی بات کرتا ہوں ۔ میری بیٹھک ادیب اور شعراء طبع کے لوگوں کے ساتھ ہے ۔جہاں ثقیل گفتگو کا رجحان ہے ۔اب اکثر گھر میں بھی کبھی بات ہوتی ہے تو میں کوئی لفظ یا پھر ضرب المثل ایسی داغ دیتا ہوں جو شاید ہی عوام کی سماعتوں سے گزری ہو۔ لیکن کیوں کہ اہل خانہ مزاج کو سمجھ گئے ہیں اب میں دیکھتا ہوں کہ

میری ہمشیرہ بھی بعض لفظ اردو کے ایسے استعمال کرتی ہیں جو کافی ثقیل ہوتے ہیں۔ بہر حال مشکل لفظ کا استعمال کوئی طرہئ امتیاز نہیں۔ یہاں میرا مقصود آپ کو معیت و رفاقت کے اثرات کی نظیر بتلانا تھا۔ شاعر تو پیدائشی شاعر ہوا کرتے ہیں مگر ایک عام شخص کو بھی تربیت دے کر ایک اچھا خطیب بنایا جا سکتا ہے۔

: اپنی ترجیحات پر غور کریں

انسان کسی بھی چیز کو اگر ترجیحات کی بنیاد پر اہمیت دیتا ہے۔ کبھی محسوس کیا ہو گا کہ آپ ایک شادی ہال میں بیٹھے ہوں تو ایک شخص میز کے گرد بیٹھے افراد سے بات کر رہا ہوتا ہے لیکن ان پانچ لوگوں میں ترجیحات کی بنیاد پر کسی ایک کی جانب اس کا التفات زیادہ ہو گا جس کی جانب ہو چہرہ کرے اسے مخاطب کرے گا یا پھر اس کی بات کو توجہ سے سنے گا۔ اور جسے وہ ترجیح نہیں دے رہا ہو گا اس کی بات کو سنی ان سنی کر دے گا۔ اب یہ ترجیح کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جب انسان کے ذہن میں کوئی مقصد تشکیل پا جاتا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لئے انسان عمل کی بلندیوں کو چھونے لگتا ہے۔ جو اس کی ترجیحات ہوتی ہیں اس کی جانب پیش قدمی شروع کر دیتا ہے اور اسی شدت سے کوشش کرتا ہے جتنی اس چیز کی اہمیت اس کے دل میں آراستہ پیراستہ ہو گی۔ اپنے اندر وہ جنوں پیدا کیجیے۔ خود کو اپنے ہدف کو پانے کے لیے عمل کی بھٹی میں کندہ بنانے کے لیے تیار کر لیں۔ جتنا بڑا مقصد ہو گا اتنی بڑی آزمائشیں اور تکالیف راہوں میں استقبال کر رہی ہوتی ہیں۔

: کامیابی میں حافظہ بھی ایک اہم عنصر ہے

یادداشت ہی ہمارے ذہن کے استعمال کا پیمانہ ہے۔ اچھی یادداشت کا راز یہ ہے کہ ہم معلومات کو ذہن میں منظم انداز میں رکھیں تاکہ ضرورت پڑنے پر ان معلومات کو فوراً ذہن سے اخذ کیا جا سکے۔ عمر، تعلیم اور ذہانت سے قطع نظر ہم میں سے ہر ایک اچھی یادداشت کا مالک ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس یادداشت کو استعمال نہیں کریں گے تو جلد ہی اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

:کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اپنی خامیوں پر غور کرنا ہوگا

اپنی خامیاں اور کوتاہیاں اپنے سامنے لائیں اور انکو اپنی بری حرکتوں سمیت ایک گڑھا کھود کر اس میں دبا دیں اپنے اردگرد لوگوں پر نظر دوڑائیں کامیاب اور مثالی زندگی گذارنے والوں کی خوبیاں نوٹ کریں اور پھر انہیں اپنے اندر سمیٹ لیں اپنے راستے کا تعین کریں اور پھر ایک بار پوری ایمانداری کے ساتھ اس پر چل پڑیں آپ کو ایسے محسوس ہوگا کہ جیسے مشکلات کا ایک پہاڑ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔

مگر ہمت اور حوصلے سے آپ اس پہاڑ کو عبور کرنا شروع کر دیں اسکے بعد پھر کامیابیاں آپ کے ساتھ ساتھ چلنا شروع ہو جائیں گی آپ ثابت قدم رہے تو پر آپ کے ساتھ چلنے والی وہی کامیابیاں آپ کے قدم چوم لیں گی اسکے بعد آپ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے مرنے کے

بعد بھی آپ کی تاریخ کے جھرکوں سے باہر جھانکتے رہیں گے اور لوگ آپ کی کامیابی کے قصے سنایا کریں گے مگر شرط صرف ایمانداری ہے کیونکہ یہی کامیابی کا راز ہے۔

محترم قارئین: امید ہے کہ میرے ان معروضات پر ضرور غور فرمائیں گے۔میں اگرچہ خود کو کامیاب انسان تصور نہیں کرتا لیکن کامیاب ہونے کی امنگ مجھ میں ضرور ہے ۔ناکامیوں میں مجھے کامیابی حاصل کرنے کا سلیقہ سکھادیا ہے ۔مایوسی کو زندگی سے نکال دیں ۔اور امید کو ماتھے کا جھومر بنالیں ۔سب کو کامیابیاں عطافرمانے والے رب پر توکل کرلیں ۔تو ان شاء اللہ عزوجل جلد آپ کا شمار بھی کامیاب لوگوں میں ہوگا۔جی ہاں ! یہ وہ سچ ہے جس پر تاریخ اور سیرت کی کتب میں دیوان کے دیوان موجود ہیں ۔ناکامی کے حصار سے کیسے چھٹکارا ملا اور لوگوں نے کامیابیاں کیسے حاصل کیں ۔اپنے آپ سے وفا کرنا سیکھیں ۔اپنے اندر کے موسم کو خوشگوار بنائیں ۔باہر کا موسم بھی اچھا لگنے لگے گا۔مسکرانے کا ہنر اپنا لیجیے ۔میں دعا گو ہوں اللہ عزوجل ہم سب کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں عطافرمائے ۔

اشتہار لگانا منع ہے

انسانیت فطرتاً نفاست پسند ہے۔ گند کچرا، آلودگی، بے ترتیبی وغیرہ اسے کسی طور پر بھی پسند نہیں۔ایک اچھے انسان کے لیے ضابطہ اخلاق، قوانین مذہب وملّت اس کے ماتھے کا جھومر ہورے ہیں۔ان کی پاسداری وہ اپنا فریضہ جانتا ہے۔لیکن انہی انسانوں میں بعض وہ ہوتے ہیں جو اس کے برعکس کام کرتے ہیں۔جو دوسروں کے لیے ایذااور عار کا باعث بنتے ہیں۔چنانچہ کوئی بھی ملک یا ریاست اپنے باسیوں کو درست سمت چلانے اور انسانی معاشرے کی ساکھ کو بحال رکھنے، حسن معاشرت کو قائم رکھنے اور زندگی کو درست ستور پر استوار کرنے کے لیے اپنی خارجی و داخلی پالیساں بناتی ہے۔اپنے باشندوں، شہریوں سے اس پر عمل کا مطالبہ کرتی ہے۔ہم چونکہ مسلمان ہیں اور ہمارے پیش نظر ایک نکتہ ہوتا ہے کہ جو جو وضع کردہ قوانین شریعت سے متصادم نہیں ان پر عمل کو روارکھنے میں، دوسروں کو اس پر عمل کروانے میں کچھ غفلت نہیں برتی جاتی۔اس تحریر میں میں جس جانب آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم خود ہی اپنے ہاتھوں اپنی دنیا کا حسن برباد کررہے ہوتے ہیں۔اپنے ہی کردار سے اپنی دنیا کا چین سبوتاژ کررہے ہوتے ہیں۔آپ بھی دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں اور میں بھی اہل فن کی فنکاری کو ملاحظہ کرتا ہوں۔''چند ہی دن میں محبوب قدموں میں ۔۔۔۔شادی''

سے پہلے اور شادی کے بعد اپنا چیک اپ ضرور کروائیں ''۔ایک ٹیلی فون کال پر آپ کا مسئلہ حل ''۔''اچھے خاندانوں میں رشتہ کے لیے ان نمبر پر رابطہ کیجیے ''۔ گو فلاں گو۔''فلاں ہائے فلاں ہائے ''۔اور بہت سے ایسے نقوش اس ملک کے طول و عرض میں واقع دیواروں پر نقش ہوتے ہیں کہ بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ بہن بیٹی ساتھ ہوتا نظر نوشتہ دیوار پڑھ کر بندہ زمین میں گڑھ جائے۔کیا کہتے ہیں ہے نا ایسا!!!!یا میں کالم نگار ہوں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ عید کے دنوں میں میری والدہ نے گھر کی بیرونی دیوار اچھی بھلی دیہاڑی دے کر چونا کروایا کہ گھر کا حسن بحال رہے۔میرے خیال میں بمشکل مہینہ بھی نہیں گزرا تھا تو کسی ادیب بے ادب محرر بے مہار نے کسی تنظیم کی چاکنگ کردی تھی۔مجھے بہت تکلیف ہوئی۔یقینا آپ، میں سے بھی ایسے ہوں گے جس اس تکلیف سے گزرے ہوں گے۔ذرا تحمل سے سوچیے کیا یہ دیواریں انہی کاموں کے لیے رہ گئی تھیں ؟ہمیں، ہمارے ادارے، ہماری تنظیم ہماری فرم کو اس اشتہار باری کرنے کے لیے دوسرے شہریوں کی املاک پر اشتہار باری، کا حق کس نے دیا؟کیا یہ مہذب معاشروں کو زیب دیتا ہے ؟

محترم قارئین !یہ عمل نہ اخلاقاً نہ مذہباًاور نہ ہی مذہباً درست ہے۔آیئے !میں آپ کو اپنے پیاروں کی زندگیوں کے گوشوں کی سیر کرواتا ہوں کہ وہ کس قدر انسانی حقوق، معاشرتی حقوق، ملی و مذہبی حقوق کے پاسدار تھے۔ان کے لیے

انسانی قدریں کس قدر اہمیت رکھتی تھیں۔

تفسیر کبیر میں کروڑوں حنفیوں کے امام، عظیم مفکر، منبع علم ودانش، پیکر شریعت حضرت سیدنا امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے متعلق ایک واقعہ پڑھا ایمان تازہ ہوگیا۔آپ بھی پڑھیے ! اپنے ایک مقروض مجوسی سے قرض کی وصولی کے لیے تشریف لے گئے، گھرکے قریب اتفاق سے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی جوتی، چپل کیچڑ سے آلودہ ہو گئی۔ اس کو صاف کرنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جھاڑا تو کچھ گندگی اُڑ کر مجوسی کی دیوار سے لگ گئی۔آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس اُلجھن میں پڑ گئے کہ اگر صاف نہیں کروں گا تو دیوار گندی رہے گی، گندگی کھرچوں گا تو مٹی وغیرہ جھڑے گی اور یوں دیوار کو نقصان پہنچے گا اسی کشش وپنج میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا، جب مجوسی نے باہر نکل کر امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کو دیکھا تو سٹپٹا گیا کہ ہو نہ ہو آپ اپنا قرضہ طلب فرمائیں گے لہٰذا معذرت چاہنے لگا۔آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے دیوار کا قصہ بتا کر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب آپ ہی تدبیر بتایئے تاکہ یہ دیوار صاف ہوجائے۔اُس مجوسی نے جب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا یہ تقوی اورحسن اخلاق دیکھا تو بول اٹھا: دیوار کی گندگی رہنے دیجئے پہلے مجھے داخل اسلام کرکے میرے دل کی گندگی صاف کردیجئے پھر الحمد للہ عزوجل وہ مجوسی مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

محترم قارئین !آپ خود بتائیں ایک طرف اسلاف کا روشن کردار دوسری جانب ہم بداطوار۔ یہ مقام تاسف ہے کہ نہیں ۔کہ ہم کس ڈگر پر چل پڑے ہیں ۔یہاں ضمناً ان احمقوں کی دنیا کے شہزادوں کو بھی بتاتا چلوں جو ہر بات میں اسلام کو کمزور دین ثابت کرنے پر تلے رہے ہیں ۔جدیدیت کے نام پر حماقت ، شرارت و ضلالت کا پرچار کرتے پھرتے ہیں ۔دوسری قوموں کی مثالیں دیتے نہیں تھکتے ۔او ! اللہ کے بندے تیرے بزرگوں کی تاریخ انسانیت کی عظمت کا بہترین باب ہے ۔تجھے کہیں اور جانے کی حاجت نہیں ۔اسلام ہی تو ہے جس نے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی ڈسکس کیا ہے ۔حل بتایا ہے ۔معذرت میں موضوع سے ہٹ گیا۔ ضمناً ایک بات تھی عرض کردی ۔بہر حال حکیم، نجومی، ادویہ ساز اداروں، سیاسی، سماجی، مذہبی اور لسانی تنظیموں سبھی کا نشانہ یہ دیواریں ہیں۔ دیواروں میں ہمارے سماج کا چہرہ بھی نظر آتا ہے۔ ہم ان سے معاشرے کے مختلف رجحانات کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں مگر چونکہ اب دیواروں پر لکھنا، پوسٹر اور جھنڈے لگانا جرم بن گیا ہے اور مجرم کو اس کی سزا بھگتنا ہوگی۔ میری معلومات کے مطابق حکومت نے ایک قانون منظور کیا ہے جس کے تحت دیواروں کو تشہیری مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر کم سے کم چھ ماہ قید اور پانچ ہزار جرمانہ کیا جائے گا ۔اس قانون کے مطابق شہری اور دیہی علاقوں کی نجی اور سرکاری عمارتوں کی دیواروں اور دوسری جگہوں پر مالکان یا متعلقہ حکام کی مرضی کے بغیر کسی بھی قسم کی

چاکنگ کرنا اور پوسٹر لگانا جرم تصور کیا جائے گا اور اس کی صفائی پر آنے والے اخراجات بھی ذمے داروں سے وصول کیے جائیں گے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ اس قانون کے ذریعے لوگوں کو انتقام کا نشانہ بنایا جائے۔ لہذا مکمل تحقیقات کے بعد ہی کوئی کارروائی عمل میں لائی جائے اس کام کیلئے اس جرم کا مقدمہ درج کرنے سے قبل خصوصی کمیشن صورت حال کا جائزہ لے گا۔ اور اس کی سفارش کی روشنی میں جرم کا تعین کیا جائے گا۔
محترم قارئین ! ہم لکھ کر بول کر برائیوں کے خاتمے اور اچھائیوں کے پرچار کا علم لیے میدان عمل میں محو سفر ہیں ۔آپ کے تعاون ،آپ کی شفقت کے بغیر ثمرات و نتائج کا حصول مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ۔تو پھر آپ جو کر سکتے ہیں خدارا اتنا ضرور کیجیے ! وال چاکنگ کرنے والے ،اداروں ، تنظیموں سے دست بہ دست اپیل ہے آج کے جدید دور میں تشہیر کے اور بہت سے مہذب اور مؤثر ذرائع موجود ہیں ۔ان سے استفادہ کریں ۔ان دیواروں پر لکھنے کی بجائے ۔اپنے کردار و گفتار ،اچھی عادات واطور سے دلوں کی دنیا میں اپنی محبت ،اپنی شفقت کے ایسے گہرے نقوش چھوڑ جائیں کہ عالم فنا سے عالم بقاء کو بھی چلے جائیں تو دنیا برسوں اپنے دلوں پر کندہ آپ کے عظیم کردار کے اشتہار کی تشہیر کرتی رہے۔

!!اچھا سوچو! بری سوچ سے بچو

جا جا میرا تیرا جینا مرنا ختم ۔اب مجھ سے بات نہ کرنا۔ تو میری قبر پر بھی نہ آنا۔اور بہت سے ایسے جملے جنھیں سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ کسی کے میلے کچیلے کپڑے دیکھ کر غلط گمان کرنا۔ماجرا کیا ہے۔ بعض مرتبہ نوبت قتل و غارت تک چلی جاتی ہے ۔لیکن جب اس کے پیچھے اصل محرک کا سراغ لگایا جاتا ہے کہ یہ نوبت آئی کیسے ؟ یہ دوریاں ہوئیں کیسے ؟ یہ طلاق ، یہ نفرتوں و عداوتوں کا تعفن پھیلا کیسے تو ؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے بد گمانی کا ہاتھ ہے۔ کسی دوسرے کے متعلق غلط گمان کی بدولت آج گھر کا سکون برباد ہوگیا۔ شوہر نے بیوی کو طلاق دے دے۔ بھائی بھائی سے دور ہوگیا۔زید نے بکر کو طیش میں آکر قتل کر دیا۔یعنی بدگمانی اس قدر مضر ہے ۔بد گمانی کہتے ہیں ۔''ہر وہ خیال جو کسی ظاہری نشانی سے حاصل ہوتا ہے گمان کہلاتا ہے جس کو ظن بھی کہتے ہیں۔ (1) حسن ظن (یعنی اچھا گمان) (2) سوئے ظن (یعنی بُرا گمان) جسے بد گمانی بھی کہتے ہیں۔

تاریخ کی کتب میں ایک واقعہ ملتا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز ادا کرنے گیا، وہاں میں نے دیکھا کہ ایک مالدار تاجر بیٹھا ہے اور قریب ہی ایک فقیر دعا مانگ رہا ہے: یا الٰہی عزوجل ! آج میں اس طرح کا کھانا

اور اس قسم کا حلوہ کھانا چاہتا ہوں۔ تاجر نے یہ دعا سن کر بدگمانی کرتے ہوئے کہا: اگر یہ مجھ سے کہتا تو میں اسے ضرور کھلاتا مگر یہ بہانہ سازی کر رہا ہے اور مجھے سنا کر اللہ تعالی سے دعا کر رہا ہے تاکہ میں سن کر اسے کھلا دوں، واللہ! میں تو اسے نہیں کھلاؤں گا۔ وہ فقیر دعا سے فارغ ہو کر ایک کونے میں سو رہا کچھ دیر بعد ایک شخص ڈھکا ہوا طباق لے کر آیا اور دائیں بائیں دیکھتا ہوا فقیر کے پاس گیا اور اُسے جگانے کے بعد وہ طباق بصد عاجزی اس کے سامنے رکھ دیا، تاجر نے غور سے دیکھا تو یہ وہی کھانے تھے جن کے لئے فقیر نے دعا کی تھی۔ فقیر نے حسب خواہش اس میں سے کھایا اور بقیہ واپس کر دیا۔

تاجر نے کھانا لانے والے کو اللہ تعالی کا واسطہ دے کر پوچھا: کیا تم انہیں پہلے سے جانتے ہو؟ کھانا لانے والے نے جواب دیا: بخدا! ہر گز نہیں، میں ایک مزدور ہوں میری زوجہ اور بیٹی سال بھر سے ان کھانوں کی خواہش رکھتی تھیں مگر مہیا نہیں ہو پاتے تھے۔ آج مجھے مزدوری میں ایک مثقال (یعنی ساڑھے چار ماشے) سونا ملا تو میں نے اس سے گوشت وغیرہ خریدا اور گھر لے آیا۔ میری بیوی کھانا پکانے میں مصروف تھی کہ اس دوران میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھیں تو کیا سوئیں، سوئی ہوئی قسمت انگڑائی لے کر جاگ اٹھی، مجھے خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا جلوہ زیبا نظر آگیا، میں نظارہ

محبوب میں گم تھا کہ لبہائے مبارکہ کو جنبش ہوئی، رحمت کے پھول جھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: آج تمہارے علاقے میں اللہ عزوجل کا ایک ولی آیا ہوا ہے، اس کا قیام مسجد میں ہے۔ جو کھانے تم نے اپنے بیوی بچوں کے لئے تیار کروائے ہیں ان کھانوں کی اُسے بھی خواہش ہے، اس کے پاس لے جاؤ۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق کھا کر واپس کردے گا، بقیہ میں اللہ تعالی تیرے لئے برکت عطا فرمائے گا اور میں تیرے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ نیند سے اُٹھ کر میں نے حکم کی تعمیل کی جس کو تم نے بھی دیکھا۔

وہ تاجر کہنے لگا: میں نے ان کو انہی کھانوں کے لئے دعا مانگتے سنا تھا، تم نے ان کھانوں پر کتنی رقم خرچ کی؟ اس شخص نے جواب دیا: مثقال بھر سونا۔ اس تاجر نے اسے پیش کش کی: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مجھ سے دس مثقال سونا لے لو اور اس نیکی میں مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنا لو؟ اس شخص نے کہا: یہ ناممکن ہے۔ اس تاجر نے اضافہ کرتے ہوئے کہا: اچھا میں تجھے بیس مثقال سونا دے دیتا ہوں۔ اس شخص نے اپنے انکار کو دہرایا حتی کہ اس تاجر نے سونے کی مقدار بڑھا کر پچاس پھر سو مثقال کردی مگر وہ شخص اپنے انکار پر ڈٹا رہا اور کہنے لگا: واللہ! جس شے کی ضمانت رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دی ہے، اگر تو اس کے بدلے ساری دنیا کی دولت بھی دیدے پھر بھی میں اسے فروخت نہیں کروں گا، تمہاری قسمت میں یہ چیز ہوتی تو تم مجھ سے پہل کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالی اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہے۔ تاجر

نہایت نادم وپریشان ہوکر مسجد سے چلاگیا گویا اُس نے اپنی قیمتی متاع کھودی ہو۔

! محترم قارئین

معلوم ہوا کہ کسی کے ظاہری لباس کی سادگی دیکھ کر اسے حقیر نہیں جاننا چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ''گدڑی کا لعل '' ہو جیساکہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارمدینہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بہت سے بوسیدہ کپڑے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پراللہ عزوجل کی قسم کھالیں تو اللہ عزوجل ان کی قسم پوری فرماتا ہے۔ ''ہم ایک دوسرے کے متعلق شکوک و شبہات کی وجہ سے بد گمانی کا شکار ہوتے ہیں ۔اپنے خونی رشتوں کو بھی اس بد گمانی کی وجہ سے کھو بیٹھتے ہیں ۔اپنے سچے اور حقیقی دوستوں کو بھی گنوابیٹھتے ہیں ۔یوں اس بد گمانی کی وجہ سے ہم ہوتے ہیں اور ہماری تنہائی ۔لوگ بہت تیزی کے ساتھ ہم سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں ۔اور ہم کفِ افسوس ملتے رہ جاتے ہیں ۔آپ خود بھی اچھے بنیں اور دوسروں کے متعلق بھی اچھے گمان رکھیں ۔ہمیشہ یادرکھیں ! مثبت سوچ تعمیر شخصیت اور ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ۔اللہ عزوجل ہمیں دوسروں کے لیے نیک اور پاکیزہ خیالات رکھنے اور انکے لیے اچھے اور نفع بخش کام کرنے کی توفیق عطافرمائے ۔آمین

نہیں غصہ نہیں

ماتھے پر پڑے شکن ۔ پھولتی سانسیں۔ متغیر چہرہ کسی طور پر بھی اس میں خیر کی خبر نہیں ۔آج تو یا یہ رہے گی یا میں ۔ بس ۔ اسی طرح کے کئی منظر ہم اپنے معاشرے میں ملاحظہ کرتے ہیں ۔ جوں ہی ہمارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے ہم آگ بگولہ ہو جاتے ہیں ۔ پھر ہم یہ نہیں دیکھتے کہ جس پر ہم برس پڑے ہیں ۔ وہ عمر میں ہم سے چھوٹا ہے کہ بڑا۔ وہ رشتے میں باپ ہے یا ماں ؟ بہن ہے یا بھائی ؟ بیٹی ہے یا بیٹا۔ بیوی ہے یا شوہر ؟ بس اعصاب کام چھوڑ دیتے ہیں اور چند لمحوں میں ہم وہ کر گزرتے ہیں کہ پھر صدیاں بیت جاتی ہیں اس خطا کہ ازالے میں۔

انسان کا مزاج طرح طرح کی کیفیات اور عادات سے بنتا ہے۔ عام حالات اور خوش گوار ماحول میں مثبت جبکہ ذہنی تناؤ اور خلاف طبع بات پر ہمارا ردعمل یک سر مختلف ہوتا ہے۔ کوئی ناخوش گوار بات یا کسی کا غلط طرز عمل ہی نہیں بلکہ اکثر معمولی بات بھی اشتعال کا باعث بن جاتی ہے اسی طرح اپنے مقصد کے حصول میں کسی کا رُکاوٹ بننا اور آڑے آنا بھی ہمارا مزاج برہم کر سکتا ہے بہر کیف مذکورہ عوامل وغیرہ میں سے کسی کے بھی سبب نفس کا اس طور پر جوش مارنا جو دوسرے سے بدلہ لینے پر اُبھارے غصہ کہلاتا ہے اگرچہ یہ تمام معاملات

ہماری فطرت میں داخل ضرور ہیں لیکن ہمیں ان پر قابو پانے اور اس سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ یہ ہمارے ہوش و حواس کا دشمن اور سماجی تعلقات کا قاتل ثابت ہو سکتا ہے مثلاً غصہ کا شکار فرد اپنی زبان اور جسمانی طاقت کا ناجائز اور نہایت بُرا استعمال بھی کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس صلہ رحمی اور درگزر جیسی صفات سے کام لینے سے زندگی کی کئی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔

غصہ دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے لیے خسارے کا باعث ہی بنتا ہے۔ دنیاوی اعتبار سے دیکھا جائے تو غصہ ہی اکثر دنگا فساد، بھائیوں میں افتراق، میاں بیوی میں طلاق، آپس میں منافرت، قریبی رشتوں میں دراڑ اور دائمی جدائی کے ساتھ بسا اوقات قتل و غارت کا موجب ہوتا ہے۔ غصے کی حالت میں انسان کسی کی دل آزاری یا حق تلفی کر جاتا ہے، جس کی پکڑ قیامت کے روز ہو گی جبکہ اپنے غصے کو قابو میں رکھنے والوں کے متعلق احادیث میں بکثرت بشارتیں وارد ہوئیں چنانچہ چند فرامین مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم مندرجہ ذیل ہیں۔

محترم قارئین !اس نقصان دے غصے کی اسلام پرزور مذمت کرتا ہے اور غصے پر قابو پانے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے : ''طاقتور وہ نہیں

جو پہلوان ہو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔''

آیئے میں اسی موضوع کے متعلق اسلاف کی سیرت کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ کسی نے سیدنا شعبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو گالی دی آپ نے فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو اللہ عزوجل میری مغفرت فرمائے اور اگر تو جھوٹ کہتا ہے تو اللہ'' عزوجل تیری مغفرت فرمائے۔'' اسی طرح ایک شخص سیدنا بکر بن عبداللہ مزنی کو سر عام بُرا بھلا کہے جارہا تھا مگر آپ خاموش تھے۔ کسی نے عرض کی، آپ جوابی کاروائی کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا: میں اس کی کسی برائی سے واقف ہی نہیں کہ اسے برا کہہ سکوں، بہتان باندھ کر سخت گنہگار کیوں بنوں؟ سبحان اللہ! عزوجل یہ حضرات قدسیہ کتنے احسن انداز میں غصے کا علاج فرمالیا کرتے تھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اپنے نفس کے واسطے غصہ کرکے مدمقابل پر چڑھائی کرنے میں بھلائی نہیں جیسا کہ حضرت ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں کہ میں اپنے غلام کی پٹائی کر رہا تھا کہ میں نے ایک آواز سنی'' اے ابو مسعود! تم اس پر جتنی قدرت رکھتے ہو اللہ اس سے زیادہ تم پر قدرت رکھتا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود تھے۔ انہوں نے جوں ہی اپنے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا

اور ناراضی کا ڈر محسوس کیا تو فوراً غلام کی پٹائی سے اپنا ہاتھ روک لیا یہی نہیں بلکہ اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے کفارے میں غلام کو آزاد کر دیا۔ (صحیح مسلم، ص ۹۰۵، حدیث ۳۵)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک سے کام لینے ہی میں عافیت ہے لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ جب کسی پر غصہ آئے تو اپنے آپ کو اس طرح سمجھائیے مجھے دوسروں پر اگرچہ کچھ قدرت حاصل بھی ہے تو اس سے بے حد زیادہ اللہ عزوجل مجھ پر قادر ہے اگر میں نے غصے میں کسی کی دل آزاری یا حق تلفی کر ڈالی تو قیامت کے روز اللہ عزوجل کے غضب سے میں کس طرح محفوظ رہ سکوں گا۔

حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ الغفار نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اُس مکان کے بالکل متصل ایک یہودی کا مکان تھا۔ وہ یہودی بُغض وعناد کی بنیاد پر پرنالے کے ذریعے گندا پانی اور غلاظت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کاشانہ عظمت میں ڈالتا رہتا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش ہی رہتے آخرکار ایک دن اُس نے خود ہی آکر عرض کی، جناب! میرے پرنالے سے گزرنے والی نجاست کی وجہ سے آپ کو کوئی شکایت تو نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت ہی نرمی کے ساتھ فرمایا: پرنالے سے جو گندگی گرتی ہے اُس کو جھاڑو دے کر دھو ڈالتا ہوں۔ یہودی نے کہا، آپ کو اتنی تکلیف ہونے کے باوجود غصہ نہیں آتا؟ فرمایا: آتا تو ہے مگر پی جاتا ہوں کیونکہ

پارہ 4 سورہ ال عمران آیت نمبر 134 میں خدائے رحمٰن عزوجل کا فرمان محبت نشان ہے: وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (پ ۴، ال عمران، آیت ۱۳۴) ترجمہ کنزالایمان: ''اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ (عزوجل) کے محبوب ہیں۔'' یہ جواب سن کر وہ یہودی مسلمان ہوگیا۔

محترم قارئین! اسے کہتے ہیں روشن کردار۔ زیادتی کرنے کے باوجود سامنے والے پر برس نہیں پڑے، غصہ نہیں کیا بلکہ برے فعل کا بدلہ بھی خوبصورت دیا۔

صبر کرنے، نرمی سے پیش آنے میں بہت برکتیں۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ غصہ کرکے نقصان اُٹھانے کے خواہاں ہیں کہ صبر اور نرمی سے پیش آکر کے دلوں پر حکمرانی کرنے اور آخرت میں رحمت الٰہی سے حصہ پانے کے خواہش مند ہیں۔؟

قوم اور بین الاقوامیت کا تصور اسلام کی نظر میں

ہم نے جنوری میں شائع ہونے والے اپنے مضمون ''دنیائے انسانیت کے نام اسلام کا فکر انگیز پیغام ''میں اسلام کے معاشرتی حسن کو بیان کیا۔ یہ موضوع اس قدر طویل ہے کہ اس پر دیوان کے دیوان بھرے جا سکتے ہیں۔ آپ کے زیر مطالعہ اس تحریر میں ہم'' قوم''اور بین القوامیت '' کے حوالے سے اسلام کا نظریہ آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر کریں گے۔ لفظ قوم اکثر ہماری ساعتوں سے گزرتا ہے۔ فلاں قوم فلاں قوم۔ ہم جسے قوم کہتے ہیں یہ سماج انسانی کا تیسرا اجتماعی ادارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تعارف کے لئے اقوام کا وجود اپنی مشیت قرار دیا ہے۔

یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ( )۔ (پ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت: ۱۳)

''اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔''

مذکورہ آیت میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں قوم کے وجود کی عکاسی کی گئی ہے نیز قوم کو حقیقی معنی میں فضیلت کے حصول کے راز سے آگاہ کیا گیا ہے۔ انسان کی تمدنی زندگی کے ان دو اداروں قوم اور قبیلہ کے ذریعے انسان کی پہچان قائم ضروری ہے۔ لیکن یہ دونوں شناختیں انسان کی تکریم اور عظمت کی بنیاد نہیں ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اللہ کے ہاں تم میں سے تکریم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یعنی کامیابی و کامرانی کا ایک پیمانہ بیان کر دیا گیا۔

: قوموں کی زبانوں میں پیغام اصلاح و فلاح

قرآن نے تمدنی زندگی میں انسانوں کے تیسرے ادارے قوم کی تشکیل کی بنیاد زبانیں بتائی ہیں۔ جو رابطہ اور مافی الضمیر پہنچانے کا کام کرتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔۔۔ (سورۃ ابراہیم)۔۔ ترجمہ: ''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی عزت حکمت والا ہے۔''

سیدِ عالَم صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیہ وَسَلَّم کی رسالت تمام آدمیوں اور جنوں بلکہ ساری خَلق کی طرف ہے اور آپ سب کے نبی ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا '' لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً '' اور جب اس کی قوم اچھی طرح سمجھ لے تو دوسری قوموں کو ترجموں کے ذریعے سے وہ احکام پہنچا دیئے جائیں اور ان کے معنٰی سمجھا دیئے جائیں۔ سِیَر انبیاء کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر ہر نبی نے اپنی قوموں کے لئے ان کی زبانوں میں پیغام حق کو عام کیا۔ وہ پیغام و درس، وہ ضابطہ جس کی اس کو قوم کو اس وقت حاجت تھی۔

:زبانوں کا اختلاف

دنیا میں انسان بستے ہیں ہر ملک و علاقہ میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ بولیاں بولی جاتی ہیں۔ چنانچہ قران نے اسی جانب بندگان خدا کی توجہ مبذول :کروائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

) ٥ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ

(پ ۲۱، سورۃ الروم، آیت ۲۲

اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور '' '' رنگتوں کا اختلاف بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے۔

دنیا میں لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔اپنے پیغام، موقف و مدعا کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے زبان کا سہارا لیتے ہیں۔ان میں کوئی عربی بولتا ہے کوئی فارسی، کوئی انگریزی، کوئی ہندی، کوئی اٹالین۔اسی طرح شکل و شباہت و رنگتوں کا بھی اختلاف ہے کہ کوئی گورا، کوئی کالا، کوئی گندمی۔لیکن سب کی اصل ایک ہے اور سب حضرت آدم '' عَلَیہِ السَّلامُ کی اولاد ہیں

اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی افرادی آزادی عزیز ہے۔تاکہ وہ نیکی وبدی اور حق وباطل کے دو راستوں کے انتخاب میں مجاز بن سکیں۔ بالکل اسی طرح اقوام کی آزادی بھی اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے۔تاکہ قومیں کسی جبر وغلامی کے بغیر اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کے فطری طریقوں پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اس لئے انسانی تاریخ میں جب بھی افراد و اقوام پر غلامیاں مسلط ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں اور مصلحین کے ذریعہ ان غلامیوں سے نکالنے کے مواقع عطا کیے۔ تمام انبیاء عَلَیہِمُ السَّلامُکی اس جہد مسلسل کی تو یہ قرآن مجید میں جا بجا ذکر موجود ہے۔بنی اسرائیل کے اوپر فراعین مصر کی مسلط کی ہوئی غلامی ختم کرنے کیلیے حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلامُ نے جو جدوجہد کی پورے قرآن میں اس کا بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلامُ نے فرعون کی دربار میں واشگاف الفاظ میں بنی اسرائیل کی آزادی کا اعلان کیا۔یہاں ایک بات عرض

کرتا چلوں کہ آزادی کی نعمت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میں اپنے آبائی علاقہ دوٹھلہ نکیال کشمیر گیا تو وہاں گولہ باری ہو رہی تھی انسانی زندگی مسدود ہو کر رہ گئ تھی۔ بچوں، بوڑوں، نوجوانوں میں ایک ہیجانی کیفیت ملاحظہ کی۔ حقیقت ہے کہ آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔غلامی اک تاریک جہاں ہے۔چار سو ظلمت ہی ظلمت نظر آتی ہے۔خوشی و مسرت،فرحت و شادمانی کے قہقہے گل ہو چکے ہوتے ہیں۔وحشت و بیابانی نے پہرے ڈالے ہوتے ہیں۔

:فطری آزادی

حَقِيقٌ عَلَىٰٓ أَن لَّآ أَقُولَ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُم بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ

(پ۹،الاعراف،آیت:۱۰۵)

مجھے سزاوار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں مگر سچی بات میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی'' ''طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دے۔

اللہ تعالی کو افراد و اقوام کی یہ آزادیاں آزاد رائے کے فطری حق کے استعمال کیلئے پسندیدہ ہیں۔تاکہ بہتر شخصیت و سماج کی تشکیل ممکن ہو سکے۔اس کے بعد ہی افراد اس لائق ہو سکتے ہیں کہ وہ فرد کی حیثیت میں بہتر خاندان اور اقوام کی حیثیت میں بہتر ملت قائم کرنے کے مقاصد حاصل کر سکیں۔سماج

انسانوں کی آبادی جو قبیلوں اور قوموں سے تشکیل پاتی ہے۔ انسانی آبادیوں کو راہِ ہدایت پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکے بعد دیگرے پیغمبر اور مصلح آتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں وحی کی تعلیم کے ذریعہ انسانی سماج کے تمام افراد، رشتوں، اداروں کو چلانے کیلئے مکمل رہنمائی کی۔ جو معاشرے وحی کی اس تعلیم کو قبول کرتے رہے، انہیں امن، سلامتی اور اطمینان نصیب ہوا۔ لیکن جن معاشروں نے اس تعلیم کو ٹھکرا کر اپنی سرکشی اور مفادات کے تحفظ کیلئے ظلم و ناانصافی کا راستہ اختیار کیا، قدرت نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

احتساب اور عتاب الٰہی:

(وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ) (پ ۱۲، ہود، آیت: ۱۰۲

اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بیشک اس کی'' '' پکڑ دردناک کڑی ہے

انسانیت سوز رویہ اختیار کرنے والوں اور ان رویوں کو ہوا دینے والوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیں۔ ہر ظالم کو چاہئے کہ ان واقعات سے عبرت پکڑے اور توبہ میں جلدی کرے۔ یقینا اس کی پکڑ بڑی ہی دردناک، بڑی ہی سخت ہے۔

: قہار کی پکڑ

اللہعَزَّوَجَلَّ ! مہربان و کریم رب ہے لیکن جو اس کی بنائی ہوئی حدود کو پامال کرتا ہے ان کے لیے اس کی سخت پکڑ عبرت کا نشان ہے۔ارشاد باری تعالیٰ : وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (پ ۲۰ القصص،آیت:۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ '' بھیجے۔جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جبکہ ان کے ساکن ستمگار ہوں۔

:اللہ مہربان و کریم ہے

وہ کبھی انسانوں کی بستیوں کو (پاداش عمل میں) ہلاک نہیں کرتا، جب تک کہ ان کی مرکزی بستی میں ایک پیغمبر مبعوث نہ کردے اور خدا کی آیتیں پڑھ کر نہ سنادے۔ اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں صرف اس حالت میں کہ ان کے باشندوں نے ظلم کا شیوہ اختیار کرلیا ہو۔

قرآن حکیم ایسے ظالم معاشرہ کو تبدیل کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ

اَخْرِجْنَا مِنْ ہٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَہْلُہَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا
پ ۵،النسائ،آیت :۷۵)۔۔ترجمہ : '' اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور)
کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ربّ !
ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی
حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے ''۔

محترم قارئین ! جب تک سماج میں ظالمانہ نظام کے تبدیلی کی یہ کوششیں جاری رہتی ہیں اس وقت تک اللہ تعالٰی پورے سماج کو مہلت دیتا ہے کہ شاید کبھی یہ لوگ اپنی حالت بدلیں۔ اس وقت اللہ تعالٰی کی ذات ان سعادت مندوں کی حفاظت فرماتی ہے جو اس بھلائی کے کام میں سرگرم ہوتے ہیں۔ لیکن جب اکثریت کسی بھی صورت میں تبدیلی کیلئے تیار نہیں ہوتی تو پھر قانون خداوندی کے تحت ان کو مجرم ٹھہرا کر اپنے انجام سے گذارا جاتا ہے۔

!!!! انسانو سنبھل جاؤ

ارشاد باری تعالٰی : فَلَوْلَا کَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ اُولُوْا بَقِیَّۃٍ یَّنْہَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْہُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ

پ) ٥ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا مُصۡلِحُوۡنَ ٥ ظَلَمُوۡا مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِيۡهِ وَكَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ

(۱۲، سورۃ ھود، آیت: ۱۱۶تا۱۱۷

تو کیوں نہ ہوئے تم میں سے اگلی سنگتوں میں ایسے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا'' ہوتا کہ زمین میں فساد سے روکتے ہاں ان میں تھوڑے تھے۔ وہی جن کو ہم نے نجات دیا اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ گنہگار تھے۔ اور تمہارا ''رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کر دے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔

محترم قارئین: سماج کی چوتھی اکائی بین الاقوامیت ہے۔ دینِ اسلام میں اقوام کا وجود انسانوں کے تعارف کیلئے مثبت اور مشیت خداوندی کا تقاضا ہے۔ لیکن اسلام اقوام کو مستقل درجے دینے کے ساتھ ساتھ ان کو ایک بین الاقوامیت میں عمل گیر رکھنا چاہتا ہے تاکہ اس عمل سے ملت کی صورت میں وسیع انسانی اجتماعیت قائم ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح اپنے بندوں کی انفرادی غلامی استحصال اور غیر اللہ کی عبدیت پسند نہیں۔ اس طرح انسانوں کے منظم ترین تمدنی اجتماع قوم کی غلامی اور استحصال بھی ہرگز منظور نہیں۔ اس لئے طاقت و جبر کی بنیاد پر جب بھی انسانوں کو محکوم بنایا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بعض کیلئے بعض کے ذریعے مدافعت کروا کے اقوام کی آزادی اور مراعات

'' کے اسباب بنائے ہیں۔

: قوموں کی آزادی

ارشاد باری تعالیٰ : اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

(پ ۱۷، سورۃ الحج، آیت: ۴۰)

وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب '' اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسہ اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بیشک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ '' قدرت والا غالب ہے

: قوموں کی بقاء کے لیے پیغام انصاف

قرآن حکیم نے تمدنی زندگی میں اقوام کی شناخت اور تعارف کے ساتھ عدل و انصاف پر ، عمل پیرا رہنے کی تاکید کی ہے تاکہ کسی طور پر بھی ان کی خواہشوں

ان کے مفادات اور ان کی ضرورتوں کا احتیاج اور طلب اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ وہ دوسری قوموں کے ساتھ انصاف کرنا چھوڑ دیں۔ فرمان الٰہی ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ١٘ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ؕ اِعْدِلُوْا١۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى١٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝ (پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت : ۸)

"اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم
منزل صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم

ملّت واحدۃ کے لیے پیغام اخوت:

ملت دین الٰہی کی اصل انسان کی وحدت و اخوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے رسول بھی دنیا میں آئے سب نے یہی تعلیم دی تھی کہ تم سب اصلاً ایک امت ہو اور تم سب کا پروردگار ایک ہی پروردگار ہے۔ اس لیے تم سب کو چاہیے کہ اسی ایک پروردگار کی بندگی کرو۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ ابتداء میں تمام انسان قدرتی

زندگی بسر کرتے تھے اور ان میں نہ تو کسی طرح کا باہمی اختلاف تھا نہ کسی طرح کی مخاصمت۔ پھر ایسا ہوا کہ نسلِ انسانی کی کثرت اور ضروریات معیشت کی وسعت سے طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے اور ان اختلافات میں تفرقہ اور ظلم و فساد کی صورت اختیار کرلی۔ ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرنے لگا اور ہر زبردست زیردست کے حقوق پامال کرنے لگا۔ جب یہ صورتِ حال پیدا ہوئی تو ضروری ہوا کہ نوعِ انسانی کی ہدایت اور عدل و صداقت کے قیام کے لئے وحی الٰہی کی روشنی نمودار ہو، چنانچہ یہ روشنی نمودار ہوئی اور خدا کے رسولوں کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم ہو گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ: كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔

(پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱۳)

لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے: ''

''ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے۔

: رہبر و رہنما کی تابعداری

قرآن حکیم حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی شخصیت سے استشہاد پیش کرتا ہے

کہ جس طرح وہ دین حق کی راہ پر تمام نوع انسانی کیلئے خدا کی موحدانہ پرستش اور نیک عملی کی زندگی کی مثال تھے تم بھی اس مقتدی کی اقتداء کرو۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O (پ

(ا،البقرۃ،آیت: ۱۳۵

اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤگے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے''

''ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے ۔

ہدایت کی راہ تو وہی حنیفی راہ ہے جو ابراہیم کا طریقہ تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ قرآن حکیم نے امت واحدہ کی تشکیل کے لئے امتِ محمدیہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّمْ پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ وہ انسانیت کو معروف (سلامتی کے اقدار) سے بہرہ ور کریں اور منکر (ہلاکت کے مظاہر) سے بچائیں۔

:بہترین امّت کی پہچان

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

(پ ۴،العمران،آیت: ۱۱۰)

تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے''

''ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اے بنی نوع انسان ! قران میں غور کیوں نہیں کرتے۔ بلا قید مذہب ، رنگ و نسل اس قران کو پڑھنے کی کوشش تو کریں۔ آپ کو جہاں جہاں رہنمائی کی ضرورت ہے یہ کتاب مشفق سائبان کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ ہے۔ آپ اس سے فیضیاب ہونے کی کوشش تو کریں۔

: اتحاد ہی میں کامیابی ہے

یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ اصحابِ رسول اللہصَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم سے کہا ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔سید عالمصَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّمنے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔ سید (انبیاء محمد مصطفٰے صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّمپر۔ (ترمذی شریف

: نیابت الٰہی

نیابت الٰہی کی ذمہ داریوں کا تعلق انسان کی اپنی انفرادی زندگی سے زیادہ

اجتماعی زندگی سے ہے، اس لئے قرآن حکیم نے انسانوں کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کیلئے وحدت انسانیت اور وحدت دین کو ہر حال میں برقرار رکھنے کی تلقین ہے۔

یَاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا (پ ۴، سورۃ النساء، آیت: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے ''اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے''۔

قرآن کریم نے انسانیت کی اس وحدت کو قائم رکھنے کے لئے ایمان کے مرکزی نکات اور عمل کیلئے المعروف اور المنکر کی تفاصیل بھی بیان کر دی ہیں۔ معروف عرف سے ہے جس کے معنی پہچاننے کے ہیں۔ پس معروف وہ بات ہوئی جو انسانوں کی سلامتی و فلاح کیلئے جانی پہچانی بات ہو۔ منکر کے معنی انکار کرنے کے ہیں۔ یعنی ایسی بات جس سے انسانی ہلاکت کے محرکات و مظاہر کے طور پر انکار کیا

گیا ہو۔ قرآن نے نیکی اور برائی کیلئے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دنیا میں عقائد و افکار کا کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے اچھے ہونے پر سب کو اتفاق ہے اور کچھ باتین ایسی ہیں جن کے برے ہونے پر سب متفق ہیں۔ مثلاً اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ سچ بولنا اچھا ہے، جھوٹ بولنا برا ہے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے۔ دیانتداری اچھی بات ہے، بددیانتی برائی ہے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ ماں باپ کی خدمت، ہمسایہ سے سلوک، مسکینوں کی خبرگیری، مظلوم کی دادرسی انسان کے اچھے اعمال ہیں اور ظلم اور بدسلوکی برے اعمال ہیں۔

گویا یہ وہ باتیں ہوئیں جن کی اچھائی عام طور پر جانی بوجھی ہوئی ہے اور جن کے خلاف جانا عام طور پر قابل انکار و اعتراض ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب، دنیا کے تمام اخلاق، دنیا کی تمام حکمتیں دنیا کی تمام جماعتیں دوسری باتوں میں کتنا ہی اختلاف رکھتی ہوں، لیکن جہاں تک ان اعمال کا تعلق ہے سب ہم آہنگ وایک رائے رکھنے والی ہیں۔ اس لیے انسانیت کی ان سچائیوں پر وحدت انسانیت قائم کی جائے، تاکہ انسانیت کی فوز وفلاح کے اعلیٰ مقاصد حاصل ہو سکیں۔ قرآن کہتا ہے انسانیت کی سچائیوں پر مشتمل یہی راہ عمل نوع انسانی کیلئے خدا کا ٹھہرایا ہوا فطری دین ہے۔ یہی سیدھا اور درست دین ہے جس میں کسی طرح کی کجی اور خامی نہیں۔

یہی دین حنیف ہے۔ جس کی دعوت حضرت ابراہیم عَلَيْهِمُ السَّلام نے دی تھی۔ اسی کا نام قرآن کی اصطلاح میں '' الاسلام '' ہے۔ یعنی خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانین کی فرمانبرداری۔ قرآن حکیم نے دین کیلئے الاسلام کا لفظ اس لئے اختیار کیا ہے کہ الاسلام کے معنی کسی بات کے مان لینے اور فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ وہ کہتا ہے دین کی حقیقت ہی ہے کہ خدا نے جو قانون سعادت انسان کیلئے ٹھہرایا ہے اس کی ٹھیک ٹھیک اطاعت کی جائے۔ یہ بات صرف انسان کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام کائنات ہستی اسی اصل پر قائم ہے۔ سب کی بقا و قیام کیلئے خدا نے کوئی نہ کوئی قانون عمل ٹھہرا دیا ہے اور سب اس کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر ایک لمحے کیلئے بھی روگردانی کریں تو کائنات ہستی درہم برہم ہو جائے۔ خدا پرستی کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جو انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانہ پھر آباد کر سکتا ہے۔ یہ اعتقاد کہ ہم سب کا پروردگار ایک ہی ہے اور ہم سب کے سر اسی ایک چوکھٹ پر جھکے ہوئے ہیں، وحدت انسانیت کا ایسا جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ ممکن نہیں انسان کے بنائے ہوئے تفرقے اس پر غالب آ سکیں۔

محترم قارئین!

انسان کی فطرت ہے کہ وہ تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا اس لیے فطرتاً گروہ پسند

ہے۔انسان زندگی کو گزارنے کے لیے ہم جنسوں سے تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

میں اپنے موضوع کو سمیٹتے ہوئے آپ کی خدمت میں آخری کلام کے طور پر عرض گزار ہوں کہ انسان کی ذات سے جڑے عنوانات جس سے انسان کی معاشرتی زندگی پر بحث کی جاتی ہے۔ان میں چند عنوانات مندرجہ ذیل ہیں جن پر آپ بھی غور و فکر کیا کریں اور انھیں ملاحظہ کریں تاکہ حسن معاشرت کے قیام میں آپ بھی اپنا کردار ادا کرسکیں۔

اسلامی تصور کائنات میں انسان۔۔۔۔۔انسانی اقدار۔۔ منفی اقدار۔۔۔ حسین یا بدصورت۔۔ متعدد پہلوؤں کی حامل مخلوق۔۔۔۔ علم و دانائی۔۔۔۔۔ اخلاقی نیکی۔۔ ۔۔انسان کی مختلف قوتیں۔۔خود شناسی۔۔انسانی صلاحیتوں کی تربیت۔۔۔۔۔ جسم کی پرورش۔۔روح کی پرورش۔۔۔۔۔ مستقبل کی تعمیر میں انسان کا کردار۔۔آزادی کی حدود اور انسان کا ارادہ۔۔۔۔۔ وراثت۔۔۔ جغرافیائی اور قدرتی ماحول۔۔۔معاشرتی ماحول۔۔۔۔۔۔۔تاریخ اور عصری عوامل۔۔۔۔۔انسان اور قضا و قدر۔۔انسان اور فرائض۔۔۔ بلوغت ۔۔۔۔۔ ۔ عقل ۔ ۔۔ علم و آگاہی۔۔۔ طاقت و توانائی۔۔۔آزادی و اختیار۔۔۔۔۔۔خود شناسی۔۔۔ دنیوی خود شناسی۔۔۔ طبقاتی خود شناسی۔۔۔۔ قومی خود شناسی۔ انسانی خود شناسی۔ عارفانہ خود شناسی۔

دعا ہے۔اے کریم تو ہمیں حق و سچ کے راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور انسانیت کے
لیے ہمیں نفع بخش بنا دے۔۔۔

دودھ کا دودھ

آپ خوب جانتے ہیں کہ ہم سب اپنی زندگی کے سفر کا آغاز دودھ ہی سے کرتے ہیں۔ نوزائیدہ بچوں کے لیے دودھ ایک مکمل غذا ہے۔ فطرت نے ماں کے دودھ میں وہ تمام بنیادی عناصر یکجا کر دیے ہیں جو بچے کی نشو ونما کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ گائے ، بھینس کا دودھ ماں کے دودھ سے ذرا مختلف ہوتا ہے اور شیر خوارگی کے بعد بچپن سے لے کر بڑھاپے تک بہتری غذا مہیا کرتا ہے، طویل مشاہدے اور تجربے کے بعد دنیا بھر میں دوھ کی اہمیت اور قدر وقیمت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

لفظِ 'دودھ' کی جڑ سنسکرت زبان کا لفظ 'دُگدھ' ہے، لیکن اسکی ہند-یورپی جڑیں اور بھی گہری ہیں اور اس سے ملتے جلتے قرابت دار الفاظ کئی ہند-یوروپی زبانوں میں ملتے ہیں۔ بطورِ مثال اوستائی زبان (ایک ہزاروں سال پرانی مشرقی فارسی زبان) میں 'دغد' ، وخی میں 'دیغ' اور نئی فارسی میں 'دوغ' پائے جاتے ہیں۔

دودھ عام طور پر ایک سفید مائع ہوتا ہے جو کہ ممالیہ کے تھنوں میں پیدا ہوتا ہے، جیسے کہ گائے کا دودھ یا انسانی دودھ۔ یہ مائع ممالیہ غدودوں میں

پیدا ہوتا ہے جسے مادہ ممالیہ کے تھن کہا جاتا ہے۔ چونکہ نو مولود ممالیہ بچوں کے دانت پیدائش کے وقت موجود نہیں ہوتے اس لیے ان کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ ان کے مکمل دانت ٹھوس خوراک کھانے کے قابل نہیں ہو جاتے۔

یہ ایک سائنسی حقیقت ہے اور اس میں کسی قسم کے اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں کہ نشو ونما کے دوران بچوں کے لیے خوراک کے ساتھ ساتھ دودھ کی وافر سپلائی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس بات میں ذرہ بھر شک نہیں کہ بڑھاپے میں مضبوط بدن کے لیے لازمی ہے کہ بچپن میں اچھی غذا استعمال کی جائے۔

تجربات سے دیکھا گیا ہے کہ دودھ سے حاصل ہونے والے لحمیات گوشت سے حاصل ہونے والے لحمیات سے کہیں زیادہ اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اگر دودھ کے استعمال میں نمایاں کمی کر دی جائے تو بہت جلد قومی سطح پر اس کے برے نتائج نمایاں ہونے لگیں گے۔

دودھ ہر ذی حس کو مرغوب ہے اور قدرت نے اسے زندگی پرور اصولوں سے نوازا ہے۔ اور تمام جانداروں کی فطرت کے عین مطابق ہے۔

دودھ ذہنی بیماریوں کے لیے بڑا سود مند ہے۔ دوران خون کی بیماریوں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ بخار، کھانسی، بدہضمی، ٹی بی (تپ دق) اور اس طرح کی

دوسری بیماریوں میں اس کی شفا بخش تاثیر مسلم ہے۔

گوشت کے استعمال میں ہمارے ہاں ضرور اضافہ ہوا ہے۔ لیکن دودھ کی پیداوار اور اس کے استعمال میں خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوئی۔ حال ہی میں چند صنعتی اداروں نے کاروباری پیمانے پر دودھ کی فراہمی کا کام شروع کیا ہے، لیکن مہنگائی کی وجہ سے ان کی سپلائی عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہے۔ دیہاتوں میں بیچارے اکثر لوگ اپنے بچوں کو پلانے کے بجائے دودھ بیچ کر اپنی گزر بسر کرتے ہیں۔

حکومت اگر محکمہ زراعت کے توسط سے اس طرف توجہ دے تو شاید دودھ کی پیداوار میں اضافہ ہو کر عام آدمی تک اس کی رسائی ہو سکے۔پرانے وقتوں کے لوگوں کی نسبت آج کے غذائی سائنس دان دودھ کی افادیت بطور غذا اور دوا زیادہ بہتر جانتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ یہ ساری قدر و قیمت اس دودھ کی ہے جو صاف ہو، تازہ ہو اور اچھی خوراک کھانے والے صحت مند جانوروں سے حاصل کیا گیا ہو۔ اچھے دودھ کے لیے جانور کا اچھا ہونا ضروری ہے۔ آج کل ہمارے ہاں اس قسم کا اچھا دودھ شاید ہی دست یاب ہو اور حفظان صحت کے اصولوں سے عاری ناقص اور ملاوٹی دودھ جو دست یاب ہے۔ فائدے کے بجائے الٹا مضر صحت ہے۔ ابالنے اور پاسچرائز کرنے سے دودھ کی اصلی ہیئت میں تھوڑی سی تبدیلی ضرور آ جاتی ہے۔

لیکن ہمارے ہاں یہ عمل وسیع تر مفاد میں ضروری ہے، البتہ پھلوں اور سبزیوں سے دودھ میں اس طرح پیدا ہونے والی غذائی کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ آج کل درآمد کردہ خشک اور پاوڈر دودھ بھی عام دستیاب ہے۔ اسے پانی میں ملا کر اچھے دودھ کے طور پر ہر قسم کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دودھ میں چینی ملا کر نہیں پینا چاہیے۔ اس سے پیٹ میں گڑگڑ ہوتی ہے۔ البتہ اگر زیادہ میٹھا کرنا ضروری ہے تو شہد ملا سکتے ہیں۔ دودھ کو گھونٹ گھونٹ کرکے پینا چاہیئے تاکہ منہ کے لعاب کے ساتھ اچھی طرح گھل مل کر پیٹ میں جائے۔ اس طرح معدے میں دودھ کے سخت ڈھیلے نہیں بنتے، دودھ کی ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ دوسرے خصوصاً نباتاتی غذاؤں کی بایولاجیکل خوبیوں اور افادیت میں اضافہ کرتا ہے۔ شاید اسی لیے جانے بغیر بعض علاقوں کے پرانے لوگ کھانا کھاتے وقت ساتھ ساتھ دودھ بھی سرک سرک کر پیتے ہیں۔

بکری کا دودھ

ہمارے ملک میں دودھ حاصل کرنے کا عام ذریعہ گائیں اور بھینسیں ہیں۔ بکریاں بھی عام پائی جاتی ہیں، بکری کو غریب آدمی کی گائے کہا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ جانور دودھ حاصل کرنے کے بجائے زیادہ تر گوشت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بکری کا دودھ غذا بخش ہے اور بڑی آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے، اس کے دودھ سے مکھن اور پنیر بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ بکری کا دودھ

استعمال کرنے سے پہلے ضرور ابال لینا چاہیے ۔ بچے ہوئے دودھ سے بخار اور دیگر چھوت وغیرہ کا خدشہ ہو سکتا ہے ۔ ہمارے معاشرے میں غریب طبقہ بہت زیادہ ہے ۔ دودھ ان کی قوت خرید سے باہر ہے۔ بہتر یہی ہے کہ غریب لوگ اسے بطور گائے رکھیں۔ اس کی قیمت کم چارے کا خرچہ کم اور دیکھ بھال آسان ہے۔ غذائی اور صحت بخش فوائد کے لحاظ سے بکری کا دودھ گائے کے دودھ کے تقریباً برابر ہے۔

آج کل پاکستان میں دودھ بڑا مہنگا ہو گیا ہے اور مزید مہنگا ہوتا جا رہا ہے ۔ بکری کو غریب آدمی کی گائے کہا گیا ہے۔ ممکن ہو تو بکری رکھ کر اس کے دودھ سے استفادہ کریں۔ گو بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں ۔

غذائیت

دودھ انسانی استعمال کی خوراک میں ایک اہم جز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں معدنیات جیسے کیلشیم کی وافر مقدار موجود ہوتی ہے جو کہ ہڈیوں اور دانتوں کی مضبوطی کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ دودھ جسم کو پروٹین کی بھی مقدار فراہم کرتا ہے اور جسم کی حیاتیاتی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ایک تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ دودھ کا ایک گلاس روزانہ استعمال کرنے پر جسم کی 44% حیاتیاتی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں ۔ دودھ کی

بعض اقسام میں معدنیات جیسے کیلشیم کی مقدار خاطر خواہ نہیں ہوتی، لیکن پھر بھی ان سے ملائی، پنیر، اور ملائی پنیر حاصل ہو سکتا ہے۔

اونٹنی کا دودھ

جہاں اونٹ صحراء زندگی بسر کرنے والوں کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے وہیں اونٹنی کا دودھ بھی نعمتِ بیش بہا سے کم نہیں۔

قیمتی فوائد کا حامل اونٹنی کا دودھ جو بہترین غذا بھی ہے، دوا بھی ہے اور ساتھ ہی شفا بھی ہے۔ بکری کے دودھ کی خاصیت الگ، بھینس کے دودھ کی خاصیت الگ گائے کے دودھ کے لئے دراصل ہم شہری لوگ شہر کی ہماہمی میں اپنے اسلاف کی بہت سی باتوں کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔اس لئے نئی چیز کو قبول کرنے میں ہمارا ذہن کچھ وقت لے لیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ طبّی اعتبار سے اونٹنی کا دودھ بے شمار فوائد کا حامل ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالٰی نے اونٹ کی ساخت پر غور کرنے کو اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کی تاکید ہے۔

اونٹ ایک ایسا جانور ہے جو کہ صحرا کے سخت ترین موسم میں بھی کئی دن بغیر

کھائے پئے گزارنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے کوہان جو ٹھوس چربی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں قحط اور خشک سالی کے موسم میں بھی اپنی اس چربی سے دودھ کی پیداواری صلاحیت برقرار رکھتے ہیں اور یہ حیرت انگیز بات ہے شدید خشک سالی کے دوران جب پانی کی کمی واقع ہوجاتی ہے تب اس کے دودھ میں ایسی حیرت انگیز کیمیائی تبدیلیاں آتی ہیں جو وہاں بسنے والے افراد کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے کام آتی ہیں۔

مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ سائنسی کی ہر تحقیق حتمی نہیں ہوتی بلکہ اس میں اصلاح کی گنجائش ہے۔ہم چونکہ نعمت ربانی کو بین کررہے ہیں تو اس کے تحت جہاں جہاں سے ہمیں مفید معلومات میسر آئی ہم آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

اونٹ صحرا کی شدید گرمی میں اپنے جسم میں پانی کا ذخیرہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ پانی عمل تبخیر کے ذریعے کم سے کم اس کے جسم سے خارج ہوتا ہے جب اونٹ کو پانی کی کمی کا سامنا ہو تو اس وقت بھی اس کے دودھ میں پانی کی خاصی مقدار خارج ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دوسرے نمکیات جیسا کہ سوڈیم کلورائیڈ کی مقدار دودھ میں 10 ملی ایکولنٹ فی لیٹر سے بڑھ کر 23 ملی

ایکولنٹ فی لیٹر تک پہنچ جاتی ہے۔

یاد رہے کہ یہ نمک انسان کی جسمانی ضروریات کے لیے بہت ضروری ہے خاص طور پر صحرا جہاں پر گرمی کی وجہ سے پسینے کا اخراج زیادہ ہو، پسینے کے ساتھ ساتھ سوڈیم کلورائیڈ بھی ہمارے جسم سے خارج ہوتا ہے نمکیات کی یہ کمی ہمارے جسم میں کئی بیماریوں کا موجب بن سکتی ہے تو اس صورتحال میں اونٹنی کا دودھ استعمال کرکے سوڈیم کلورائیڈ کی کمی کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔اونٹنی کے دودھ میں وٹامن سی کی خاصی مقدار پائی جاتی ہے جبکہ یہ وٹامن گرمی اور خشک سالی کے دنوں میں اونٹ کے دودھ میں اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ وٹامن سی قوت مدافعت کو بہتر کرنے میں استعمال ہوتا ہے شدید گرمی کے موسم میں وٹامن سی دھوپ کی حدت اور لو لگنے سے بھی بچاتا ہے۔ اونٹنی کے دودھ میں وٹامن سی 23 ملی گرام فی لیٹر ہوتا ہے۔اونٹنی کے دودھ میں ۔وٹامن، نمکیات، پروٹین اور چکنائی کی ایک خاصی مقدار موجود ہوتی ہے

عام طور پر چھوٹے بچوں میں دودھ سے ایک خاص قسم کی الرجی اور اسہال کی سی شکایت پائی جاتی ہے۔ لیکن اونٹنی کے دودھ کے استعمال سے یہ الرجی بچوں میں نا ہونے کے برابر ہوتی ہے اس لیے چھوٹی عمر کے بچوں میں اونٹنی کے دودھ کا استعمال اس شکایت کے قابو پانے میں مفید ثابت ہوتا ہے۔

ذیابیطس کے مریضوں کے لیے بھی اونٹنی کا دودھ قدرت کی جانب سے عطا کردہ کسی انمول تحفے سے کم نہیں کیونکہ اس میں انسولین کی خاصی مقدار موجود ہوتی ہے جو گائے کے دودھ کے مقابلے میں کافی زیادہ ہے انسولین ایک ہارمون ہے جو ذیابیطس کے مریضوں میں کم مقدار میں بنتا ہے اور انہیں یہ ہارمون دوائیوں کی شکل میں لینا پڑتا ہے۔ ذیابیطس کے ان مریضوں میں اونٹنی کے دودھ کا استعمال ایک شافی علاج کے طور پر اکسیر ہے۔

زمانہ قدیم سے ہندوستان میں ویدک طریقہ علاج کے طور پر اونٹنی کا دودھ یرقان، اطحالِ تلی، ٹی بی، دمہ اور بواسیر کے امراض کے علاج میں ادویاتی طور پر استعمال ہوتا آرہا ہے۔ اونٹنی کے دودھ میں پائے جانے والے میں ایسے اجزاء میں بھی ہوتے ہیں جو یرقان کے مریضوں میں جگر کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بہت مفید ہے۔ یرقان اور جگر کے کینسر کی حالت میں جگر کی فعالی حالت بہت کمزور ہو جاتی ہے اس صورت میں اونٹنی کا دودھ جگر کی نشو ونما اور اس کو کارآمد بنانے میں مفید سمجھا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اونٹنی کے دودھ میں کولیسٹرول کی بھی ایک مناسب مقدار پائی جاتی ہے جو کہ دل کے امراض میں مبتلا مریضوں کے لیے غذائی متبادل ہے۔ اگر اونٹنی کا دودھ غذائی متبادل کے طور پر استعمال سے اس مہلک اور متعدی مرض س

بچا جا سکتا ہے۔

اونٹنی کا دودھ ایک بہترین قبض کشا دوائی کے طور پر بھی استعمال بھی کیا جاتا ہے، اونٹنی کا دودھ اگر تازہ اور گرم حالت میں استعمال کیا جائے تو یہ اسہال کی سی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

اونٹنی کا دودھ انسانی جسم میں موجود متعدد بیماریوں کیخلاف قوت مدافعت پیدا کرتا ہے اور انسان کو متعدی اور مہلک امراض سے بچانے میں مفید سمجھا جاتا ہے۔ اونٹنی کا دودھ اگر ایک بیمار آدمی کو پلایا جائے تو اس سے وہ نہ صرف شفایاب ہو گا بلکہ یہ دودھ اس کی ہڈیوں کی بڑھوتری میں بھی مددگار ثابت ہو گا۔

ماہرین کے مطابق اونٹ کا مدافعتی نظام دوسرے جانوروں کی نسبت زیادہ مضبوط واقع ہوا ہے اسی لیے اونٹنی کے دودھ کے استعمال سے انسان کے مدافعتی نظام پر بھی نہایت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس میں بیماری کے مقابلے کی قوت آتی ہے۔ کینسر کے مریضوں کے لئے یہ قوت نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے اور علاج میں معاون بھی ثابت ہوتی ہے۔

اونٹنی کا دودھ اور مصنوعات

اونٹنی کے دودھ سے بننے والی مصنوعات میں پنیر، قلفی، گلاب جامن اور دوسرے بہترین آئیٹم لذید ہونے کے ساتھ ساتھ غذائیت سے بھی بھرپور ہوتے ہیں۔ اونٹنی کے دودھ سے بننے والی پنیر خاصی لذید ہوتی ہے اور اس کی مانگ مشرق وسطی اور یورپی ممالک میں کافی زیادہ ہے بعض ممالک میں بیکری سازی کی صنعت میں اونٹنی کا دودھ مٹھائیاں بنانے کے لیے بہترین نعمل البدل قرار دیا جاتا ہے۔ اونٹنی کا دودھ ہیلتھ سپلیمنٹ کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ کھانے میں موجود تمام غذائیت ہے اس میں۔

اونٹنی کے دودھ سے دور ہونے والی جن بیماریوں کے نام لئے ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اونٹنی کا دودھ غذا۔۔دوا۔۔اور شفاء ہے۔ سننے میں ملتاہے کہ یہ کینسر، ہیپاٹائٹس، ڈائبٹیس، کولیسٹرول، پتھری، ٹی بی، لقوہ، فالج، دمہ، ڈینگی، جلدی امراض، گردوں کا سکڑنا، دل کی شریانوں میں چکناہٹ اور ہڈیوں کا بھربھراپن سمیت تقریباً دو درجن بیماریوں کا قدرتی علاج ہے۔

اونٹنی کا دودھ پیدا کرنے والے ممالک میں سعودی عرب اور صومالیہ سرفہرست ہیں، جبکہ کینیا، آسٹریلیا اور امریکہ میں بھی اونٹنی کے دودھ کی ڈیمانڈ

بڑھ رہی ہے۔

اونٹنی کے دودھ پر تحقیقات

انٹرنیٹ پر موجود دودھ کے متعلق معلومات کے حوالے سے جب پڑھنا شروع کیا تو معلوما ہوا کہ ہالینڈ میں ماہرین تحقیقات کر رہے ہیں کہ تاریخی طور پر فائدہ مند سمجھا جانے والا اونٹنی کا دودھ کیا واقعی کئی بیماریوں سے لڑنے کی تاثیر رکھتا ہے۔ مصر میں جزیرہ نما سنائی کے بدو زمانہ قدیم سے یقین رکھتے ہیں کہ اونٹنی کا دودھ تقریباً تمام اندرونی بیماریوں کا علاج ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس دودھ میں جسم میں موجود بیکٹیریا ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک وزراعت کی ایک رپورٹ کے مطابق روس اور قزاقستان میں اکثر ڈاکٹر اونٹنی کا دودھ کئی مریضوں کے علاج کے لیے تجویز کرتے ہیں۔

ہمارے پڑوسی ملک ہند میں اونٹنی کا دودھ یرقان، ٹی بی، دمہ، خون کی کمی اور بواسیر کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اور ان علاقوں میں جہاں اونٹنی کا دودھ خوراک کا باقاعدہ طور پر حصہ ہے وہاں لوگوں میں ذیابیطس کی شرح بہت کم پائی گئی ہے۔

کے مطابق اونٹ کے دودھ میں FAO اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک وزراعت
Unsaturated Fetty ،وٹامن سی کی مقدار تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ فولاد
اور وٹامن بی سے بھی بھرپور ہوتا ہے۔ چوٹی کے غذائی ماہرین اس بات پر Acids
متفق ہیں کہ اونٹنی کے دودھ کے غیر معمولی فوائد ہیں۔ بہت سے تاجروں کا ماننا ہے کہ
اونٹنی کا دودھ سونے جیسی قدر و قیمت کا حامل ہے۔

دیکھا آپ نے کہ دودھ اللہ عزوجل کی عطا کردہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ جس میں ہمارے
لیے بیش بہا فوائد ہیں۔ ان نعمتوں کی ہمیں قدر کرنی چاہیے اور انھیں ضائع کرنے سے
بچنا چاہیے۔ نیز اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ عزوجل کی اس عطا پر اس کا شکر
ادا کرنا چاہیے۔ اللہ عزوجل ہمیں اپنا شاکر بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(انعام ربانی (قسط اول

اللہ عزوجل نے بیش بہا پھل پیدا فرمائے۔ بیش بہا سبزیاں پیدا فرمائیں الغرض اس کی عطا کردہ نعمتوں کا ادراک ہمارے تحت قدرت نہیں۔ اوران نعمتوں میں ہمارے لیے ایسی ایسی حکمتیں پنہار کھیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

کینو، مالٹا آپ شوق سے کھاتے ہوں گے۔ یہ پھل ہی نہیں۔ بلکہ مختلف بیماریوں کی روک تھام اور دیگر اطوار سے صحت کیلئے انتہائی مفید تریاق بھی ہیں !!

مالٹا !! آپ روز ایک مالٹا کھائیں تو آپ متعدد بیماروں سے بچتے ہوئے انتہائی صحت مند رہ سکتے ہیں۔

اس میں وٹامن سی بکثرت پایا جاتا ہے جو آنکھوں کے ٹشوز کی نشوونما اور صحت کے لیے بے حد مفید ہے۔

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بصارت کی کمزوری دور کرنے کیلئے یہ ایک تریاق کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

کی موجودگی آنکھوں کے لئے انتہائی مفید ہے۔C اور A مالٹوں میں پوٹاشیم، وٹامن
تیز نظر!! جسم کا مدافعتی نظام کی مضبوطی!! نزلہ، زکام، سردی اور جلد کی
!! متعدد بیماریوں سے تحفظ!! مالٹے کا طرہ امتیاز ہے
مالٹے کو دانتوں سے چبا چبا کر اس کے رس کو پیئں یا پھر اس کا جوس نکال کر استعمال کریں
!! دونوں صورتوں میں کارآمد ہے
مالٹے کے چھلکے بھی بے تحاشا مقاصد میں استعمال کے لیے محفوظ کیے جاتے ہیں۔
خاص طور پر گرمیوں میں ان کا استعمال بڑھ جاتا ہے۔
اگر کینو کے چھلکے پیس کر کیڑے مکوڑے جیسے کہ مچھر اور چیونٹیوں پر چھڑکے جائیں تو ان
سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔
اس کے علاوہ اگر کسی جگہ سے بہت ناگوار بو آرہی ہو تو اس سے بھی نجات حاصل

کی جا سکتی ہے۔

کسی بھی مرض میں مبتلا افراد اپنے معالج کے ہدایات کے مطابق اس پھل کا استعمال کریں!!

انعام ربانی قسط دوم

میرے رب کی ہزار ہا نعمتیں ہیں کس کس نعمت کا شکرادا کریں ۔فقط پھلوں ہی پر غور کریں تو عقل حیران رہ جاتی ہے ''انار''آم کو پھلوں کا بادشاہ کہاجاتاہے!!مگرقدرت نے ''تاج''کاحقدار''انار'' کو ٹھہرایاہے!!اگر مطالعہ کریں تو معلوم ہوتاہے کہ س پھل کو اصل وطن ''ایران'' ہے!!فارسی میں انار کو انار ہے کہاجاتاہے جبکہ عربی میں ''رمان''اورانگریزی میں Pomegranate کہتے ہیں۔قرآن مجید میں انارکاذکر مختلف مقامات پرآیاہے!! انار کوجنت کا میوہ قرار دیاگیاہے!!بلکہ محاوروں میں بھی اس پھل کا ذکرملتا''ایک انار اورسوبیمار''!!یہ مثال اس قیمتی پھل کیلئے بالکل موافق ہے!!یونکہ اس جنتی پھل کی خوبیاں ہیں ہی ایسی!!انارواقعی ایک بے پناہ فوائد کا حامل پھل ہے۔انار میں فولاد اور ہائیڈروکلورک ایسڈ موجود ہوتے ہیں ۔انار کھانے سے بھوک کھل کر لگتی ہے۔انار میں وٹامن اے' وٹامن بی' کافی مقدار میں موجود ہوتا ہے۔انار میں موجود نمک کا تیزاب معدے کو طاقت دیتا ہے اور غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔انار دل کو طاقت دیتا ہے اور جسم میں صاف خون پیدا کرتا ہے۔انار ورم جگر،یرقان، تلی کے امراض ،گرم ،کھانسی ،سینے میں درد ،بھوک میں کمی ،ٹائیفائیڈ کے لئے مفید ادویاتی اور قدرتی غذا ہے۔انار کے رس میں شہد کا اضافہ کیا

جائے تو بڑھاپے میں کمی ہوتی ہے انار کے ایک پاؤ جوس میں دو چپاتیوں کے برابر غذائیت موجود ہوتی ہے۔ معدے کی کمزوری کے لئے انار مفید پھل ہے۔ چنانچہ یہ مقوی معدہ جگر کے علاوہ مقوی سینہ ہے۔ انار پھیپھڑوں سے بلغم نکال کر طاقت دیتا ہے۔ اس میں وٹامن سی، فاسفورس، سوڈیم، کیلشیم، سلفر، آئرن جیسے اجزاء بھی وافر پائے جاتے ہیں۔ یہ مختلف امراض کے بعد کی کمزوری کو دور کرتا ہے اور اس طرح ایک اعلیٰ ٹانک ہے۔ خون کی کمی، بلڈ پریشر، بواسیر اور ہڈیوں کے درد میں انار کو آیورویدک ایلوپیتھی اور طب یونانی میں مفید تسلیم کیا گیا ہے۔ انار کا پھل دل و دماغ کو اس حد تک فرحت اور تازگی دیتا ہے۔ انار کے چھلکے کے بھی فوائد ہیں۔ چنانچہ انار ایک مفید پھل ہے جس کے طب میں بے پناہ فوائد ہیں۔ انار کا استعمال ذیابیطس کے مریضوں کے لئے بے حد مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انار کو دلکش رنگوں سے نوازا ہے اور یہ نہایت خوش ذائقہ اور رسیلا پھل ہے۔ عام طور پر اس کی تین قسمیں دستیاب ہیں، قندھاری، بیدانہ اور خالص انار۔ عربی میں انار کو رمان حلو اور فارسی میں انار شیریں کہتے ہیں۔ انار خون کی پیدائش میں بے حد معاون ہے۔ جگر اور قلب کی کمزوری دور کرنے کے لیے انار کا بکثرت استعمال بے حد فوائد کا حامل ہے۔ معدے کی گرمی کو دور کرنے کے لیے انار میخوش (کھٹا میٹھا) اور ترش انار بہت مفید ہے۔ اس

کے خشک چھلکوں کو بھی مختلف فوائد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

خصوصاً حاملہ خواتین کے لئے تو یہ ایک نعمت ہے، جو دوران حمل فولاد کی کمی، متلی، قے، بد ہضمی کی کیفیت اور مٹی کھانے کی عادت کو دور کرتا ہے۔

اس کے درخت کی چھال، پھول، پھل کا چھلکا اور یہاں تک کہ پتیاں بھی مفید ہیں، پرانی کھانسی میں بھی سفوف استعمال کرنا فائدہ مند ہے۔ انار کے پھولوں کے جوشاندے میں تھوڑی سی پھٹکری ملا کر اس سے غرارے کرنا گلے کی خرابی کا بہترین علاج ہے، انار کے درخت کی چھال کے جوشاندے سے کلیاں کرنا منہ اور مسوڑھوں کے زخم کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس کی چھال کا گاڑھا جوشاندہ پیٹ کے کیڑوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہے۔

یہاں ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ ہماری بیان کردہ ہر بات حتمی ہو یہ ضروری نہیں ۔ہم نے اپنے مطالعہ اور مشاہدہ بنیاد پر ایک نعمت کے طور پر اس کو ذکر کیا ہے۔ مریض افراد اگر استعمال کریں تو معالج سے مشاورت ضرور کرلیں ۔

(انعام ربانی (قسط سوم

سرد موسم کے آتے ہی موسم کے مضر اثرات سے حفاظت کرنے والی غذاؤں کی قیمتی آسمان کو چھو رہی ہوتی ہیں اور یہی حال خشک میوہ جات کا بھی ہوتا جو دیگر غذاؤں کے مقابلے میں مزید اونچی سطح پر ہوتی ہیں اور غریب ہی کیا متوسط طبقے کے لوگ بھی ان کو دیکھ کر فقط آہیں بھر کر رہ جاتے ہیں۔۔

اس موقع پر اب رہ جاتی ہے صرف ایک چیز جو کہ بڑی کوشش کے بعد غریب طبقہ بھی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور وہ ہے خشک میوہ جات میں پایا جانیوالا غریبوں کا بادام !! جسے حقیقت میں '' مونگ پھلی '' کہا جاتا ہے !! بادام نہیں !! جبکہ اس میں بعض صورتوں میں بادام سے بھی زیادہ افادیت موجود ہے۔۔

مونگ پھلی کو انگریزی میں Peanut کہتے ہیں !! یہ میوہ اپنے اندر بیش بہا غذائی قوت رکھتا ہے جبھی تو اسے اخروٹ کا ہم اثر بھی کہا جاتا ہے۔۔

مونگ پھلی میں ایسے اینٹی آکسیڈنیٹ ہیں جو فوائد کے اعتبار سے سیب، گاجر اور چقندر سے بھی بڑھ کر ہیں۔اس میں موجود غذائی اجزاء کم وزن افراد سمیت

تن سازی یعنی باڈی بلڈنگ کرنے والوں کے لیے بھی نہایت مفید ثابت ہوئے ہیں۔
اس میں پایا جانے والا وٹامن ای کینسر کے خلاف لڑنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے جبکہ اس میں موجود قدرتی آئرن خون میں نئے خلیات پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔
غذائی ماہرین کے مطابق مونگ پھلی کے اندر ایسے اجزا پائے جاتے ہیں جو سیب اور گاجر کے اندر کم ہوتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مونگ پھلی توانائی سے بھرپور ہے اور یہ اجزا کم وزن افراد کے لیے بہت اہم ہوتے ہیں یہ جسم کو فربہ کرنے کا کام کرتے ہیں اس لیے جتنے افراد بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا وزن کم ہے وہ ان سردیوں میں مونگ پھلی ضرور استعمال کریں۔
مونگ پھلی کا سب سے اہم اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کے مدافعاتی نظام کو مضبوط کرتی ہے،اس میں موجود وٹامن ای کینسر جیسے موضی مرض کے خلاف لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو خون کے نئے خلیات بنانے میں اہم کام کرتے ہیں۔
دنیا کے مختلف ممالک میں مونگ پھلی کا تیل بھی استعمال کیا جاتا ہے مونگ پھلی انسانی جسم کی نشو نما کے لیے بہت ضروری ہے،آپ یہ بات سن کا حیرت زدہ

ہوں گے کہ مونگ پھلی سیب جیسے طاقتور پھل کا بہترین نعم البدل ہے۔

ایک تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ذیابطیس کے مریضوں کے لئے مونگ پھلی کا استعمال نہایت مفید ہے۔ماہرین کے مطابق دوسرے درجے کی ذیابطیس میں مبتلا افراد کے لئے روزانہ ایک چمچہ مونگ پھلی کا ۔

تنقید کے ترکش سے نکلے تیر

انسان سے خطا کا سرزد ہونا خلاف فطرت نہیں ۔بلکہ اس سے چھوٹی ،بڑی غلطی کا ظاہر ہونا ممکن ہے ۔ایک صورت تو یہ ہے کہ اس سے غلطی سرزد ہوجائے اور ایک صورت یہ ہے کہ وہ غلطی پہ غلطی کرتا چلا جائے ۔اب ایسے میں اگر کوئی ان خطاؤں پر توجہ دلاتا ہے اور نظر ثانی کا کہتا ہے ۔عیوب کی نشاندہی احسن انداز میں کرتا ہے تو ہمیں اسے برا بھلا کہنے کی بجائے اپنا محسن سمجھنا چاہیے جو ہماری اصلاح چاہتا ہے ۔لفظ تنقید سنتے ہیں کان کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایک منفی پہلو ہمارے اذہان پر گردش کرنے لگتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے ۔بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ یہ تنقید ہی تھی کہ انسان بتدریج ترقی کے مدارج تہہ کرتا چلا جارہا ہے ۔

بہت سے لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بہترین اجتماعی عمل وہ ہے جس میں کسی پر تنقید نہ کی جائے۔ یہ ایک منفی سوچ ہے۔ تنقید کوئی معیوب شی نہیں ہے۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا فکری عمل (Thinking Process) ہے۔ جہاں تنقید اور اختلاف رائے کا ماحول نہیں ہوگا وہاں ذہنی ارتقاء کا سفر رک جائے گا۔ اور کسی سوسائٹی کے لئے اس سے زیادہ مہلک کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی کہ وہ ایسے کند ذہن افراد کا مجموعہ بن جائے جو شعور وادراک کی نعمتوں سے محروم اور اعلیٰ

فکری صلاحیتوں سے خالی ہوں۔ صاف گو انسانوں کی نا قدری، تنقید اور جرات اظہار کی حوصلہ تملق پسندوں اور غیر سنجیدہ انسانوں کی زرد فصل ہی نہیں اگاتی، بسا اوقات یہ چیز معاشرہ میں ذہنی جمود پیدا کرنے، اکابر پرستی (Hero Worship) کی طرح ڈالنے اور فکر و عمل کے سوتے خشک کرنے کا موجب بھی بنتی ہے۔ جب کسی قوم کے ارتقاء کا انحصار اس کی فکری صلاحیتوں پر ہوا کرتا ہے۔ قومیں احتساب عمل اور تنقید کی زور پر ہی ترقی کے مراحل طے کرتی ہیں نہ کہ مداہنت اور مصلحت کوشی کے زور پر۔

آپ میری بات سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ اتنی طویل تمہید میں نے کیوں باندھی۔ وجہ یہ ہے کہ سرزمین کشمیر جس کو لوگ جنّت نظیر کہتے ہیں۔ اس گلشن کو برباد کرنے کا کوئی موقع کسی نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ وہ بات ہو کشمیر کی آزادی کی یا کشمیر کی عوام کے معاشی و ملی مسائل کی۔ بہر صورت ندامت و پشیمانی ہی رہی۔ لیکن موجودہ حکومت آزاد کشمیر کے بارے میں لاکھ نقائص ہونے کے باوجود مجھے یہ کہہ لینے دیجیے کہ بڑے عرصے بعد پیپلز پارٹی کو یہ نعمت میسر آئی تو وہ انجام سے واقف تھے کہ اب عوام باشعور ہو چکی ہے۔ تعلیم نے سوئے ہوئے ذہنوں کو جگا دیا ہے۔ اپنے حقوق سے نابلد لوگ اپنے حقوق کو جاننے لگے ہیں۔ ایسے میں چوہدری عبدالمجید صاحب اور ان کے رفقاء جن میں سرفہرست وزیر خوراک جاوید اقبال بڈھانوی نے کافی حد تک ان زخموں کو مندمل کرنے کی کوشش

کی ہے ۔ایک بہت بڑا مسئلہ ہمارے ہاں شعبہ صحافت اور ایک عام آدمی کا یہ مزاج بن چکاہے کہ وہ دوسرے کے اچھے کام کرنے پر داد تحسین دینے میں بخل سے کام لیتاہے اور تنقید آپ اس سے پوری دنیا کی کروالیں جوان نہ تھکے گا نہ چپ ہوگا۔
دیکھیں ! میں جس جانب آپ کی توجہ دلانا چاہتاہوں کہ خدارا آپ تنقید کریں اس میں انسان بہتر سے بہترین کی منازل طے کرتاہے ۔لیکن تنقید برائے تنقید نہ ہو۔اس تنقید میں انسانیت کی اصلاح کا گلدستہ ہو۔نہ کے تعصب ، نفرت و عداوت کا تعفن ۔آپ میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ میں نے پیپلز پارٹی کی تعریف کی تو یہ میں نے ایک چھوٹی سی مثال کے طور پر پیش کی ۔میں نکیال کے حلقے کے بارے میں اچھی طرح جانتاہوں کیوں کہ مجھے وہ دن یاد ہیں جب چوہدری فیملی ،ملک فیملی کا بچہ نوکری کے لیے جاتا تھا، تو سر سکندر حیات خان صاحب کے بچھائے ہوئے سسٹم میں اس کے لیے کچھ گنجائش نہیں تھی ۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج کشمیر کی سیاست کا انحصار وژن مشن پر نہیں ۔نسلی تعصب ،برادری ازم پر ہے ۔سردار صاحب نے قابل تحسین کام بھی، کیے ۔اس میں بھی کوئی شک نہیں ۔لیکن جہاں جہاں خلا چھوڑا اس کو پر کرنا اتنا آسان نہیں ۔اسی طرح نکیال کے حلقے میں بڈھانوی صاحب نوکری ،ڈسپنسری ،نادرا دفتر و دیگر فلاحی کام کررہے ہیں وہاں ان کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ آپ بھی فقط چوہدری برادری پر

نوازشات کے دراازے نہ کھولے رکھیں۔سدھن ،راجہ ،ملک سب ہی آپ کے حلقے کے باشندے ہیں سب کے ساتھ یکساں رویہ روا رکھیں۔

قارئین !آپ تنقید کریں لیکن فقط تنقید نہ کرتے چلے جائیں جہاں تحسین پیش کرنے کا موقع ہو وہاں تحسین بھی پیش کریں۔

آؤ اولاد کی تربیت کریں (1)

اولاد کس کو پیاری نہیں ہوتی ۔ہم میں سے ہر کوئی اپنی اولاد کو عزیز جانتا ہے ۔اس کی بہتر سے بہترین تربیت کا خواہاں ہوتا ہے۔۔ ہم آپ کی خدمت میں ایسی باتیں شیئر کریں گے جو آپ کو اولاد کی تربیت کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

اولاد کو اپنے قریب کریں:۔۔۔۔

وہ پھول یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی ذات کے قریب کریں۔آپ والدین یا والدہ اپنے اس رشتہ سے انھیں مانوس کریں۔یہ کیسے ممکن ہے۔آیئے ہم بتاتے ہیں۔آپ کے مدنی منّا یا مدنی منّی اسکول جاتے ہوں گے ۔تو انھیں ممکنہ صورت میں خود چھوڑیں اور اسکول سے لائیں۔اس دوران توجہ سے ان کی بات سنیں۔

ہوم ورک :۔۔۔۔۔۔۔۔مدنی منّا یا مدنی منی ہوم ورک کرتے آپ ان کے ساتھ مشغول ہو جائیں۔اپنے مدنی منّے اور مدنی منّی کے ہم جماعت کو دلچسپی سے ملیں۔

اسکول کے معاملات و دیگر مشاغل میں ان سے جڑے رہیں:

سکول کے معمولات پہ خوش دلی سے بات چیت کریں۔ہر ہر بات پر کوسنے یا طنز نہ

کریں بلکہ جہاں خطا پائیں۔اس غلطی کے حل پر توجہ دلائیں۔کہ بیٹا اگر آپ اس کام کو ایسے کرلیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔آپ نے ایسے نہیں کیا تو دیکھ لیں۔آپ کو پریشانی ہوئی نا۔آئندہ احتیاط کیجیے گا۔

حوصلہ افزائی :۔۔۔۔۔۔۔انسان کے اندر فطرتاً ایک چیز موجود ہے کہ وہ تعریف کو داد تحسین کو پسند کرتا ہے اور اس سے اس کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔پھر مزید آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ایسے ہی ان ننھے ننھے مدنی منّوں اور مدنی منّیوں کو بھی آپ کی حوصلہ افزائی اور داد کی ضرورت ہے۔یہ اگر کسی دن اسکول سے گڈ، سٹار، ایکسیلنٹ لیکر آئیں تو آپ انھیں مبارک باد دیں۔پھر ان سے ان کے ان کا عزم کا اظہار کروائیں بیٹا۔اب اس سے آگے بڑھنا ہے۔مدنی منّا یا منّی کو نے آپ کو کلمہ سنا دیا، یا پھر نماز کا طریقہ بتایا، یا پھر حمد یا نعت سنا دی تو اس پر گھر والوں کے سامنے انھیں کوئی تحفہ دے دیں۔اس سے ان کے اندر اعتماد پیدا ہوگا۔کامیابی کی جانب قدم بڑھیں گے۔

شام کو ہلکی پھلکی تفریح،، کارکردگی پہ انعام چاہے معمولی ہی ہو بچوں کی باتوں کو توجہ سے سننا، حوصلہ افزائی، شاباشی دینا۔محبت وشفقت کی بنیاد ہیں۔دوسرے شہر میں رہنے والے بچوں کے ساتھ فون کے ذریعے بات کرنا، کوئی دلچسپ بات جو بچے کو یاد رہے، گاہے بگاہے ان کو خطوط، ای میل، تصاویر

بھیجنا، اور ان سے خصوصی طور پر خط اپنے ہاتھ کی ڈرائنگ، تصویر کا تقاضا کرنا، باہم دلوں کو قریب رکھنے کا باعث بنے گا۔ بچوں کے ارسال کردہ خطوط اور اشیا کو امانت سمجھ کر محفوظ رکھیں گے تو بڑے ہونے پر یہی چیزیں لازوال اور سچی خوشی کا باعث بنیں گی۔

ہوا زندگی کا پتہ دیتی ہے

آپ تو بہت ہواوں میں اُڑتے ہو۔ ہو کے دوش پر وغیرہ جیسے جملے سننے کو ملتے ہیں ۔جب غور کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ واقع ہی یہ ہوا بلند کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ کاغذ کا ٹکڑا ہو یا منوں ٹنوں وزنی ہوائی جہاز یہ ہوا اسے بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ خیر ہم اپنے موضوع کی جانب آتے ہیں۔

میں زندہ ہوں ۔زندگی اللہ عزوجل کی نعمت ہے۔ کبھی اس جانب توجہ گئی کہ زندہ رہنے کے لیے کن عناصر کی بے حد ضرورت ہے۔ تو ایسے میں دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ بے اختیار ہماری زبان سے نکلتا ہے کہ ہوا۔ جی ہاں ہوا ایک اہم عنصر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ۔میں نے سوچا کیوں نہ اپنے قارئین کو ہوا کی اہمیت افادیت کے متعلق ہی کچھ آگاہ کردوں۔

ہواؤں کا وجود انسان کے سانس لینے کا مادہ ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہوائیں بند ہو جائیں ۔تو انسان اور حیوان میں سے کوئی ذی روح زندہ نہ رہ سکے۔ انسان اپنی زندگی کی بقاء میں ہوا۔ پانی اور خوراک کا محتاج ہے۔ ان میں سب سے زیادہ احتیاج اور ضرورت ہوا کی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی ذی

روح ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد پانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خوراک کی بہ نسبت انسان پانی کا زیادہ محتاج ہے۔ نظامِ قدرت پر غور کیجئے کہ انسان کو اپنی بقاء کے لئے جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ جس کے بغیر وہ ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔اس کا حصول اس نے سب سے سہل اور آسان کر دیا ہے کہ انسان ہو یا حیوان۔ وہ بغیر کسی مشقت کے ہر وقت اور ہر جگہ ہوا کو بآسانی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے حصول کے لئے اس کو نہ کوئی قیمت اور ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ نہ کسی کا زیر احسان ہونا پڑتا ہے۔پانی کی ضرورت بقائے انسانی کے لئے ہوا کی بہ نسبت کم ہے، اس لئے اس کا حصول بھی اس قدر عام نہیں ہے، تاہم ایک ذی روح دن میں متعدد بار پانی پینے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

ہواؤں سے ہم فقط سانس ہی نہیں لیتے۔ دریاؤں میں روانی، سمندروں میں طلاطم، اطراف عالم میں کھیتوں اور باغات کی نشو و نما، سمندروں میں جہازوں کی آمد و رفت؛، بادلوں کی گردش اور بارشوں کا حصول، یہ تمام امور اس صناع مطلق کی پیدا کردہ ہواؤں کے سبب سے ہیں۔ اگر وہ چند ساعتوں کے لئے بھی ہواؤں کو چلنے سے روک لے تو ساری کائنات کا نظام معطل ہو کر رہ جائے گا۔ جیسا کہ قران مجید میں ارشاد فرمایا مفہوم آیت کچھ اس طرح ہے کہ "اللہ تعالی کی قدرت پر نشانیوں میں سے ایک نشانی سمندروں میں رواں دواں پہاڑوں کی مانند جہاز ہیں،

اگر اللہ چاہے تو ہواؤں کو روک لے اور یہ جہاز سمندر میں کھڑے کے کھڑے رہ جائیں
الشوریٰ)۔ نیز فرمایا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بعض یہ)
ہیں کہ وہ ایسی ہوائیں بھیجتا ہے، جو تمھیں بارش کی آمد کی خوش خبری دیتی ہیں، تاکہ تم
اس سے حظ رحمت لے سکو اور ان ہی ہواؤں سے اس کے حکم سے جہاز چلتے ہیں۔تاکہ
تم (تجارت کے ذریعہ) اللہ کا فضل ڈھونڈ سکو اور اس نعمت پر اس کا شکر ادا کر سکو۔
(الروم)

اللہ تعالیٰ نے ہوائیں دو قسم کی پیدا فرمائی ہیں، آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ۔ ہم سانس کے ذریعہ آکسیجن لیتے ہیں، پھر ہمارے جسم اور خون میں جو گندے اور زہریلے مادے ہیں، وہ اس آکسیجن کو کاربن ڈائی آکسائیڈ میں تبدیل کر دیتے ہیں اور جب ہم سانس باہر چھوڑتے ہیں تو وہ ہوا کاربن سے بھری ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے درختوں میں یہ خاصیت رکھی ہے۔ کہ وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور تازہ آکسیجن چھوڑتے رہتے ہیں۔ غور کیجئے کہ اگر درختوں کا وجود نہ ہوتا یا درختوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرنے کی خصوصیت نہ ہوتی تو یہ فضاء ہمارے سانسوں کے ذریعہ چھوڑی ہوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ سے پراگندہ ہو جاتی ہے۔ سانس لینے کے لئے تازہ آکسیجن کا ملنا محال ہو جاتا اور زہریلی و بدبودار ہواؤں میں ہم گھٹ گھٹ کر مر جاتے۔
ہماری ضرورت کے مطابق درختوں میں کاربن کو جذب کرنے اور آکسیجن کو چھوڑتے
رہنے کی

خصوصیت ہواؤں میں جو خصوصیات، حکمتیں اور فوائد مضمر ہیں، یہ صرف اور صرف اللہ عزوجل کی قدرت کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ ایسی ہوائیں بھیجتا ہے جو بخارات کو بادل بنادیتی ہیں، ان بادلوں کو فضاء میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ (الروم

اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں انسان کو دی ہیں ان تمام نعمتوں میں سے ہوا ایک خاص نعمت ہے جس کے ذریعے دنیامیں انسان کا وجود زندہ ہے۔ یہ ہوا کچھ منٹوں کے لیے ختم ہو جائے توجانداروں کا وجود اس دنیا سے ہی مٹ جائے انسان پانی کے بغیر کچھ دن زندہ رہ سکتاہے اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکرادا کرنا چاہیئے وہ کم ہے۔

ہوا بہت سی گیسوں کا مجموعہ ہے اور گیسوں کے ساتھ ساتھ اس میں نمکیات اور اور کچھ پانی کی مقدار بھی ہوتی ہے اس میں سب سے زیادہ نائٹروجن گیس موجود ہے اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کی مقدار بھی کافی زیادہ ہے اس میں پانی کی مقدار بہت ہی کم ہے پانی کی ہوا میں موجودگی موسم کو خوشگوار اور بارش کا سبب بناتی ہے

جب۔

ہوا کے زریعے ہی بادل ہوا میں اٹھتے ہیں اور یہ ہوا ہی بادلوں کو گرم زمین

کی طرف دھکیلتی ہیں اس کے بعد یہ بادل زمین پر بارش کرتے ہیں ہوا کسی جگہ پر صاف ہوتی ہے تو کسی جگہ پر یہ ہوا آلودہ ہو جاتی ہے۔ کھلے میدانوں اور کھیتوں والی جگہ پر ہوا صاف ہوتی ہے کیوں کہ کھلے میدانوں اور کھیتوں والی جگہ پر ہوا میں موجود اجزاء کی مقدار مناسب ہوتی ہے لیکن آبادی اور صنعتی علاقوں میں ہوا آلودہ ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی کہ یہ ہوا میں موجود اجزاء کی مقدار غیر مناسب ہو جاتی ہے۔

قران مجید میں ارشاد باری تعالی ہے: وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ( )

اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی یہاں تک کہ جب اٹھالائیں بھاری بادل ہم نے اُسے کسی مُردہ شہر کی طرف چلایا پھر اس سے پانی اتارا پھر اس سے طرح طرح کے پھل نکالے اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے کہیں تم نصیحت مانو۔

ایک اور مقام پر ارشاد :

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ( ) (سورۃ الحجر، آیت

(۲۲،پ ۲۴

ترجمہ :اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں (ف) تو ہم نے آسمان] سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں ۔

: قران مجید میں ربّ عزوجل ارشاد فرماتا ہے

() وَہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَہُوۡرًا

ترجمہ :اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا۔۔

محترم قارئین :امید ہے کہ مذکورہ بالا معلومات آپ کے لیے نفع بخش ثابت ہوگی ۔اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمایئے گا۔

سورج کی کہانی

سردی کے موسم میں کپکپاتے انسان دھوپ کی تلاش میں گھر کی چھتوں ،دفاتر کی، گیلری اور جہاں جہاں دھوپ میسر آجائے تلاش میں ہوتے ہیں۔ کہیں بس دھوپ میسر آجائے ۔پھر تاریک رات میں انسان بے تابی سے کروٹ پہ کروٹ لے رہاہوتاہے ۔کب روشنی ہوکب روشنی ہو۔

یہ دھوپ اور یہ روشنی بیک وقت قدرت کے بنائے ہوئے شاہکار ''سورج'' سے ہی میسر آتی ہیں۔سردیوں ای دھوپ کے لیے انسان مارا مارا پھر رہاہوتاہے۔دوسری جانب یہی سورج کی تپش زمین کے پیٹ سے اگلنے والی فصل کے لیے بہت حد ضروری ہوتی ہے ۔جس کی بدولت فصل پک کر انسان کی خوراک اور جانوروں کا چارہ بنتی ہے ۔خیر!!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!آج ہم آپ کو سورج کے متعلق تفصیل سے بتائیں گئے کہ سورج ہے کیا؟اس کی حقیقت کیاہے ؟جدید سائنس نے ہمیں اس کے متعلق کیا معلومات فراہم کی ہیں۔

سورج نظام شمسی کے مرکز میں واقع ستارہ ہے۔زمین، دیگر سیارے، سیارچے اور

دوسرے اجسام سورج ہی کے گرد گردش کرتے ہیں۔ سورج کی کمیت نظام شمسی کی کل کمیت کا تقریباً 99.86% ہے۔ سورج کا زمین سے اوسط فاصلہ تقریباً 14,95,98,000 کلومیٹر ہے اور اس کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں 8 منٹ 19 سیکنڈ لگتے ہیں۔ تاہم یہ فاصلہ سال بھر یکساں نہیں رہتا۔ 3 جنوری کو یہ فاصلہ سب سے کم تقریباً 14,71,00,000 کلومیٹر اور 4 جولائی کو سب سے زیادہ تقریباً 15,21,00,000 کلومیٹر ہوتا ہے۔ دھوپ کی شکل میں سورج سے آنے والی توانائی ضیائی تالیف کے ذریعے زمین پر تمام حیات کو خوراک فراہم کرتی ہے اور زمین پر موسموں کی تشکیل کا باعث بنتی ہے۔

سورج کی سطح بنیادی طور پر ہائیڈروجن اور ہیلیم سے بنی ہے۔ اس میں ہائیڈروجن کا تناسب تقریباً 74% بلحاظ کمیت یا 92% بلحاظ حجم اور ہیلیم کا تناسب تقریباً 24% بلحاظ کمیت یا 7% بلحاظ حجم ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے عناصر جیسے لوہا، نکل، آکسیجن، سیلیکان، سلفر، میگنیشیم، کاربن، نیون، کیلشیم اور کرومیم معمولی مقدار میں موجود ہیں۔

نجمی جماعت بندی میں سورج کا درجہ G2V ہے۔ G2 کا مطلب ہے کہ اس کی سطح کا درجہ حرارت تقریباً 5,780 کیلون (5,510 درجہ صد) ہے۔ سورج کا رنگ سفید ہے جو بالائی فضاء میں روشنی کے انتشار کے باعث زمین سے اکثر زردی مائل نظر آتا

ہے۔ یہ روشنی کی کچھ طول موجوں کو منہا کرنے والا اثر ہے جس کے تحت روشنی میں سے چھوٹی طول موجیں، جن میں نیلی اور بنفشی روشنی شامل ہیں، نکل جاتی ہیں۔ باقی ماندہ طول موجیں انسانی آنکھ کو زردی مائل دکھائی دیتی ہیں۔ آسمان کا نیلا رنگ اسی الگ ہونے والی نیلی روشنی کے باعث ہے۔ سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت جب سورج آسمان پر نیچا ہوتا ہے، تو روشنی کو ہم تک پہنچنے کا لئے اور زیادہ ہوا سے گزرنا پڑتا ہے جس کے باعث یہ سورج کہکشاں جادہ شیر کے مرکز کے گرد تقریباً
جھرمٹ Cygnus نوری سال کے فاصلے پر گردش کرتا ہے۔ یہ 24,00026,000 کی سمت میں گردش کر رہا ہے اور 22.525.0 کروڑ سالوں میں ایک چکر مکمل کرتا ہے۔ اس دورانیے کو ایک کہکشائی سال کہتے ہیں۔ اس کی دوری رفتار (orbital تقریباً 22020 کلومیٹر فی سیکنڈ خیال کی جاتی تھی لیکن ایک نئے اندازے (speed کے مطابق 251 کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔ اس طرح سورج تقریباً ہر 1,190 سالوں میں کا فاصلہ astronomical unit( )ایک نوری سال یا ہر 7 دنوں میں ایک فلکیاتی اکائی طے کرتا ہے۔

سورج ابھی جادہ شیر کے جس حصے سے گزر رہا ہے اس میں ہم سے قریب ترین 50 کلومیٹر) کے فاصلے تک E+14 ستاروں میں، جو زمین سے 17 نوری سال (1.6 واقع ہیں، کمیت کے لحاظ سے اس کا نمبر چوتھا ہے(10)۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ دنیا کو سورج کی سطح پر غیر معمولی سکون یا ٹھہراؤ کا سامنا ہے یا آسان

لفظوں میں یوں سمجھ لیجیے کہ سورج سو رہا ہے۔

سائنسدانوں کے لیے یہ صورت حال انتہائی حیران کن ہے اور وہ جاننے کی کوشش میں ہیں کہ سورج پر آنے والے شمسی طوفانوں میں کمی کے دنیا پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ماضی کے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب کبھی بھی سورج پر شمسی طوفان آنا بند یا کم ہو جاتے ہیں دنیا سردی کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔اس مرتبہ سورج کی سطح پر شمسی طوفانوں میں کمی کا زمین کی سطح یا گلوبل وارمنگ پر کیا اثر ہو گا اس کا بھی جائزہ لیا جا رہا ہے۔ سورج پر ہونے والی حرکت یا ایک مستقل طوفان کی سی کیفیت کی بہت مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ سورج پر پائے جانے والے دھبے بہت زیادہ مقناطیسیت کے حامل ہوتے ہیں جو زمین سے دیکھیں۔ تو سیاہ دھبوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ سورج کی شعائیں یا بنفشی شعاعیں زمین کی طرف منعکس ہوتی ہیں اور سورج کی سطح سے اٹھنے والے شعلے اربوں ٹن چارج پارٹیکلز یا.برقی ذرات خلاء میں بکھیر دیتے ہیں۔ سورج پر ہونے والا یہ ارتعاش ہر گیارہ.برس میں کم اور زیادہ ہوتا ہے۔ یہ سورج پر ارتعاش کی انتہا یا عروج کا زمانہ ہے جسے سائنسی اصطلاح میں سولر میکسیمم کہا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت سورج پر غیر معمولی ٹھراؤ ہے اور وہ سرگرمی نہیں ہے جو عام طور پر ہونی چاہیے تھی۔ سورج پر سرگرمی میں کمی کا مطلب ہے آنے والی کئی دہائیوں میں زمین انتہائی سرد ہو سکتی ہے۔ . . .

انسانی جسم پر سورج کی روشنی پڑنے سے جسمانی ضرورت کا نوے فیصد وٹامن ڈی حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدے سے پتہ چلا ہے کہ 11 تا 13 سال کی بچیوں اور 14 تا 17 سال کے بچوں میں وٹامن ڈی کی کمی ہوتی ہے۔. برطانوی طبّی ماہرین کے مطابق جن بچوں کے والدین انہیں کھلی فضاء میں کھیلنے کی ترغیب دیتے ہیں، وقت کے ساتھ ان میں گھر پر بیٹھ کر ٹیلی وژن دیکھنے یا کمپیوٹر کے سامنے وقت گزارنے کے رجحانات دیگر بچوں کے مقابلے میں خاصے کم ہوجاتے ہیں اور یوں وہ کھلی فضاء میں رہ کر زیادہ بہتر نشونما پاتے ہیں۔ (موسم سرما کے دوران سورج کی الٹرا وائلٹ بی شعاوں کے اخراج میں کمی ہوجاتی ہے)۔ موسم سرما کے دوران سورج کی الٹرا وائلٹ بی شعاوں کے اخراج میں کمی ہوجاتی ہے۔

محترم قارئین! صرف سورج کی بناوٹ ہی پر بات کریں تو اس پر گھنٹوں بات کی جاسکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ہمارا مقصود سورج کو ایک نعمت کے طور پر پیش کرنا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے ہم نے آپ تک اہم معلومات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ وہی آفتاب ہے جس کے تذکرے شعراء کے دیوانوں میں ملتے ہیں جیسے عربی میں شمس اور اردو میں سورج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہی جس سے چاند روشنی مستعار لیتا ہے۔

قران مجید فرقانِ حمید سورج کے متعلق بارہا ذکر ملتا ہے۔

(وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (ابراہیم ------

اور تمہارے لئے سورج اور چاند مسخّر کئے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن مسخّر کئے۔

: ایک اور مقام پر ذکر ہے

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (النحل---پ ۱۴)

اور اس نے تمہارے لئے مسخّر کئے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بیشک اس آیت میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو۔

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ( )

وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لئے۔

محترم قارئین :اللہ عزوجل ہمیں ان نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطافرمائے

۔آمین

اپنے جذبات، خیالات سے ہمیں ضرور آگاہ کیجیے گا۔ کہ آپ کس حد تک ہماری تحریر و
خیالات سے اتفاق یا اعتراض کرتے ہیں۔

ابھی وقت ہے

یوں تو اچھے دوستوں کی رفاقت کی بدولت معمول ہے کہ زندگی کے مقاصد پر غور کرتا ہی رہتا ہوں ۔ مورخہ ۲۲،۲۳ جون ہی کی بات ہے کہ کراچی میں اس شدت سے گرمی پڑی کے سینکڑوں جانیں داعی الحق ہو گئیں ۔ میں اپنے بچوں کی امی کے ساتھ افطار کے خوان پر بیٹھا بات کر رہا تھا کہ دیکھو ! ! آپ کے سامنے سب کچھ پڑا ہے ۔آم ،کیلے ، طرح طرح کا فروٹ، مشروب وغیرہ سب ہی کچھ ۔ لیکن آپ کا ہاتھ فقط پانی کی جانب اُٹھ رہا ہے اور کچھ کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔ حالانکہ سب کچھ میسر ہے ۔

اللہ عزوجل نے ابھی ہم پر صرف اپنی نعمت ہوا بند کی ہے تو ہمیں زندگی کے سب رنگ ماند پڑتے دکھائی دے رہے ہیں ۔اپنے آپ سے کوفت ہونے لگی ہے ۔ عیش و تعیش کرنے والے بھی ہوا کو ترس رہے ہیں ۔مالک تو راضی ہو جا۔ توبہ کرتے ہیں ۔ تو ہوا چلا دے ۔ تھوڑی سی ہی ہوا چلا دے ۔

محترم قارئین ! ! میں سوچ سوچ کے تھک گیا کہ اے کریم تیری کس کس نعمت کا شکر ادا کریں ۔ہم تو خطاؤں کا مجسمہ ہیں ۔ دنیا نے اپنی لپیٹ میں ایسا لے لیا کہ آخرت کی فکر ہی نہیں ۔

ہمیں تو اپنے آقا و مولا عزوجل سے اس بات پر ڈرنا چاہیے کہ وہ ہماری باطنی لغزشوں اورزیادتیوں سے باخبر ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں بابِ رحمت میں داخلے سے روک دے اور ہمیں اپنی بارگاہ سے دُھتکار دے اوراپنے محبوب بندوں کی رفاقت سے محروم کردے پھر تُو رُسوائی کے جنگل میں جاگرے اور خسارے کی رسی میں بندھ جائے، پھر جب تُو اپنی گمراہی اور سرکشی سے چھٹکارا چاہے تو تجھے غیب سے یوں ندا دی جائے:

اِلَیْکَ عَنَّا فَمَا تَحْظٰی بِنَجْوَانَا
یَا غَادِرًا اَقَدْ لَھَا عَنَّا وَقَدْ خَانَا
اَعْرَضْتَ عَنَّا وَلَمْ تَعْمَلْ بِطَاعَتِنَا
وَجِئْتَ تَبْغِیْ الرِّضَا وَالْوَصْلُ قَدْ بَانَا
بِاَیِّ وَجْہٍ نَرَاکَ الْیَوْمَ تَقْصِدُنَا
وَطَالَ مَا کُنْتَ فِی الْاَیَّامِ تَنْسَانَا
یَانَاقِضَ الْعَھْدِ مَافِیْ وَصْلِنَا طَمَعٌ
اِنَّا لَمُجْتَھِدٍ بِالْجِدِّ قَدْ دَانَا

ہم سے دُور ہو جا، ہماری دوستی سے تُو نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، اے دھوکہ دینے ( ) والے! تُو نے ہم سے مذاق کیا اور خیانت کی۔
تُو نے ہم سے منہ موڑ لیا اور ہماری اطاعت بھی نہیں کی اس کے باوجود بھی ( )

تُو ہماری رضا کا متلاشی ہے، اب وصال کا وقت نہیں رہا۔
ہم کس لئے تیری رعایت کریں کہ آج تُو ہماری طرف بڑھتا ہے حالانکہ طویل زمانے ( ) تک تونے ہم کو بھلائے رکھا۔
اے عہد توڑنے والے ! ہماری ملاقات کی خواہش نہ رکھ یہ تو عبادت کی کوشش کرنے ( ) والے کے لئے ہے اور وہ کوشش کرکے ہمارا قرب پا چکا ہے۔
اے باقی رہنے والی نعمتوں کو فانی آسائشوں کے بدلے بیچ ڈالنے والے ! کیا تجھے اس کا نقصان نہیں معلوم ؟۔۔۔۔۔۔ وصال کے دن کتنے اچھے ہیں اور جدائی کے ایام کتنے سخت،۔۔۔۔۔۔ قوم کی زندگی اس وقت تک اچھی نہیں ہوتی جب تک وہ (راہِ خدا عزوجل میں سفر کے لئے) اپنا وطن نہ چھوڑ دے اور راتیں تلاوت قرآن میں بسر نہ کرے،۔۔۔ اسی لئے نیک لوگ اپنی راتیں اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں ۔
محترم قارئین ! بڑے خوش بخت ہیں وہ جس کی عکاسی عربی شعر میں کی گئی کہ

طُوبٰی لِمَنْ سَهِرَتْ بِاللَّيْلِ عَيْنَاهُ
وَبَاتَ فِیْ قَلَقٍ مِنْ حُبِّ مَوْلَاهُ
وَقَامَ يَرْعٰی نُجُوْمَ اللَّيْلِ مُنْفَرِدًا
شَوْقًا اِلَيْهِ وَعَيْنُ اللّٰهِ تَرْعَاهُ

ترجمہ: ( ) خوشخبری ہے اس کے لئے جس کی آنکھیں رات کو جاگتی ہوں اور وہ اپنے رب

عزوجل کی محبت میں بے قرار رات گزارتا ہو۔
اور وہ اللہ عزوجل کی ملاقات کا شوق لئے ستاروں کے چھپنے کا انتظار کرتے ہوئے ( )
تنہائی میں قیام کرتا ہے ،اور اللہ عزوجل کی نگاہِ رحمت اس کی طرف متوجہ رہتی ہے۔
ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم زندگی کہ ہر ہر لمحے کو غنیمت جانیں ۔لیکن ہم نے تو قربت کو
دُوری کے بدلے ، عقل کو خواہشات کے بدلے اور دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا ہے۔
عربی شعر میں بہت ہی خوبصورت بات کی گئی ۔جو کہ ہمارے لیے ایک بہترین درس
ہے۔

قُمْ فَارْثِ نَفْسَکَ وَابْکِھَا
مَادُمْتَ وَابْکِ عَلٰی مَھَلْ
فَاِذَا اتَّقَی اللّٰہَ الْفَتٰی
فِیْمَا یُرِیْدُ فَقَدْ کَمَلْ

ترجمہ :اُٹھ (یعنی تیار ہو جا)اور اپنے نفس پر افسوس کر اور جب تک تو زندہ رہے اس
پر روتا رہ اور اپنے راحت و آرام پر آنسو بہا، کہ جب کوئی نوجوان اپنی نفسانی خواہشات
کے بارے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے، تو وہ (ایمان میں)کامل ہو جاتا ہے

محترم قارئین !آپ سے بس اتنی التجا ہے کہ زندگی کے مقاصد پر غور کیجیے جو لوگ اپنے مقاصد پر نظر نہیں رکھتے ۔ندامت و پشیمانی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ابھی وقت ہے ۔پھر کے یہ لمحے ملیں یا نہ ملیں ۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

کھیت ، کھلیان اور کسان

ک۔۔س۔۔ا۔۔ن کا مجموعہ کسان ۔یہ لفظ سنتے ہیں ہی ذہن میں ایک کھیت کھلیان ،ہل وغیرہ کا تصور قائم ہو جاتا ہے ۔ایک مقدس پیشہ جس سے دنیا میں بسنے والوں کی خوراک کا تعلق ہے ۔گویا یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ کسان کی محنت سے دنیا کھا رہی ہے ۔خیر ایک انتھک اور محنت طلب کام ۔جس میں وقت بھی صرف ہوتا ہے اور جان توڑ محنت بھی درکا ہوتی ہے۔

کسانوں کے کام پر غور کریں تو یہ اللہ کے شاکر بندے دکھائی دیتے ہیں اور متوکل انسان بھی ۔وہ اس طرح کہ یہ جب زمین کا سینہ شق کرکے اس میں بیچ بو رہے ہوتے ہیں تو اپنے ربّ کا شکر ادا کرتے ہیں نیز توکل کا یہ عالم کہ چھ چھ ماہ اپنی محنت کے لیے اللہ عزوجل کے فضل سے پرامید ہوتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں ہماری محنت کا ثمر ضرور عطا فرمائے گا۔

اس وقت دنیا کی کل آبادی کم و بیش سات ارب بنتی ہے۔ اقوام متحدہ کے محتاط اندازوں کے مطابق ان میں سے ایک ارب انسان غربت کا شکار ہیں۔ اس طرح خوراک کی کمی کے باعث انسانوں کی ایک بڑی تعداد بھوک میں مبتلا ہو رہی ہے۔

ادارہ

.برائے خوراک وزراعت کے مطابق رواں صدی کے اواخر تک دنیا کی کل آبادی 9 ارب تک پہنچ جائے گی، جس کے نتیجے میں بین الاقوامی سطح پر بھوک کا مسئلہ مزید شدت اختیار کر جائے گا۔ اس ادارے نے مستقبل کی اس خطرناک صورتحال سے بچاؤ کے لیے زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ زرعی اجناس کی پیداوار بڑھانے کے لیے نتیجہ خیز اقدامات ابھی سے شروع کر دینے چاہییں۔

FAO کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں کاشتکاری کیموجودہ رجحانات کو بدلنے کی بھی ضرورت ہے تاکہ کیڑے مار ادویات کے بے دریغ استعمال کو کم کرتے ہوئے وہاں پائیدار اور ماحول دوست زراعتی طریقے اختیار کیے جائیں، 'پیداواری عمل کو بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ زرعی اراضی کی زرخیزی کو برقرار رکھا جائے'۔ سائنسی حوالے سے ایسے شواہد موجود ہیں کہ اگر کیڑیمار ادویات کا بے جا استعمال کیا جائے تو زمین کی زرخیزی پر بھی اثر پڑتا ہے۔

فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن نے ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کی حکومتوں پر زور دیا ہے کہ ماحول دوست کاشتکاری کو فروغ دینے کے لیے سرمایہ کاری کی جائے اور کسانوں کو مراعات دی جائیں تاکہ وہ کاشتکاری کے اپنے روایتی انداز اور رجحانات کو بدلتے ہوئے ماحول دوست اور جدید طریقے اختیار کر سکیں۔

زراعت کا شعبہ ہمارے ملک میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ کسی بڑے، زیادہ آبادی والے اور بلند اہداف کے حامل ملک کے لیے غذائی اشیاء کی مسلسل فراہمی کی ضمانت، بہت زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا ہمارا زراعت اور مویشی پالنے کا شعبہ ایک خاص اور غیر معمولی شعبہ ہے اور سبھی کو اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اسلام میں بھی پوری آگاہی اور توجہ کے ساتھ زراعت کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ کسانوں کے بارے میں تو ہمیں کتب میں کثیر مواد ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا (الزارعون کنوز اللّٰہ فی ارضہ) کسان اللہ کی زمین پر اس کے خزانے ہیں۔" یعنی زراعت کرنے والے ایسے لوگ ہیں" جو زمین کے نیچے سے اللہ کے خزانوں کو باہر نکالتے ہیں۔ زمین اور خاک میں خدا کا سب سے اہم خزانہ ان مواد سے عبارت ہے جو انسان اور حیوانوں کی زندگی جاری رہنے کا سبب ہیں۔ یہ سونے اور تیل سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ سونا اور تیل، زندگی کے لیے ضروری اشیاء کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے تاہم غذائی اشیاء ، زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے۔ زراعت، بنیاد اور اساس ہے۔ اس کام کی کچھ تمہیدیں ہیں؛ ان تمہیدوں پر عمل کرنا چاہیے۔ ذمہ دار حکام نے اس سلسلے میں اچھی کوششیں کی ہیں۔

اسی طرح باغوں کے مالی اور نرسری میں رنگ رنگ کے پودوں کے گلشن سجانے والے

بھی ہماری دنیا کا اہم کردار ہیں ۔جو ماحول کی آلودگی کو ختم کرنے اور خوشگوار ماحول پیدا کرنے میں قلیدی کردار ادا کر رہے ہیں ۔جب بھی کسی نرسری کے پاس سے گزریں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے ایک اچھا تصور بن جاتا ہے ۔دل کی کیفیت بن جاتی ہے کہ بندہ کچھ لمحے یہاں بیٹھ جائے اور قدرت کے شاہکار نباتات کو ملاحظہ کرے اس عنوان پر گھنٹوں بھی بیٹھے رہیں تو ختم نہ ہو۔

محترم قارئین !کسان ہمارے محسن ہیں جو گرمی سردی کی پرواہ کیے بغیر ہمارے لیے محنت کرتے ہیں اور ان کی محنت کے ثمر کا ہمیں بھی بے حد فائدہ ہوتا ہے ۔ہمیں چاہیے کہ ہم اس طبقہ کے حقوق کی بات کریں انھیں ان کا حق دیں اور دلائیں ۔کیونکہ پاکستان میں ان کا استحصال ہو رہا ہے ۔جو کہ درست نہیں ۔آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ اچانک ڈاکٹر صاحب نے ایک علیحدہ موضوع پر لکھنے کا فیصلہ کیوں کیا ؟تو بتاتا چلوں کے میرے سامنے کچھ کسانوں کی دلسوز کہانیاں آئیں کہ میں نے آپ احباب اور ارباب اختیار تک اس طبقے کی اہمیت و افادیت اجاگر کرنے کے لیے لکھنا ناگزیر جانا۔ میں کس حد تک اپنی بات سمجھانے میں کامیاب ہوا اس کا فیصلہ تو آپ کر سکتے ہیں ۔اللہ کریم ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

جنگی تیکنیک اور فتح کا علم

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی رحمتیں لٹا رہا تھا۔ اسی میں میں تاریخ انسانیت کے بیسیوں واقعات رونما ہوئے جو آج بھی تاریخ کے اوراق پر کندہ ہیں۔ انہیں میں ایک واقعہ بدر بھی ہے۔

میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ واقعہ بدر مجھے پورا معلوم ہے بلکہ علماء کے وعظ، وکتب کثیرہ میں اس کا ذکر اس قدر ہوچکا ہے کہ ذہن پر نقش ہوچکا ہے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ ہمیں اس جنگ کے تیکنیکی پہلوؤں پر بھی غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ سوچا کیوں نہ تحریر کی صورت میں بھی ان خیالات کو قارئین تک بھی پہنچا دیا جائے۔ میں اپنی اس تحریر میں آپ کی آسانی کے لیے سوال قائم کرکے اس کے جواب پر اپنا تبصرہ پیش کروں گا تاکہ تیکنیکی جہات کا انکشاف آسان ہوسکے۔

سب سے پہلی بات اس جنگ کا پس منظر کیا ہے؟

کفارِ مکہ اس بات سے خائف تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت بننے سے شام کی طرف جانے والا ان کا تجارتی راستہ ہمیشہ کے لیے غیر محفوظ ہوجائے گا۔ چنانچہ اس خوف اور اندیشے نے ان کے کان کھڑے کردیے۔ لہذا انھوں نے عبد اللہ بن اُبی کو لکھا۔ ۱۰اگر اہل مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر

بدر نہ کیا تو قریش ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے ۔ایک مرتبہ کیا ہوا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ عمرہ کے لیے گئے تو کفار نے انھیں مسجد الحرام کے دروازے پر روک لیااور دیگر مناسک ادا کرنے کی بھی اجازت نہ دی ۔ کفار کے سازشی گروہ نے کمر کس لی ۔بڑی رازداری سے مدینہ پر چڑھائی کی منصوبہ بندی کی ۔ان حالات میں مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ تھا کہ وہ قریش کے تجارتی راستوں کی ناکہ بندی کردیں اور دیگر قبائل کو اسلام دشمن پالیسیوں پر نظرثانی کے لیے مجبور کریں ۔ مشرکین مکہ ،اس کے اتحادی قبائل ،اہل یہود اور منافقین کو سبق سکھانے کا یہ بہترین وقت تھا۔ یہ لوگ اسلام کے فروغ کو کسی صورت میں برداشت نہیں کرپارہے تھے اور وہ اسے لوگوں کے دلوں ، حتیٰ کہ روئے زمین سے نیست ونابود کردینا چاہتے تھے ۔جب کہ تقدیر کو کیا منظور تھا کہ انہی بڑے بڑے سرداروں و جاگیرداروں کو اسلام کے آگے جھکنا ہی تھا۔

محترم قارئین سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنگ کی نوبت آئی کیسے ؟عرض کرتا چلوں کہ جنگ کی فضا کچھ اس طرح بنتی ہے کہ دو ہجری کے اوائل میں ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی قافلہ کم و بیش چالیس محافظوں کے ساتھ شام سے مکہ کے لیے محو سفر تھا۔جب مسلمانوں کی حدود سے گزرنے لگا۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوف زدہ ہو کر اس نے ابوسفیان نے مدد ایک قاصد مکہ کی جانب

دوڑادیا۔اس خبر سے مکہ میں افراتفری پھیل گئی ،لہٰذاسرداران قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھرپور جنگ کا فیصلہ کرلیااور مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو جڑ سے اکھیڑ دینے کے ارادے سے ایک ہزار کا لاؤ لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہوگئے ۔پلاننگ یہی تھی کہ ابکہ انھیں اس طرح زیر کریں کہ ہم غالب اور وہ مغلوب ہوجائیں ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری جانب مسلمانوں کی پلاننگ کیا تھی ؟

تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے فیصلہ کن معرکے کا ارادہ کرچکے تھے،تاہم مسلمانوں کی اکثریت قریش کے تجارتی قافلے پر غلبہ پانے کی آرزومند تھی ۔ صورت حال سے آگہی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے اپنے صحابہ کو جمع کیااور مطلع کیا کہ قریش کا تجارتی قافلہ اس وقت مدینہ کے شمال میں ہے، جب کہ ان کالشکر جنوب کی طرف سے مدینہ کی طرف بڑھ رہاہے۔آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان دونوں قافلوں پر انھیں غلبہ عطافرمائے گا۔ان یہ مسلمانوں پر منحصر ہے کہ وہ تجارتی قافلے پر حملہ کرتے ہیں یاان کے مسلح لشکرپر۔

سوچنے کی بات ہے۔مسلمانوں کی کمان توپیارے آقاکے ہاتھ میں تھی سوال یہ

پیدا ہوتا ہے کہ قائد و رہبر کی جانب سے پلاننگ کا اظہار ہونے کے بعد ماتحت جوانوں کا کیا رد عمل تھا؟ وہ اپنے رہبر کے شانہ بہ شانہ تھے یا متزلزل ؟

محترم قارئین ! مسلمان کبھی بزدل نہیں ہو سکتا۔ جرائت و شجاعت ، وفاداری و تابعداری اس کا ورثہ ہے۔ حضورؐ نے جب پانے پیغام اور جنگ کی حکمت عملی صحابہ کے سامنے رکھی تو ان شہپروں و شہبازوں کی طرف سے حوصلہ افزا جواب ملا۔ جو جنگ میں کسی میں سپہ سالار کے لیے فتح کی نوید ہوتا ہے۔ چنانچہ

صحابہ کرام کے جذبہ کچھ ایسے تھے جسے کتب میں درج کیا گیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے ملا ہے، اس کے لیے تیار ہو جائیے ۔ ہم لوگ بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے ۔' (اگر لڑنا ہی ضرور ہے) توتم اور تمھارا خدا جاؤاور لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔' • قسم ہے اس ذات کی ، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق وصداقت کے ساتھ بھیجا ہے ، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اقصاے یمن کے ایک مقام) برک الغماد تک جائیں گے تو ہم ساتھ ساتھ ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درمیان لیتے ہوئے آگے پیچھے ، دائیں بائیں جنگ کریں گے ۔'

سوال یہ اُٹھتا ہے کہ دشمن اور مسلمانوں کی تعداد کتنی کتنی تھی طاقت جنگی تو ان کا اندازہ ہو سکے ؟

محترم قارئین۔ کفار مکہ کا مسلح لشکر ایک ہزار جنگ جوؤں مشتمل تھا، جس میں

چھ سوزرہ پوش اور دوسو سوار شامل تھے۔ لشکر کے ساتھ ساتھ گائک اور رقاصائیں بھی تھیں۔ راستے میں جہاں کہیں پڑاوڈالا جاتا، محفل رقص وسرود کا اہتمام کیا جاتا۔ مقصد یہ تھا کہ دیگر قبائل اور آس پاس کے علاقوں پر ان کی قابل تسخیر فوجی برتری اور عددی قوت کی دھاک بیٹھ جائے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس لشکر کے پیش نظر کوئی اعلی جنگی مقاصد نہ تھے۔

دوسری جانب مشرکین کے اس لشکر کا سامنا کرنے کے لیے کم وبیش تین سو تیرہ مسلمان روانہ ہورہے تھے۔ اسلامی لشکر میں مہاجرین اور باقی انصار شامل تھے۔ وسائل کے فقدان کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس دو تین گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، جس کی وجہ سے تین تین، چار چار آدمی باری باری ان پر سواری کر رہے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ و سلم دو صحابہ کے ساتھ ایک سواری میں شامل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو سوار ہونے کی پیش کش کی تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ 'تم لوگ طاقت میں مجھ سے بڑھ کر نہیں ہو۔ ثواب کی مجھے بھی تمھاری ہی طرح ضرورت ہے۔' مجاہدین اپنی زندگیاں اسلام کے لیے وقف کرچکے تھے۔ اللہ تعالی کی طرف سے پہلے ہی فتح وظفر کا وعدہ ہوچکا تھا اور اب اس کی ایفا کا وقت آن پہنچا تھا۔

مسلمان سوچ کیا رہے تھے؟ یہ جنگ ان کے لیے کیا معنی رکھتی ہے؟

محترم قارئین: غزوہ بدر مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مرحلہ تھا۔ وہ میدان کارزار سے بھاگنے والے تو تھے نہیں، مگر دشمن کے زبردست دباؤ میں جنگی حکمت عملی کے تحت، تازہ کمک کے حصول کے لیے یا دوبارہ منظم ہونے کی خاطر پیچھے ہٹنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، تاہم بزدلی یا خوف شکست سے پسپائی اختیار کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ صحرائی مزاج میں زندگی کے تحفظ کے اعلی مقاصد کو قربان کر دیا جاتا تھا اور حقیقت یہی تھی کہ اس قسم کی فاش غلطی ہولناک تباہی کا باعث بن سکتی تھی۔

جب عزم کے اظہار کا وقت آیا تو میدان جنگ نے کی منظر پیش کیا؟

محترم قارئین!! جنگ کا آغاز ہوا تو قریش کے پائے کے جنگجو عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید اپنی صف سے آگے نکلے اور مسلمانوں چیلنج دیتے ہوئے للکارا۔ انصار میں سے تین مجاہد آگے بڑھے، جنھیں دیکھتے ہی عتبہ چیخا۔ 'ہم مدینہ کے کسانوں اور چرواہوں سے نہیں لڑیں گے۔

مسلمانوں کے رہبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات کو سمجھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، حمزہ اور عبیدہ کو مقابلے کا حکم دیا۔ حمزہ عتبہ کی طرف بڑھے اور اس کا سر قلم کر دیا۔ علی نے دو ہی ضربوں سے ولید کو جہنم رسید کر دیا۔ عبیدہ، جو معمر تھے شیبہ کی طرف بڑھے۔ دونوں میں سخت مقابلہ،

ہو رہا تھا کہ شیبہ کی ایک کاری وار نے عبیدہ کا گھٹنا کاٹ کر رکھ دیا۔ اتنے میں علی اور حمزہ شیبہ پر ٹوٹ پڑے ،اس کا کام تمام کر دیا اور عبیدہ کو اٹھا لائے۔ خیر قصہ مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے ستر مشرکین قیدی بھی بنا لیے گئے۔ یٰ مختصر یہ کہ طاقت کے نشے میں مخمور قریش نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست فاش سے دوچار ہو گئے۔

ایک سوال ذہن پر گردش کرتا ہے یہ تو مان لیا کہ مسلمانوں کو فتح ہو گئی اس فتح کے بعد مسلمانوں کا رویہ کیسا رہا؟

محترم قارئین !! بہت عمدہ سوال ہے کیوں کہ ہوتا یہ ہے کہ جب انسان کو فتح ملتی ہے دشمن مغلوب ہو جاتا ہے تو پھر وہ ستم کے وہ پہاڑ ڈھاتا ہے کہ انسانیت روز رویے پروان چڑھتے ہیں لیکن چونکہ یہاں اسلام کو فتح نصیب ہوئی مسلمان کو فتح ملی یہاں تو ہر طرف سلامتی ہی سلامتی نے ہی پروان چڑھنا تھا۔ آپ اس بات سے اندازہ کریجیے۔

ستر مشرکین قیدی بھی بنا لیے گئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو ان سے فدیہ لینے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے چند کو فدیہ وصول کر کے رہا کر دیا۔ بعض دوسروں ،جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے ،کی رہائی کے لیے یہ شرط عائد کر دی کہ وہ ناخواندہ مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا

سکھادیں۔ قیدیوں کے ہاتھوں میں عموماً بیڑیاں ہوتی ہیں۔ فاتح جو من میں آئے ان پر قانون مسلط کرتا ہے لیکن میرے ماں باپ قربان یہ جیت اسلام کی جیت تھی اس میں ایک قیدی کی جانب سے بیڑی کی تکلف کی آواز آتی ہے تو ادھر اسلام کے رہبر کی جانب سے یہ مژدہ جانفزا دیا جاتا ہے کہ سب کی بیڑیاں ہلکی کردو نہ صرف ہلکی کردو بلکہ ان کے ہاتھ آزاد کردو۔ قیدیوں سے اس قسم کا سلوک مسلمانوں کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ سزائے موت کے منتظر ان لوگوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور فدیہ ادا کردیا۔ دوسرے یہ کہ مدینہ میں شرح خواندگی انتہائی پست تھی اوراشاعت اسلام کے لیے ان کا تعلیم یافتہ ہونا از حد ضروری تھا،تاکہ مشرکین کے مقابلے میں وہ اپنی تہذیبی برتری قائم کرسکیں۔ تیسری بات یہ کہ جو قیدی مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا رہے تھے، انھیں اسلام کوزیادہ بہتر طور پر سمجھنے اور مسلمانوں سے قریبی روابط کا موقع مل گیااور اپنے خاندان کے ساتھ وہ بھی اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔چوتھا فائدہ یہ ہوا کہ وہ خاندان یااعزہ،جوان قیدیوں کی زندگی مایوس ہوگئے تھے،جب انھیں زندہ سلامت پایا توان کی اسلام دشمنی میں کمی واقع ہوگئی اوربعضوں کے دل اس غبار سے بالکل پاک ہوگئے۔

محترم قارئین ! دیکھا آپ نے کہ جب ہم نے تاریخ کے اس پہلو پر باریک بینی سے غور کیا اس واقعہ کو فقط واقعہ نہ جانا اور تہہ دل سے تفکر وتدبر کے

گھوڑے دوڑائے تو کتنے ہی اہم پہلو ہم پر منکشف ہو گئے۔اللہ عزوجل ہمیں غزوہ بدر میں شریک صحابہ کرام کے طفیل اپنے پاکباز بندوں میں شمافرمالے۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

نوٹ: مجھے شاید مضمون ارسال کرنے میں تاخیر ہو گئی ہے لیکن علم تو علم ہے۔ مقصود تو شعوری بیداری ہے۔حقائق تک رسائی ہے تو وہ میرے پیارے قارئین کو ابھی بھی حاصل ہو جائے گی۔

آؤ!!!! میں تمھیں ترقی کا راز بتاؤں۔۔

ت۔ر۔ق۔ی چار حروف پر مشتمل لفظ ''ترقی ''پڑھنے میں اور سننے میں بہت بھلا لگتاہے۔ہر شخص کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ یہ لفظ اور اس کی تاثیر میری زندگی کا حصّہ بن جائے۔انسان پیدائشی طورپر ہی ترقی کا خواہش مند ہے۔نو مولود بچہ بھی ترقی کا خواہش مند ہوتاہے۔آپ بھی کہہ رہے ہوں گے ڈاکٹر ظہور صاحب سٹھیاگئے ہیں ۔لگتاہے ڈاکٹر صاحب اپ سیٹ ہیں!!لیکن ایسا نہیں۔ذرا غور کیجیے !میرے کہنے کا مقصد سمجھ جائیں گے۔نو مولود بچہ پیشاب میں لت پت ہے۔یہ اس کے لیے تنزلی کا مقام ہے۔چنانچہ وہ بھی راحت وسکون اور ترقی کا طلبگار ہوتاہے۔چنانچہ وہ ان کے حصول کے لیے حرکت کرتاہے۔اپنے رونے کی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے ۔اپنی ماں کو اس مطلع کرتاہے۔کوشش کرنے کے بعد اس کی ماں اسے ایک سازگار ماحول دیتی ہے۔جس کے بعد وہ بچہ راحت جسے آپ ترقی سمجھیں ،اپنے ہدف کے حصول کے بعد چپ سادھ لی۔

امید ہے بات سمجھ گئے ہوں گے۔میرا،آپکا،ہم سب کا یہ فطری حق ہے کہ ہم ترقی کریں۔لیکن ہر شخص کے سامنے ترقی کے معیار علحیدہ ہیں لیکن ان سب میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ ترقی کے حصول کے لیے کی جانے والی محنت ، لگن ،کٹرہن

اور ہدف کی جانب پیش رفت ہے۔میں کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ جس حلقہ احباب کی محفل میں بیٹھو۔ترقی ترقی کی گردان کیئے جاتا ہے۔سوچا کیوں نہ اس موضوع پر قلم کو جنبش دی جائے ممکن ہے اس سے انسانیت کے لیے نفع بخش نقوش ترتیب پا جائیں۔
محترم قارئین !آپ کی توجہ درکار ہے۔ترقی سے مراد عمومی مفہوم میں کسی بھی معاشرے میں اسکے رہنے والوں کے معیار زندگی (standard of living) میں ہونے والی بہتری کی ہوتی ہے، جس سے براہ راست ہر فرد کی کیفیت حیات (quality of life) اور راحت الوجود (well being) میں اضافہ کے درجات میں اضافہ) ہوتا ہے۔
مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری ہر تحقیق اور ہر تحریر کا حاصل میرا دین ہی ہوتا ہے ۔چنانچہ یہاں تاریخ کا اہم مکالمہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگا ہوں ۔میں مطالعہ کر رہا تھا تو میری نظر سے گزرا۔آج مسلمانوں کی بدحالی ، عدم استحکام کو دیکھ کر سوچا آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر کروں کہ آخر جب مسلمانوں پر عروج تھا تو اس ترقی کا راز کیا تھا؟اس راز سے کچھ تو پردہ ہٹے تاکہ جس اندھیر نگری کی جانب ہم چل پڑے ہیں ہمیں اپنی غفلت و نادانی کا اندازہ تو ہو۔یہاں میں شکریہ کہ ساتھ ایک ویب سے حاصل شدہ اقتباس کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ۔ہوا کچھ اسطرح کہ عباسیوں کے عہد خلافت میں مسلمان افریقہ اور ایشیا میں

بہت بڑی طاقت بن گئے تھے۔ مسلمانوں کی تہذیب وترقی نے ساری دنیا کو حیران کر دیا تھا۔ قسطنطنیہ کے رومی دربار میں ایک مجلس مشاورت منعقد ہوء ی کہ مسلمانوں کی طاقت وترقی کا اصل راز معلوم کیا جاسکے۔ بحث و مباحثہ کے بعد اس مجلس میں طے پایا کہ چند ہشیار اور قابل آدمیوں کو مسلمانوں کے شہروں میں بھیجا جائے، وہ حالات کا جائزہ لے کر رومی دربار میں اپنی رپورٹ پیش کریں۔ چنانچہ چند لائق فائق لوگ سوداگروں کا بھیس بدل کر مسلمانوں کے شہروں کو چل گھڑے ہوئے۔ واپسی پر قیصر روم اور وفد کے سربراہ کے درمیان یہ گفتگو ہوئی۔

قیصر روم: پہلے اپنے سفر کی روداد بیان کرو۔

رومی سربراہ: جناب والا، سب سے پہلے میں کپڑوں کے تاجر کا بھیس بدل کر دمشق میں داخل ہوا میرے ساتھ میرا وفادار غلام بھی تھا۔ جس کی ماتحتی میں میرے دوسرے خادم وغلام تھے۔ دمشق ہیں میں نے مسلمان تاجروں کے ساتھ لین دین کیا اور ہر طرح سے پرکھا۔

قیصر روم: لین دین میں تم نے مسلمان تاجروں کو کیسا پایا؟

رومی سربراہ: مسلمان تاجر لین دین میں کھرے اور بات کے پکے تھے۔ تجارت میں دیانتداری ان کا اصول تھا لیکن میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

قیصر روم: کیوں؟

رومی سربراہ: تجارت کا اصل اصول ہی دیانت داری ہے۔ کاروبار دیانت سے پھلتا

پھولتا ہے۔ دنیا کا ہر اچھا تاجر اس اصول کو سمجھتا ہے اور ایمان داری کو بہترین پالیسی کے طور پر اختیار کرتا ہے۔ اس میں مسلمان اور عیسائی تاجر کی قید نہیں۔ اس لیے میں نے تجارت میں مسلمانوں کی دیانت داری کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور ان کی ترقی کے راز کی تلاش میں آگے بڑھا۔

قیصر روم: آگے کہاں؟

رومی سربراہ: دمشق سے میں بغداد آیا۔

قیصر روم: وہاں کیا دیکھا؟

رومی سربراہ: بغداد میں مسلمان عالموں سے ملا، وہاں کے مکتب خانے دیکھے، ان کے علمی اور سائنسی کارناموں کا جائزہ بھی لیا لیکن اس سوال کا جواب پھر نہ ملا کہ اسلام کے اتنی تیزی سے پھیلنے اور عوام میں اتنا زیادہ مقبول ہونے کا کیا راز ہے؟

قیصر روم: کیا مسلمانوں کی علمی و سائنسی ترقی اس سوال کا شافی جواب نہیں؟

رومی: نہیں۔

قیصر روم: کیوں؟

رومی: اس لیے کہ علمی و سائنسی ترقی سے عوام براہ راست متاثر نہیں ہوتے۔ علمی و سائنسی ترقی سے ملک فتح ہو سکتے ہیں پر دل فتح نہیں ہو سکتے۔ اس لیے میں گوہر مقصود کی تلاش میں اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ میں مسلمانوں کے سرحدی شہر حمص تک پہنچ گیا۔ میں نے اپنا باقی ماندہ سامان تجارت ایک مسلمان

تاجر کے ہاتھ فروخت کیا۔ اس شہر میں خوب گھوما پھرا ان کی عبادت گاہ یں دیکھیں۔ میلے ٹھیلے ارو تہواروں کے نظارے کیے لیکن وہ راز پھر بھی حل نہ ہوا۔

مسلمانوں کے مذہب کے اس طرح پھیلنے کا سبب نہ ان کی فوجی طاقت ہے نہ تجارتی برتری۔ بلکہ اس کا راز کچھ اور ہی ہے جو کم از کم مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قیصر روم: مسلمانوں کے شہر حمص میں تم نے کیا دیکھا؟

رومی: حمص مںں یوں تو کوہ ی خاص بات نہیں ہوئی لیکن ایک واقعہ ضرور ایسا پیش آیا جس نے مجھے حیران کر دیا۔

قیصر روم: وہ کیا؟

رومی: وہ مسلمان تاجر جسکے ہاتھ میں نے اپنا باقی سامان تجارت فروخت کیا تھا اس نے مجھے اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی جو میں نے اس خیال سے قبول کر لی کہ دیکھیں ان کا کھانا پینا کیسا ہے؟

قیصر روم: پھر کیسا تھا؟

رومی: مسلمان تاجر بہت مالدار تھا، اس نے بڑی شاندار ضیافت کا اہتمام کیا تھا، سازوسامان، برتن، کھانا، ہر چیز معیاری اور اپنی قسم کی بہترین تھی۔ لیکن میں نے اس شان و شوکت کو کوہ ی اہمیت نہیں دی۔

قیصر روم: کیوں؟

رومی: اس لیے کہ اس قسم کے ٹھاٹھ روپے کے بل پر ہوتے ہیں جو ہم اس سے زیادہ

کر سکتے ہیں۔ البتہ اس دعوت میں ایک چیز میں نے ضرور ایسی دیکھی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ کم از کم یہ لوگ تہذیب کے آداب سے واقف نہیں۔

قیصر روم: وہ کیسے؟

رومی: وہ یہ کہ جب میں اپنے خادموں اور غلاموں کے ساتھ اس مالدار مسلمان تاجر کے ہاں پہنچا تو اس نے میرے علاوہ میرے غلاموں سے بھی مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مجھے بڑا عجیب معلوم ہوا بلکہ اپنی ہتک محسوس ہوئی کہ کہاں آقا اور کہاں غلام، ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے لیکن بات یہیں رہتی تو چنداں مضاء قہ نہ تھا لیکن جب اس مسلمان تاجر نے میرے غلاموں اور خادموں کو بھی میرے ساتھ دستر خوان پر بیٹھنے کی دعوت دی تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ حفظِ مراتب کا لحاظ ضروری ہے۔ شکر ہے کہ میرے غلاموں اور خادموں نے خود ہی انکار کر دیا اور بڑے ادب سے میرے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میرے میزبان نے اپنے غلاموں کو دستر خوان پر بیٹھنے کی دعوت دی تو وہ آدابِ مجلس سے ناواقف بڑی بے تکلفی سے اپنے آقا کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور بڑے مزے سے ہاتھ بڑھا بڑھا کر اپنے آقا کی قاب سے کھانے لگے۔ میں حیران و پریشان یہ نظارہ دیکھتا رہا اور سوچتا رہا قدرت نے ان لوگوں کو عروج دیا ہے جو آدابِ مجلس سے بھی واقف نہیں لیکن اس دعوت کے آخر میں میں نے جو کچھ دیکھا اس نے مجھے سکتے میں ڈال دیا۔

قیصر روم: وہ کیا بات تھی؟

رومی: میں نے دیکھا مسلمان تاجر نے اپنے غلام کی کھائی ہوئی روٹی کے ٹکڑے اٹھا لیے اور یہ کہہ کر کھانے لگا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رزق کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جناب والا یہ ہے میرے سفر کی روداد، لیکن مسلمانوں کے مزہب کی مقبولیت کا راز کھلنا تھا نہ کھلا۔

قیصر روم: لیکن میں اس راز کو پا گیا ہوں۔

رومی: جناب والا، پھر اس راز سے پردہ اٹھایئے۔

قیصر روم: پہلے یہ بتاؤ کہ وہ تمھارا غلام اور دوسرے لوگ جو تمھارے ساتھ اس سفر پر گئے تھے ان کا کیا حال ہے؟

رومی: جناب والا؛ مجھے بڑی ندامت ہے کہ ہمارے آدمیوں میں سے بیشتر بھاگ کر مسلمانوں کے علاقے میں چلے گئے ہیں اور مسلمان ہو گئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ میرا وفادار غلام جس پر مجھے بڑا ناز تھا وہ بھی دغا دے گیا۔

قیصر روم: حمص کے مسلمان تاجر کے ہاں جو کچھ تم نے دیکھا وہی مسلمانوں کی ترقی اور اسلام کی مقبولیت کا راز ہے۔ ان کے دین میں آقا اور غلام، اہم و غریب سب برابر کا درجہ اور حق رکھتے ہیں۔ یہ نہ ہوتا تو تمھارے غلام نہ بھاگتے اور نہ مسلمان ہوتے۔

قیصر روم: پہلے اپنے سفر کی روداد بیان کرو۔

رومی سربراہ: جناب والا، سب سے پہلے میں کپڑوں کے تاجر کا بھیس بدل کر دمشق میں داخل ہوا میرے ساتھ میرا وفادار غلام بھی تھا۔ جس کی ماتحتی میں میرے

دوسرے خادم وغلام تھے۔ دمشق ہیں میں نے مسلمان تاجروں کے ساتھ لین دین کیا اور ہر طرح سے پرکھا۔

قیصر روم: لین دین میں تم نے مسلمان تاجروں کو کیسا پایا؟

رومی سربراہ: مسلمان تاجر لین دین میں کھرے اور بات کے پکے تھے۔ تجارت میں دیانتداری ان کا اصول تھا لیکن میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔

قیصر روم: کیوں؟

رومی سربراہ: تجارت کا اصل اصول ہی دیانت داری ہے۔ کاروبار دیانت سے پھلتا پھولتا ہے۔ دنیا کا ہر اچھا تاجر اس اصول کو سمجھتا ہے اور ایمان داری کو بہترین پالیسی کے طور پر اختیار کرتا ہے۔ اس میں مسلمان اور عیسائی تاجر کی قید نہیں۔ اس لیے میں نے تجارت میں مسلمانوں کی دیانت داری کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور ان کی ترقی کے راز کی تلاش میں آگے بڑھا۔

قیصر روم: آگے کہاں؟

رومی سربراہ: دمشق سے میں بغداد آیا۔

قیصر روم: وہاں کیا دیکھا؟

رومی سربراہ: بغداد میں مسلمان عالموں سے ملا، وہاں کے مکتب خانے دیکھے، ان کے علمی اور سائنسی کارناموں کا جائزہ بھی لیا لیکن اس سوال کا جواب پھر نہ ملا کہ اسلام کے اتنی تیزی سے پھیلنے اور عوام مٰں اتنا زیادہ مقبول ہونے کا کیا راز ہے؟

قیصر روم: کیا مسلمانوں کی علمی و ساہ نسی ترقی اس سوال کا شافی جواب نہیں؟

رومی: نہیں۔

قیصر روم: کیوں؟

رومی: اس لیے کہ علمی و ساہ نسی ترقی سے عوام براہ راست متاثر نہیں ہوتے۔ علمی و سائنسی ترقی سے ملک فتح ہو سکتے ہیں پر دل فتح نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہِن گوہر مقصود کی تلاش میں اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ میں مسلمانوں کے سرحدی شہر حمص تک پہنچ گیا۔ میں نے اپنا باقی ماندہ سامان تجارت ایک مسلمان تاجر کے ہاتھ فروخت کیا۔ اس شہر میں خوب گھوما پھرا ان کی عبادت گاہ یں دیکھیں۔ میلے ٹھیلے ارو تہواروں کے نظارے کیے لیکن وہ راز پھر بھی حل نہ ہوا۔

مسلمانوں کے مذہب کے اس طرح پھیلنے کا سبب نہ ان کی فوجی طاقت ہے نہ تجارتی برتری۔ بلکہ اس کا راز کچھ اور ہی ہے جو کم از کم مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قیصر روم: مسلمانوں کے شہر حمص میں تم نے کیا دیکھا؟

رومی: حمص ہِں یوں تو کوہ ی خاص بات نہیں ہوئی لیکن ایک واقعہ ضرور ایسا پیش آیا جس نے مجھے حیران کر دیا۔

قیصر روم: وہ کیا؟

رومی: وہ مسلمان تاجر جسکے ہاتھ میں نے اپنا باقی سامان تجارت فروخت کیا تھا اس نے مجھے اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی جو میں نے اس خیال سے قبول کر لی

کہ دیکھیں ان کا کھانا پینا کیسا ہے؟

قیصر روم: پھر کیسا تھا؟

رومی: مسلمان تاجر بہت مالدار تھا، اس نے بڑی شاندار ضیافت کا اہتمام کیا تھا، سازوسامان،،برتن، کھانا، ہر چیز معیاری اور اپنی قسم کی بہترین تھی۔ لیکن میں نے اس شان و شوکت کو کوء ی اہمیت نہیں دی۔

قیصر روم: کیوں؟

رومی: اس لیے کہ اس قسم کے ٹھاٹھ روپے کے بل پر ہوتے ہیں جو ہم اس سے زیادہ کر سکتے ہیں۔ البتہ اس دعوت میں ایک چیز میں نے ضرور ایسی دیکھی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ کم از کم یہ لوگ تہذیب کے آداب سے واقف نہیں۔

قیصر روم: وہ کیسے؟

رومی: وہ یہ کہ جب میں اپنے خادموں اور غلاموں کے ساتھ اس مالدار مسلمان تاجر کے ہاں پہنچا تو اس نے میرے علاوہ میرے غلاموں سے بھی مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مجھے بڑا عجیب معلوم ہوا بلکہ اپنی ہتک محسوس ہوئی کہ کہاں آقا اور کہاں غلام، ہر ایک کا اپنا مقام ہوتا ہے لیکن بات یہیں رہتی تو چنداں مضاء قہ نہ تھا لیکن جب اس مسلمان تاجر نے میرے غلاموں اور خادموں کو بھی میرے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنے کی دعوت دی تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ حفظِ مراتب کا لحاظ ضروری ہے۔ شکر ہے کہ میرے غلاموں اور خادموں نے خود ہی انکار کر دیا اور بڑے ادب سے میرے پیچھے آ کر کھڑے ہو

گئے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میرے میزبان نے اپنے غلاموں کو دستر خوان پر بیٹھنے کی دعوت دی تو وہ آدابِ مجلس سے ناواقف بڑی بے تکلفی سے اپنے آقا کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور بڑے مزے سے ہاتھ بڑھا بڑھا کر اپنے آقا کی قاب سے کھانے لگے۔ میں حیران وپریشان یہ نظارہ دیکھتا رہا اور سوچتا رہا قدرت نے ان لوگوں کو عروج دیا ہے جو آدابِ مجلس سے بھی واقف نہیں لیکن اس دعوت کے آخر میں میں نے جو کچھ دیکھا اس نے مجھے سکتے میں ڈال دیا۔

قیصر روم: وہ کیا بات تھی؟

رومی: میں نے دیکھا مسلمان تاجر نے اپنے غلام کی کھائی ہوئی روٹی کے ٹکڑے اٹھا لیے اور یہ کہہ کر کھانے لگا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رزق کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جناب والا یہ ہے میرے سفر کی روداد، لیکن مسلمانوں کے مزہب کی مقبولیت کا راز کھلنا تھا نہ کھلا۔

قیصر روم: لیکن میں اس راز کو پا گیا ہوں۔

رومی: جناب والا، پھر اس راز سے پردہ اٹھایئے۔

قیصر روم: پہلے یہ بتاؤ کہ وہ تمھارا غلام اور دوسرے لوگ جو تمھارے ساتھ اس سفر پر گئے تھے ان کا کیا حال ہے؟

رومی: جناب والا! مجھے بڑی ندامت ہے کہ ہمارے آدمیوں میں سے بیشتر بھاگ کر مسلمانوں کے علاقے میں چلے گئے ہیں اور مسلمان ہو گئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ میرا وفادار غلام جس پر مجھے بڑا ناز تھا وہ بھی دغا دے گیا۔

قیصر روم: حمص کے مسلمان تاجر کے ہاں جو کچھ تم نے دیکھا وہی مسلمانوں کی ترقی اور اسلام کی مقبولیت کا راز ہے۔ ان کے دین میں آقا اور غلام، اہم و غریب سب برابر کا درجہ اور حق رکھتے ہیں۔ یہ نہ ہوتا تو تمھارے غلام نہ بھاگتے اور نہ مسلمان ہوتے۔

محترم قارئین!! اس مکالمہ کو درج کرنے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ مجھے مزید آپ کو ترقی کے متعلق کچھ بتانے کی حاجت ہے۔ تو پھر آج اور ابھی سے حقیقی اور بامعنی ترقی کے حصول کے لیے کوشش شروع کر دیجیے۔ یہ آپ کا فطری حق ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں دنیا وآخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین

تکبر ایک تعفن

آپ جس شخص سے بھی ملیں گے اس کی اپنی ہی روداد ہوگی۔ لیکن معاشرے میں ایک تعفن ایسا ہے جس نے ہمارے خاندانی نظام کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے اور وہ ہے''
تکبر''۔ ہوتا یہ ہے کہ فیملی میں جو مالی طور پر زیادہ مستحکم ہوتا ہے، شہرت رکھتا ہے وہ دوسرں کو حقیر جانتے ہوئے خود کو بہت بڑی ہستی جانتا ہے۔اس حقارت کی بنیاد پر وہ اپنے اور دوسروں کے درمیان ایک طویل خط قائم کردیتا ہے ایک ایسی فاصلوں کی ایک ایسی دیوار کھینچ لیتا ہے کہ اس پار سے اس پار کچھ دکھائی نہ دے۔
اب ایسے میں انسان انسان سے بتدریج دور ہوتا چلا جاتا ہے یہ دوریاں پھر نفرتوں و عداوتوں اور ذہنی پسماندگی کا باعث بنتی ہیں۔ طرح طرح کی بدگمانیاں جنم لیتی ہیں۔
قارئین محترم !آپ تک درست اور بہتر معلومات پہنچانا اور برائیوں کی نشاندہی کرکے ان کے سدباب کے لیے شعوری مہم چلانا ہم قلم و قرطاس سے وابستہ افراد کی ذمہ داری بھی ہے اور فرض بھی ہے۔چنانچہ اسی فکر اور جذبہ کے تحت سوچا کیوں نہ آج تکبر کے حوالے سے کچھ معلوماتی بات کرلی جائے۔کیا کسی کا دل

چوٹ کھاجائے اور وہ اس قبیح و شنیع فعل سے تائب ہو کر عاجزی و انکساری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے میری محنت وصول ہو گئی ۔ معاشرے کے نکھار اور بہتری میں میرا بھی کچھ حصّہ ہوگا۔سب سے پہلے تو یہ جانتے ہیں کہ تکبر کی تعریف کیا ہے ۔ تکبر کہتے کسے ہیں۔تکبُّر کسے کہتے ہیں؟خُود کو افضل،دوسروں کو حقیر جاننے کا نام تکبُّر ہے ۔چنانچِہ رسولِ اکرم نُورِ مجسّم صلّی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم نے اِرشاد فرمایا : '' اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ یعنی تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔'' (صَحیح مسلم،کتاب الایمان،باب تحریم ،الکبر و بیانہ ،)

اِمام راغِب اِصفہانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں : ذٰلِکَ اَنْ یَّرَی الْاِنْسَانُ نَفْسَہٗ ، اَکْبَرَ مِنْ غَیْرِہٖ یعنی تکبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھے۔(اَلمُفرَدات لِلرّاغب)۔جس کے دل میں تکبُّر پایا جائے اُسے ''مُتَکَبِّر ''کہتے ہیں۔ تکبُّر کی 3 اقسام

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں تکبُّر (1)

تکبر کی یہ قسم کُفر ہے، جیسے فِرعون کاتکبُّر کہ اُس نے کہا تھا : اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی () فَاَخَذَہُ اللہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ()

ترجمہ کنزالایمان : میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں تو اللہ نے اُسے دنیا و

(آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔ (النزعت

اللہ ربُّ العزت کے رسولوں کے مقابلے میں (2)

س کی صورت یہ ہے کہ تکبُّر، جہالت اور بغض وعداوت کی بناپر رسول کی پیروی نہ کرنا یعنی خود کو عزت والا اور بلند سمجھ کریوں تَصوُّر کرنا کہ عام لوگوں جیسے ایک انسان کا حکم کیسے مانا جائے، جیسا کہ بعض کفّار نے حضور نبی کریم رءوف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کے بارے میں حقارت سے کہا تھا: اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ( ) ترجمہ (کنزالایمان: کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا؟ (الفرقان

بندوں کے مقابلے میں (3)

یعنی اللہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کے علاوہ مخلوق میں سے کسی پر تکبُّر کرنا، وہ اِس طرح کہ اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو حقیر جان کر اُس پر بڑائی چاہنا اور مُساوات (یعنی باہم برابری) کو ناپسند کرنا، یہ صورت اگرچِہ پہلی دو صورَتوں سے کم تَر ہے مگر اِس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے کیونکہ کبریائی اور عظمت بادشاہِ حقیقی)عَزَّوَجَلَّ ہی کے لائق ہے نہ کہ عاجِز اور کمزور بندے کے۔ (احیاء العلوم

محترم قارئین! کسی بھی چیز کے فوائد و نقصانات کا ادراک اسی وقت ہوگا جب ہم اس کے متعلق جانتے ہوں گے۔ معلومات ہوگی۔ چنانچہ تکبر جیسے مرض کو معاشرے سے دور کرنے کے لیے تکبر کی تعریف اور اس کی اقسام کے متعلق شناسائی ضروری

تھی جو کہ احقر نے بیان کر دی
بڑے کروفر و تکبر میں ہم بہتیروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں ۔ بہتیروں کی دل شکنی اور بہتیروں کے ساتھ ایسی زیادتی کر گزرتے ہیں کہ اس کے بنیاد حقوق تک سلب کر دیتے ہیں ۔ اب آپ خود سوچیں کہ دنیا کا کونسا مہذب معاشرے تکبر کی گنجائش دیتا ہے ۔ پھر یہ کہ کبھی اس اکڑ اکڑ کر چلنے والے انسان نے اپنے وجود پر کبھی غور کیا۔
انسان کی پیدائش بدبودار نُطفے (یعنی گندے قطرے) سے ہوتی ہے انجامِ کار سڑا ہوا مُردہ ہے اور اس قدر بے بس ہے کہ اپنی بھوک ، پیاس، نیند، خوشی ، غم ، یاداشت، بیماری یا موت پر اسے کچھ اختیار نہیں ،اِس لئے اسے چاہے کہ اپنی اصلیّت ، حیثیت اور اوقات کو کبھی فراموش نہ کرے، وہ اس دنیا میں ترقیوں کی منزلیں طے کرتا ہوا کتنے ہی بڑے مقام و مرتبے پر کیوں نہ پہنچ جائے ، خالقِ کون و مکاں عَزَّوَجَلَّ کے سامنے اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے، صاحبِ عقل انسان تواضع اور عاجزیکا چلن اختیار کرتا ہے اور یہی چلن اس کو دنیا میں بڑائی عطا کرتا ہے ورنہ اس دنیا میں جب بھی کسی انسان نے فِرعونیت ، قارونیت اور نَمرودیت والی راہ پکڑی ہے بسا اوقات اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا ہی میں ایسا ذلیل وخوار کیا ہے کہ اُس کا نام مقامِ تعریف میں نہیں بطورِ

مذمت لیا جاتا ہے۔ لہٰذا عقل و فہم کا تقاضہ یہ ہے کہ اِس دنیا میں اونچی پرواز کے لئے انسان جیتے جی پیوندِ زمین ہو جائے اور عاجزی واِنکساری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے پھر دیکھئے کہ اللہ ربُّ العزت اُس کو کس طرح عزت وعظمت سے نوازتا ہے اور اُسے دنیا میں محبوبیت اور مقبولیت کا وہ اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے جو اُس کے فضل و کرم کے بغیر مل جانا ممکن ہی نہیں ہے۔

محترم قارئین ! مضمون کے آخر میں بس اتنا عرض کروں گا کہ اپنی زندگی میں انکساری پیدا کیجیے !آپ دیکھیں گے کہ ایک زمانہ آپ کے لیے جھک جائیگا۔اپنی ذات میں لچک پیدا کریں۔ تکبر کسی طورپر بھی آپ، مجھے ،ہم سب کو زیب نہیں دیتاانسانیت کی معراج عاجزی ہی ہے۔اے کریم تو ہمیں تکبر جیسے موذی مرض سے بچ کر،عجز وانکساری کی دولت سے بہرہ مند فرما۔آمین

بچوں کی فکری و عملی تربیت کا مجرب نسخہ دینی تعلیم

موجودہ حالات ہم دیکھ رہے ہیں کہ اخلاقی اعتبار سے ہمارا برا حال ہے۔ مسجدوں کی ویرانی اور سینما گھروں وڈرامہ تھیٹروں کی رونق' دین کا درد رکھنے والوں کو خون کے آنسو رلاتی ہے۔ ٹی. وی، وی سی آر، ڈش انٹینا، انٹرنیٹ اور کیبل کا غلط استعمال کرنے والوں نے اپنی آنکھوں سے حیا دھو ڈالی ہے۔انسان کو فکرِ آخرت سے یکسر غافل کردیا ہے۔

(اولاد سے دنیاوی توقعات :)

ان حالات کا ایک بڑا سبب والدین کا اپنی اولاد کی مدنی تربیت سے غافل ہونا بھی ہے کیونکہ والدین اولاد کی تربیت اسلامی انداز میں کرتے نہیں ۔اور اولاد سے دنیاوی بڑی بڑی توقعات وابستہ کردیتے ہیں ۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اولاد زیادہ پیسے کمانے والی ،شہرت پانے والی تو بن جاتی ہے لیکن اخلاقی اعتبار سے زیادہ اچھی نہیں ہوتی ۔والدین کی عزت ان کے دل میں نہیں ہوتی ۔

(اولاد کو جنرل نالج کے ساتھ اسلامی نالج بھی دو) :

ایسے والدین کو غور کرنا چاہیے کہ اولاد کو اس حال تک پہنچانے میں ان کا کتنا ہاتھ ہے کیونکہ انہوں نے اپنے بچے کو ABC بولنا تو سکھایا مگر قرآن پڑھنا

نہ سکھایا، مغربی تہذیب کے طور طریقے تو سمجھائے مگر رسول عربی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی سنتیں نہ سکھائیں۔ جنرل نالج (معلوماتِ عامہ) کی اہمیت پر اولاد کو اپنے پاس بٹھا کر گھنٹوں سمجھاتے رہتے ہیں۔ مگر فرض دینی علوم جو والدین کو سکھانے چاہیے وہ سکھاتے نہیں۔

(: اولاد کو محبت رسول دو)

پھر ایک اور بڑا مسئلہ وہ یہ کہ اولاد کے دل میں مال کی محبت تو ڈالی مگر عشقِ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی شمع فروزاں نہ کی، اسے دنیاوی ناکامیوں کا خوف تو دلایا مگر امتحان قبر و حشر میں ناکامی سے وحشت نہ دلائی، اسے ہائے ہیلو کہنا تو سکھایا مگر سلام کرنے کا طریقہ نہ بتایا۔

چند باتیں ذہن نشین کرلیں (۱) اپنی اولاد پر نظر رکھیں۔ کیا کر رہی ہے۔ کہاں جا رہی ہے (۲) دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم دیں۔ (۳)۔ اپنے گھر کے ماحول پر نظر رکھیں کہ کہیں ایسا کام تو نہیں ہو رہا کہ مدنی منّے و منیاں اس دیکھ رہیں اور غلط تاثر لے رہے ہوں۔ (۳) اولاد کو محبت رسول سکھائیں۔

تربیت اولاد کے حوالے سے اسی طرح کی مفید معلومات ہم آپ تک پہنچاتے رہیں

۔لیکن شرط یہ ہے کہ آپ رہیں ہم سے رابطے میں ۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

بچوں کو آدابِ گفتگو سکھائیں

قارئین !!! بچوں کو بات چیت کا سلیقہ دیجئے۔ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ بچہ والدین کی شخصیت کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ زندگی کا ہر بنیادی طرز عمل گھر سے سیکھتا ہے۔

بچے کے کان میں اذان :

ہمارے مذہب میں بچے کے پیدا ہونے پر اس کے کان میں اذان یعنی اللہ کا نام پکارا جاتا ہے تاکہ بچہ زندگی کا پہلا لفظ سنے تو اپنے تخلیق کرنے والے کو یاد رکھے

والدین کی گفتگو کا بچے پر اثر:

اس کے کان میں والدین کے جملے باتیں اور گالم گلوچ بھی پڑتی ہیں۔ یہ سب ان پٹ اور آؤٹ پٹ کا معاملہ ہے جو کچھ بچے کے کان میں ان پٹ ہوگا اس کے ہونٹوں سے آؤٹ پٹ کی صورت سے باہر نکل آئے گا۔ بچہ جو کچھ اپنے بڑوں سے سنتا ہے اس کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے اور پھر موقع محل ہو یا نہ ہو وہ انہی الفاظ کو دہرا دیتا ہے۔

گھر میں ہر بچے کی بات چیت پر نظر رکھنا:

گھر میں اگر زائد بچے ہوں اور ان کے درمیان عمر کا فرق کم ہو تو ان کی آپس کی لڑائی اور گالم گلوچ کا طرز عمل ان کے والدین کا عکس بن کر سامنے آتا ہے اور جب والدین اپنے چار سے دس برس کے بچوں کے منہ سے گالیاں قسمیں اور معیوب زبان سنتے ہیں تو انہیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی بے خیالی یا نظراندازی نے پانی سر سے اونچا کردیا ہے اب پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت کی مصداق اپنے بچوں کو بدگوئی سے بچانا بہت مشکل ہوچکا ہوتا ہے اور پھر یہ سوچ کر اس کی تربیت پر گامزن ہوجاتے ہیں جس میں دیر تو ہوگئی ہے لیکن بہت زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ کیا آپ والدین نے اس رخ پر سوچا ہے کبھی یا نہیں! اگر نہیں تو آج ہی سے اپنے بچوں پر نظر رکھئے اور مشاہدہ کیجئے کہ آپ سے کوتاہی کہاں ہوئی۔ کیا آپ کے بچے نے یہ بدگوئی آپ سے سیکھی ہے یا گردونواح کی دوسرے ماحول سے۔۔۔

قارئین!!!

جب اولاد کو بات کرنے کی تمیز نہیں ہوتی تو والدین کو قدم قدم پر شرمندگی اُٹھانی (1) پڑتی ہے۔ گھر میں مہمان آگئے۔ بچے کی گفتگو اس قدر نامناسب ہے کہ وہ اپنے سے بڑے سے بے ادبی سے پیش آتا ہے تو والدین کی گردنیں شرمندی سے جھک جاتی ہیں . (۲) والدین کو چاہیے بہت محتاط اندار میں

گفتگو کیا کریں۔ کوئی اخلاق سے گری ہوئی بات نہ کریں۔ (۳) والدین کی آپس میں تلخ کلامی ہو جائے تو گھر کا ماحول ایسا رکھیں کہ بچے غلط تاثر نہ لیں۔ روز روز کا لڑائی جھگڑا تو تڑاں کی زبان بچوں کو بد کلامی پر دلیر کرتی ہے۔،

آپ جناب سے گفتگو کی عادت بنائیں کریں گے تو ان شاء اللہ! اولاد کے بد کلام ہونے کی آزمائش سے محفوظ رہیں گے۔ تو کر رہے ہیں نانیت! سبحان اللہ!!

میرا وطن نعمتوں کا مسکن

الحمدللہ !!!! پاکستان کا 68 واں یومِ آزادی قریب آ رہا ہے۔ لیکن بات صرف یومِ آزادی منانے اور وقتی طور پر خوش ہونے کی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں آزادی کی قدر و قیمت کا کچھ اندازہ بھی ہے؟ کیا ہمیں احساس ہے کہ پاکستان کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے؟

قارئین کرام: پاکستان اپنے رقبے کے اعتبار سے دنیا کا 36 واں بڑا ملک ہے اور اس کا رقبہ تقریباً آٹھ لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی ساحلی پٹی 1,046 کلومیٹر جتنی طویل ہے جہاں مزید بندرگاہیں تعمیر کی جا سکتی ہیں۔ اور ہوا سے بجلی پیدا کرنے کے وسیع منصوبے شروع کئے جا سکتے ہیں۔

یہاں سال کے تقریباً 200 دن تک سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکتا ہے۔ سورج کی اس قیمتی روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے یہاں شمسی توانائی کے بیش بہا منصوبے تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ جہاں تک آب و ہوا کا تعلق ہے، تو پاکستان میں سطح سمندر سے لے کر آٹھ ہزار میٹر بلندی تک کی آب و ہوا (کلائمیٹ) پائی

جاتی ہے۔ یعنی اس خطے میں کم و بیش ہر وہ موسم ملے گا جو دنیا کے کسی بھی دوسرے بڑے ملک یا وسیع علاقے میں ممکن ہے: مرطوب بحری آب و ہوا سے لے کر خشک صحرائی ماحول تک؛ میدانی علاقوں سے لے کر پہاڑی مقامات تک؛ بارش سے لے کر برفباری تک؛ اور سنگلاخ چٹانوں سے لے کر عظیم الشان برفانی تودوں (گلیشیئرز) تک۔ غرض کہ وہ کونسا موسم، وہ کونسی آب و ہوا ہے جو اس ملک میں موجود نہیں۔ دلچسپی کی بات تو یہ ہے کہ ایسے انواع و اقسام کے جغرافیائی حالات اور آب و ہوا کیلئے عام طور پر کسی ملک کا بہت وسیع رقبہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن قدرت نے یہ سب کچھ ہمیں اس ملک میں ایک ساتھ عطا کر دیا ہے۔ اور جب آب و ہوا کی بات ہو، تو پھر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ہر طرح کی آب و ہوا میں قدرتی طور پر نشوونما پانے والے پیڑ پودوں اور فصلوں کیلئے بھی یہ خطہ انتہائی موزوں ہے۔ پاکستان میں قدرتی نباتات کی اتنی بڑی تعداد پائی جاتی ہے کہ شاید اس کا درست طور پر اندراج کرنے کیلئے ایک پورا انسائیکلوپیڈیا بھی ناکافی ہوگا۔ یہی معاملہ حیوانات (جانوروں) کا بھی ہے۔

پاکستان میں موجود کس کس نعمت کیا ذکر کیا جائے۔ جب جب اس حوالے سے غور کرتے ہیں۔ شکر سے بارگاہِ الٰہی میں سر خم ہو جاتا ہے۔ اب ذرا پاکستان میں ملنے والی معدنیات پر بھی ڈال لیجئے۔ ماشاء اللہ، پاکستان میں 180 ارب ٹن کے لگ بھگ کوئلے کے ذخائر موجود ہیں۔ قیمتی پتھروں کے ذخیرے اس کے علاوہ ہیں۔

قدرتی گیس بھی یہاں وافر ہے۔ مختلف صنعتوں میں استعمال ہونے والی، دوسری متنوع فیہ معدنیات بھی یہاں پر بہت ہیں۔ ان سب سے ہٹ کر، پاکستان میں یورینیم کے بھی وسیع ذخائر ہیں؛ جنہیں استعمال کرتے ہوئے یہاں درجنوں ایٹمی بجلی گھر تعمیر کیے جا سکتے ہیں۔ پاکستان میں کم و بیش ہر و نعمت موجود ہے

میرے ہم وطنو ساتھیو!!! اس عنوان پر کہنے کو تو بہت کچھ ہے لیکن وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے جتنی عمدہ معلومات ہم آپ تک پہنچا سکتے ہیں پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ اس ملک خداداد پر رب کا اتنا فضل ہے کہ سال کے 365 دنوں میں 200 سے لے کر 320 دنوں تک سورج کی پوری دھوپ ملتی رہتی ہے اور یہ کہ سورج کی گرمی ہمیں رات دن کے 24 گھنٹے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں نہ دھواں ہے، نہ کثافت اور نہ ہی آلودگی۔ دیگر ذرائع سے حاصل توانائی کے مقابلے میں سورج کی روشنی سے 36 گنا زیادہ توانائی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ کوئلہ توانائی کے حصول یا صنعتی ایندھن کا سب سے بڑا وسیلہ ہے، لیکن ان تمام ذرائع سے بجلی حاصل کرنا مشکل بھی ہے اور مہنگا ترین بھی ہے۔ ان تمام ذرائع میں شمسی توانائی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سورج کی باہری سطح کا درجہ حرارت تقریباً 6ہزار ڈگری سیلسیس ہے اور اسکے مرکزی حصے کا درجہ حرارت ایک کروڑ ڈگری

ہے جبکہ سورج کی سطح کے فی مربع سینٹی میٹر سے پچاس ہزار موم بتیوں Celcius جتنی روشنی نکلتی ہے اور زمین سورج سے نکلی ہوئی طاقت کا محض دو سو بیس کروڑواں حصہ ہی اخذ کر پاتی ہے۔

ہم وطنو ساتھیو!!! اس وقت دنیا میں نوجوانوں کی پانچویں بڑی تعداد کا حامل ملک کا نام پاکستان ہے۔ دنیا میں ہمارے سمیت 35 ممالک کے ہاں گلیشیر کی شکل میں پانی محفوظ ہے، ان دس بڑے گلیشیر (سیاچن) کا ایک حصہ بھی پاکستان کی تحویل میں ہے۔ ہمارے پاس ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ دنیا کے 42 ممالک کے پاس سمندری ساحل نہیں، جبکہ پاکستان لگ بھگ آٹھ سو کلو میٹر کی بحری پٹی رکھتا ہے، دنیا کے 17 ممالک میں دریاؤں کا وجود نہیں ملتا جبکہ پاکستان میں دنیا کے 22 ویں طویل دریا سندھ، 103 ویں ستلج اور 152 ویں بڑے دیا چناب سمیت کوئی ایسا صوبہ یا زیر انتظام علاقہ نہیں جو نہر یا دریا سے محروم ہو۔ ہاں یہ سہولت بلوچستان میں قدرے کم ہے۔ جنوبی ایشیا جہاں دنیا کی 25 فیصد آبادی رہتی ہے، یہاں میٹھے پانی کی سب سے بڑی جھیل منچھر) پاکستان میں ہے۔ 39 قدرتی اور آٹھ خود بنائی ہوئی جھلیں ہیں۔ دنیا کا سب) سے بڑا مصنوعی آبپاشی کا نہری نظام ہمارے ملک کی خوبی اور نعمت خداوندی ہے۔

پاکستان میں نہ صرف دنیا کی دوسری (کے ٹو) اور نویں اونچی چوٹی (نانگا پربت) ہے۔اس کے علاوہ دنیا جہاں کے کوہ پیما ان چوٹیوں کو سر کرنے کے لیے پیمائی ٹریک بھی سکردو کے

قریب سے شروع ہوتا ہے۔ یہ اکیلا ہمارا ملک ہے جہاں دنیا کے دس عظیم پہاڑی سلسلوں میں تین پہاڑی سلسلے ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش ایک دوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔

محترم قارئین: صحرا ہوں یا نخلستان یہ قدرت کا عظیم شاہکار ہیں۔آیئے !! اب ہم آپ کو بتاتے ہیں۔زمینوں اور صحراؤں کے بارے میں ۔ پورا یورپ صحراؤں سے خالی براعظم ہے۔ دنیا کا 20 واں بڑا صحرائی علاقہ تھریا چولستان پاکستان میں موجود ہے۔ دنیا میں آباد 17 ممالک کے لوگوں نے ریل گاڑی ہی نہیں دیکھی اور ہمارا ریلوے نظام 27 واں بڑا عالمی نیٹ ورک ہے۔۔ اگر زمینوں کی زرخیزی اور فصلات کی بات کریں تو پاکستان شوگر کین (گنا) پیدا کرنے میں پانچواں اور چینی کی برآمد کے حساب سے نواں بڑا ملک ہے۔ گندم کی پیداوار کے حوالے سے ہم آٹھویں نمبر پر ہیں۔ بناسپتی چاول کی پیداوار میں پہلے نمبر پر ہے۔ چاول کی برآمد کے اعتبار سے تھائی لینڈ اور ویتنام کے بعد تیسری پوزیشن پر ہے۔

سلاد، کھانے کی لذت اور جراثیم کو مارنے والے پیاز کی فصل جن بڑے ممالک میں ہوتی ہے ان میں بالترتیب چین، ہند، امریکہ اور پاکستان شامل ہیں اگر ہم زراعت پر تھوڑی مزید توجہ دیں تو پہلی نمبر پر بھی آ سکتے ہیں۔

گذشتہ ہی عرصہ کی رپورٹ کے مطابق چنیوٹ کے علاقے رجوعہ سے سونے اور تانبے کے ذخائر کی دریافت یقیناً پاکستان کے عوام کے لئے اللہ تعالی کی نعمتوں میں اضافہ ہے ۔ گرم مصالحوں کی برآمد کی فہرست میں ہم دنیا میں پانچویں اور دالوں کی پیداوار کی دوڑ میں ہمارا ملک عالمی ریکنگ میں 20 ویں نمبر پر ہے۔ سنت رسول ﷺ کھجور پیدا کرنے میں چھٹے اور پھلوں کا بادشاہ آم کے باغات میں پاکستان چوتھا بڑا ملک ہے۔

محترم قارئین: دیکھا آپ نے کہ اللہ عزوجل نے پاکستان کو کتنی نعمتوں سے نوازا۔ ہماری ایک بڑی نعمت دریا اور نہری سسٹم ہے۔اس لیے مال مویشی ، بھیڑ اور بکریاں ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں اس نعمت کا اندازہ یوں لگالیں اس وقت ہمارے ملک میں 34 ملین ٹن سالانہ دودھ کی پیداوار ہے۔ اس فیلڈ میں ہند، امریکہ اور چین کے بعد پاکستان آتا ہے۔ بھیڑ بکریاں زیادہ تعداد میں ہونے کے اعتبار سے چین، بھارت اور پاکستان تیسرا بڑا ملک اور مٹن برآمد کرنے والے ممالک میں 12 نمبر پر ہے۔ اب رہ گیا صحرا کا جہاز اونٹ ،ان کی پیدوار اور تعداد میں ہمارا نمبر چھٹا ہے۔ اب آخر میں مرغی کے گوشت کی پیداوار میں ایشیا کے پچاس ممالک میں ہمارا 35 واں نمبر ہے۔ایک اہم بات گندم کے حوالے سے آپ کے ساتھ شیئر کرتے چلیں۔ ہمارے ہاں گندم کی پیداوار اس قدر اضافی ہے کہ ملکی ضروریات کے لیے ذخیرہ کرنے کے بعد بھی برآمد کی جاتی ہے۔

محترم قارئین !!! سونے اور تانبے کے ذخائر میں پاکستان دوسرا بڑا ملک ہے۔ ایک غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق جن کی مالیت کا اندازہ دو ہزار پانچ سو ارب ڈالرز ہے۔ قیمتی پتھروں میں سنگ مرمر میں پاکستان آٹھویں نمبر پہ جبکہ پکھراج جسے اوپل بھی کہا جاتا ہے پانچویں نمبر پہ ہے۔ ایکسپورٹ میں پاکستان فٹ بال بنانے والا چند سال پہلے نمبر ایک پر تھا اب دوسرے نمبر پہ ہے۔ اب پہلے نمبر پہ چائنا ہے۔ کپڑے کی صنعت میں پاکستان آٹھویں نمبر پر جبکہ کپاس کی پیداوار میں چوتھے نمبر پہ ہے۔ اسی طرح کاشتکاری میں پاکستان میں دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام ہے۔ گندم پیدا کرنے میں ہمارا پیارا وطن چھٹے نمبر پہ ہے۔ گنے کی کاشت میں پانچویں نمبر پہ اور پھلوں میں کنوں کی کاشت میں اول نمبر پہ اور کھجوروں کی کاشت میں پاکستان چوتھے نمبر پہ ہے۔ اور یہاں کی کھجور اتنی اعلیٰ ہے کہ عرب بادشاہ یہاں سے بیج نہیں درختوں کیدرخت اکھاڑ کر لے گئے ہیں اور کھجوروں کی کاشت میں اب باقاعدہ پاکستان کے مقابل پر آ گئے ہیں۔ خشک میوہ جات میں پاکستان بادام کی پیداوار میں ساتویں نمبر پہ اور پستوں میں دسویں نمبر پہ ہے۔ اسی طرح سبزیوں میں پیاز کی پیداوار میں دوسرا بڑا ملک ہے۔

محترم قارئین !!! دیکھا آپ نے کہ جس وطن میں ہم جی رہے ہیں ۔ جس ملک سے ہماری

نسبت ہے۔ جس بنا پر ہم پاکستانی کہلاتے ہیں اللہ عزوجل نے اسے کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہمیں ان نعمتوں کی قدر کرنی چاہیے۔ اللہ عزوجل ہمیں ان نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

!!! تاریخ کے اوراق تحریک پاکستان کے روشن کرداروں کی تصویر کشی

برصغیر میں مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا ان پر کیا گزری۔ کیا کیا ستم کی آندھیاں چلی۔ شعار اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے ٹھکانہ نے لگانے کا کوئی نشانہ خطا نہ جانے دیا۔ ان حالات میں مسلمانوں میں علماء کرام نے ایک فکر ایک امنگ اور ایک سوچ بیدار کی۔ انھیں ایک ملّت ایک وجود ہونے کا احساس دلایا۔ ایک آزاد وطن ایک آزاد سرزمین کے حصول کا ذہن دیا۔ جس پر علماء اہلسنّت کے ساتھ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر جمع ہوتا چلا گیا یوں فرد سے افراد اور افراد سے کاروان بنتے چلے گئے۔ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنّت کا کردار تاریخ میں سنہری حروف میں رقم ہے۔

آج یوم آزادی ہے۔ کتنی خوشی سے ہم یہ دن منا رہے ہیں لیکن اس آزادی کے پیچھے کتنے عظیم ذہن کتنی بلند ہستیوں کی شب و روز کی محنت، مالی و بدنی قربانی کی ایک طویل داستان ہے۔ جس کو پڑھیں تو عقل حیران و خیرہ رہ جاتی ہے اور ان کے احسانات کے آگے گردن جھک جاتی ہے۔

تاریخ کے اوراق کھنگالیں تو علماء کی ایک فہرست ہے جنھوں نے اس وطن کے حصول

میں تن من دھن سے کام کیا اور ہمیں یہ آزاد فضا نصیب ہوئی جہاں ہم سکھ کا سانس لے رہے ہیں۔ جنگ آزادی و تحریک آزادی میں علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت کا نہایت بنیادی کردار رہا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا رائے عامہ ہموار کرنے اور پورے خطے میں انقلاب کی فضا برپا کرنے کا بنیادی کردار انہی کا رہا ہے۔ ان عظیم ناموں میں سرفہرست نامشاعر علامہ مولانا مفتی فضل حق شہید خیر آبادی، مفتی صدر الدین خاں آزردہ دہلوی، مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی، مفتی عنایت احمد کاکوری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا فیض احمد بدایونی،، مولانا وہاج الدین مرادآبادی، مولان رضا علی خاں بریلوی، مولانا امام بخش صہبائی دہلوی، مفتی مظہر کریم دریابادی، حکیم سعید اللہ قادری کے انقلابی کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور شہیدِ جنگ آزادی حضرت مولانا مفتی سید کفایت علی کافی مرادآبادی علیہم الرحمۃ کا نام اس فہرست میں بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

تحریک آزادی کے ان عظیم کرداروں کے متعلق مختصر آپ کی خدمت میں معلومات پیش کرتے ہیں۔

دو قومی نظریہ کی حمایت میں امام المحدثین سید ابو محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کا کردار نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ آپ نے دو قومی

نظریہ کی حمایت میں ایک جامع فتویٰ مرتب فرما کر شائع کیا۔ آپ نے سینہ سپر ہو کر اُن کا مقابلہ کیا۔ تحریک پاکستان میں فقیہ اعظم علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار روز روشن کی طرح واضح ہے۔ آپ نے تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے حق میں جگہ جگہ پر جوش تقریریں کرکے مسلمانوں کو حق کے لیے بیدار اور منظم کیا۔ 27،26 اکتوبر 1945ء کو ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس امر تسر کے زیر اہتمام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عرس منعقد ہوا۔ عرس کی تقریب کی صدارت حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے۔ ان تقریبات میں حضرت فقیہ اعظم محدث کوٹلی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم سید محمد محدث کچھوچھوی، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی کے اسماء گرامی نہایت نمایاں ہیں۔

ان تمام علماءِ حق نے تصور پاکستان اور مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کا اعلان کیا۔

تحریک پاکستان کی حمایت میں علماء کرام اور مشائخ عظام کی حمایت کا واضح اور دوٹوک موقف بنارس سنی کانفرنس (منعقدہ 27تا30 جولائی 1946ء) میں ظاہر ہوا۔ حضرت فقیہ اعظم نے دیگر علمائے سیالکوٹ کے ہمراہ بنارس سنی کانفرنس میں شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کو تقویت پہنچائی۔

دو قومی نظریہ کی پاسبانی میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رحمہم اللہ علیہ کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔4 شعبان المعظم 1343 ھ بمطابق 1945 ء میں مسلمانوں کی مذہبی علمی اور سیاسی ترقی کے لئے مقتدر علماء حق نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی ۔کانفرنس کے بانی اراکین میں شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ کانفرنس سے پہلے تاسیسی اجلاس منعقدہ 20تا23 شعبان المعظم 1343ھ مرادآباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ مسلمانوں کی سیاسی ، سماجی ،مذہبی ، معاشی ،معاشرتی عمرانی ترقی کے واضح اور مکمل لائحہ عمل پر مبنی ہے ۔وقت گذرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشان راہ ہے۔ اسی خطبے میں مسلمانوں کے آپس میں اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر زور دیا۔

مولانا رضا علی خان اور مولانا نقی علی خان وغیرہ نے آزادی حریت کی شمع روشن کی، جبکہ 1857ء کے بعد امام اہلسنّت امام مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اِس قافلہ حریت کی فکری آبیاری فرمائی اور دو قومی نظریئے کا شعور دیا۔آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور علمائے اہلسنّت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مبلغ اسلام علامہ عبدلعلیم صدیقی،سیّد محمد محدث کچھوچھوی، مولانا امجد علی خان، ابوالحسنات سید محمداحمد قادری، ابوالبرکات سید احمد قادری،علامہ عبدالحامد بدایونی، امیر

ملت پیر جماعت علی شاہ، خواجہ قمرالدین سیالوی، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا ابراہیم علی چشتی، مولانا غلام محمد ترنم، مفتی سرحد مفتی شائستہ گل، پیر عبدالرحیم پیر آف بھرچونڈی شریف، پیر آف مانکی شریف اور پیر آف زکوڑی شریف وغیرہ نے برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی شعور کی بیداری میں بہت اہم کردار ادا کیا اور تحریکِ پاکستان میں ہراوّل دستے کا کردار ادا کرتے ہوئے۔

بے شک قیامِ پاکستان علماء و مشائخ اور عوام اہلسنّت کی لازوال جدوجہد اور قربانیوں کا ثمر ہے، کوئی غیر جانبدار مورخ اِس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ تحریکِ پاکستان کے سفر میں تکمیلِ پاکستان تک کوئی ایک موڑ بھی ایسا نہیں تھا، جہاں حضرات علماء و مشائخ اہلسنّت قوم کی رہبری و رہنمائی کیلئے موجود نہ تھے۔

مولانا کافی مرادآبادی اور مولانا فضلِ رسول بدایونی کو سرِعام تختہ دار پر کھینچ دِیا گیا۔ علامہ فضلِ حق خیرآبادی اور مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی کو قید کرکے جزیرہ انڈیمان (کالے پانی) بھیج دِیا گیا اور ان کی حمایت کرنے والوں کو صرف اِس جرم کی پاداش میں گولیوں سے بھون دِیا گیا کہ اُنہوں نے اِن پیکرانِ حق و صداقت کا ساتھ دِیا تھا۔ اگرچہ مسلمانوں کو اِس

تحریکِ آزادی میں بظاہر ناکامی ہوئی مگر آگے چل کر انہی مبارک ہستیوں کی قربانیاں قیامِ پاکستان کا باعث بنیں۔

اعلیٰحضرت نے فتویٰ میں نہایت حُسن و خوبی اور جامعیت کے ساتھ "دو قومی نظریہ" پیش فرمایا اور اسی نظریے کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے دیئے ہوئے "دو قومی نظریئے" کو لے کر علماء و مشائخ اہلِ سنّت اپنے بزرگوں کی سابقہ روایات کے مطابق میدانِ عمل میں نکل آئے اور قیامِ پاکستان کی حمایت کے لیے اُنھوں نے "بنارس آل اِنڈیا سنّی کانفرنس" منعقد کی۔ اِس کانفرنس کے سرپرست امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری تھے اور محرّک حضرت علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی، ناظم اعلیٰ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور اُس کے رُوح و رواں حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی و مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفٰے رضا خان بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا عبد الغفور ہزاروی، علامہ سید ابو البرکات اور مفتی ظفر علی نعمانی تھے۔ حضرت پیر بھرچونڈی کی معیت میں فقیر بھی اس تاریخی کانفرنس میں حاضر تھا۔ اس کانفرنس میں پانچ ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اہلِ سنّت نے شرکت فرما کر "مطالبہ پاکستان" کی زبردست حمایت کی اور برصغیر

کے دور دراز علاقوں کا طویل دورہ کر کے قوم میں بیداری کی لہر دوڑا دی۔ سب نے شب و روز کام کیا۔ بالآخر پاکستان کی صورت میں ایک عظیم اِسلامی مملکت دُنیا کے نقشے پر اُبھر آئی۔

آج تحریک پاکستان کے تذکروں میں ان کا نام دور دور تک دکھائی نہیں دیتا، یہ تاریخ کے ساتھ ناانصافی ہی تو ہے کہ جنھوں نے پاکستان کی خاطر اتنی قربانیاں دیں ان کا تو ذکر ہی موجود نہیں اور جو پاکستان کے بننے کے مخالف تھے۔اب آپ خود سوچ لیں کہ کہاں کہاں تاریخی خیانت ہوئی۔اپنی تاریخ ضرور پڑھیے۔۔۔۔

میرے حضور ﷺ کا بچوں سے پیار

بچے کبھی کافر اور ظالم نہیں ہوتے، صرف معصوم اور بچے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کافر اور ظالم کے گھر پیدا ہونے والا بچہ بھی سن شعور تک پہنچنے سے پہلے پاکیزہ فطرت کا حامل ہوتا ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اصلی فطرت تو وہی ہے جس پر اللہ انسانوں کو پیدا فرماتا ہے (بخاری شریف، باب الجنائز)

دوران جنگ میدان کارزار میں لڑنے والوں کی ذہنی و قلبی اور مزاجی کیفیت نارمل نہیں ہوتی، جیسا کہ امن و امان کے پرسکون ماحول میں انسانی مزاج سرد اور معتدل ہوتا ہے۔ لیکن حالت جنگ میں بھی رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم ہے کہ بچوں، بزرگوں، خواتین، کمزوروں، بیماروں، امن کے خواہاں اور عبادت گاہوں کے اندر موجود لوگوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ پھل دار درختوں، فصلوں اور جانوروں کو بھی نقصان پہنچانا نہ صرف غیر اسلامی بلکہ انسانی نقطہ نظر سے بھی جنگی جرم ہے۔ کیا کسی صحیح کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک غلط راستہ اور طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے؟ قطعاً نہیں، بلکہ قرآن حکیم

کے مطابق سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ: کسی قوم کی دشمنی اور عداوت تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو بلکہ عدل کو لازم پکڑو۔ یہی تقویٰ اور خوف خدا کے قریب تر ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق خوف خدا حکمت کی جڑ ہے۔ خوف خدا رکھنے کا دعویٰ کرکے حکمت سے عاری افعال و اعمال پروان چڑھا کر معاشرے میں فساد اور انار کی پیدا کرنا دراصل تقویٰ نہیں، بلکہ تقویٰ کی حد درجہ پامالی ہے۔ جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

بچے سب کے سانجھے، یکساں شفقت و پیار کے مستحق اور قومی و ملی اثاثہ ہوتے ہیں۔ تعلیمی و تربیتی مقاصد کے لیے بھی بچوں پر تشدد کرنا قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ کے منافی ہے۔ چہ جائیکہ حصول علم میں مصروف بچوں کو شہید کرکے اس ظالمانہ و بزدلانہ فعل کی تائید میں قرآن و سنت سے استدلال اور جواز کی مذموم اور ناپاک جسارت کی جائے۔

البتہ اسلام سے صدیوں پہلے فرعونی لشکروں نے ضرور معصوم بچوں کو موت کی نیند سلایا تھا تاکہ فرعونیت کو چیلنج کرنے کے لیے موسیٰؑ سر نہ اٹھا سکے۔ لیکن مشیت ایزدی اور قانون فطرت سے ٹکرانے والے خود تو غرقاب نیل ہو سکتے ہیں مگر موسیٰؑ جیسے معصوم کو سرکش موجوں پر بھی تیرنے سے نہیں روک سکتے۔

سوچنے کی بات ہے کہ جس نبی اکرم رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفقت و رحمت تمام

مخلوقات اور جہانوں کے لیے عام ہو اس کے سایہ رحمت سے معصوم بچے کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔

براق جیسی اعلیٰ ترین سواری پر عرش بریں تک سوار ہونے والے رحمۃ للعالمین ﷺ بچوں کے لیے خود سواری بنے۔ یہاں تک کہ حالت نماز میں جب آپ ﷺ دنیائے رنگ و بُو سے بے نیاز اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے تو اس وقت بھی پشت مبارک پر بچوں کی موجودگی محسوس فرما کر اپنے سجدے کو طویل فرما دیتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کا عمر بھر یہ معمول رہا کہ مردوں اور خواتین سے بیعت لیتے وقت ان سے یہ عہد بھی لیا کرتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ قرآن حکیم نے بھی اس حلف برداری کو ماؤں کے حوالے سے ہمیشہ کے لیے اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے۔

(اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی (سورۃ الممتحنہ

رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: خبردار! بچے کسی کے بھی ہوں، انہیں قتل مت کرو

(بحوالہ: سیرت نبوی ﷺ کے منہاج)

کامیابی کے لیے ایک باریک نکتہ

ہمیں اصولوں کا پابند ہونا چاہیے ہمارے ظاہر اور باطن میں موافقت ہونی چاہیے ۔ہمارا ظاہر ہمارے باطن کی ترجمانی کرے تو ہماری زندگی میں اطمینان بھی ہوگا اور ہم انسانوں کے لیے نفع بخش بھی ہونگے ۔ایک نکتہ آپ سے شئیر کرنا چاہ رہا تھا کہ اگر اس اصول کو زندگی میں نافذ کرلیں گے تو میں یقینی طور پر کہتا ہوں آپ کی ، میری ، ہم سب کی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہوجائے گا۔ حق اور سچ کی فضا بن جائے گی۔

اور وہ نکتہ ہے : '''الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ''یعنی اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے عداوت۔

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں یہ بھی تھا کہ وہ جس شخص سے محبت یا دشمنی رکھتے تھے ، محض خدا کے لئے رکھتے تھے ۔ دنیا کی کوئی غرض نہیں ہوتی تھی ۔ یعنی کسی دنیا دار کے ساتھ دنیا کے لئے محبت نہیں رکھتے تھے ۔ بلکہ ان کا مقصود رضائے حق سبحانہ و تعالی ہوتا تھا ۔ اگر دنیا دار باوجود مالدار ہونے کے دیندار بھی ہو تو بوجہ دین داری کے اس سے محبت رکھتے تھے ۔ اگر بے دین ہو تو اسے ہدایت کرتے تھے اور یہی کمالِ ایمان ہے ۔چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔'' من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔'' (سنن

ابی داود، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ، الحدیث: 4681، ج 4
،290 ص))

یعنی جس شخص نے کسی کے ساتھ محبت کی تو محض خدا عزوجل کے لئے کی، اگر بغض رکھا تو خدا عزوجل کے لئے، اگر کسی کو کچھ دیا تو خدا عزوجل کے لئے، اگر نہ دیا تو خدا عزوجل کے لئے، اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تو نے میرے لئے بھی کوئی کام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ہاں میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے، خیرات دی، اور بھی کچھ اعمال عرض کیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ اعمال تو تیرے لئے ہیں، کیا تو نے میرے دوست کے ساتھ میرے لئے محبت کی اور میرے دشمن کے ساتھ میرے لئے دشمنی کی۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک
الحرمات، ص 45))

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے لئے محبت، اللہعزوجلکے لئے بغض یہ افضل اعمال میں سے ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''مصارمۃ الفاسق قربۃ الی اللہ''۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیرتہم لانتہاک الحرمات، ص
46))

کہ فاسق کے ساتھ قطع (تعلق) کرنا اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنا ہے۔
حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا فاسق کے پاس تعزیت یا ماتم پرسی کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ درست نہیں ہے۔ (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیر تہم لانتہاک الحرمات، ص 46))
محترم قارئین! جب بھی کوئی تحریر پڑھیں تو اس کو اپنی ذات اپنی زندگی میں بھی نافذ کریں۔ فقط مطالعہ معلومات کا ذریعہ تو ضرور ہے لیکن آپ اس کی تاثیر سے محروم رہیں گے۔ زندگی میں وہ تبدیلی وہ رنگ شاید کبھی نہ آسکے جس کا تقاضا آپ کا علم کرتا ہے۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''من ادعی انہ یحب عبدًا لِلّٰہ تعالی ولم یبغضہ اذا عصی اللّٰہ تعالی فقد کذب فی دعواہ انہ یحبہ لِلّٰہ' (تنبیہ المغترین، الباب الاوّل، غیر تہم لانتہاک الحرمات، ص 46))
یعنی جو شخص دعویٰ کرے کہ میں فلاں شخص کو خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں اور وہ شخص جب نافرمانی کرے اور وہ اسے برا نہ سمجھے تو اس نے محبت کے دعویٰ میں جھوٹ کہا کہ خدا کے لئے ہے۔ اس کی محبت خدا کے لئے نہیں۔ اگر خدا کے

لئے ہوتی تو اس نے نافرمانی کی تھی اسے اس نافرمانی کے سبب برا سمجھتا اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو بے دینوں سے ایسی نفرت تھی۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتّے کو جب آپ کے سامنے آ کر بیٹھ جاتا تو نہ ہٹاتے اور فرماتے ''ھو خیر من قرین السوء'' (تنبیہ المغترین، الباب الاول، غیرتھم لانتھاک الحرمات

محترم قارئین!! ایک نکتہ آپ کے گوش گزار کیا۔ جو حجم میں تو کم لیکن اپنے معانی و مفاہم کے اعتبار سے بہت بڑا نکتہ ہے۔ جس جس نے اس نکتہ کو اپنی زندگی میں نافذ کیا ولایت ان کا مقدر بن گئی۔ دنیا میں بھی سرخرو ہوا اور آخرت میں بھی اس کے لیے کثیر انعامات منتظر ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں الحب للہ والبغض للہ کا عملی مظہر بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اقوام عالم کی تنزلی کے اسباب

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ ماضی کے بیتے لمحوں اور وقوع پذیر حالات کی روشنی میں مستقبل کی پلاننگ کرتا ہے۔تاریخ کی اہمیت سے بھلا کسے انکار ہو سکتا ہے۔ یہ تاریخ ہی تو ہے کہ دیوان ماضی کے نقوش سے بھرے پڑے ہیں۔ جس میں انسان کے جب سے تب کے حالات کو قید کر لیا گیا ہے۔تاریخ انسانیت میں قوموں کو عروج بھی ملا اور قومیں تنزلی کا شکار بھی ہوئیں۔

فلسفہ تاریخ سے ہی تو پتہ چلے گا کہ تباہ شدہ قومیں کیوں تباہ ہوئیں۔ ان کی تباہی کے پیچھے کیا عوامل تھے اور جب یہ قومیں عروج پر تھیں تو اس عروج کی کیا وجوہات تھیں ۔ اس فلسفہ تاریخ کے سبق سے آج کے مسلمانوں کو یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں اور ان میں کیا کمزوریاں ہیں اور عروج پر کیسے پہنچے تھے اور اب ملت اسلامیہ کے زوال کے اسباب کیا ہیں؟۔

اگر بنی اسرائیل کبھی خدا کیلئے ایک پسندیدہ قوم تھے تو صرف اس لئے کہ انہوں نے ان اسباب کو فراہم کیا جو عروج و کامیابی کا باعث تھے لیکن بعد میں یہی قوم ذلت و خواری کا شکار بھی ہوئی۔قران مجید فرقان حمید نے قوموں کی

رفعت کو بھی بیان کیا اور ان کے مذموں کاموں کی بنا پر انکی تنزلی کا ذکر بھی کیا۔ جیسا کہ قرآن نے صالح اعمال کی بنا پر صالح قوم کو ان الفاظ سے یاد کیا: انی فضلتکم علی العا لمین" ۔بداعمالیوں کی بناپر تنزلی کا شکار قوم کو اسی قران میں کچھ اس طرح مخاطب فرمایا: "ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ"

محترم قارئین : یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ کوئی بھی قوم بارگاہِ ایزدی میں حسب ونسب کی بناپر محترم نہیں بنتی بلکہ اس کے اعمال اس کو بلندیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ میں اپنی قوم کی حالت دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ ہمیں اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ قوموں کا عروج وزوال کس میں ہے۔وہ کون سے محرکات ہیں جو قوموں کی ترقی کا باعث بنے اور وہ کونسے اسباب ہیں جو قوموں کے زوال کا باعث بنے۔لہذا وہ اسباب جو کسی قوم کے زوال کا باعث بنتے ہیں وہ صرف مسلمانوں سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ جس قوم کے اندر بھی یہ اسباب پائے جائیں وہ قوم زوال پذیر ہو کر رہے گی پھر چاہے وہ قوم بنی اسرائیل ہو خواہ ثمود اور عاد ہو یا مسلمان۔

آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر وہ اسباب پیش خدمت ہیں۔☆حکم عدولی: خداوند عالم

نے ہر امت کیلئے ایک رہبر و رہنما کا اہتمام کیا ہے کوئی بھی معاشرہ رہبر کے وجود سے خالی نہیں ہے چاہے وہ قیادت نیک ہو یا فاسق و فاجر اور جس چیز سے قائد اور ملّت کے مابین جو واسطہ ہے وہ اتباع کا واسطہ ہے۔اس قائد وہ رہنما کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم و ملّت میں اختلاف کا باعث نہ بنے۔بلکہ اتحاد و اتفاق کی علامت بنے۔ملّت اس کی اطاعت پر سر تسلیم خم کرے۔

اسپین میں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو سال حکومت کی لیکن جب ان کی صفوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو رفتہ رفتہ ان کی حکومت جاتی رہی۔ قابل توجہ بات ہے !!جس ملک میں مسلمانوں کا عروج تھا۔آج اسی اسپین میں مسلمان خوف وہراس کی زندگی گزار ہا ہے؟

یاد رکھیں!! جس قوم میں امام ورہبر کی اطاعت نہیں ہوتی اس قوم کے زوال اور تنزلی کو کوئی بھی نہیں روک سکتا بلکہ بسا اوقات اس قوم کی نافرمانی کو دیکھ کر خود اس قوم کا رہبر ہی اپنی ہی قوم کے کے زوال کا نقارہ بجادیتا ہے۔

☆ظلم اورزیادتی۔قرآن کی نگاہ میں بھی قوموں کی ہلاکت کا اہم سبب ظلم ہے اور ظلم کے ذریعے حاصل ہونے والی کسی بھی چیز میں دوام نہیں ہوتا۔بلکہ وہ

عارضی طور پر کامیابی مل جاتی ہے لیکن اس کی عمر زیادہ نہیں۔ قوموں کی تباہی میں ظلم کا اہم کردار رہا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حکومت کی حیات کفر کے ساتھ تو ممکن ہے لیکن ظلم کے ساتھ اس کی بقا نا ممکن ہے۔قران مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ: ''وما کنامھلکی القریٰ الا واہلھا ظالمون''

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جبکہ ان کے ساکن ستمگار ہوں۔

☆ تفریق قوموں کے لیے زہر ہے: '' قرآن نے شدت سے مسلمانوں کو تفرقہ اور اختلاف سے منع کیا ہے اور اس کے مضر اثرات کی طرف انسان کو متوجہ بھی کیا ہے۔قران مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: '' اطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم''

ترجمہ کنزالایمان: ''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی''

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ باہمی تنازع ضعف و کمزوری اور بے وقاری کا سبب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی تنازع سے محفوظ رہنے کی تدبیر خدا اور رسول کی فرماں برداری اور دین کا اِتّباع ہے۔

راہِ خدا میں خود کو پیش نہ کرنا: اسلام میں جہاد کا ترک کرنا بھی قوموں کے زوال کا ایک اہم سبب ہے۔ کیوں کہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو اس کا سنہری دور دورِ جہاد ہے ۔جس میں مسلمانوں نے شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہِ خدا کہ لیے ہمہ تن تیار رہے ۔جہاں جب اور جس طرح ضرورت پیش آئی خود کو پیش کیا ایک لمحہ کے لیے بھی غفلت نہ برتی اور جہاد فی سبیل للہ کی بدولت دنیا پر اپنی حکمرانی کے جوہر دکھائے۔

قران مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَجٰهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

"ترجمہ کنزالایمان :اور اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا"

خیانت : انسان کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کا امین ہے۔ جن قوموں میں خیانت کا مرض عام ہوجاتا ہے زوال ان کا مقدر بن جاتا ہے ۔ترقی کی سب راہیں ان پر مسدود ہوجاتی ہیں ۔ناکامی و نامرادی کے دروازے ان پر کشاہ ہوجاتے ہیں۔

قرآن کریم نے امانت قبول کرنے کو ایک مثبت صفت کے طور پر بیان کیا ہے۔ اس کے برعکس خیانت ایک بری صفت ہے۔ خیانت کا اثر صرف انسان کے اخلاق پر نہیں

پڑتا بلکہ پورے معاشرہ پر پڑتا ہے۔اس مکروہ فعل کا اثر پوری سوسائٹی پر پڑتا ہے۔جس سے اعتبار و اعتماد کی فضا آلودہ ہوتی ہے۔شکوک و شبہات اور خدشات جنم لیتے ہیں ۔یوں معاشرے میں بے چینی پھیلتی چلی جاتی ہے۔یہ بھی قوموں کے زوال کا ایک بڑا سبب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ایک فرد کی خیانت پوری قوم پر اثر انداز ہوتی ہے۔کتابوں میں ایسے سینکڑوں واقعات مندرج ہیں۔جو ہمیں اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ خیانت کے مرض میں مبتلا افراد پوری ملّت کے لیے زہر آلود ثابت ہوئے اور اس قوم کو یہ خیانت دیمک کی طرح چاٹ گئی اور پھر پسپائی اور ناکامی ان کا مقدر بن گئی۔یہ وہ چیدہ چیدہ باتیں تھیں جو ایک سطحی ذہنیت کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔چنانچہ تحریر میں انہی سرفہرست محرکات کو پیش کیا گیا۔جو ہر ملّت کی ناکامی میں یکساں پائے جارہے تھے۔آئندہ ہم قوموں کے عروج کے حوالے سے بھی آپ تک اہم معلومات پہنچائیں گے۔ہمیں اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازتے رہیے گا۔

!!کاہلی و سستی ایک حماقت

چھوٹے ہوتے تھے تو دادی جان پنجابی زبان میں ایک محاورہ سنایا کرتی تھیں جس کا مفہوم تھا کہ چالاک بیٹی اور سست بیٹا اچھا ٹھیک نہیں ہوتا۔کافی دنوں سے میں دیکھ رہا تھا کہ ہم چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے جنھیں کرنے کے لیے فقط چند سیکنڈ درکار ہوتے ہیں ۔دنوں پر چھوڑ دیتے ہیں ۔ سوچا کیوں نہ اسی موضوع پر کچھ بات کر لی جائے ۔

ہماری عادت ہو گئی ہے کہ کام کو طول دینا۔ بجلی کا بل جمع کروانا ہو تو آخری تاریخ کو بینک کی قطار میں لگے ہوتے ہیں ۔دفتر کا کام ہو تو جو کام ایک دن میں کیا جا سکتا ہے ۔لیکن کاہلی کی وجہ سے اس گلے دن پر پھینک دیتے ہیں ۔ کسی کے ہاں تعزیت کے لیے جان ہو تو ابھی گے ابھی گے۔بچوں کا ب فارم بنوانا ہے ۔چلو بنوا لیتے ہیں ۔پاسپورٹ آفس میں ویزے کی آمد پر ہی یاد آیا ارجنٹ فیس دیکر بنوانا۔ کہیں کوئی ویکسنی آئی اچھا چانس تھا۔آخری تاریخ کو فارم و کوائف جمع کروانے کو پہنچ گے ۔الغرض کاہلی و سستی زندگی میں ایسی رچ بس گئی کہ بس نہ پوچھیں !!

جو چیزیں میں نے ذکر کی ہیں۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان سے اتفاق کریں گے۔

ہم اپنی کاہلی اور سستی یا ٹالنے کی عادت کے باعث زندگی میں مالی نقصان اٹھاتے ہیں، دوستوں اور خیرخواہوں سے تعلقات خراب کرلیتے ہیں۔ افسران کی ناراضگی مول لیتے ہیں، اعتماد اور عزت کھو دیتے ہیں، اہل خاندان اور رشتے داروں کے ساتھ تنازعات پیدا ہوجاتے ہیں، حادثات اور تکالیف کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اہل خانہ کو ناراض کرڈالتے ہیں اور خود ان تمام واقعات کے باعث ایک شکست خوردہ شخصیت بن جاتے ہیں۔ اسی تساہل کے باعث ہم زندگی کے معمولی معمولی کاموں کو، جن کے لیے عام طور پر صرف پانچ منٹ کافی ہوتے ہیں، برسوں ٹالتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اہم معاملات میں ان چھوٹے کاموں کی جانب بے توجہی، بڑے نقصان سے دوچار کردیتی ہے۔ ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنے آپ کو بڑی آسانی کے ساتھ مطمئن کرلیتا ہے اور انتہائی اہم امور سے فرار کے لیے ہزاروں بہانے تلاش کرلیتا ہے۔ جس کا انجام سختی ہی سختی ہے۔

محترم قارئین!! یہ تو ہمیں معلوم ہوگیا ہے ہم سست و کاہل ہیں۔ لیکن ہم یہ سستی و کاہلی کرتے کیوں ہیں؟

سستی اور کاہلی کو ایک مرض سے تعبیر کر سکتے ہیں اور انتہائی نقصان دہ عادت۔ اس کی وجوہات زندگی کے بارے میں مقاصد کا واضح نہ ہونا، ترجیحات کا متعین نہ ہونا، اہم اور فوری امور کے بارے میں شعور کی کمی، اطمینان اور کارکردگی کے تصور کی کمی، ناکامی کا خوف، اپنی ذات کا حقیت سے بلند تصور، افراد اور متعلقہ لوگوں کو کام تفویض نہ کرنا اور نہ ہی ان کی تربیت کرنا اور حالات اور ضروریات کے مطابق مطلوبہ صلاحیتوں کی کمی اور ضعف ارادہ ہیں۔ یہ تساہل، انسانی زندگی میں مادی طور پر تو نقصان دہ ہے ہی مگر دین کے معاملے میں یہ تساہل بعض اوقات نفاق کی حدود تک لے جاتا ہے۔ نمازوں کے معاملے میں تساہل تو قرآن کے مطابق منافقوں کی علامات میں سے ایک ہے۔ تساہل ایک ایسا مرض ہے جس کا علاج محض تصور کرنے سے نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ نفس کے خلاف ایک جہاد ہے جو کرنا ہوگا۔

محترم قارئین !!! سیرت رسول عربی کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ ہم سستی و کاہلی کا لبادہ اتار پھینکیں اور چستی اور چابک دستی کا لبادہ زیب تن کرلیں۔ میرے مطالعہ سے ایک حدیث مبارکہ گزری :

عَنۡ اَنَسِ ابۡنِ مَالِکٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَعَوَّذُ یَقُوۡلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡکَسَلِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ یوں "پناہ مانگتے، آپ ﷺ فرماتے یا اللہ! میں سستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

میں چونک کر رہ گیا۔ کہ سستی اور کاہلی کس قدر مذموم فعل ہے۔ بخاری شریف کی ایک اور حدیث مبارک آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر۔

عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ یَاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَہٗ فَیَاْتِیَ بِحُزْمَۃِ الْحَطَبِ عَلٰی ظَھْرِہٖ فَیَبِیْعَھَا فَیَکُفَّ اللّٰہُ بِھَا وَجْھَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْہُ اَوْ مَنَعُوْہُ (رواہ البخاری)

تم میں سے کوئی شخص کلہاڑی سے لکڑی کاٹ کر گٹھر اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لائے اور فروخت کرے اس کے ذریعہ اللہ اس کی حفاظت کرے یہ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگے اور لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔ یہ قول اس بات کے غماز ہیں کہ کسب معاش کے لئے تگ و دو کرنا ہمارا وطیرہ حیات ہونا چاہئے خواہ اس کے لئے بظاہر کمتر درجے کا ہی کوئی پیشہ کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔

محترم قارئین!!

دیکھا آپ نے کہ ہم کب سے سستی و کاہلی کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے نقصانات

بھی اُٹھا چکے ہیں۔ لیکن ایک عادت ایسی لگی کہ چھوٹتی ہی نہیں ۔ لیکن یاد رکھیں ۔ کئی مرتبہ ان حرکات کی وجہ سے ہم کئی قیمتی رشتوں کو بھی کھو چکے ہیں ۔ کئی مرتبہ اپنا مستقبل داؤ پر لگا چکے ہیں ۔ کئی مرتبہ دنوں کی غفلت سالوں کا روگ بھی بن گئی ۔

اب بھی ہم نہ سدھریں تو کب سدھریں گے ۔ ہمیں اپنی کاہلی کو دور کرنا ہوگا۔ میں چونکہ شعبہ صحافت سے وابستہ ہوں ۔ لوگوں سے ملنے کا اکثر اتفاق رہتا ہے ۔ مقرر ہونے کی حیثیت سے تقاریب میں لوگوں سے میل جول ہوتا ہے ۔ ذاتی مشاہدے سے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے گرد تین طرح کے آدمی ہوتے ہیں ۔ ایک وہ جو سوچتے ہی رہتے ہیں اور کرتے کچھ نہیں دوسرے وہ جو بلا سوچ سمجھے ہر طرف ہاتھ پیر مارتے ہیں اور ہر طرف سے منہ کی کھاتے ہیں، تیسرے وہ جو سوچتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں، یہی خوش قسمت آخر مٹی کو سونا بنا لیتے ہیں۔ دنیا میں ہر بات کا نتیجہ مشتبہ ہوتا ہے سوائے محنت کے یہ شجر بہر کیف بارآور ہوتا ہے۔ سستی اور کاہلی سے کبھی کوئی مشکل آسان ہوئی نہ کوئی معرکہ سر ہوا۔ ہر بڑے کام کے پیچھے متواتر عرق ریزی ہے۔

محترم قارئین ! کچھ ہمت کریں ! آج ہی بلکہ ابھی ہی یہ عہد کر لیجیے کہ آئندہ سستی و کاہلی نہیں کریں گے ۔ مجھے احقر کو اپنے تاثرات سے ضرور نوازیے

گا۔ میری مقدور بھر کوشش ہوتی ہے کہ اپنے قارئین کے لیے بہتر اور نفیس معلومات فراہم کروں۔

میری ماں میری امیدوں کا جہان

۷ مارچ 2015 کو میرے ابو جان کا انتقال ہوگیا۔ میرے ابو نہایت ہی نیک و پاکباز انسان تھے ۔ جن کی ساری زندگی دین فلاح اور انسانیت اصلاح میں صرف ہوئی۔ پاکستان نیوی میں خدمات سرانجام دیں۔ ولی صفت انسان تھے ۔ جنھوں نے ہم سب بہن بھائیوں کو دینی و عصری تعلیم دی۔ ہماری تربیت اور فکری بصارت میں کچھ کی نیں چھوڑی ۔ میں آج جو کچھ ہوں اپنے امی ابو کی دعا ہی کے بدولت ہوں۔ کچھ گھرانوں میں میں نے اولاد کے والدین کے ساتھ قابل گرفت رویوں کو دیکھا تو سوچا کیوں نے ماں ہی کے متعلق کچھ لکھ دوں ۔ ویسے بھی ان دنوں ابو کی بہت یاد آرہی تھی ۔ امی کی بھی بہت یاد آرہی تھی ۔ میں کراچی میں اور میری امی گوجر خان میں ہیں۔ لمحہ لمحہ یاد آتی ہے ۔

محترم قارئین : دنیا کا ایک عظیم اور بے لوث رشتہ ۔ جس کی کوئی مثال نہیں ۔ کلیوں کی معصومیت ، جھرنوں کے ترنم ، جہاں کی زیبائش ، پھولوں کی مہک ، چاند کی روشنی ، سورج کی تابناکی ، بادلوں کی چھاؤں ، جنت کی راہ ، شہد سے میٹھی ، بہاروں سے رنگین ، فضاؤں سے دلکش اور دلفریب ہستی کو خدا تعالی نے ماں کا نام عطا کیا ہے ۔ جنم دینے والی ، دنیا کو بسانے والی اور لاکھوں دُکھ

سہہ کر اولاد پر ذرا سی تکلیف نہ آنے دینے والی ہستی ماں ہے۔ ماں اولاد کے لئے ایک عظیم نعمت ہے جس کی ٹھنڈی اور ممتا بھری گود میں بچہ پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے سماج میں عزت و وقار پاتا ہے۔

کوئی پیغمبر ہو یا ولی کامل ہو، کوئی فاضل ہو یا کوئی عالم، دانشور، سیاست دان یا کوئی اور عظیم ہستی اِن کو جنم دینے والی ایک ماں ہی ہے۔ ماں وہ عظیم اور منفرد ہستی اور شخصیت ہے جس کے بارے میں ہمارے پیارے رسول فرماتے ہیں کہ ''ماں کے قدموں تلے جنت ہے''۔ یعنی اگر تم ماں کی فرمانبرداری کروگے تو یقینا خداوند کریم تمہیں جنت سے نوازے گا۔اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، ''عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سب سے زیادہ حق ماں کا فرمایا ہے۔

ماں وہ ہستی ہے جس کا اب تک دنیا میں کوئی نعم البدل ہی نہیں ہے کیونکہ

اولاد چاہے لڑکا ہو یا لڑکی، خوبصورت گورا چٹا یا بدصورت، سانولا سلونا ہو یا خدانخواستہ اُس میں کوئی معذوری ہو۔ ماں اُس کو اپنی ممتا بھری آنچل تلے دُنیا کے مصائب و آلام سے بچاتی ہے۔ نو مہینوں کے دوران مختلف دُکھ و درد سہہ کر اپنے پیٹ میں پالتی ہے۔ ہزاروں دُکھ جھیلتی ہیں۔ اپنی راتوں کی نیند اور دن کا چین اُس کے نام کرتی ہے۔ زبان پر اُف تک نہیں لاتی اور اُس پر کوئی آنچ آنے نہیں دیتی ہے۔ جب تک کہ اولاد کو خود "ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: "وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

ترجمہ کنزالایمان: "ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو" (پ ا، سورۃ البقرۃ، آیت:

!!!!(۸۳

!!!! "اُمُّہٗ کُرْہًا وَّ وَضَعَتْہُ کُرْہًا وَ حَمْلُہٗ وَ فِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ"

ترجمہ کنزالایمان: "اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے ا" س کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے زور کو

!!!۔"

مذکورہ بالا آیتوں سے صاف ہوتا ہے کہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری سب رشتہ داروں حتیٰ کہ اپنی بیوی یا شوہر اور بچوں سے بھی مقدم ہے۔ ماں کی خدمت

گذاری اور اطاعت سے ہی جنت کی راہ ملتی ہے۔ جس اولاد سے ماں خوش ہو وہ ہر مصیبت سے کوسوں دور ہوتی ہے اور ہر خوشی اس کے دَر پر خود بخود دستک دیتی ہے ۔ماں کی خدمت میں جنت کی ضمانت ہے ،کامیابی اور خوشنودی کی کنجی ماں کی فرمانبرداری میں پنہاں ہے اور جس نے بھی اس کو سمجھا۔اس نے اپنی آخرت سنوار دی ۔ ماں کا احترام اللہ کے فرمان کا احترام ہے۔ ماں کا پیار دنیا کے تمام دُکھوں ، غموں اور مصیبتوں کے لئے ایک عظیم اور بہتر نسخہ نجات ہے ۔ ماں کی دُعا پُراثر ہوتی ہے۔ ماں کی دُعا اور اللہ تعالیٰ کے بیچ کوئی پردہ نہیں ہے اس لئے ماں کی دُعا جلدی ہی قبول ہوتی ہے ۔ بقول شاعر

نہیں آسان تھا دُنیا میں مشکلوں سے بچنا یہ ماں کی دعا کا ہے اثر کہ میں ستارہ ہو گئی

!!!!!!!!!!!!!!!! محترم قارئین

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدّدِ دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خانعَلَیہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت احسن انداز میں والدین کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں : ”بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ بر آ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دُنیوی پائے گا سب اُنھیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال ، وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف

ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا مُوجِب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی رُبُوبیّت و رحمت کے مَظہر ہیں، ولہذا ''قرآن عظیم'' میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ: اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ ''حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا'' (پ ۲۱: سورۃ لقمان، آیت: ۱۴)

(۔۔۔۔۔۔ اولاد کے حقوق

لبوں پہ اسکے کبھی بد دعا نہیں ہوتی
بس ایک ماں ہے جو کبھی خفا نہیں ہوتی

جب بھی ماں کا لفظ منہ سے نکلتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے ساری دنیا کی محبت ہمارے آس پاس بکھر گئی ہو۔ جیسے کڑی دھوپ میں سایہ مل گیا ہو یا پھر کسی خطرناک سمندر کا ساحل مل گیا ہو ایسا لگتا ہے کے ہر مشکل سے آزادی مل گئی ہے یا پھر کسی نے ہماری مشکل اپنے سر لے لی ہے ایک ماں اپنی اولاد کے لیے اپنی آخری سانس تک قربانیاں دیتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے ہمارے لئے۔ ایک بچے کو اس دنیا میں لانا اور پھر اسے اس زمانے میں رہنے کی تمام تر چیزیں طریقے، تہذیب سکھانا۔ اس کے لئے زمانے بھر کی تکلیفیں

برداشت کرنی۔ اس لیے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے۔ اگر ہم ساری زندگی بھی اپنی ماں کی خدمت کرتے رہیں تو ہم اس کی ایک آہ کا بھی بدلہ نہ لوٹا سکیں گے۔ جو اس نے ہماری پیدائش کے وقت بھری تھی۔ماں وہ عظیم ہستی ہے جس کے بغیر دنیا میں ہر چیز بے رونق ہے۔ماں اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے۔

محترم قارئین: ماں کے متعلق کیا کہیں!!! ماں ایک پھول ہے کہ جس کی مہک کبھی ختم نہیں ہوتی۔ماں، ایک سمندر جس کا پانی اپنی سطح سے بڑھ تو سکتا ہے مگر کبھی کم نہیں ہو سکتا۔ماں، ایک ایسی دولت جس کو پانے کے بعد انسان مغرور ہو جاتا ہے۔ماں، ایک ایسی دوست جو کبھی دھوکہ نہیں دیتی۔ماں، ایک ایسا وعدہ جو کبھی ٹوٹتا نہیں۔ماں، ایک ایسا خواب جو ایک تعبیر بن کر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ماں، ایک ایسی محبت جو کبھی کم نہیں ہوتی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اور بڑھتی رہتی ہے۔ماں، ایک ایسی پرچھائی ہے جو ہر مصیبت سے ہمیں بچانے کے لیے ہمارے ساتھ رہتی ہے۔ماں، ایک ایسی محافظ جو ہمیں ہر ٹھوکر لگنے سے بچاتی ہے۔ماں ایک دعا جو ہر کسی کی لب پر ہر وقت رہتی ہے۔ماں، ایک ایسی خوشی ہے جو کبھی غم نہیں دیتی۔ ماں ایک نعمت ہے اور اس کے پیار کا انداز بہت پیارا اور نرالہ ہوتا ہے ہر انسان پیدا ہوتے ہی زندگی کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ اسے جینے، آگے بڑھنے اور ترقی کی منزلیں طے کرنے کے ہر مرحلہ پر اپنے خالق کے

بعد جو سہارا ملتا ہے۔ پھر اسے کامیابی اور ناکامی کی صورت میں جس وسیلے کے ذریعے اپنی فطری اور جسمانی صحت اور توازن کو قائم رکھنا پڑتا ہے۔ وہ صرف اور صرف ماں کی لازوال محبت ہے۔ماں محض ایک لفظ نہیں بلکہ محبتوں کا مجموعہ ہے۔

ماں کا لفظ سنتے ہی ایک ٹھنڈی چھاؤں اور ایک تحفظ کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ ایک عظمت کی منارہ اور سب کچھ قربان کردینے والی ہستی کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ ماں کے لفظ میں مٹھاس ہے۔ انسانی رشتوں میں سب سے زیادہ محبت کرنے والی ہستی ماں کی ہے۔ ماں خدا کی عطا کردہ نعمتوں میں افضل ترین نعمت ہے۔ تہذیبی روایات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے ہر دن کو ہماری ماں کی دعاؤں کے سائے میں طلوع ہونا چاہیے۔ دنیا کی عظیم ترین ہستی ماں ہے اس کا دوسرا نام جنت ہے اور ماں کے بغیر کائنات نامکمل ہے۔ چونکہ پاکستان عالمی افق پر بڑی اہمیت کا حامل ہے لہذا گلوبل ولیج میں رہ کر اپنی ثقافت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لئے مہذب قوموں کے اچھے دنوں کو مثبت انداز سے دیکھنا اور اہمیت دینا ہماری ذمہ داری کا ایک حصہ ہونا چاہیے۔ ماں کی آغوش انسان کی پہلی درس گاہ ہے۔ ماں کی بددعا سے بچو۔ کیونکہ ماں اور خدا کے درمیان پردہ نہیں ہوتا۔

ماں یہ لفظ بہت وسیع معنی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ممتا، ایثار، قربانی، پیار، محبت، عزم، حوصلہ، دوست، ہمدرد، راہنما، استاد، خلوص، معصومیت، دعا، وفا، بے غرضی، لگن، سچائی، پاکیزگی، سکون، خدمت، محنت، عظمت، عبادت، ایمان، دیانت، جذبہ، جنت، یہ سب ماں کی خوبیوں کی صرف ایک جھلک ہے، ورنہ اس کی خوبیاں تو اس قدر ہیں کہ لفظ ختم ہو جائیں مگر ماں کی تعریف ختم نہ ہو۔ ماں ہی وہ عظیم ہستی ہے جس کے جذبوں اور محبت میں غرض نہیں ہوتی، جب اولاد اس دنیا میں آنکھ کھولتی ہے تو اس کے لئے خود کو وقف کر دیتی ہے جب بچہ بول بھی نہیں پاتا اس کی ضرورت کو سمجھتی اور پورا کرتی ہے پھر اسے بولنا سکھاتی ہے پھر انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتی ہے ہر آواز پر دوڑی چلی آتی ہے اپنی آغوش میں سمیٹ لیتی ہے، اولاد کی خوشی میں خوش اور اس کے دکھ میں دکھی ہوتی ہے، عمر کے ہر دور میں ساتھ دیتی ہے اور دعا گو رہتی ہے۔

مشکل راہوں میں بھی آسان سفر لگتا ہے
یہ میری ماں کی دعاوں کا اثر لگتا ہے۔

محترم قارئین: ماں احسانات، احساسات، خوبیوں اور جذبات کا وہ بے مثال مجموعہ ہے۔ جو سارے زمانے کے حالات اور موسم کی سختیاں خود سہتی ہے مگر اس کا ہر لمحہ اپنی اولاد کے لیے فکر و دعا کرتے گزرتا ہے۔ ماں باپ جتنی دعائیں اولاد کے لئے کرتے ہیں اللہ وہ تمام دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے۔ ماں کے اندر ممتا

کا جو جذبہ ہوتا ہے وہ کسی اور میں نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ماں کی تخلیق کی تو اسے رحمت کی چادر، چاہتوں کے پھول، دعاؤں کے خزانوں، زمین و آسمان کی وسعتوں، جذبوں، چاہتوں، پاکیزہ شبنم، دھنک کے رنگوں، چاند کی ٹھنڈک، خلوص، رحمت، راحت، برکت، عظمت، حوصلے اور ہمت سمیت تمام اوصاف سے مزین کیا۔ یوں ماں قدرت کا بہترین تحفہ اور نعمت ہے جس کی قدر ہم پر فرض ہے۔ ماں کے احسانات، احساسات اور چاہتوں کا بدلہ کوئی بھی نہیں ادا کر سکتا، ہم تو ماؤں کی ایک رات کا قرض بھی نہیں چکا سکتے۔ مائیں عزم و حوصلے اور ایثار و قربانی کا پیکر ہوتی ہیں۔ والدین کے احسانات کے بارے میں سوچیں بھی، تو سوچ ان کے احسانات کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔ بلاشبہ ماں کا وجود ایک نعمت اور اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی انسان کامیاب ہے تو اس کے پیچھے اس کی ماں ہی کا ہاتھ ہے جس کا وہ ثمر پا رہا ہے۔ ان کی ماوں نے پال پوس کر ان کو قابل بنایا اور اپنی ماوٴں ہی کے طفیل آج یہ کامیاب ہیں۔ ان کی تربیت میں جو خوبیاں ہیں وہ ان کی ماوٴں ہی کی مرہونِ منت ہیں، ماں کی دعاوں نے ہی اولاد کو بڑے سے بڑا ولی اور بادشاہ بنایا ہے۔ جو دور آج کل ہے ہر ماں باپ کی کوشش ہوتی ہے کے ان کے بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں وہ امیر ہوں یا غریب بچوں کو اچھی تعلیم دلوانے کے لیا جہاں تک ہو سکے کوشش کرتے ہیں اور پھر کیا ہوتا ہے جو بچے پڑھ لکھ جاتے ہیں ان میں سے کافی بچے بھول جاتے ہیں کے ان کو اس مقام تک پہنچانے والے کون لوگ ہیں

اور خاص کر اس ماں کی محبت بھول جاتے ہیں جس نے دن رات ایک کر کے ان کو اس مقام تک پہنچایا ہے .جب زندگی میں کوئی اہم فیصلہ کرنے کے موقع آتا ہے تو بڑی آسانی سے بول دیتے ہیں کے یہ زندگی ان کی ہے اور اس کا فیصلہ وہ خود کریں گے ماں باپ کو اس کا حق نہیں وہ ایسا بولتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کے اس ماں پر کیا گزرے گی جس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی اولاد کے لیے قربان کیا۔ماں اپنے بچے کی آہ .برداشت نہیں کر سکتی اور اس کو تکلیف میں دیکھ کر اپنے سارے دکھ بھول جاتی ہے ..بڑے بدقسمت ہیں وہ لوگ جن کے پاس ماں جیسا عظیم رشتہ موجود ہوتا ہے اور وہ اس کی قدر نہیں کرتے۔انسان یہ بھول جاتا ہے کے اس کو بڑا کرنے والی اور اس مقام تک پہچانے والی ہستی ماں ہی ہے۔ دنیا میں ایک ماں کا ہی رشتہ ایسا ہے جس کو صرف معاف کرنا ہی آتا ہے انسان کوئی بھی غلطی کر کے ماں سے معافی مانگے تو ماں اس وقت انسان کی سب غلطیاں بھول کر اس کو گلے لگا لیتی ہے۔ دنیا میں سب سے بڑی نعمت ماں ہے ۔وہ ایک ایسی ہستی ہے جو اپنی اولاد کے لیے خود تکلیف سہتی ہے لیکن بچوں پر کوئی آنچ آنے نہیں دیتی ہے جو ہمارے لیے ہر حال میں بہتر سوچتی ہے ہمارے فائدے کی بات کہتی ہے دعا ہے کہ جن کے والدین حیات ہیں خدا کرے ان کا سایہ تا دیر سلامت رہے اور وہ ہر دکھ، پریشانی، آفت اور آزمائش سے محفوظ ہوں، پورے خلوص اور سچے دل کے ساتھ والدین کی خدمت کریں انہیں راضی کرلیں۔

والدین کی رضا میں اللہ کی رضا شامل ہے۔ اور جو لوگ والدین کی نعمت سے محروم ہیں وہ اس دعا کا ورد کرتے رہا کریں، ”رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا“۔ ” اے میرے ”رب میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن مجھ پر رحم کیا۔

ماں کی کیا شان ہے۔ کبھی لفظ ماں پر غور کیا۔ماں کو پکارنے کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیئے جاتے ہیں۔ اماں، امی، ممی، ماما اور مادر وغیرہ کے آتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا لفظ دنیا کی متعدد زبانوں میں خاصا یکسانیت رکھنے والا کلمہ ہے اور اس کی منطقی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ماں کے لیئے اختیار کیئے جانے والے الفاظ کی اصل الکلمہ ایک کائناتی حیثیت کی حامل ہے اور اسے دنیا کی متعدد زبانوں میں، اس دنیا میں آنے کے بعد انسان کے منہ سے ادا ہونے والی چند ابتدائی آوازوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ جب بچہ رونے اور چلانے کی آوازوں کی حدود توڑ کر کوئی مخصوص قسم کی آواز نکالنے کے قابل ہوتا ہے اور بولنا سیکھتا ہے تو عام طور پر وہ اُم اُم ماما مم مما مما (پاپا) وغیرہ جیسی سادہ آوازیں نکالتا ہے اور محبت اور پیار کے جذبے سے سرشار والدین نے ان ابتدائی آوازوں کو اپنی جانب رجوع کر لیا جس سے ماں کے لیئے ایسی آوازوں کا انتخاب ہوا کہ جو نسبتاً نرم سی ہوتی ہیں۔

ماں کو عربی زبان میں اُم کہتے ہیں، اُم قرآن مجید میں 84 مرتبہ آیا ہے، اس کی جمع اُمھات ہے، یہ لفظ قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ آیا ہے، صاحب محیط نے کہا ہے کہ لفظ اُم جامد ہے اور بچہ کی اس آواز سے مشتق ہے جب وہ بولنا یکھتا ہے تو آغاز میں اُم اُم وغیرہ کہتا ہے اس سے اس کے اولین معنی ماں کے ہوگئے۔ویسے اُم کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی اصل ، اُم حقیقت میں یہ تین حرف ہیں (ا+م+م) یہ لفظ حقیقی ماں پر بولا جاتا ہے اور بعید ماں پہ بھی۔ بعید ماں سے مراد نانی، دادی وغیرہ یہی وجہ ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو امنا (ہماری ماں) کہا جاتا ہے۔

محترم قارئین : ماں کی متعلق جس جہت سے بھی بات کریں گے ۔دل کی کلیاں کھِل اُٹھیں گیں ۔ایک حسین تصور دل و دماغ پر چھاجاتا ہے۔اس عظیم ہستی کے کس کس احسان کا ہم حق ادا کریں۔ کس کس محبت کا کفارہ ادا کریں۔ ممکن نہیں ۔ایک حدیث مبارکہ سن کر آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ ہم پر ہماری ماں کے کتنے احسانات ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں (چھ) میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں ، کیا میں اب اس کے

حق سے بری ہوگیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لعلہ ان یکون بطلقۃ واحدۃ)) ”رواہ الطبرانی فی ''الاَوسط'' عن بریدۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہوسکے۔'' (فتاوی رضویہ)

سبحان اللہ! کیا شان ہے ماں کی۔ اور وہ مائیں کتنی عظیم مائیں ہیں جو اپنے بچّوں کی تربیت اسلام کے عین مطابق کرتے ہیں۔ سیرت کا ایک واقعہ پڑھیے اور جھوم اُٹھیے!!

حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی عمر جس دن چار'' برس چار مہینے چار دن کی ہوئی، ''تقریبِ بِسْمِ اللہ'' مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بِسْمِ اللہ پڑھانا، چاہی مگر اِلہام ہوا کہ ٹھہرو! حمید الدین ناگَوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آتا ہے وہ پڑھائے گا۔ ادھر ناگور میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا! قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا: صاحب زادے پڑھیے! بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ آپ نے پڑھا: ''اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم'' اور شروع سے لے کر پندرہ پارے حفظ سنا دیئے۔ حضرت قاضی صاحب اور خواجہ صاحب نے فرمایا: صاحبزادے آگے پڑھیے! فرمایا: میں نے اپنی ماں کے شکم (یعنی پیٹ) میں اِتنے ہی سنے تھے اور اِسی قدر اُن کو یاد تھے وہ

(مجھے بھی یاد ہوگئے۔'' (ماخوذ از سبع سنابل

اپنی ماؤں کی خوب خوب خدمت کریں۔ جو والدین کی نافرمانی کے مرتکب ہیں۔ وہ صدقِ دل سے توبہ کرلیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک پر کافی زور دیا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک پر جنت کی ضمانت اور ان کے ساتھ بدسلوکی پر جہنم کی وعیدیں سنائی ہیں، چناں چہ ایک شخص نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلمسے پوچھا کہ اولاد پر ماں باپ کا حق کتنا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں (مشکوٰۃ: 421) مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کے ذریعہ ان کو راضی رکھو تو جنت پاوءگے، اس کے برعکس اگر ان کی نافرمانی اور ایذارسانی کرکے انہیں ناراض کروگے تو پھر تمہارا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا، ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی رضامندی اور خوش نودی کو والدین کی رضامندی اور خوش نودی سے وابستہ فرمایا، چناں چہ فرمایا:

(رِضَی الرّبِ فی رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ (ترمذی، مشکوۃ شریف

محترم قارئین!! اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔ بعض روایات میں مخصوص حالات کے پیش نظر ماں باپ کی خدمت کو جہاد سے بھی مقدم قرار دیا گیا۔ چنانچہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو، یہی تمہارا جہاد ہے (سنن ابوداود)

یہاں یہ بات ذہن نشین کرلیں کے کہ عمر کے ہر مرحلہ میں ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیے، لیکن جب وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں تو اُن کی اطاعت وخدمت میں کوئی کسر باقی نہ رکھنا چاہیے، اس لیے کہ بڑھاپے میں وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہوتے ہیں۔ آدمی کے لیے خوش نصیبی کی بات ہے کہ اسے ماں باپ کا بڑھاپا ملے۔ اس لیے کہ یہ ماں باپ کی خدمت کرکے اللہ کی رضا اور مغفرت حاصل کرنے کا زرّیں موقع ہوتا ہے،

ماں باپ کا بڑھاپا پا کر بھی اگر کوئی اپنی مغفرت کا سامان نہ کرے، تو اس سے بڑھ کر بدنصیبی اور کیا ہوسکتی ہے؟! ایسے ہی بدنصیب کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاک ہو، برباد ہو وہ شخص، جو اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر وہ ان کا دل خوش کرکے جنت حاصل نہ کرسکے (مسلم)

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطافرمائے ۔اگر وہ فوت ہوچکے ہیں تو خوب ایصال ثواب کرنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

اسلام اور علم نفسیات

آج انسان ترقی کے مدارج طے کرتا چلا جا رہا ہے۔آسمان کی بلندیاں ہوں یا سمندر کی گہرائی۔ہر سمت اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑھتے چلا جا رہا ہے۔لیکن جہاں وہ اس سفر پر اعتماد ہے وہاں وہی انسان نفسیاتی اعتبار سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جس سے اس کی اجتماعی زندگی بہت متاثر ہو چکی ہے۔چنانچہ میں نے سوچا کیوں نہ نفسیات کے حوالے سے اپنے قارئین کو صحت مند معلومات فراہم کر سکوں۔

نفسیات ((psychology) بنیادی طور پر رویئے ((behavior) اور عقلی زندگی کے سائنسی مطالعے ((scientific study) کو کہا جاتا ہے۔ نفسیات کو آپ ان الفاظ میں بھی سمجھ سکتے ہیں نفسیات دراصل نفس کے مطالعے کا نام ہے اور اسی لیئے اسکو نفسیات کہا جاتا ہے یعنی نفس کا مطالعہ۔ انگریزی میں اسکو psychology کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ psych تو نفس کو کہتے ہیں اور logy مطالعہ کو اور یہ انکا مرکب لفظ ہے۔

اسلام جہاں فقہی میدان میں، عقائد کے معاملہ میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔کیا علم نفسیات کے متعلق بھی اسلام ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ دین اسلام کی

بنیاد قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ قرآنی تعلیمات ہوں یا سیرت طیبہ کے مہکتے پھول۔ یہ تعمیر سیرت تشکیل ذات اور تشکیل معاشرہ کا بہترین علاج ہیں۔ حسن سلوک صلہ رحمی عدل و انصاف معاشیات سیاسیات نفسیات اور طب غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں تعلیمات رسول ہمہ پہلو خیر و برکت کی حامل ہیں۔یقینا انسانوں کو ان کے تمام مسائل و جملہ امراض سے نجات جسم اور روح کی شفا بخشی اسوۂ رسول کے بغیر ممکن نہیں۔ جسمانی صحت و توانائی ذہنی طہارت و لطافت روحانی بالیدگی و پاکیزی ارادوں اور نیتوں کی اصلاح اور کردار کی عظمت و بلندی اسوۂ حسنہ کے لازمی ثمرات ہیں جن کی ہر زمانہ میں ضرورت رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

قران مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :" لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ "۔ (ترجمہ کنزالایمان شریف : بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ مصروفیت کے اس دور میں رویوں میں اعتدال نہیں ۔انسان نفسیاتی اعتبار سے زوال پذیر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ معاشرے کی ساکھ متاثر ہوتی چلی جا رہی ہے ۔کوئی پرسانِ حال نہیں۔قریب سے قریب رشتے بھی ، عظیم سے عظیم روابط ختم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ایسے میں اسلام ہی واحد راستہ دکھائی دیتا ہے ۔کہ اس دین میں ہر خشک و تر کا علم کی اجمالی (Psychology) موجود ہے ۔ہر چیز کا حل موجود ہے ۔ اس لئے ہم نفسیات گفتگو اسوۂ رسول کی روشنی میں دور حاضر میں بڑھتے

ہوئے نفسیاتی مسائل کا حل پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

علم نفسیات ایک سائنس ہے جو انسانی فطرت سے متعلق ذہنی اعمال کا مطالعہ کرتا ہے۔ شعوری یا لاشعوری طبعی یا غیر طبعی انفرادی یا اجتماعی مذہبی و سیاسی ادبی و تعلیمی معاشرتی واقتصادی غرضیکہ ہر قسم کے اعمال کے مطالعہ کا منظم طریقہ علم نفسیات کہلاتا ہے۔ آج کل طرح طرح کے نفسیاتی مسائل سامنے آرہے ہیں۔ ٹینشن اور ڈیپاریشن تو اس قدر سرائیت کرگئے ہیں کہ چہروں پر مایوسی، معاشرتی زندگی میں ہیجانی کیفیت عام ہوتی چلی جارہی ہے۔ یہ نفسیاتی اثرات ہی کا ثمر ہے۔ اس عنوان پر دنیا بھر میں کام ہورہا ہے۔ بلکہ اس مضمون میں باقاعدہ یونیورسٹیز نے اسناد جاری کی ہیں ایک مکمل نصاب ترتیب دیا گیا ہے۔ مختلف نفسیاتی مراکز قائم کیے گئے ہیں جہاں انسانوں کی کونسلنگ کی جاتی ہے

۔

اسلام نے اس حوالے سے قدم قدم پر ہماری رہنمائی کی ہے۔ بات ایک بچے کی تربیت ہو یا اولاد کی کفالت، والدین کے حقوق ہوں یا اساتذہ سے برتاو ہر ہر مقام پر اسلامی نفسیات ایک مشفق سائے کی طرح ہماری رہنمائی کے لیے ہمارے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اسلام نفسیاتی امراض کا کس قدر بہترین تریاق ہے۔۔۔ دنیا بھر میں ،ملازمت ہورہی ہے۔ مزدوری

ہو رہی ہے ۔ سیٹھ کے سامنے ملازم نوکری کر رہا ہے ۔کام کرنے والی کی نفسیات کا تقاضی یہ ہوتا ہے کہ اسے اس کے کام کی اجرت بھر وقت ملے ۔جب سے اجرت وقت پر اور پوری ملے گی تو وہ مزید بہتر سے بہترین کام کرنے کا عزم رکھے گا۔یوں وہ ادارے ،وہ شہر وہ ملک ترقی کے زینے طے کرتا چلا جائے گا۔دیکھنے میں سننے میں تو یہ چھوٹی سی بات ہے ۔لیکن ہے بہت بڑی بات ۔اب آیئے اسلام کی خوبصورت تعلیمات کے متعلق ایک جزو کا اثر بتاتا ہوں کہ انسانی نفسیات کا اسلام نے کتنا خیال رکھا ہے ۔۔ہمارے آقا مدینے والے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اعطوالاجیرا قبل ان یجفو عرقہ ''مزدور کو اس کی مزدور اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو۔۔۔''یعنی کتنا خوبصورت اور لوجیکل فرمان ہے ۔جس پر معیشت کا انحصار ،معاشرے کی بقاء اور انسانی حقوق کی پاسداری بھی ہے ۔یعنی اسلام کتنا پیارا دین ہے کہ ایک ہی جملے میں انسانی نفسیاتی طلب کو بھی بیان کر دیا اور اسی میں اس کا حل بھی بیان کر دیا۔

محترم قارئین !!میں جس نقطہ پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ رویوں میں ترشی نفسیاتی ہیجان ،تلخیاں ،بے چینیان ،اور طرح طرح کے نفسیاتی امراض ان کا موثر اور بہترین حل تعلیمات اسلام میں ہے ۔ایک اور مثال شیر کرتا ہوں ۔میں پریشان ہوں اتنی محدود تنخواہ میں گزر نہیں ہوتا۔اسی معاشرے میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے نصف تنخواہ میں مجھ سے زیادہ افراد کا کفیل

بھی ہے۔لیکن وہ قلبی طور پر مطمئن ہے۔غور کرنے پر ایک بات سامنے آئی کہ وہ آسائش کی تلاش میں مسائل کو دعوت نہیں دے رہابلکہ اپنے وسائل کے مطابق اپنی آسائشوں کو ترتیب دے رہاہے۔جبکہ میں اپنی چادر سے بڑھ کر آگے بڑھ رہاہوں ۔لہٰذا میری راتوں کا چین بھی گیا۔مزاج میں بھی تلخی آ گئی ۔نفسیاتی اعتبار سے مفلوج ہونے کے ساتھ جسمانی طور پر بھی مفلوج ہوتا چلاگیا۔

اب ذرا اسلام کے پیرہن میں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے گا۔اسلام نے قناعت کا درس دیا۔گویابرے وقتوں میں جینے کا ایک ایسا نفسیاتی ٹوٹکہ دے دیاکہ حالات کیسے بھی ہوں قناعت میں دل کا سکون ہے۔فکری اطمینان ہے۔اسی طرح شاکر رہنے کے اعتبار سے بھی اسلام نے درس دیاہے اس کا نفسیاتی اعتبار سے ادراک کریں گے تو بڑے بڑے نفسیاتی مسئلے پل دوپل میں حل ہوجائیں۔

محترم قارئین: میں پرامید ہوں کے آپ کو نفسیات کے حوالے سے میری پیش کردہ باتیں مفید معلوم ہوں گی۔تو ایسے میں مجھے دعاوں سے ضرور نوازیے گا۔۔

نفرت کیا ہے؟

جب سے ہوش سنبھالا ہے دو لفظوں کا تکرار بہت سننے کو ملا اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ایک میں انتہا کی مٹھاس اور ایک لفظ کہ سنتے ہی کی دھڑکنیں بے ربط ہو جاتی ہیں۔چہرے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ایک ہیجانی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ تعداد حروف کے اعتبار سے دیکھیں تو دونوں ہی لفظ چار چار حروف کا مرکب ہیں لیکن اپنی تاثیر اور وضع کے اعتبار سے جدا جدا ہیں۔آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ ڈاکٹر صاحب کیا پہلیاں پوچھ رہے ہیں۔

محترم قارئین! میری مراد لفظ ن۔ف۔ر۔ت جس کا مجموعہ نفرت اور م۔ح۔ب۔ت جس کا مجموعہ محبت ہے مراد ہیں۔محبت و نفرت بھی انسان کی شخصیت کے اہم پہلو ہیں۔ ہم بہت سی چیزوں کو پسند یا ناپسند کرتے ہیں۔یہی جذبے کچھ شدت اختیار کرکے محبت اور نفرت اور پھر اس سے بھی بڑھ کر عشق اور شدید نفرت کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔اگر تو یہ جذبے اپنی فطری حدود و قیود میں رہیں پھر تو ٹھیک ہے لیکن اگر یہ ان حدود کو عبور کرجائیں تو پھر انسان کی شخصیت کو بری طرح مسخ کر دیتا ہے۔آپ نے یقینا ایسے کئی لوگ دیکھے ہوں گے جو عشق یا نفرت کی

شدت کا شکار ہو کر اپنی پوری زندگی تباہ کر بیٹھے یا پھر اس سے ہاتھ ہی دھو بیٹھے۔
انسان فطری طور پر محبت پسند ہے اور دنیا میں محبت کا پیغام پھیلانے آیا ہے لیکن اس کے باوجود دنیا کے بہت سے علاقوں میں ہر طرف نفرت کی وہ آگ بھڑک رہی ہے جس نے پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔۔۔ آخر کیوں؟ محبت کرنے والا انسان نفرت کا شکار کیوں؟۔

کہتے ہیں کہ انسان فطری طور پر انسان دوست، امن پسند، محبت کرنے اور محبت چاہنے والا ہے جبکہ یہی انسان جذبہ نفرت اپنے ارد گرد کے ماحول سے کشید کرتا ہے۔ کسی بھی انسان کی فطرت نفرت کی طرف مائل نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ منفی رجحان یا جذبہ، جذبہ محبت کی طرح ایک فطری جذبہ ہے بلکہ یہ جذبہ یا منفی رجحان دیگر ناگوار و ناپسندیدہ رویوں کے رد عمل کے طور پر پیدا ہونے والا منفی رجحان ہے۔ کسی بھی انسان کے دل میں نفرت کا محرک بہت سی معاشرتی ناہمواریاں ہیں جو کسی نہ کسی غم و غصہ، ظلم و ناانصافی ذلت و تحقیر، غیر مساویانہ رویوں، یا پھر محرومیوں کے رد عمل کے نتیجے کے طور پر دلوں میں پنپتی ہے۔

محترم قارئین! میں نے محسوس کیا کہ اس موضوع پر لکھنا ناگزیر ہو چکا ہے جس جانب دیکھو نفرت کے لاوے پھوٹ رہے ہیں جس میں عزیز ترین رشتے جل کا راکھ ہوتے چلے جارہے ہیں۔ یہ وائرس بہت تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے پورا ہی معاشرہ اپاہج ہو کر رہ گیا ہے میں صرف ہند و پاک کے معاشرے کی بات نہیں کر رہا بلکہ جہاں جہاں انسان بس رہا ہے جمع انسانوں کی بات کر رہا ہوں۔ نفرت ہے کیا؟ یہ پیدا کیوں ہوتی ہے کیا محرکات ہیں؟ آیئے اس پر ذرا غور کرتے ہیں۔

جب کوئی محبت کا متلاشی محبت سے محروم رہ جائے یا پھر دیگر معاشرتی ناانصافیوں کا شکار ہو جائے تو اس کے دل میں رفتہ رفتہ محبت کی آرزو کی جگہ نفرت جڑ پکڑنے لگتی ہے۔ جو آہستہ آہستہ نفرت و عداوت کے ایسی بھیانک آگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو کہ خود نفرت کا شکار ہونے والوں کے ساتھ ساتھ اس نفرت کا باعث بننے والوں کے علاوہ بہت سی معصوم جانوں کو بھی اپنی خوفناک لپیٹ میں لے کر بھسم کر دیتی ہے۔ نفرت و عداوت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اذیت و نقصان سے ہر ذی شعور آگاہی رکھتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ انسان اس آگ سے انسانیت کو بچا نہیں پاتا بلکہ نفرت کی یہ آگ دنیا میں پھیلتی ہی چلی جارہی ہے کیوں اس بھڑکتی دہکتی اور سلگتی آگ پر قابو نہیں پایا جارہا، کیوں ابھی تک اس آگ کو بجھایا نہیں جا سکا؟

آج کی اس جدید دنیا میں بھلا کیا ناممکن رہ گیا ہے کچھ بھی ناممکن نہیں اور انسان کو قدرت کی طرف سے وہ قوت عطا کی گئی ہے کہ وہ چاہے تو اس کائنات کو رضائے الٰہی سے تسخیر بھی کر سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی مشکل ایسی نہیں جس کو آسان کرنے کی تدبیر انسان کے پاس نہ ہو، کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کو حل کرنا انسان کے بس میں نہ ہو صرف یقین کی دولت، سچی لگن، قوت ارادی، محنت اور تدبیر سے کام لیا جائے۔ تو سب کچھ آسان ہے سب کچھ ممکن ہے۔

محترم قارئین! ہم یہی تکرار کرتے چلے جا رہے ہیں نفرت عام ہو گئی ہے۔ نفرت عام ہو گئی ہے کبھی اس حوالے سے بھی غور کیا کہ جتنی طاقت ہم اس نفرت زدہ معاشرہ کی تبصروں پر صرف کی ہے اگر اس کی نصف ایزجی اس کے تدارک کے حوالے سے صرف کرتے تو کچھ نہ کچھ فرق ضرور پڑتا۔

انسان کو اپنے فطری جذبہ محبت کو جذبہ نفرت پر حاوی کرنے کے لئے اپنے اندر سے ہر قسم کے منفی رویوں کو ختم کرنا ہوگا اور مثبت رجحانات پر اپنی طبیعت کو مائل کرنا ہوگا کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنی محبت کی طاقت سے نفرت کی آگ پر غالب نہ آسکے اس آگ پر قابو نہ پا سکے۔

نفرت کی آگ پر حاوی آنے کے لئے پہلے ہر انسان کو خود اپنے ماحول سے پیدا شدہ منفی رجحانات کا خاتمہ کرنا ہوگا اور اپنی زندگیوں کو مثبت رجحانات کے تابع کرنا ہوگا، بہت سے معاملات میں اپنی نام نہاد انا کے بت کو توڑتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا، درگزر کی عادت کو اپنانا ہوگا دوسروں کی دانستہ اور نادانستہ طور پر سرزد ہو جانے والی کوتاہیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے دوسروں کو معاف کر دینے کا ظرف پیدا کرنا ہوگا، اگر آپ یہ سب کر سکتے ہیں اور یقیناً کسی بھی انسان کے لئے یہ سب کر گزرنا مشکل یا ناممکن نہیں ہے اگر ہم چاہیں تو دوسروں کے ناپسندیدہ یا منفی رویوں کے ردعمل کے طور پر پیدا ہونے والے غم و غصہ کو خندہ پیشانی سے.برداشت کرتے ہوئے اپنے دل کو نفرت کی آگ سے محفوظ رکھ سکتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں نفرت کی یہ آگ نہ ہمیں کوئی فائدہ دے سکتی اور نہ ہی اس سے انسانیت کی خدمت اور بھلائی کا کام لیا جا سکتا ہے اپنے غصے پر قابو پانا سیکھ لیں تاکہ نفرت کی آگ کو مزید پھیلنے سے روکا جا سکے انسان کی یہ کوشش بالآخر ایک نہ ایک دن دنیا سے نفرت کی آگ کا خاتمہ کر سکتی ہے اور دنیا کو امن و محبت کا گہوارہ بنا سکتی ہے۔

ہاں یہ حقیقت ہے۔تو پھر آج ہی سے آغاز کیجیے ! کسی کی کہی ہوئی باتوں کو، کسی کے دیئے ہوئے زخموں کو، کسی کی دل شکنی کو بھول کر اس کی اچھائیوں کو یاد کر کے اس سے محبت کے رشتے کو بڑھانے کی کوشش کریں۔آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی

جانب سے زیادتیاں ہی زیادتیاں ہیں تو پھر آپ اس کے ساتھ زیادتی کا بدلہ زیادتی روا رکھ کر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے رہے بلکہ اس نفرت کی آگ کو ہوا دینے میں آپ بھی برابر کے شریک ہیں۔ایک باریک سا نکتہ عرض کرتا ہوں۔آپ کے رشتے دار آپ سے نفرت کرتیں ہیں۔؟آپ کے دوست آپ نفرت کرتے ہیں ؟یا پھر اس کا عکس آپ ان سب سے نفرت کرتے ہیں۔بصورت اول اگر تو وہ آپ سے نفرت کرتے ہیں تو پھر آپ ٹھنڈے دماغ کے ساتھ وسیع قلب کے ساتھ غور فرمالیں کہ وہ کونسے عوامل ہیں کہ جن کی بنا پر وہ مجھ سے نالاں ہیں ان کو حل کرنے کی کوشش کریں اور اگر معاملہ اس کے برعکس یعنی آپ ان سے نفرت کرتے ہیں تو پھر یہ سوچ لیں کہ آپ کوئی اچھا کام نہیں کر رہے کوئی بھی مہذب معاشرہ اس رویہ کی تائید نہیں کرتا۔لہٰذا پہل خود کیجیے۔آپ دیکھتے چلے جائیں گے کہ ایک وقت ایسا ہوگا کہ لوگوں کے دلوں پر آپ کے عزت و تکریم محبت والفت کے تمغے سجے ہوں گے۔ نفرت کی کالیاں بدلیاں چھٹ چکی ہوں گیں۔آج جیسے کڑھتے رہتے ہیں یہ کڑھن ذہنی تناؤ، قلبی بے چینی سب امن و سکوں، محبت و راحت میں بدل جائیں گیں۔بس ایک قدم آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے نفرت کی آگ کو بجھانے کی کوشش کیجیے۔ان شاء اللہ عزوجل !آپ دنیا اور آخرت میں اس کا خوب خوب ثمر پائیں گے۔میں بھی عہد کرتا ہوں کہ میں بھی نفرت کو محبت میں بدلنے کے لیے مقدور بھر کوشش کروں گا۔

یا زندہ صحبت باقی

شہداء کربلا کو میرا سلام

تاریخ کا ایک واقعہ جس کو سن کر یا پڑھ کر دل کانپ اُٹھتا ہے۔ صدیاں گزر گئیں۔ لیکن اس وقت ،اس واقعہ اور اس جگہ کا جب جب ذکر ہوتا ہے۔ رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جن کا عظیم کردار آج بھی ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔ ان کی قربانیاں ان کی عظمت ،ان کی شان دیکھ کر بے اختیار زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔

(۱) کربلا کے جانثاروں کو سلام

فاطمہ زہرا کے پیاروں کو سلام

(2) مصطفٰے کے مہ پاروں کو سلام

نوجوانوں گل عِذاروں کو سلام

آہ! کرب وبلا ایک داستان ایک واقعہ ایک پیغام!! ہم واقعہ شہادت و دیگر اہم عنوانات پر بات کرتے چلے جائیں گۓ میں ذرا آپ کو کربلا کا جغرافیائی تعارف کروادوں۔ (عربی میں کربلاء) عراق کا ایک مشہور شہر ہے جو بغداد سے 100 کلومیٹر جنوب مغرب میں صوبہ الکربلا میں واقع ہے۔ یہ کربلا کے واقعے اور حسین ابن علی کے روضہ کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے پرانے ناموں میں اسے نینوا اور الغادریہ شامل ہیں۔ اس کی آبادی تقریباً دس لاکھ کے قریب ہے جو محرم

اور صفر کے مہینوں میں زائرین کی وجہ سے بہت بڑھ جاتی ہے۔

یہ وہی مقام ہے جہاں حضور ﷺ کی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلشن کو تار تار کیا گیا۔ گلشن زہرا کی مشکبار کلیوں کو سفاک اور بے رحم لوگوں نے روندھا۔ جس پر زمین و آسمان بھی روئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کا معروف نام فاطمۃ الزھراء ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ بنت خویلد رضی للہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی تھیں۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک آپ ایک برگزیدہ ہستی ہیں۔ (6)۔ آپ کی ولادت 20 جمادی الثانی بروز جمعہ بعثت کے پانچویں سال میں مکہ میں ہوئی۔ آپ کی شادی حضرت علی ابن ابو طالب رضی للہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی جن سے آپ کے دو بیٹے حسن رضی للہ تعالیٰ عنہا اور حسین رضی للہ تعالیٰ عنہا اور دو بیٹیاں زینب رضی للہ تعالیٰ عنہا اور ام کلثوم رضی للہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ کے کثیر القابات مشہور ہیں۔ام ابیہا۔۔۔ام الحسنین۔۔ام الحسن۔۔۔۔ام الحسین۔۔القاب : الصدیقہ (سچی) ۔۔المبارکہ (مبارک)۔۔الطاھرہ (پاک) ۔۔۔۔الذکیہ (گناہ سے پاک)۔الرضیہ (اللہ کی رضا پر راضی)۔۔۔البتول (عفت والی پاک)۔۔۔الزھراء ((عالی شان روشن)۔۔۔سیدۃ النساء العالمین (تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار)۔

میدان کربلا! جہاں آسمانِ دنیا نے وہ منظر دیکھا جو شاید انسانی تاریخ میں اس سے پہلے نہ دیکھا گیا۔ جرائت و بہادری، جانثاری سے سرشار حق کا پیغام عام

کرنے والے اہل بیت کے قافلہ اشاعت دین کے لیے کربلا کی جانب رواں دواں تھا۔کیا معلوم تھا کہ کوفہ والوں کے خطوط ، دعوت نامے ، پیغامات سراسر بے وفائی اور کدورت سے لبریز تھے جن کے پس پردہ دل شکنی ، شب خون مارنے کی پلاننگ تھی ۔عراق کا یہ شہر حق و باطل کے معرکے کا ایک حتمی میدان ثابت ہوگا۔آہ ! ! ! ! ایک دکھ اور صدمے کی داستان ! ! ! جس پر آج بھی زبانِ قال سے یہی کلام جاری ہو جاتا ہے کہ

کربلا تیری بہاروں کو سلام (۳)

جانثاری کے نظاروں کو سلام

یاحسین ابن علی مشکل کشا (۳)

آپ کے سب جانثاروں کو سلام

امامِ حسین رضی اللہ عنہ جو نواسہؑ رسول بھی ہیں اور شہزادہؑ بتول بھی ہیں ۔ جنھوں نے دامن رحمت اللعلمین میں پرورش پائی ۔ جن کے ناز تمام انبیاء کے سرور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اُٹھائے ۔آیئے ! ! ذراامام حسین رضی اللہ عنہ کا آپ کو تعارف پیش کردوں ۔

زمین کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا

جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور و ظلمت کی

آپ رضی اللہ عنہ کا حسین نام اور ابو عبد اللہ کنیت ہے، پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے چھوٹے نواسے علی و فاطمہ زہرا کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ان کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”حسین منی وانا من الحسین“یعنی حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خوش خبری سن کر جناب رسالت ماب تشریف لائے ۔بیٹے کو گود میں لیا،داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور اپنی زبان منہ میں دے دیدی۔ پیغمبر کا مقدس لعاب دہن حسین رضی اللہ عنہ کی غذا بنا،ساتویں دن عقیقہ کیا گیا۔آپ کی پیدائش سے تمام خاندان میں خوشی اور مسرت محسوس کی جاتی تھی مگر آنے والے حالات کا علم پیغمبر کی انکھوں میں انسو.برساتا تھا۔اور اسی وقت سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہکے مصائب کا چرچا اہلبیتُ رسول کے زبانوں پر آنے لگا۔خاندان کا خاندان امت کے مستقبل ،گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے قربان کر دیا۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

واقعہ کربلا کے کردار علی اکبر و علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بھی ہماری نسلوں کے لیے ایک عمدہ پیغام ہیں ۔ہم قربان جائیں ان پر!

اکبر واصغر پہ جاں قربان ہو (۴)
میرے دل کے تاجداروں کو سلام

میدان کربلا کی سرزمین ہے امام حسین کے ہمراہ ان کی آل بھی موجود ہے۔ چھوٹے بڑے سبھی عظیم قائد کی قیادت میں سرفروشی کے لیے یک جہاں تیار ہیں۔مدنی چینل کے ناظرین : حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں۔ ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور وہ مریض تھے۔ حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لیلی بنت ابی مرہ بن عروہ کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنھیں علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جن کا نام عبد اللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے۔

کربلا کے معرکہ میں شیر دل خواتین نے بھی مصائب کی شدت میں گرفتار ہو کر اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کر دکھایا کہ آزادی ضمیر انسانی کے امام کربلا میں ان خواتین کو بے مقصد نہیں لائے تھے۔ فاتح کوفہ وشام جناب زینب بنت علی رضی اللہ عنہ کے بے مثل کردار وقربانیوں سے تاریخ کربلا کا ہر ورق روشن نظر آتا ہے۔ حضرت امام حسن کے بیٹے قاسم تھے ۔۔آپ نے اپنے جگر پاروں عون و محمد کو اپنے نانا کے دین پر یہ کہہ کر قربان کر دیا کہ اگر تم نے نصرت امام میں اپنی

قربانیاں پیش نہیں کیں تو تمہیں دودھ نہیں بخشوں گی۔ حق اور فرض شناسی کی راہ میں دنیا کی ماوں کے لیے یہ جذبہ درس عبرت ہے۔ یہ وہ بلند کردار ہستیاں ہیں جن کے متعلق کہا گیا کہ

:

قاسم و عباس پر ہوں رحمتیں (۵)
کربلا کے شَہسُواروں کو سلام
بھو کی پیاری بیبیوں پر رحمتیں (۶)
بھوکے پیاسے گل عِذاروں کو سلام
بھید کیا جانے شہادت کا کوئی (۷)
اُن خدا کے راز داروں کو سلام
بے بسی میں بھی حیا باقی رہی (۸)
سب حسینی پردہ داروں کو سلام

یعنی انسانیت انھیں سلام پیش کرتی ہے انسانیت کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ حق و باطل کے درمیان ایک اہم امتیاز پیدا کر دیا۔

میدان کربلا میں صرف خاندان رسالت کے اہل حرم نے ہی قربانیاں پیش نہیں کیں تھیں بلکہ اس گھرانے کی کنیزوں اور دیگر انصار خواتین نے بھی اپنے ایثار و قربانی کے ایسے جوہر دکھائے جو آج بھی تاریخ انسانیت کے ماتھے کا جھومر بن

کر چمک رہے ہیں۔ جن کا کردار بھی حق کے متلاشیوں کے لیے لائق تقلید ہے کہ جنہوں نے اپنے شوہر کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربان ہونے کے لیے آمادہ کیا۔

رحمتیں ہوں ہر صحابی پر مُدام (۹)
اور خصوصاً چار یاروں کو سلام

جس میں جتنی سکت تھی اس کاروان اہلبیت کے ساتھ آزمائش کی اس گھڑی میں کھڑا رہا۔ تندرست و بیمار سبھی یکساں حق کی فتح کے لیے سرگرم عمل تھے ۔وہ ذات عون و محمد کی ہو یا بی بی زینب کے صبر کا امتحان ۔

بیبیوں کو عابدِ بیمار کو (۱۰)
بے کسوں کو غم کے ماروں کو سلام
ہو گئے قرباں محمد اور عَون (۱۱)
سیدہ زینب کے پیاروں کو سلام

لفظِ کربلا سنتے ہی ایک غم و ملال کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ۔کیوں کہ تاریخِ انسانیت میں اتنا ظلم ،اتنی زیادتی شاید ہی ہوئی کہ انسان نے اپنے محسنوں کو کس طرح شہید کیا۔ کس طرح آل رسول پر قتل و خون کی ندیاں چلائیں ۔ان پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔

آہ!!!!

کربلا میں ظلم کے ٹوٹے پہاڑ (۱۲)

جن پہ ان سب دلفگاروں کو سلام

اس قافلے کے شرکاء کو محبتوں و عقیدتوں بھرا اسلام۔سلام۔جنھوں نے عظیم کارنامہ سرانجام دیکر اسلام کا حقیقی طرز حیات واضح فرمادیا۔

جو حسینی قافلے میں تھے شریک (۱۳)

کہتا ہے عطار ساروں کو سلام

شاعر نے ان روشن کرداروں کے متعلق بہت پیاری بات بیان کی ۔۔۔۔۔۔

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونکدیں اپنے فدائی کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ وہ شمعیں نہیں روکر کو جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمیں ہیں جن سے جان تازہ پائیں پروانے ۔۔۔۔۔یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

محترم قائین!میں نے اس تحریر میں کربلا کے چیدہ چیدہ گوشوں کو اشعار کی

روشنی میں بیان کیا ہے۔ مفصل تحریر پھر پیش کروں گا۔اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ یا رب ! ہمیں شہداء کربلا کے طفیل معاف فرما ہم سے بھی دین متین کی خدمت کا کام لے لے۔

محبت کیا ہے؟

ایک لفظ جس کو سننے کے بعد ایک خوبصورت احساس بیدار ہوتا ہے اندر کا موسم خوشگوار ہو جاتا ہے۔ چہرے پر مسکان آ جاتی ہے۔ ترش رویے میں یکسر نرمی آ جاتی ہے ایک فرحت ایک راحت ایک چین ایک سکون ملنے لگتا ہے۔ اور ہو لفظ ہے لفظ محبت۔ ایک سوال اُٹھتا ہے۔ محبت ہے کیا؟

تو پھر جان لیجیے کہ محبت ایک فطری اور طاقتور جذبہ ہے جو کبھی بھی، کسی کو بھی، کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔ محبت میں بھی دو پہلو ہیں ایک قابِ تحسین اور ایک قابل مذمت یعنی ایک پاکیزہ محبت اور ایک ناپاک محبت۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیا بات ہوئی چلیئے اس بات کی بھی وضاحت پیش کرتا ہوں۔ پاکیزہ محبت خلوص، ایثار اور وفاداری پر قائم ہوتی ہے اور ہمیشہ پائیدار اور دائمی رہتی ہے۔ اور ہر قسم کے ذاتی مفاد، خود غرضی اور بے وفائی سے پاک ہوتی ہے۔ جبکہ ناپاک و قابل مذمت محبت وہ ہوتی ہے جو مالی، ذاتی اور جنسی رذیل مفادات، خود غرضی اور بے وفائی پر قائم ہوتی اور ہمیشہ کمزور رہتی اور جلد ختم ہو جاتی ہے، بلکہ اس کا انجام دشمنی پر ہوتا ہے۔

اب ذرا اسلام کی تعلیمات سے بھی آگاہی حاصل کر لیتے ہیں کہ محبت کے متعلق

اسلام کا کیا نظریہ ہے۔یہ پیغام ہے۔پوری کائنات میں سب سے زیادہ محبت کا داعی اور فروغِ محبت پر ابھارنے والا مذہب اگر کوئی ہے تو وہ صرف اسلام ہے جس میں محبت کو ایمان کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاوں جس سے تم آپس میں محبت کرنے لگو گے ؟آپس میں سلام کو فروغ دو۔ (صحیح مسلم :کتاب الایمان، باب بیان (انہ لاید خل الجنتہ الا المومنون وان محبۃ المومنین من الایمان

پیغامِ محبت کا امین دین اسلام چونکہ خود ایک پاکیزہ مذہب ہے، لہٰذا اپنے ماننے والوں کو بھی ہمیشہ اور ہر معاملے میں پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیتا اور صرف پاکیزگی کو ہی قبول کرتا ہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ (صحیح مسلم : کتاب الزکوۃ، باب (قبول الصدقۃ من الکسب الطیب

اسی لئے پاکیزہ محبت صرف وہی لوگ اپناتے ہیں جو اسلام جیسے پاکیزہ دین سے محبت کرتے اور خود بھی مسلمان اور مومن ہوتے ہیں۔ہر انسان اپنے ہی جیسے

انسان سے محبت کرتا ہے۔فطرت انسان میں یہ ابتداء ہی شامل ہے کہ وہ اپنے جیسے کردار کے حامل لوگوں سے محبت کرتا اور ان ہی کی رفاقت کا طالب رہتا ہے۔ جیسے مشرک، کافر، زانی، شرابی، چور، ڈاکو، قاتل وغیرہ سب گنہگار اپنے ہی جیسے گنہگاروں سے محبت کرتے ہیں، اسی طرح مسلمان اور مومن صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مومنین سے ہی محبت کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ دنیا میں بندہ جن سے محبت کرے گا۔بروز قیامت انہی کے ساتھ اس کا انجام بھی ہوگا۔قران مجید کی سورۃ نور میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمادیا۔ان تعلیمات کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ”خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں۔ اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لائق ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لائق ہیں۔

یہ تو دنیا میں ان کی اپنے ہی جیسے کرداروں سے باہمی محبت اور میل جول ہے، اسی طرح آخرت میں بھی یہ لوگ اپنے ہی جیسے کرداروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

قران مجید فرقانِ حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ( ) فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ( ) وَمَنْ يَعْمَلْ ”

() مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

قیامت کے دن ہر انسان کا انجام اس کی دنیوی دوستی، محبت اور اعمال کی بنیاد پر ہوگا اور ہر ایک اپنے ہی قبیلے کے فرد کے ساتھ یا تو سخت ترین عذاب دیا جائے گا یا پھر بہترین نعمتوں میں ہوگا۔اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو سمجھ میں آگیا کہ محبت کیا ہے۔پاکیزہ محبت کے حقدار کون ہیں ؟یہ تو معلوم ہو۔تعلیمات اسلام کی رو سے پاکیزہ محبت کی سب سے زیادہ حقدار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، پھر اللہ کے حبیب جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور اس کے بعد تمام اہل ایمان۔ان محبتوں کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ()

() وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان

والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (المائدہ،آیت ۵۵،۵۶)

محترم قارئین :پاکیزہ محبت ہی دنیا میں راحت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔اصل محبت وہی ہے جو بے غرض ہو،پر خلوص ہو اور ہمیشہ سلامت رہے۔اور اس سے زیادہ پائیدار اور دائمی محبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو نہ صرف دنیا، بلکہ آخرت میں بھی کارآمد ہو اور نجات کا ذریعہ بن جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ( ) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ( ) لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ( )

ترجمہ کنزالایمان : سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔(سورۃ یونس۔آیت: ۶۲ تا ۶۴)

یہ تو تھی پاکیزہ محبت جس کا ہم نے ذکر کیا اور وہ محبت جو آج کل دیکھنے

کو ملتی ہے۔جس میں نفسانی خواہشات ، عریانی و فحاشی کی لذات کی آمیزش ، مفادات کی خاطر لب و لہجہ میں اظہار محبت ،اس طبقہ سے محبت وانسیت روا رکھنا جس کی ظاہری شان نے دل و دماغ کو مسخر کر دیا۔

یعنی ایسی اپاہج محبت کے جس کے لیے لفظ محبت استعمال کرتے ہوئے بھی حیا آتی ہے ۔ تفریح گاہوں میں گھومنا، تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم میں لڑکے لڑکیوں کا باہم میل جول جس کا انجام قابل مذمت محبت ہوتا ہے ۔دنیا میں اپنی خود ساختہ دوستیوں پر فخر کرنے والے ، اپنے محبوبوں کی قربت کی چاہت میں اپنی آخرت.برباد کرنے والے اور انکے اشارہ ابرو پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے دعویدار قیامت کے دن آپس میں بدترین دشمن بن جائینگے ، اپنی محبت کے اس بدترین انجام پر ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرائینگے اور اپنی حرکتوں پر شرمندگی و پشیمانی کا اظہار کرینگے۔

قرانِ مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے : ”اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ( )

ترجمہ کنزالایمان : گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار ۔

آج محبت کا فلسفہ ہی بدل چکا ہے ۔ماں کو بیٹا دھتکار رہا ہوتا ہے ۔ڈانٹ

رہاہوتا ہے۔گالیاں دے رہاہوتا ہے۔اور کالج کی گرل فرینڈ کو کہہ رہاہوتا ہے میں تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لے آوں گا۔والد سے بد تمیزی سے پیش آرہاہوتاہے اور پارک میں بیٹھ کر محبوبہ کو تحفے تحاف پیش کر رہاہوتا ہے۔بہن پر ہاتھ اُٹھانے والا غیر کی بہن پر شفقت کی برسات کر رہاہوتا ہے۔گھر میں ماں کے حکم کو رد کرنے والی ،والدین کے لیے چند منٹ بھی صرف نہ کرنے والی گھنٹوں گھنٹوں اپنے محبوب سے باتوں میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔یعنی آپ اگر کسی سے پوچھیں محبت کیا ہے تو وہ اس کا ایک ایسا مسخ شدہ مفہوم پیش کرتاہے کہ شرم سے نظریں جھک جاتی ہیں۔محبت ایک عظیم اور پاکیزہ رشتہ ہے ایک پاکیزہ جذبہ ہے جسے مفادات پرستوں ،نفس پرستوں حیاسے محروم لوگوں نے آلودہ کردیاہے۔کہ جیسے ہی محبت کا نام لو ایک دوشیزہ کا، تصور ،ایک تفریح گاہ کا منظر ،ایک نہایت ہی غلط تصور باندھ دیاجاتاہے۔حالانکہ محبت تو ایک عظیم مزاج ،ایک فطری پاکیزہ کیفیت ،ایک قابل تحسین امر ہے۔محترم قارئین امید ہے کہ میری تحریر آپ کے لیے معاون ثابت ہوگی۔میرے حق میں دعا کردیجیے گا کہ میرا رب مجھے اپنی اور اپنے محبوب کی سچی محبت عطافرمائے اور انسانیت سے حقیقی محبت سے بہرہ مند فرمائے۔۔۔۔